بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	التوحید
تالیف	شیخ الصدوق علیہ الرحمہ
تصحیح و تحقیق	علی اکبر غفاری
ترجمہ	سید عطا محمد عابدی
تزئین	سید اشفاق حسین نقوی
کمپوزنگ	شگفتہ کمپوزنگ اینڈ گرافک سینٹر
اشاعت اول	اگست 2000ء
تعداد	ایک ہزار
قیمت	۲۰۰ روپے

الکساء پبلشرز

آر۔ ۱۵۹ سیکٹر ۵ بی ۲ نارتھ کراچی

اردو

التوحید

للشیخ الجلیل الأقدم

الصدوق

ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی

المتوفی سنہ ۳۸۱

پیشکش

سید اشفاق حسین نقوی

الکساء پبلیشرز

آر۔ ۱۵۹ سیکٹر ۵ بی ۲ نارتھ کراچی

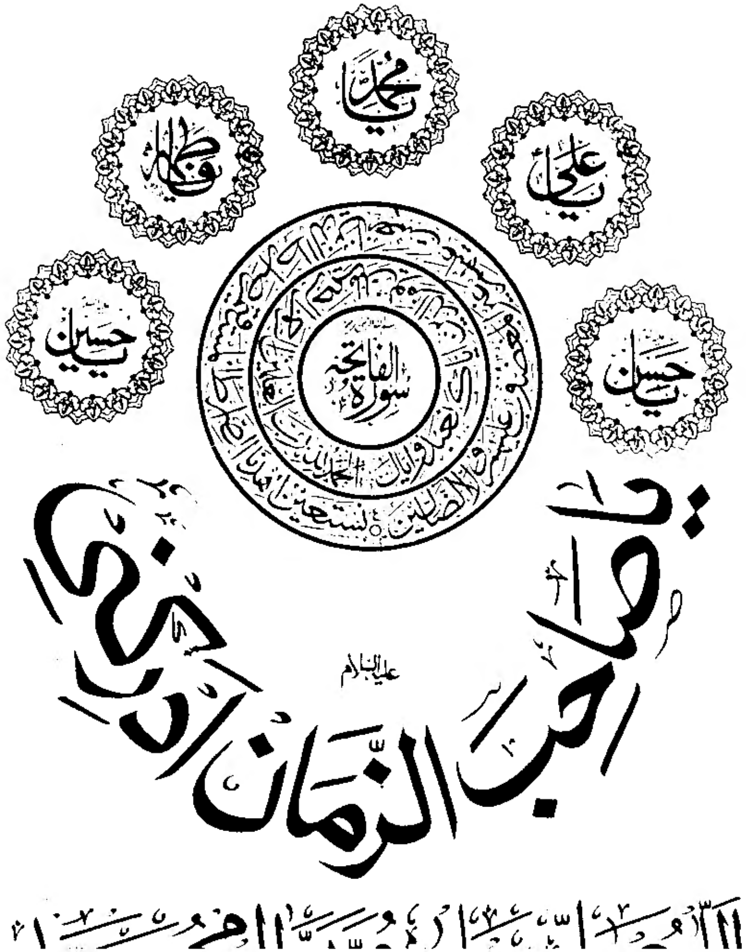
محمد
علي
فاطمة
حسن
حسين
سورة الفاتحة
يا صاحب الزمان ادركني
عليه السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

فہرست

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
	ہمارا بیان	۱
	کتابت کے بارے میں چند کلمات	۴
	کتاب توحید	۱۰
۱	موحدین اور عارفین کا ثواب	۱۸
۲	توحید کا اثبات اور تشبیہ کی نفی	۲۹
۳	واحد، توحید اور موحد کے معنی	۶۲
۴	قل اللہ احد کی تفسیر (آخر تک)	۶۷

۱۱	ذاتی اور فعلی صفات	۱۰۹
۱۲	اللہ عزوجل کے قول " کل شی مالک الا وجهه " کی تفسیر	۱۱۷
۱۳	اللہ عزوجل کے قول " یا ابلیس مامنعک ان تسجد لما خلقت بیدی " کی تفسیر	۱۲۰
۱۴	اللہ عزوجل کے قول " یوم یکشف عن ساق و یدعون الی السجود " کی تفسیر	۱۲۱
۱۵	اللہ کے قول " الله نور السموات والارض " (آخری آیت تک) کی تفسیر	۱۲۲
۱۶	اللہ عزوجل کے قول " نسوا الله فنسیهم " کی تفسیر	۱۲۷
۱۷	اللہ عزوجل کے قول " والارض جمیعاً قبضته یوم القیامة والسموات مطویات بیمینة " کی تفسیر	۱۲۸
۱۸	اللہ عزوجل کے قول " کلاانهم عن ربهم یومئذ لمحجوبون " کی تفسیر	۱۲۹
۱۹	اللہ عزوجل کے قول " وجاء ربک والملک صفاً صفاً " کی تفسیر	۱۲۹
۲۰	اللہ عزوجل کے قول " هل ینظرون الا ان یا تیهم الله فی ظلل من الغمام و الملا یکة " کی تفسیر	۱۳۰
۲۱	اللہ عزوجل کے اقوال " سخرالله منهم "، الله یستهزی بهم "، " و مکروا ومکرالله والله خیر الماکرین "، یخادعون الله وهو خادعهم " کی تفاسیر	۱۳۰
۲۲	اللہ عزوجل کے پہلو کے معنی	۱۳۱
۲۳	حجزة کے معنی	۱۳۲
۲۴	اللہ کی آنکھیں، کان، اور زبان کے معنی	۱۳۴
۲۵	اللہ عزوجل کے قول " وقالت الیهود یدالله مغلولة غلت ایدیهم ولعنوا بما قالوا بل یداه مبسوطتان ینفق کیف یشاء " کے معنی	۱۳۴
۲۶	اللہ عزوجل کی رضا اور ناراضگی کے معنی	۱۳۵
۲۷	اللہ عزوجل کے قول " و نفخت فیه من روحی " کے معنی	۱۳۷
۲۸	اللہ عزوجل کے مکان و زمان، سکون و حرکت، نزول و صعود اور انتقال کی نفی	۱۳۸
۲۹	اسماء الہیٰ اور اسماء مخلوقین کے معانی کے درمیان فرق	۱۵۰

۳۰	قرآن کیا ہے؟	۱۸۵
۳۱	بسم اللہ الرحمن الرحیم کے معنی	۱۹۰
۳۲	حروف معجم (حروف تہجی) کی تفسیر	۱۹۳
۳۳	حروف جمل (حروف ابجد) کی تفسیر	۱۹۶
۳۴	اذان و اقامت کے حروف کی تفسیر	۱۹۸
۳۵	اللہ کی طرف سے ہدایت و گمراہی اور توفیق و عدم ترغیب کی تفسیر	۲۰۱
۳۶	ثنویہ اور زندیق کا رد	۲۰۳
۳۷	الرد۔ ان لوگوں کے خلاف جنہوں نے یہ کہا کہ وہ تین کا تیسرا ہے اور کوئی معبود نہیں ہے مگر ایک معبود ہے	۲۲۶
۳۸	اللہ کی عظمت کا ذکر	۲۳۱
۳۹	اللہ تبارک و تعالیٰ کا لطف و کرم	۲۳۸
۴۰	معرفت توحید کی کمترین جزاء	۲۳۸
۴۱	اللہ عزوجل کی معرفت اسی کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے	۲۴۰
۴۲	عالم کے فنا کا اثبات	۲۴۵
۴۳	اثبات حدیث ذعلب (ایک شخص کا نام)	۲۵۶
۴۴	سبخت یہودی کی حدیث	۲۶۲
۴۵	سبحان اللہ کے معنی	۲۶۳
۴۶	اللہ اکبر کے معنی	۲۶۴
۴۷	اول و آخر کے معنی	۲۶۵
۴۸	اللہ عزوجل کے قول " الرحمن علی العرش استویٰ " کے معنی	۲۶۶
۴۹	اللہ عزوجل کے قول " وکان عرشه علی الماء " کے معنی	۲۶۹
۵۰	عرش اور اس کی صفات	۲۷۰
۵۱	عرش کو چوکور (مربع) بنایا گیا	۲۷۲
۵۲	اللہ عزوجل کے قول " وسع کرسیه السموات والارض " کے معنی	۲۷۳

۵۳	اللہ عزوجل نے مخلوق کو توحید کی فطرت پر پیدا کیا	۲۷۴
۵۴	بداء	۲۷۶
۵۵	مشیت اور ارادہ	۲۸۰
۵۶	استطاعت الہیٰ	۲۸۵
۵۷	ابتلا۔ اور اختبار (انتخاب)	۲۹۲
۵۸	خوش بختی اور بد بختی	۲۹۲
۵۹	جبر اور ذمہ داری سونپنے کی نفی	۲۹۵
۶۰	اللہ کے احکامات، قدر، فتنہ، رزق، نرخ اور ان کی مدت	۲۹۹
۶۱	بچے اور عدل الہیٰ	۳۱۹
۶۲	اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ وہ کام کرتا ہے جو ان کے لئے سب سے زیادہ بہتر ہوتا ہے	۳۲۸
۶۳	امر و نہی اور وعد و وعید	۳۳۳
۶۴	تعریف، بیان، حجت اور ہدایت	۳۳۸
۶۵	امام علی رضاؑ کا مختلف مذاہب والوں، اصحاب مقالات، جاثلیق، راس الجالوت اور ستارہ پرستوں پر بڑا اکبر اور عمران صابیؒ سے توحید کے بارے میں مامون رشید کے دربار میں مناظرہ	۳۴۴
۶۶	امام علی رضاؑ کا مامون رشید کے دربار میں سلمان مروزی متکلم خراسان سے توحید کے بارے میں مناظرہ	۳۶۳
۶۷	اللہ عزوجل کے کلام، جدال اور رویت (دیکھے جانے) کے بارے میں روکنا	۳۷۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

عرض ناشر

الحمد للہ ! پروردگار عالم نے چہاردہ معصومین علیہم السلام کے صدقے میں ہمیں وہ توفیق، سعادت اور استطاعت عطا کی ہے جس کا ہم شکر ادا کرنے سے قاصر ہیں ادارہ ہذا اس کی عطا کردہ توفیق و استطاعت سے اب تک مذہب حقہ کی مندرجہ ذیل اہم کتب جو عربی زبان میں تھیں اردو زبان میں ترجمہ کروا کے شائع کر چکا ہے۔

(۱) ''علل الشرائع'' جس میں تاریخ میں گذرے ہوئے واقعات، فقہی امور کی باریکیاں، علم الابدان، جینیات، فلکیات عرض متعدد امور کی توجیہات ائمہ طاہرین علیہم السلام کے حوالے سے نقل کی گئی ہیں۔

(۲) ''من لایحضرہ الفقیہ'' مذہب حقہ اثنا عشری کی فقہ کی بنیادی کتب اربعہ میں دوسرے نمبر پر ہے۔

(۳) ''کمال الدین و تمام النعمہ'' امام عصر علیہ السلام کے حکم پر لکھی جانے والی اولین کتب جو مسئلہ غیبت اور غیبت امام عصرؑ پر ایک سند کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۴) ''التوحید'' جو اللہ کی وحدانیت کے بارے میں ہے اور اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

ان شاء اللہ ان کے علاوہ ''عیون اخبار الرضاؑ معانی الاخبار'' ''امالی شیخ صدوق'' وغیرہ کا بھی ترجمہ کروا کے شائع کرنے کا عزم ہے۔ مندرجہ ذیل بالا تمام کتب جناب ابی جعفر محمد بن علی بن حسین

بن بابویہ القمی المعروف شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی تالیف کردہ ہیں۔

زیر نظر کتاب "التوحید" میں رسول خدا محمد مصطفیٰ ﷺ اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی مستند احادیث سے توحید کے مطالب، اللہ کی صفات، اسمائے حسنیٰ اور قدرت و افعال الٰہی کی معرفت کے متعدد پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب میں وہ بہت سے حکمت اور علم الکلام کے مباحث بھی ہیں جو اہل علم سے زیر بحث آئے ہیں۔ یہ کتاب علمی مشاغل رکھنے والوں، علم کی تلاش اور تحقیق کرنے والوں کیلئے بے حد مفید ہے۔ اس میں اللہ کی توحید کے بارے میں شکوک و شبہات کو دور کیا گیا ہے۔ مامون رشید کے دربار میں امام علی رضا علیہ السلام کے مناظرے جو یہود، نصاریٰ، مشرکین، کافرین اور منافقین سے ہوئے ہیں درج ہیں۔

آخر میں حرف آخر کے طور پر عرض ہے کہ ہم نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس امر کی کوشش کی ہے اور اپنے پروردگار سے ائمہ طاہرین کے واسطے سے دعا بھی کی ہے کہ اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں کسی بھی قسم کی خامی یا غلطی نہ ہونے پائے۔ اس کے باوجود اگر کوئی خامی، یا غلطی ہو گئی ہو تو اس غلطی کی طرف ہماری توجہ ضرور مبذول کرائیں تاکہ آئندہ کی اشاعت میں آپ کے شکریہ کے ساتھ اس کا ازالہ کیا جا سکے۔

والسلام

خاکپائے اہلبیتؑ

سید اشفاق حسین نقوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مترجم

شیخ صدق علیہ الرحمتہ چوتھی صدی ہجری کے ان علماء اعلام میں سے ہیں جن کا اکرام واحترام سنی وشیعہ علماء سب ہی کرتے ہیں اور ان کو انتہائی مؤثق ومعتبر مانتے ہیں۔ ان کی کتابوں کی تعداد تین سو بتائی جاتی ہے جن میں سے دس فیصد ہم تک پہنچی ہیں۔ باقی مختلف جنگوں اور سنی شیعہ مناظروں کو چپقلش میں ناپید ہو گئیں اور کچھ لوگوں کو ناعاقبت اندیشی نے ان کتب کی اہمیت کو نظر انداز کر کے اس طرح برباد کیا کہ ان کا نام ونشان باقی نہیں رہا۔

کتاب التوحید آپ کی وہ کتاب ہے جس میں معارف الہیہ کو بہتر طور پر پیش کیا گیا ہے اور علمی اصول کو مضبوط بنیاد پر قائم کیا ہے اور عقلی دلائل کو آیات قرآنی اور چہاردہ معصومین علیہم السلام کی احادیث سے قابل قبول بنایا ہے۔ شیخ جلیلؒ نے اس کتاب میں سڑسٹھ ابواب مختلف عنوانات پر جن کا تعلق اعتقادات اور معرفت الٰہی سے ہے تحریر فرمائے ہیں۔ اس میں مناظرے بھی ہیں اور مختلف فرقوں کے خیالات اور نظریات کی تردید بھی ہے۔

موجودہ دور کو علوم وفنون کی ترقی کا دور کہا جاتا ہے اور یہ خیال عام ہے کہ مذہب کی گرفت کمزور ہو گئی ہے اور لوگوں کا یقین خدا پر متزلزل ہو گیا ہے۔ مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اس عالم ربانی کی کتاب التوحید، تقریباً گیارہ سو سال سے معرفت الٰہی کا درس دے رہی ہے اور موجودہ دور کے مسموم خیالات وافکار کو نابود کرنے میں کوشاں ہے۔

شیخ صدوق رحمتہ اللہ علیہ نے دیگر ابواب کے ساتھ بداء شیت وارداہ، استطاعت، ابتلاء واختیار ، سعادت، شقاوت، جبر و تفویض، قضاقدر، امر و نہی اور وعدو وعید، ردشویہ وزنادقہ اثبات حدوث عالم کو کھرچ دیتے ہیں جو اس کو کجروی اور گمراہی کے راستہ پر لگادیتے ہیں اور اس کے ضمیر کو پاکیزہ خیالات و افکار سے مملو کردیتے ہیں اور وہ صراط مستقیم پر گامزن ہوجاتا ہے۔

میں بندہ ناچیز محترم سید اشفاق حسین نقوی اور جناب مکرمی سید فیضیاب علی رضوی کا انتہائی شکر گذار ہوں کہ انہوں نے کتاب "التوحید" کو اردو زبان میں ترجمہ کرنے کیلئے مجھے منتخب فرمایا اور میں چہاردہ معصومین علیہم السلام کی وساطت سے خداوند عالم کا شکر و سپاس ادا کرتا ہوں کہ اس نے باوجود علالت کے ترجمہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

احقر

سید عطاء محمد عابدی

فاضل ادب، فاضل فقہ، منشی فاضل

ایم۔اے

انتساب

ان مومن و مومنات کے نام

جو معصومین علیہم السلام کے ارشادات پر عمل

پیرا ہو کر اپنی دنیا اور آخرت سدھارنا چاہتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارا بیان

تمام تعریفیں اور شکروسپاس اس اللہ کے لئے ہیں کہ جو حیات توحید سے عارفوں کے قلوب کو زندگی بخشنے والا ہے اور محققین کے دلوں کو اوہام کی تنگیوں سے آزاد طبع کی کشادگی تک نجات دینے والا ہے اور اس کے رسول پر جن کی تائید آیات و املاک و مختلف تائیدوں سے کی گئی اور اس کی آل پر جو معصوم ہیں درود و سلام کہ جن کی ولا ومحبت اور نیک کردار لوگوں کی خوش بختی ہے ۔

قصہ مختصر۔ یہ کتاب بزاودزش معارف علیہ الہیہ میں بہترین تالیفات میں سے ہے کہ جو شخص اس کے اصول علمیہ جو مضبوط بنیاد پر رکھے گئے ہیں اس کا مطالعہ کرتا ہے تو یہ تالیف اس کو دکھاتی ہے کہ اس میں ایسے عقلی دلائل و براہین ہیں جن کی تائید آیات اور ان ارشاداتی روایات و اخبار سے ہوتی ہے جو ائمہ اطہار و صلوات اللہ علیہم سے مروی ہیں ۔ اس کتاب میں صاف ستھری بحثیں اور تحقیقات ہیں جو حق کی کشادہ راہ کی طرف رہنمائی کرتی ہیں ۔ اور موثر و بالغ دلائل ہیں جو اصول اعتقادی اور معرفت خداوندی میں مضبوط بیان اور درست قول اور کشادہ راہ اور سخت ہموار راستہ کے ساتھ راہ صواب کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور ضرب المثل ہے ، جو شخص سخت اور ہموار زمین پر چلتا ہے وہ ٹھوکر سے محفوظ رہتا ہے اور جو شخص اس سے ہٹ کر اس کے غیر کی طرف مائل ہوا وہ وادی حیرت میں سرگردان و پریشان رہا ۔ اور اس نے اپنے امر کی بنیاد ڈھ جانے والے کنارہ پر رکھی یا اس نے پانی میں آگ کا دہکتا ہوا انگارہ چاہا ۔

اور اس کے مصنف ابو جعفر صدوق رضوان اللہ علیہ محدث عالم ربانی مکمل طور پر کلمہ کے مدلول ہیں اور وہ شخص ہیں کہ جن کی آراء اور جن کے معتقدات سے اپنی کتب کو دوچند کرنے میں مستفاد ہوتے ہیں اور ان کے دور دراز علاقوں کے سفر کرنے اور ان کا حصول علم و ترویج مذہب میں مشقت و تکلیف برداشت کرنے مخالفین سے مناظروں اور ان کی عوامی مرجعیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایسے آدمی ہیں جو صاف ستھرے اور پاکیزہ شعور و وجدان ، مضبوط قلب ، پختہ ارادہ ، بلند ہمت ، صاف ستھرے ذمہ دار ، سریع الفہم قلب رکھنے والے ، بلند و اعلیٰ ، شرف والے ، اخلاق کو نمایاں کرنے والے ، پیدائشی طاہر علم کلام کے عالم جو کثرت حفظ رکھتے ہیں ، جن کی صفائی زبان ، فصیح ، درست رائے والے ، ان کی پختگی نفس کی شرافت رکھتی ہے ۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کا نسب معروف و مشہور اور بلند مرتبہ حسب ہے ۔ وہ دین کے اصول و فروغ کے عالم ہیں ۔ امت کو جس چیز کی احتیاج ہے وہ اس کا علم رکھتے ہیں ۔ وہ ان کے گھروں میں علم کی نشرواشاعت تک کوشش کرنے والے ہیں ۔ وہ اس چیز سے جو ان کو فائدہ پہنچاتی ہے مؤخر نہیں کرتے ہیں ۔ اور ان

کی شان کو بلند کرتے ہیں اور انہوں نے اس کتاب میں حق کو برملا آشکار کیا ہے اور علم کے مبہم مسائل کو واضح طور پر بیان کیا ہے ۔ آخر میں ان پر سلام ہو جب وہ پیدا ہوئے ، جب ان کا انتقال ہوا اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے ۔

جب میں نے پہلی طباعت کی نشرواشاعت فاضل حضرات کو اس کے نسخوں سے قربت حاصل کرنے کو متوجہ پایا اور میں نے ان کی پسندیدگی کو دیکھا کہ وہ اس کی تصحیح ، تحقیق اور اس کے ان علمی حاشیوں کو دیکھا جن کو الشریف الحجۃ سید ہاشم حسینی طہرانی مدظلہ العالی نے جو ہمارے زمانہ میں انتہائی بزرگ محققین میں سے ایک ہیں ، مراد ہیں ۔ انہوں نے مجھ سے زور دے کر کہا کہ میں دوسری مرتبہ اس کتاب کی نشرواشاعت مکمل وقت نظر کے ساتھ ابہام کو دور کرنے کے بعد کروں اور کتاب کی تحقیق اور اس کی ہمیشگی برقرار رکھنے اور محترم نوجوان قاری حضرت کے لئے آسان کردوں ۔ اور تالیف و مؤلف کا حق ادا کردوں اگرچہ اہل علم کی اکثریت اعجام (لفظ اور حرکات لگا کر ابہام کو دور کرنا) اعراب لگانے کو ناپسند کرتے ہیں اور اس کے علاوہ مشتبہ امر کو جائز نہیں گردانتے ہیں یا اس سے جس میں اشتباہ کا خوف ہو ان کا کہنا یہ ہے کہ اس پر اعراب لگایا جاتا ہے جو مشتبہ و مشکوک ہو ۔ مگر میری رائے میں عبارت کا ابہام دور کرنا درست ہے اس لئے کہ اشتباہ اور ابہام دور کرنے سے دشواری کلام کو روکتا ہے اور اعراب اشکال اور شک کے لئے مانع ہوتا ہے بالخصوص لوگوں کے ناموں میں اس لئے کہ یہ چیز وہ ہے جس میں قیاس کو دخل نہیں ۔ تو میں نے اس کو کیا اور میں اس کا بار اٹھانے پر آزمایا گیا ۔ جب کبھی رات تاریک ہو اور تاریکی کا سمندر ہلاکت کے درپے ہو ، فتنوں کا غبار (یا شامیانہ) چھایا ہوا ہو ۔ اور فتنے چاروں سمت سے سر پر تلوار لئے کھڑے ہوں ، اور مصائب کے لشکر حملہ آور ہو رہے ہوں آفات کے غم انگیز معاملات کا باہمی تعلق ہو ، کفر نے ہمارا چاروں طرف سے گھراؤ کیا ہوا ہے ، اور ہماری بربادی و تباہی کا قصد کئے ہوئے ہیں ، نہ جانے کتنے ہمارے بیٹوں کے خون بہائے گئے اور عورتوں کی بے حرمتی کی گئی ، ہر طرف سے گریہ و زاری اور آہ وبکا کی آوازیں سنائی دیتی تھیں ۔ ہر طرف انتقام کی پیاس تھی اور آنسو تھے ان ہم عمر ساتھیوں کے لئے جو آگے جاچکے تھے ، اور جوان محافظ اپنے خون میں لت پت ہوگئے اور بہت لوگ زخمی تھے کہ جن کے لئے ملامت کی امید نہیں کی جاسکتی اور شکایت تو فیصلہ کے لئے پروردگار کی طرف کی پیش جاسکتی ہے ۔ کیا اللہ غالب اور انتقام لینے والا نہیں ہے ؟ اور بات سے بات نکلتی ہے اور شاید بات کہنے والا غیر محفوظ ہو اور دشمن حد سے زیادہ غاصب و ظالم ہو اور اس کے لئے مسلمانوں کے ساتھ ممارست رکھنے کے لئے کوئی امید نہ ہو اور مومنین پر حیلہ استعمال کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان کے لئے اچھے انجام کے بارے میں کوشش کررہا ہے اور وہ ان کو ایک واضح و روشن مقصد اور اعلیٰ تہذیب و تمدن کی طرف دعوت دے رہا ہے اور وہ اس کی خوشحالی اور شادابی سے تھوڑا تھوڑا خوش کرتا ہے اور اس کے اس سے ایسے حیلے بہانے طلب کرتے ہیں جو اس کی مرضیوں کی خواہش کے مطابق ہو ۔ اور اس مقام پر گفتگو کی مجال نہیں اور ہر بات کا ایک مقام ہوتا ہے ۔ واقعہ کی تفصیل کا ذکر طویل ہے تو ہم اس سے درگزر

کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تو ہم کو صبر عطا فرما اور ہم کو ثابت قدم رکھ اور ہم کو قوم کافرین پر مدد فرما ۔ اور عنقریب ظالم لوگ جان لیں گے کہ کون سی پلٹنی ہوئی شے ان کو سرنگوں کردے گی ۔

اس جلد بازی اور اس مقالہ کے آخر میں مجھ پر لازم ہے کہ میں دو فاضل نوجوانوں کی پرزور طریقہ سے تعریف کروں ایک ان میں سے حسین آقا استاد ولی اور دوسرے محسن آقا احمدی ہیں ۔ اللہ ان کو اپنی مرضیوں کے مطابق توفیق دے کہ ان دونوں نے اس عمل مشروع میں میرا بار ہلکا کیا پس اللہ ان کو فراوانی عطا فرمائے اور اللہ ان دونوں کو نیکی اور صلاحیت بخشے ۔

علی اکبر غفاری

ایران ، طہران

غرۃ ذی الحجہ ۱۳۹۸ ۔ ھجری

مطابق ۱۱-۸-۱۳۵۷ ۔ شمسی

کتاب کے بارے میں چند کلمات

اس ذات کا تمام شکریہ و تعریف جس نے اپنے وجود سے کائنات کو نطق عطا فرمایا اور اپنی رحمت و بخشش کے سائے کو ممکنات پر ڈالا ۔ اس کی وہ ذات ہے کہ جو اپنی بلندی کی وجہ سے اعلیٰ اشیاء پر خیال و گمان کرنے والوں کی سنگ باری کے مواقع کو ختم کرنے والی ہے ۔ اور اس کی ذات کی عظمت کی حقیقت متفکر حضرات کی غور وفکر کی عاجزی کی وجہ سے بلند و ارفع ہے ۔ اور وہ عقول کے نزدیک نور فطرت کی وجہ سے جلی و آشکار ہے ۔ اور اس کو قلوب نے حقیقت ایمان سے دیکھا ۔ اس نے اپنی حکمت سے اشیاء کو ایجاد کیا اور تمام مخلوقات کو اپنی رحمت کی بناء پر خلق کیا اور اپنے فضل و کرم سے عدل کے بعد معاملہ کیا اور ہر ایک کو اپنی بخشش سے تقدیر و اندازہ کے مطابق عطا کیا ۔ اور اس کا سلام و درود اس پر جو اس سے زیادہ قریب ہیں جن کو اس نے اپنی عظمت کے نور سے خلق کیا ، جو شریف ترین طنیت و فطرت سے پیدا کئے گئے جو عالمین کے لئے اس کی رحمت اور ہدایت پانے والوں کے لئے اس کا چراغ راہ اور ان کی عترت جو ان کے اہل بیت ہیں ، وہ نبوت کے گھر والے ہیں ۔ مگر نبوت نہیں ۔

اور اس کے بعد میرا یہ کہنا ہے کہ توحید وہ قطب (کیلی) ہے جس پر ہر فضیلت گردش کرتی ہے اور اس کے ذریعہ انسان ہر برائی سے پاک صاف رہتا ہے اور اسی کی وجہ سے عزوشرف حاصل کرتا ہے اور ہر جہت و سمت میں موجود سعادت حاصل کرتا ہے ۔ اس لئے کہ اس پر اس کی فطرت کا غلبہ اور فطرت پر اس کی حرکت ہے اور حرکت کی وجہ سے وہ اس کے کمال تک پہنچتا ہے اور اس کے کمال سے اس کی خوش بختی و سعادت ہے اور اس کے محروم رہنے سے اس کی بدبختی و شقاوت ہے ۔

پھر یہ کہ وہ باب کہ جس میں اس معاملہ کے اندر اس کے غیر کو داخل ہونا مناسب نہیں ہے یہ وہ دروازہ ہے کہ جس کو اللہ عزوجل نے اپنے رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اپنے بندوں پر کھولا اور ان کو مبدأ و معاد کے ہر امر کے لئے اس کی طرف آنے کے لئے راغب کیا ۔ پس اگر تم گہری نظر ڈالو اور دقت نظر سے کام لو اور اپنی فکر کو اس کا حق عطا کرو اور تم ان علیہم السلام کے کلمات پر فوری طور پر غور وفکر کرو اور ان کلمات کے باغات میں طلب و حصول کی کوشش کرو اور ان کلمات کے موضوں سے سیراب ہونا چاہو تو تم نے اپنی تمنا سے زیادہ جو طلب کیا ہے وہ صوفیوں جیسے خیالات کی کدورت سے خالص ، فلسفیوں کے شبہات سے ہٹ کر خالص ٹھنڈا پانی ، بلکہ اس راہ میں کفایت سے بڑھ کر پاؤ گے ، ہر قسم کی تشنگی سے سیرابی ، ہر مریض کے جہل کے مرض کے لئے شفا بخش ، ہر برہان و دلیل سے بے نیاز کرنے والا بلکہ اس سے بہت بلند اور بڑھ چڑھ کر پاؤ گے ۔ اور جو کچھ ان کے غیر سے صادر ہوا ہے تو وہ اس کے علاوہ جو کچھ ہے اس تک نہیں پہنچتا ہے ۔ بلکہ اس کی نسبت ظلمت اور روشنی کی نسبت ہے اس لئے کہ ہر حکمت و علم حق کی

طرف سے صادر ہوتی ہے تو ان کے ہی ذریعہ سے خلق خدا تک پہنچتی ہے اور اللہ کی رحمت جو منتشر ہوئی ہے تو انہوں نے ہی پھیلائی ہے ۔ مخلوقات پر اللہ کی طرف سے جو عنایت ہوئی ہے تو وہ ان ہی کے سبب سے متحقق ہوئی ہے کیونکہ یہ حضرات اس کے علم کے رازدار، اس کی حکمت کی کان، اس کے خیر کا سبب، اس کے فیض کی نمایاں شخصیات، اس کے کشادہ ہاتھ، اس کی دیکھنے والی آنکھ، اس کے سننے والے کان، اس کی بولنے والی زبان ہیں ۔ اس کے نور سے پیدا ہوئے اور اس کی روح (روح القدس) کے ذریعہ تائید کیے گئے ہیں اور انؑ ہی کے ذریعہ اس کے قضیہ کا فیصلہ ہوتا ہے اور انہی حضراتؑ کی طرف اس کا ارادہ اس کے امور کے انداز اور مقدار میں نازل ہوتے ہیں ۔

ہاں ہاں اے راہ حکمت کے سالک اور عرفان کے ذریعہ طریق سعادت کو چاہنے والے! انؑ ہی کی طرف، ان ہی کی طرف ۔ کیونکہ انؑ ہی کے پاس حکمت ہے اور انؑ ہی حضرات کی پیروی و اتباع کے ذریعہ سعادت حاصل ہوتی ہے اور انؑ ہی کی وجہ سے اللہ کی معرفت ہوئی اور اس کی عبادت و بندگی کی گئی اور اگر وہ نہ ہوتے تو "لا" ہوتا (یعنی کچھ نہ ہوتا)

پس تم جو کچھ دیکھنا چاہتے ہو، دیکھو تو تم اپنے سامنے ان حضرات علیہم السلام کی بہترین حکمت سے پر ایک کتاب کریم اور انؑ کے کلمات کے موتیوں کا ایک بہت بڑا سمندر دیکھو گے کہ جس کو نقادان علم میں سے ایک مبارک یگانہ روزگار نے بہت سے دینی مناروں سے اس کو تالیف کیا ہے ۔ زمانہ نے ان جیسی ہستی کم ہی پیدا کی ہے، وہ فخر شیعہ شریعت، شرافت کی حفاظت کرنے والوں میں یکتا ہیں وہ خوش بخت شیخ الاجل ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی قدس اللہ نفسہ ونور رمسہ کی ذات گرامی ہے ۔ بے شک اس کتاب میں رسول اللہ اور اہل بیت صلوات اللہ علیہم کی قیم (پختہ) و قیمتی احادیث کو توحید کے مطالب، صفات الہیہ اسماء و افعال خداوندی کی معرفت پر احاطہ کیا گیا ہے اور اس کتاب میں وہ بہت سے حکمت و علم کلام کے مباحث بھی ہیں جو اہل علم سے زیر بحث آئے اور جو ان کی تالیف کردہ کتب میں پہلی صدی سے اب تک ضبط تحریر میں آئے جیسا کہ آپ لوگ مطالب کی تفصیل فہرست کتاب میں دیکھیں گے میری زندگی کی قسم کہ یہ کتاب بے شک اس لائق ہے کہ اس کی تدریس کے لئے علمی اکیڈمی میں رکھا جائے اور علمی مشاغل رکھنے والوں اور علم کی تجسس و تحقیق کرنے والوں کو راغب کیا جائے کہ اس کے مطلب کی تحقیق اور اس کے کلمات کے مقاصد کو بیان کریں جس میں وہ ماضی کے علماء اعلام کی کتابوں سے ان علمی واعلیٰ مطالب کے حصول میں مدد حاصل کریں کیونکہ حکمت و حق ہے جو صاف و شفاف چشمہ سے حاصل کیا گیا ہے اور وہ وحی کے چشموں سے پھوٹی ہے ۔ اور علم وہ حقیقت ہے جو دین کے رازوں سے اخذ کیا جاتا ہے ۔ دین کے رازدار وہ لوگ ہیں جو حق اور خلق کے درمیان ثالث کی حیثیت رکھتے ہیں ۔

پھر یہ کہ مؤلف کتاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اہل علم و فضیلت کے درمیان وہ شہرت وپہچان کے اس مقام پر ہیں کہ وہ تعریف سے بالا ہیں، اس چیز کی وجہ سے جو ہم اس کتاب میں لکھا ہوا دیکھتے ہیں ۔ جس طرح کہ یہ معمول ہے

کہ ابتداء کتاب میں علم کے ناقدین ہمارے زمانے میں اور اس سے قبل بھی کہتے چلے آئے ہیں اور طالب علم اسی وجہ سے مقدمہ کتاب کی طرف رجوع کرتا ہے جس سے مؤلف کے اخبار کے معانی و مقاصد سمجھ سکے ۔ (تہران ۱۳۷۹ ھ میں چھپی) لیکن قاری محترم کے لئے کتاب کی بعض خصوصیات کو شناحت کے طور پر ظاہر کرنے میں ہم کامیاب ہوئے ۔

کتاب توحید

یہ توحید صدوق اور توحید ابن بابویہ کے نام سے مشہور ہوئی جس میں توحید کو یکجا کیا گیا ہے جس کی وجہ سے ایک طالب علم بے نیاز ہوجاتا ہے اور ہدایت کے طالب کی رہنمائی کرتی ہے ۔ عارف اس کے باغات سے فیض اٹھاتا ہے اور تشنہ معارف اس کے آبی ذخائر سے سیراب ہوتا ہے ۔ پس صاحبان علم وحدیث کی تالیف کردہ کتاب میں کوئی ایسی جامع کتاب جو توحید، اس کے مطالب اور صفات و اسماء و افعال الہیٰ سے مربوط ہو اس جیسی کتاب موجود نہیں ہے ۔ اگرچہ اس کی بعض احادیث اصطلاحی صحت کی حد پر نہیں ہیں لیکن ماہرین علوم کی قوت شامہ اہل بیت علیہم اسلام کے کلمات کے معارف کے ذرائع سے ان کی اصل عبارتوں کی صحت کو سونگھ سکتی ہے اور نور ولایت کی مدد سے ان کے اندرون سے معارف کا استخراج کیا جاسکتا ہے باوجودیکہ اس کی اکثر احادیث متفرق کتب معتبرہ و معتمدہ جیسے نہج البلاغہ، کافی اور محاسن اور مولف کی بعض تالیفات جیسے عیون اور مانی الاخبار وغیرہ میں متعدد اسانید کے ساتھ مذکور ہیں ۔

پس یہ کتاب بھی مؤلف کی اصول معتبرہ کی دوسری کتاب کی طرح متاخرین علماء کی نظر میں مقام استناد حاصل کرسکی ۔

میں اس کتاب کے مطالعہ میں بہت زیادہ مشغول رہا اور اس کے دیکھنے سے لذت حاصل کرتا رہا اور اس کے انوار حقائق سے روشنی حاصل کرتا رہا اور اس کے فائدوں کے بڑے حصہ سے استفادہ کرتا رہا ۔ اور اس کی اعلیٰ منزلت اور بیش قیمتی کی وجہ سے میں نے اس کی تصحیح میں بہت مشقت برداشت کی اور میں نے متعدد طبع و خطی نسخوں سے سند اور متن کے اعتبار سے اس کی تصحیح کی کہ کتاب کے پڑھنے والے کو اس کے قریبی منظر سے مطلع کرسکے ۔ اور زیادہ فائدہ کی غرض سے میں نے اس کتاب کی احادیث کے مقامات مختصر بیانات و توضیحات اور مفید تعلیقات تقاضہ کتاب کے مطابق تفصیلی طور پر تحریر کردیئے ہیں ورنہ اس کی کامل شرح کے لئے بہت سے اوراق اور ضخیم جلدوں کی ضرورت ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طباعت کے اسباب فراہم کرکے احسان فرمایا ۔

پھر اسے محترم برادر جناب علی اکبر غفاری، مکتب صدوق نے شائع کیا ۔ اللہ ان کو اسلام کے لئے باقی رکھے اور

ان کی مساعی جمیلہ کو اللہ قبول فرمائے اور میں اس کی عنایت کا شکر گزار ہوں اور اپنے مولا سے توفیق و راہ راست کی ہدایت کا سوال کرتا ہوں ۔ بے شک وہ اجر و فضل کا ولی و سرپرست ہے اور اسی کے لئے احسان و حمد ہے ۔

" مجلسی علیہ الرحمہ کی کتب مؤلف کے بارے میں گفتار "

بحار الانوار کے مقدمہ کی پہلی فصل میں تمام اصول اور کتابوں سے قبل جن کتابوں کا شمار کیا ہے ان میں سے کتاب التوحید ہے ۔ فصل ثانی کی ابتداء میں انہوں نے کہا کہ اس امر کو اچھی طرح جان لو کہ کتابوں کی اکثریت ان کی ہے جن پر ہم نے (نقل کرنے پر) اعتماد کیا ہے وہ ہیں کہ جن کے مولفین کی طرف شہرت انتساب ہے جیسے صدوق علیہ الرحمہ کی کتابیں ہیں کیونکہ ان کتابوں نے ہدایت کا کام درست کیا اور صفات شیعہ و فضائل شیعہ ، بھائیوں کی دوستی اور مشہور ترین فضائل کو درست طور پر بیان کیا جو شہرت میں ان کتب اربعہ سے جن پر ان زمانوں میں مواد ہے کم نہیں ہیں اور یہ کتابیں ہماری تعلیمی و علمی اسناد و اجازوں میں داخل ہیں اور ان کتابوں سے صدوقؒ کے بعد آنے والے فاضل حضرات نے نقل کیا ہے اور اللہ ہمارے لئے ان کتابوں سے عمدہ و تصحیح کردہ کتب کی آسانی مہیا کرے ۔ الخ

"کتاب کی شرحیں "

۱ ۔ مولیٰ الحکیم العارف قاضی محمد سعید بن محمد مفید قمی کی شرح ہے جو محدث کاشانی کے شاگرد ہیں ۔ یہ بہت بڑی عمدہ و لطیف شرح ہے اس میں حکمی ، عرفانی اور علم کلام کے مطلب بہت اچھے طریقے اور مستحسن بیان کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں ۔ وہ اس سے ۱۰۹۹ ہجری میں فارغ ہوئے ۔

۲ ۔ محدث جزائری سید نعمت اللہ ابن عبداللہ تستری متوفی ۱۱۱۲ ہجری کی شرح ہے اس کا نام انس الوحید فی شرح التوحید ہے ۔

۳ ۔ امیر محمد علی نائب الصدارت قم مشرفہ کی شرح ہے ۔

۴ ۔ مولی محقق محمد باقر بن محمد مومن سبزواری کی فارسی شرح ہے جو مشہد امام رضا علیہ السلام میں ۱۰۹۰ ہجری میں دفن ہوئے ۔ جس طرح کہ ذریعہ میں زیادتی کے ساتھ تلخیص کی گئی ہے ۔

میرا یہ کہنا ہے کہ یہ شرحیں غیر مطبوعہ ہیں اور کتاب پر ترجمہ ان کے درمیان ہے ، آسان شرحیں محمد علی بن محمد حسن اردکانی کی ہیں اس کا نام اسرار توحید ہے اور چند سال پہلے طبع ہوئی اور ظاہر ہے کہ مترجم تیرہویں صدی کے علماء میں سے تھے ۔ اور میرا بھی اس کا ترجمہ ہے جو ان شاء اللہ عن قریب چھپے گا ۔

"اس کی طباعتیں"

۱۔ طہران میں ۱۲۸۵ ہجری طبع حجری شبلی کی حدیث امام سیدالساجدینؑ سے اسرار حج اور اس کے آداب کے بارے میں ملحق کے ساتھ ۔ اس نسخہ کی علامت (ط) ہے ۔

۲۔ ہندوستان میں ۱۳۲۱ ہجری میں طبع حجری کے ساتھ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کے رسالے سیروسلوک کے ملحق ہونے کے ساتھ ۔ اس کی علامت (ن) ہے ۔

۳۔ طہران میں ۱۳۷۵ ہجری میں حروف کے ساتھ ۔ اس کی ہم نے کوئی علامت بہ سبب اس کے پہلے سے قربت کی وجہ سے نہیں رکھی ۔

۴۔ یہ طباعت ہے اور ہم اس کے امتیازات کے ذکر کو کافی سمجھتے ہیں جو قاری اس کتاب میں دیکھے گا ۔

"ابواب اور احادیث کی تعداد"

بے شک کتاب کے ابواب ترسٹھ (۶۳) ہیں اور بہت سے نسخوں سے ظاہر ہوا کہ وہ چھیاسٹھ (۶۶) ہیں ۔ بہ سبب تنتالیسویں (۴۳) باب کے رکھنے میں بعض نسخوں میں اور انچاسویں (۴۹) باب کو دوسرے نسخہ میں رکھنے کی وجہ سے اس کے ماقبل کے ساتھ اکیلا ۔ لیکن ان دونوں میں سے دونوں مقامات میں ایک باب اپنی حد پر بہ سبب اختلاف موضوع کے اپنے ماقبل سے ہے ۔ اور مولف رحمہ اللہ نے ذعلب کی دونوں حدیثیں اور سبخت کی دونوں حدیثیں باب میں مراد نہیں لی ہیں ۔ لیکن ہم نے دونوں جگہوں میں لفظ باب کو مماثلت کے حصول کی وجہ سے رکھا ہے پھر یہ کہ ابواب کے عنوانات بعض نسخوں میں لفظ "فی" کے ساتھ شروع کئے گئے ہیں مگر ہم نے ان کو اکثر نسخوں اور تمام کتب الصدوق علیہ الرحمہ کے مطابق ترک کردیا ہے ۔ لیکن احادیث کی تعداد پانچ سو تیراسی (۵۸۳) ہے ۔

"تصحیح کے مراجع اور ان کے رموز و علامات"

۱۔ گیارہویں صدی ہجری کا ایک تصحیح شدہ مخطوط نسخہ ہے جس پر بہت سے مقامات پر نسخوں کے اختلافات اور مفید آسانی فراہم کرنے والے حاشئے حکیم نوری رحمہ اللہ کے قلم سے درج ہیں اور اس کے آخر میں لکھا ہوا ہے "بزرگ مالک کی مدد سے کتاب التوحید اتمام کو پہنچی ۔" اس کا رمز "ب" ہے ۔

۲۔ نسخہ مخطوطہ ہے جس کے آخر میں یہ عبارت ہے اللہ کے شکریہ اور حسن توفیق سے کتاب مبارک تمام ہوئی اور تمام شکرو سپاس اللہ کے لئے جو رب العالمین ہے اور اللہ نے محمدؐ اور ان کی طاہر و طیب اولاد پر رحمت کاملہ بھیجی اور سوائے علی عظیم کے کسی کو قوت و طاقت حاصل نہیں ۔ حقیر فقیر خاکپائے مومنین اسمعیل بن شیخ ابراہیم کے قلم سے

۲۷ ربیع الاول ۱۰۷۳ ہجری میں لکھا گیا۔ اس کا رمز "ج" ہے۔

۳۔ نسخہ مخلوط ہے جس کے آخر میں یہ عبارت ہے۔ بخشش کنندہ مالک کی مدد سے کتاب بندہ ضعیف اعظم کے ہاتھوں ذیلقعدہ ۱۰۷۴ ہجری میں مکمل ہوئی۔ اس کا رمز "د" ہے۔ ان تین نسخوں تک رسائی انتہائی فضل کرنے والے، مرد ذکی منفرد عالم الحاج شیخ حسن مصطفوی تبریزی دام عزہ کی مہربانی سے ہوئی۔

۴۔ نسخہ مخلوطہ ہے جس کے آخر میں یہ عبارت ہے، میں نے کتاب کا اول سے آخر باب کے اول تک جو باب النھی عن الکلام والجدال و احراء فی اللہ تعالیٰ ہے۔ متعدد نسخوں سے جو بارہ سے زائد ہیں مقابلہ کیا ہے اور میں نے اپنی وسعت اور طاقت کے مطابق اس کی تصحیح کی کوشش کی ہے مگر کچھ مقامات پر مجھے اشتباہ ہے اور میں نے ان چند مقامات پر علامت "تنظر" لکھ دیا ہے۔ ان میں سے باب العرش و صفاتہ ہے۔ ان ہی میں سے عمران الصابی کی بحث ہے اور ان ہی میں اس کے علاوہ بھی ہے۔ اور یہ مخلوطہ مشہور امام رضا علیہ السلام میں ۱۰۸۳ ہجری کے مہینوں میں موسیٰ حسین مدرس خادم نے لکھا۔ اس کا رمز "ھ" ہے۔ یہ نسخہ اب امام امیرالمومنین علیہم السلام کے مکتبہ نجف اشرف میں عام ہے

۵۔ نسخہ مخلوطہ ہے جس کے آخر میں تحریر ہے کہ "اللہ بزرگ و برتر کی مدد سے کتاب التوحید تمام ہوئی جو شیخ جلیل ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی مقیم رے رضی اللہ عنہ کی تصنیف ہے اور کمترین بندگان خدا نور اللہ عفی عنہ کے ہاتھ سے ۱۴ جمادی الثانی ۱۰۹۸ ہجری میں لکھی گئی ہے۔ اس کا رمز "و" ہے۔

۶۔ جن تین مطبوعہ نسخوں کا ذکر کیا جا چکا ہے میں نے اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ میں نے کتاب کی احادیث کو "الکافی" عیون اور بحار وغیرہ کتابوں سے بھی مقابلہ کیا جن میں کتاب کی احادیث بیان کی گئی ہیں۔ اور اللہ کا اور اس کی توفیق کا شکریہ۔

السید ہاشم حسینی طہرانی

پیر ۲۰۔۶۔۱۳۸۷ مطابق ۳۔۶۔۱۳۴۶

ائمہ طاہرین کی والدہ گرامی کے یوم پیدائش کے موقعہ پر

کتاب التوحید

حمد اس اللہ کے لئے سزاوار ہے جو ایک اور اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں ۔ وہ یکتا اور بے نیاز ہے جس کی کوئی شبیہ نہیں ۔ وہ اول و قدیم جس کی کوئی ابتداء نہیں ۔ وہ آخر و باقی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ۔ وہ ایسا موجود ثابت ہے جس کے لئے کوئی عدم نہیں ۔ اس کے لئے مملکت دائمی ہے اور کبھی زوال نہیں ۔ وہ ایسا قدرت والا ہے جو کسی شے سے عاجز نہیں ۔ وہ ایسا عالم ہے جس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ۔ وہ حیٔ ہے مگر کسی قسم کی حیات کے ساتھ نہیں ۔ وہ رہنے والا ہے مگر کسی جگہ اور مکان میں نہیں وہ ایسا سمیع و بصیر ہے جس کے پاس نہ کوئی آلہ سماعت ہے اور نہ آلہ بصارت (اس کا کان ہے اور نہ آنکھ) وہ عدل کے ساتھ حکم دیتا اور فضل و کرم کے ساتھ مواخذہ کرتا ہے اور حتمی فیصلہ کرتا ہے ۔ اس کے حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں اور اس کے فیصلہ کو کوئی مسترد کرنے والا نہیں اور نہ اس کے ارادہ پر کوئی غالب آنے والا ہے اور نہ اس کے ارادے کو کوئی زیر اور مقہور کرنے والا ہے اور اس کا امر یہ ہے کہ جب وہ کسی شے کے لئے ارادہ کرتا ہے کہ وہ ہوجائے تو وہ فوراً ہوجاتی ہے ۔ پاک و منزہ ہے وہ ذات کہ جس کے ہاتھ میں ہر شے کا قبضہ و قدرت ہے اور ہر شے اسی کی طرف پلٹے گی اور واپس ہوگی ۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ رب العالمین کے سوا کوئی اللہ نہیں ۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور تمام انبیاء کے سردار ہیں اس کی تمام مخلوق میں سب سے بہتر ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ اوصیاء کے سردار اور متقیوں کے امام اور روشن جبیں مومنوں کے قائد ہیں اور ان کے بعد ان کی اولاد میں سے جو ائمہ ہیں وہ قیامت تک کے لئے اللہ کی حجت ہیں ان سب پر اللہ کا سلام ہو ۔

سبب تصنیف کتاب:

اس کتاب کے مصنف شیخ ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی فقیہ ساکن رے اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت کے لئے ان کی اعانت فرمائے اور اپنی مرضی پر ان کو چلنے کی توفیق دے، کہتے ہیں کہ مجھے اپنی اس کتاب کی تصنیف کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ مجھے مخالفین کا ایک گروہ ایسا ملا جو ہمارے فرقے کی طرف تشبیہ اور جبر کے قائل ہونے کی نسبت دیتے ہیں اور یہ اس لئے کہ جب وہ ہمارے فرقے کی کتابوں میں ایسی روایات کو پاتے ہیں کہ جن کی تفسیر سے وہ لاعلم ہیں اور اس کے معانی و مفہوم کو وہ نہیں سمجھتے تو جس محل کے لئے وہ الفاظ استعمال ہوئے اس کو وہاں سے ہٹا کر دوسرے محل کے لئے رکھ دیتے ہیں۔ اور ان الفاظ کا قرآن کے الفاظ سے تقابل نہیں کرتے اس طرح ہمارے مذہب کی شکل کو بگاڑ کر جاہلوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور ہمارے شرعی احکامات میں تلبیس اور خفائے حقیقت کر کے انہیں بتاتے ہیں اور دین الٰہی میں داخل ہونے سے انہیں روکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حجتوں (ائمہ طاہرین) کے انکار پر ان کو آمادہ کرتے ہیں۔ لہذا میں نے **قربتاً الی اللہ** توحید کے اثبات اور تشبیہ و جبر کے انکار کے موضوع پر اللہ سے مدد چاہتے اور اس پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کتاب کو تصنیف کیا اور وہی میرے لئے کافی ہے اور بہترین وکیل ہے۔

كيف علم الله قال علم وشاء وأراد وقدر وقضى وأمضى
ما قضى وقضى ما قدر وقدر ما أراد فبعلمه كانت المشيئة وبمشيئته
كانت الإرادة وبإرادته كان التقدير وبتقديره كان القضاء
وبقضائه كان الإمضاء والعلم متقدم والمشيئة ثانية والإرادة
ثالثة والتقدير واقع على القضاء بالإمضاء فلله تبارك وتعالى
البداء فيما علم متى شاء وفيما أراد لتقدير الأشياء فإذا
وقع القضاء بالإمضاء فلا بداء فالعلم في المعلوم قبل كونه
والمشيئة في المنشأ قبل عينه والإرادة في المراد قبل
قيامه والتقدير لهذه المعلومات قبل تفصيلها وتوصيلها
عيانا وقياما والقضاء بالإمضاء هو المبرم من المفعولات
ذوات الأجسام المدركات بالحواس من ذي لون
وريح ووزن وكيل وما دب ودرج من إنس وجن
وطير وسباع وغير ذلك مما يدرك بالحواس فلله تبارك وتعالى
فيه البداء مما لا عين له فإذا وقع العين المفهوم المدرك فلا
بداء والله يفعل ما يشاء وبالعلم علم الأشياء قبل كونها
وبالمشيئة عرف صفاتها وحدودها وأنشأها
قبل إظهارها وبالإرادة ميز أنفسها في ألوانها
وصفاتها وحدودها وبالتقدير قدر أقواتها وعرف
أولها وآخرها وبالقضاء أبان للناس أماكنها ودلهم

نسخة (ب)

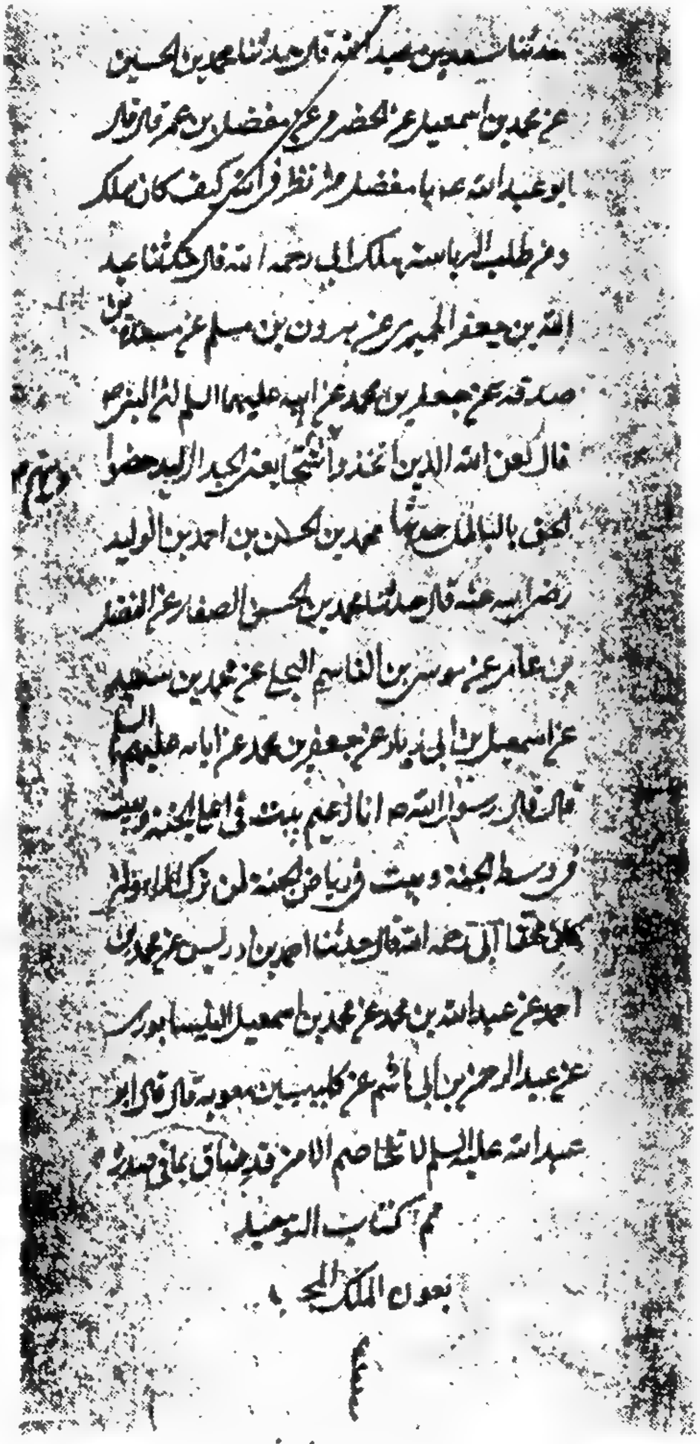

حدثنا سعد بن عبد الله قال حدثنا محمد بن الحسين
عن محمد بن اسمعيل عن الحضرمي عن مفضل بن عمر قال قال
ابو عبد الله ع يا مفضل من نظر في الله كيف كان هلك
ومن طلب الرياسة هلك ابي رحمه الله قال حدثنا عبد
الله بن جعفر الحميري عن هرون بن مسلم عن مسعدة بن
صدقة عن جعفر بن محمد عن ابيه عليهما السلم ان النبي ص
قال لعن الله الذين اتخذوا اشنجا بعض الجدال ليدحضوا
الحق بالباطل حدثنا محمد بن الحسن بن احمد بن الوليد
رضي الله عنه قال حدثنا محمد بن الحسن الصفار عن الفضل
بن عامر عن موسى بن القاسم البجلي عن محمد بن سعيد
عن اسمعيل بن ابي زياد عن جعفر بن محمد عن ابائه عليهم السلم
قال قال رسول الله ص انا زعيم ببيت في اعلى الجنة وبيت
في وسط الجنة وبيت في رياض الجنة لمن ترك المراء وان
كان محقا ابي رحمه الله قال حدثنا احمد بن ادريس عن محمد بن
احمد عن عبد الله بن محمد عن محمد بن اسمعيل النيسابوري
عن عبد الرحمن بن ابي هاشم عن كليب بن معوية قال قال ابو
عبد الله عليه السلم لا تخاصم الامر فانه ضاق بما في صدره
تم كتاب التوحيد
بعون الملك المجيد

نسخة (ب) أيضاً

عبد الله بن محمد عن محمد
عن ابي هاشم عن كليب بن
معوية ... فضاق بما في صدره
... وحسن توفيقه والحمد لله
... وصلى الله على محمد وآله الطيبين الطاهرين
لا حول ولا قوة الا بالله ...

نسخة (ج)

قال وقال رسول الله صلى الله عليه وآله انا زعيم ببيت في اعلى الجنة وبيت
في وسط الجنة وبيت في رياض الجنة لمن ترك المراء
وان كان محقا ابي رحمه الله قال حدثنا احمد بن
ادريس عن محمد بن احمد عن عبد الله بن
محمد عن محمد بن اسمعيل النيشابوري عن عبد الرحمن
الرحمن بن ابي هشم عن كليب بن معوية قال قال
ابو عبد الله عليه السلام
لا يخاصم الا من قد
ضاق بما في صدره
تم الكتاب بعون الله
الملك الوهاب
على يد العبد الضعيف
اعظم ...
شهر ربيع ... سنة ١٠٧٧

نسخة (د)

نسخة (ه)

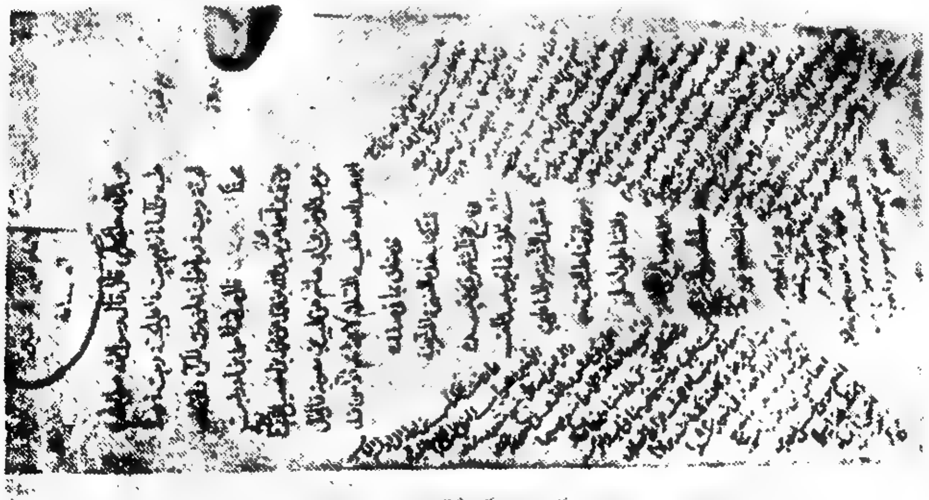

نسخة (ه) أيضا

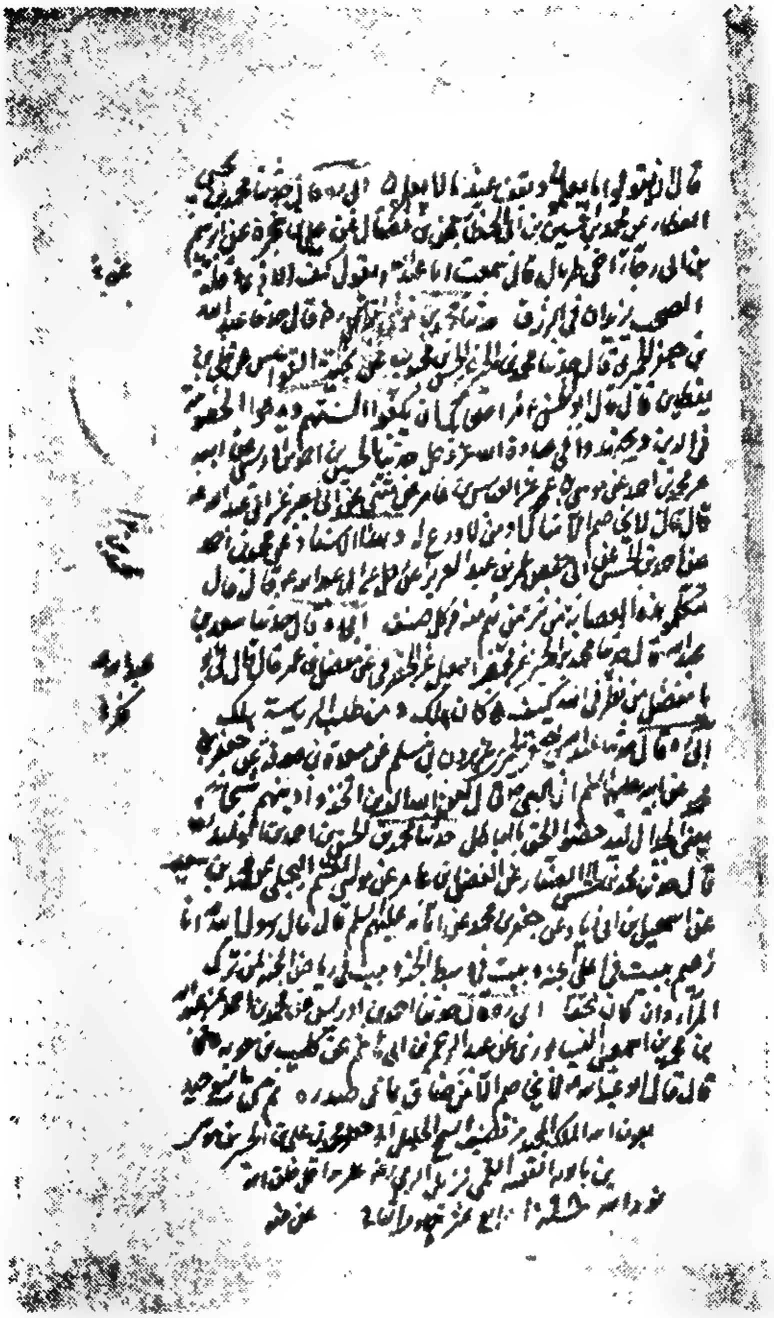

نسخة (د)

باب (۱) موحدین اور عارفین کا ثواب

(۱) ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد ابن ابی عبداللہ برقی سے ان کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے ابو عمران عجلی نے ان کا کہنا ہے کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن سنان نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے ابو العلاء خفاف نے ان کا کہنا ہے کہ بیان کیا مجھ سے عطیہ عوفی نے روایت کرتے ہوئے آبی سعید خذری سے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **لا الہ الا اللہ** کے مانند (کلمہ) نہ میں نے اور نہ مجھ سے پہلے والوں نے کہا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے اسماعیل بن مسلم سکونی سے انہوں نے حضرت ابی عبداللہ جعفر بن محمدؑ سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہترین عبادت **لا الہ الا اللہ** کہنا ہے۔

(۳) بیان کیا ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ہلال سے انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے ابی حمزہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ کو فرماتے ہوئے سنا کہ **لا الہ الا اللہ** کی گواہی سے زیادہ عظیم ثواب کسی شے میں نہیں ہے اس لئے کہ اللہ کا عدیل و مثیل کوئی نہیں ہے اور نہ اس کے کسی امر میں اس کا کوئی شریک ہے۔

(۴) بیان کیا ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن جعفر اسدی نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے موسیٰ بن عمر بن عمران نخعی نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے مفضل بن عمر سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنین کو ایک ضمانت دی ہے۔ وہ کہتے ہیں: میں نے پوچھا وہ کیا ضمانت ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس نے ان کے لئے اس امر کی ضمانت دی ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور علی علیہ السلام کی امامت کا اقرار کریں اور ان پر جو فرائض ہیں انہیں ادا کرتے رہیں تو وہ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: پھر تو یہ خدا کی قسم ایسا شرف

وکرامت ہے کہ آدمیوں کا کوئی شرف اس کے مشابہہ نہیں ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ پس تم لوگ تھوڑے پر عمل کرو اور زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرو۔

(۵) بیان کیا ہم سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ابراہیم بن زیاد کرخی سے انہوں نے حضرت ابی عبداللہ (امام جعفر صادقؑ) علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدربزرگوار سے انہوں نے اپنے جدنامدار علیہم السلام سے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مرجائے اور اللہ کا کسی شے کو شریک نہ کرے اس کے اعمال اچھے ہوں یا برے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(۶) بیان کیا ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا ہم سے محمد بن حسن صفار نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا ہم سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے روایت کرتے ہوئے علی بن اسباط سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا **هوا هل التقوى واهل المغفرة** کے متعلق تو آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کا اہل اور لائق ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے اور میرا بندہ میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کرے اور میں اس بات کا بھی اہل ہوں کہ اگر میرا بندہ میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کرے تو میں اس کو جنت میں داخل کردوں گا۔ نیز آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی عزت وجلال کی قسم کھاتا ہے کہ وہ اپنی توحید والوں کو تا ابد آتش جہنم کا عذاب نہ دے گا۔

(۷) بیان کیا ہم سے محمد بن احمد شیبانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے موسیٰ بن عمران نخعی نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے علی بن سالم سے انہوں نے ابی بصیر سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے موحدین کے جسد پر آتش جہنم کو حرام کردیا ہے۔

(۸) بیان کیا مجھ سے میرے والد علیہ الرحمہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن سیف سے انہوں نے اپنے بھائی علی سے انہوں نے اپنے باپ سیف بن عمیر سے ان کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے حجاج بن ارطاۃ نے ان کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے ابو زبیر نے روایت کرتے ہوئے جابر بن عبداللہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ آنجنابؐ نے فرمایا کہ دو طرح کے سبب ہیں جو شخص **لا اله الا الله [وحده لا شريك له]** کی شہادت دیتا ہوا مرے وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک گردانتا ہوا مرے وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

(۹) میرے والد رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد

بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن سیف سے انہوں نے اپنے بھائی علی سے انہوں نے اپنے باپ سیف بن عمیر سے انہوں نے حسن بن صباح سے ان کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے انس نے روایت کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص **لا الہ الا اللہ** کہنے سے انکار کرے وہ پورا جبار عنید (لڑاکا اور سرکش) ہے۔

(۱۰) بیان کیا مجھ سے جعفر بن علی بن حسن بن علی بن عبداللہ بن مغیرہ کوفی رضی اللہ عنہ نے ان کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے میرے دادا حسن بن علی کوفی نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سیف سے انہوں نے اپنے بھائی علی سے انہوں نے اپنے باپ سیف بن عمیر سے انہوں نے عمرو بن شمر سے انہوں نے جابر بن یزید جعفی سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ اے محمدؐ آپ کی امت میں سے جو شخص **لا الہ الا اللہ وحدہ وحدہ وحدہ** کہے اس کے لئے طوبیٰ ہے۔

(۱۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے ابی جمیلہ سے انہوں نے جابر سے انہوں نے ابو عبداللہ (حضرت امام جعفر صادق) علیہ السلام سے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس ایک مرتبہ صفاء و مروہ کے درمیان حضرت جبرئیلؑ آئے انہوں نے کہا: اے محمدؐ آپ کی امت میں سے جو شخص خلوص کے ساتھ **لا الہ الا اللہ وحدہ** کہے اس کے لئے طوبیٰ ہے۔

(۱۲) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسن کوفی نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے حسین بن سیف سے انہوں نے اپنے بھائی علی سے انہوں نے اپنے باپ سیف بن عمیر سے انہوں نے عمرو بن شمر سے انہوں نے جابرؓ سے انہوں نے ابی طفیل سے انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا کہ جب بھی کوئی بندہ مسلم **لا الہ الا اللہ** کہتا ہے تو اس کا یہ کلمہ ہر چھت کو چیرتا ہوا اوپر کی طرف جاتا ہے اور جب بھی کوئی اس بندہ مسلم کی بدی ادھر سے گزرتی ہے تو وہ اس کو محو کرتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے مثل نیکیوں سے مل کر ٹھہر جاتا ہے۔

(۱۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے حسین بن سیف سے انہوں نے اپنے بھائی علی سے انہوں نے مفضل بن صالح سے انہوں نے عبید بن زرارہ سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ **لا الہ الا اللہ** کہنا جنت کی قیمت ہے۔

(۱۴) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت

کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن سیف سے انہوں نے سلیمان بن عمرو سے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے عمران بن ابی عطاء نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے عطاء نے روایت کرتے ہوئے ابن عباس سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تمام کلاموں میں ایک کلام بھی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک **لا الہ الا اللہ** کہنے سے زیادہ پسندیدہ ہو اور جو کوئی بندہ **لا الہ الا اللہ** کہتا ہے اس کی آواز پھیلنے سے ختم ہونے تک اس کے گناہ جھڑ کر اس کے قدموں کے نیچے آجاتے ہیں جس طرح درختوں کے پتے جھڑ کر نیچے گرجاتے ہیں ۔

(۱۵) بیان کیا مجھ سے سرخس کے فقیہ ابو نصر محمد بن احمد بن تمیم سرخسی نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے ابو لبید محمد بن ادریس شامی نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے ہارون بن عبداللہ جمال نے روایت کرتے ہوئے ابو ایوب سے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے قدامہ بن محرز اشجی نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے مخرمہ بن بکیر بن عبداللہ بن اشج نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ابی حرب بن زید بن خالد جہنی سے ان کا بیان ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ابی زیاد بن خالد کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنا فرستادہ بنا کر بھیجا اور مجھ سے فرمایا کہ جاؤ لوگوں کو خوشخبری دیدو کہ جو شخص **لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ** کہے گا اس کے لئے جنت ہے ۔

(۱۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن حسین سعد آبادی نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ابی عبداللہ برقی نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے محمد بن زیاد سے انہوں نے ابان وغیرہ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنا روزہ کسی قول صالح یا عمل صالح پر ختم کرے تو اللہ اس کا روزہ قبول کرے گا ۔ تو عرض کیا گیا : فرزند رسولؐ قول صالح کیا ہے ؟ فرمایا: **لا الہ الا اللہ** کی گواہی دینا اور عمل صالح فطرہ نکالنا ہے ۔

(۱۷) بیان کیا مجھ سے ابو منصور احمد بن ابراہیم بن بکر خوری نے نیشاپور میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن ہارون خوری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن زیاد فقیہ خوری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن عبداللہ جویباری نے اور ان کو ہروی ، نہروانی اور شیبانی بھی کہا جاتا ہے انہوں نے روایت کی امام علی ابن موسیٰ رضاؑ سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے اپنے آبائے کرام سے انہوں نے حضرت علی علیہم السلام سے آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے توحید کی نعمت عطا فرمائی ہے اس کی جزا جنت کے سوا کچھ نہیں ہے ۔

(۱۸) اور ان ہی اسناد کے ساتھ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **لا الہ الا اللہ** ، اللہ عزوجل کے نزدیک ایسا معظم و مکرم کلمہ ہے کہ جس نے اس کو خلوص و سچائی سے کہا وہ جنت کا

مستوجب ہوگا اور جس نے اس کو جھوٹ موٹ کہا اس کا مال اور اس کا خون محفوظ رہا مگر اس کی بازگشت جہنم ہوگی۔

(۱۹) اور ان ہی اسناد کے ساتھ آپؑ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دن اور رات میں ایک ساعت بھی (خلوص دل سے) لا الہ الا اللہ کہے گا اس کے نامہ اعمال میں جتنے گناہ ہوں گے وہ سب محو ہوجائیں گے۔

(۲۰) اور ان ہی اسناد کے ساتھ آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک ستون یاقوت سرخ کا ہے جس کا اوپری سرا عرش کا تخت ہے نچلا سرا زمین کے سب سے نچلے ساتویں طبقہ میں جو مچھلی ہے اس کی پشت پر ہے جب کوئی بندہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو عرش وجد میں آکر جھومنے لگتا ہے اور وہ ستون اور وہ مچھلی بھی ہلنے لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے عرش ساکن ہوجا تو عرش کہتا ہے کہ ساکن ہو جاؤں ابھی تو نے اس کہنے والے کو بخشا ہی نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اچھا اے میرے آسمانوں کے ساکنین تم سب گواہ رہنا کہ میں نے اس کہنے والے کو بخش دیا۔

(۲۱) بیان کیا مجھ سے ابوالحسین محمد بن علی ابن شاہ فقیہ نے مروالروذ میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوبکر محمد بن عبداللہ نیشاپوری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالقاسم عبداللہ بن احمد ابن عباس طائی نے بصرہ میں انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے ۱۹۰ ہجری میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حضرت امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام نے ۱۹۴ ہجری انہوں نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد حضرت موسیٰ بن جعفرؑ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد حضرت ابوجعفر بن محمدؑ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد ابو محمد بن علیؑ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد علی بن الحسینؑ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد حسین بن علیؑ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد علی ابن ابی طالب علیہما السلام نے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے کہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو اس قلعہ میں داخل ہوگیا وہ میرے عذاب سے محفوظ رہا۔

(۲۲) بیان کیا مجھ سے ابو سعید محمد بن فضل بن محمد بن اسحاق مذکر نے نیشاپور میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی حسن بن علی خزرجیؒ انصاری سعدی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالسلام بن صالح ابوالصلت ہروی نے ان کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نیشاپور سے ایک بغلہ شہباز پر سوار ہو کر روانہ ہوئے تو میں آنجنابؑ کے ساتھ تھا تو یک بیک مقام مربعہ میں محمد بن رافع اور احمد بن حرب اور یحییٰ بن یحییٰ اور اسحاق بن راہویہ اور بہت سے علماء نے بڑھ کر آپؑ کے بغلہ کی لجام تھام لی اور عرض کیا کہ آپؑ کو اپنے آبائے طاہرین کے حق کا واسطہ آپؑ ایک حدیث جو آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار سے سنی ہو ہم لوگوں سے بیان فرمادیں تو آپؑ نے

عماری سے سر نکالا جس کے دونوں طرف حریر و دیبا کے پر نقش و نگار پردے پڑے ہوئے تھے آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے میرے پدر بزرگوار عبد صالح حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد بزرگوار حضرت جعفرؑ صادق بن محمدؑ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے پدر بزرگوار حضرت ابو جعفر محمدؑ بن علیؑ باقر علیہم السلام نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حضرت علیؑ ابن الحسینؑ سید العابدین نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد سید شباب اہل جنت حسینؑ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام نے انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا وہ فرماتے تھے کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا کہ میں ہی اللہ ہوں سوائے میرے کوئی اللہ نہیں ہے پس تم لوگ میری ہی عبادت کرو تم میں جو شخص اخلاص کے ساتھ **لا الہ الا اللہ** کی شہادت لے کر آئے گا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوگا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ رہا۔

(۲۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو الحسین محمد بن جعفر اسدی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین صوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یوسف بن عقیل نے روایت کرتے ہوئے اسحاق بن راہویہ سے ان کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت امام ابو الحسن رضا علیہ السلام نیشاپور وارد ہوئے اور وہاں سے نکل کر مامون (رشید) کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو ان کے پاس اصحاب حدیث جمع ہوگئے اور عرض کیا فرزند رسول آپؑ یہاں سے تشریف لے جارہے ہیں اگر ہم لوگوں سے کوئی حدیث بیان فرمادیں تو ہم آپؑ سے مستفید ہوں گے اس وقت آنجنابؑ عماری میں بیٹھ چکے تھے چنانچہ آپؑ نے عماری سے سر نکالا اور فرمایا کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار موسیٰؑ بن جعفرؑ کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار جعفرؑ بن محمدؑ کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار محمدؑ بن علیؑ کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار علیؑ ابن الحسینؑ کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار حسینؑ ابن علی ابن ابی طالب کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہما السلام کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت جبرئیلؑ کو کہتے ہوئے سنا اور جبرئیلؑ کہتے تھے کہ میں نے اللہ جل جلالہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ **لا الہ الا اللہ** میرا قلعہ ہے جو شخص میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ رہا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب آنجنابؑ کی سواری آگے بڑھی تو آپؑ نے ہم لوگوں کو پکار کر کہا یہ شروط کے ساتھ ہے اور میں بھی ان شروط میں سے ایک ہوں۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ان شروط سے حضرت امام رضا علیہ السلام کے متعلق اقرار کہ

وہ بھی بندوں پر اللہ کی طرف سے امام ہیں جن کی اطاعت بندوں پر فرض ہے۔

(۲۴) بیان کیا مجھ سے ابو نصر محمد بن احمد بن تمیم سرخسی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو لبید محمد بن ادریس شامی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسحاق بن اسرائیل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حریز نے روایت کرتے ہوئے عبدالعزیز سے انہوں نے زید بن وہب سے اور انہوں نے حضرت ابی ذر رحمہ اللہ سے انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں کسی شب کو نکلا تو ناگاہ دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں تشریف لے جارہے ہیں اور آپؐ کے ساتھ کوئی آدمی نہیں ہے تو میں نے خیال کیا کہ آنحضرتؐ کو ناپسند ہے کہ آپؐ کے ساتھ کوئی جائے لہذا میں چاند کی چاندنی میں آپؐ کے پیچھے چلتا رہا کہ یک بیک آپؐ نے پیچھے مڑ کر نگاہ کی اور مجھے دیکھا اور پوچھا کہ کون ہے ؟ میں نے عرض کیا میں ابوذر ہوں میں آپ پر قربان ۔ فرمایا اچھا اے ابوذر آجاؤ تو میں آپؐ کے ساتھ ایک ساعت چلا آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن مال کثیر رکھنے والوں کے پاس کچھ نہ ہوگا سوائے ان لوگوں کے جن کو اللہ نے دولت دی ہے وہ اپنے دائیں بائیں آگے پیچھے سخاوت کریں اور اس دولت سے عمل خیر کریں ابوذر کہتے ہیں پھر آپؐ کے ساتھ چلا تو مجھ سے فرمایا: اب تم یہیں بیٹھو ۔ یہ کہہ کر آپؐ نے مجھے ایک میدان میں بٹھا دیا جس کے چاروں طرف پتھر پڑے ہوئے تھے اور فرمایا میرے واپس آنے تک تم یہیں بیٹھے رہو ۔ اور آپؐ سیاہ پتھروں کے درمیان چلے گئے یہاں تک کہ نگاہوں سے پوشیدہ ہوگئے اور مجھے نظر نہیں آئے دیر تک ٹھہرنے کے بعد میں نے سنا کہ آپؐ یہ کہتے ہوئے واپس آرہے ہیں کہ خواہ وہ زنا کرے یا چوری کرے ۔ ابوذر کا بیان ہے کہ جب آنحضرتؐ واپس آئے تو مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی میں آپؐ پر قربان یہ آپؐ سیاہ پتھروں کے پیچھے کس سے باتیں کر رہے تھے میں نے تو کسی کو سنا نہیں کہ وہ آپؐ کو جواب دے رہا ہو ؟ آپؐ نے فرمایا وہ جبرئیل تھے جو سیاہ پتھروں کے پیچھے میرے سامنے آئے اور کہا کہ آپؐ اپنی امت کو خوشخبری دیدیں کہ جو شخص مرجائے اور کسی شے کو اللہ کا شریک نہ بناتا ہو تو وہ جنت میں جائے گا ۔ میں نے کہا: اے جبرئیل خواہ وہ زنا کرتا ہو یا چوری کرتا ہو ؟ جبرئیل نے کہا: ہاں اور خواہ وہ شراب ہی کیوں نہ پیتا ہو ۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ کہ اس کو توبہ کی توفیق ملے گی اور وہ جنت میں داخل ہوگا ۔

(۲۵) بیان کیا مجھ سے ابو الحسن احمد بن محمد بن احمد بن غالب انماطی نے انہوں نے کہا کہ خبر دی مجھے ابو عمرو احمد بن حسن بن عزدان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے داؤد بن عمرو نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفرؒ نے روایت کرتے ہوئے زید بن اسلم سے انہوں نے عطاء بن یسار سے انہوں نے ابی ہریرہ سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص اپنی پشت کے بل یعنی چت لیٹے ہوئے آسمان پر ستاروں کو دیکھے اور کہے کہ خدا کی قسم تمہارا بھی ایک رب ہے جو تمہارا

خالق ہے اے اللہ تو میری مغفرت کردے تو اللہ تعالیٰ اس پر نظر (رحمت) ڈالے گا اور اس کی مغفرت کردے گا۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اور اللہ عزوجل نے بھی کہا کہ **اولم ینظر وافی ملکوت السماوات والارض وما خلق الله من شیء** (سورۂ اعراف۔آیت ۱۸۵) " کیا ان لوگوں نے آسمانوں اور زمینوں کی حکومت اور خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں پر نظر نہیں ڈالی " اس کا مطلب یہ ہے کہ کیا ان لوگوں نے آسمانوں اور زمینوں کی حکومت اور اس کی عجیب عجیب صنعتوں پر غور و فکر نہیں کیا اور اس پر استدلال و عبرت کی نظر نہیں ڈالی تاکہ جو کچھ وہ دیکھ رہے ہیں اس سے اللہ کی معرفت حاصل کرتے کہ وہی اللہ ہے جس نے اتنے بڑے بڑے اور بھاری بھاری آسمانوں اور زمینوں کو بغیر ستونوں کے کھڑا کردیا ہے اور بغیر کسی آلہ کے فضاء میں ٹہرائے رکھا ہے تو اس کو وہ ان کے خالق و مالک اور ان کے قائم کرنے والے کے وجود پر دلیل بتائیں اور یہ کہ وہ اجسام سے مشابہہ نہیں ہے اور نہ ان کے مشابہہ ہے جن کو کفار اللہ کو چھوڑ کر اپنا معبود بنائے ہوئے ہیں جب کہ کسی چھوٹے سے چھوٹے جسم میں خود اتنی قدرت نہیں کہ وہ خود کو بغیر کسی سہارے اور بغیر کسی آلہ کے فضاء میں قائم رکھ سکے اور اس سے وہ سماوات و ارض و تمام اجسام کے خالق کو پہچانتے اور یہ بھی جانتے کہ نہ وہ کسی شے کے مشابہہ ہے اور نہ قدرت اور مالکیت میں کوئی شے اس سے مشابہہ ہے۔ اور **ملکوت السماوات والارض** تو ان پر اللہ کی مالکیت اور ان پر اللہ کا اقتدار ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ نظر نہیں کرتے اور غور وفکر نہیں کرتے آسمانوں اور زمینوں کے متعلق اللہ کی خلقت میں جیسا کہ وہ اس کا مشاہدہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا مالک ہے اور ان پر اسی کا اقتدار ہے اور یہ دونوں اس کی مملوک و مخلوق ہیں اور یہ سب اس کی قدرت و سلطنت وملکیت میں ہیں تو آسمانوں اور زمینوں پر اللہ کی مخلوق پر نظر کرنے کو اس کی ملکوت اور اللہ کی ملکیت پر نظر کرنا قرار دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ خلق کیا ہے وہ اس کا مالک ہے اور اس پر قدرت رکھتا ہے **وما خلق من شی** سے اس کی مراد اس کی مخلوقات کی طرح طرح کی قسمیں ہیں تو وہ اس سے استدلال کرتے کہ اللہ ان سب کا خالق ہے اور ان پیدا شدہ اجسام سے زیادہ الوہیت کے لئے اولیٰ ہے۔

(۲۶) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے محمد بن حمران سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپؑ نے فرمایا کہ جو شخص اخلاص کے ساتھ **لا اله الا الله** کہے وہ جنت میں داخل ہوگا اور اس کا اخلاص یہ ہے کہ یہ **لا اله الا الله** اس کو ان چیزوں سے روک دے جن کو اللہ نے حرام کیا ہے۔

(۲۷) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور حسن بن علی کوفی اور ابراہیم بن ہاشم سے اور ان سب نے حسین بن یوسف سے

انہوں نے سلیمان بن عمرو سے انہوں نے مہاجر بن حسین سے انہوں نے زید بن ارقم سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص خلوص کے ساتھ **لا الہ الا اللہ** کہے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور اس کا خلوص یہ ہے کہ **لا الہ الا اللہ** اس کو ان باتوں سے روک دے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کردیا ہے۔

(۲۸) بیان کیا مجھ سے ابو علی حسن بن علی بن محمد بن علی بن عمرو عطار نے بلخ میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن محمود نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمران نے روایت کرتے ہوئے مالک بن ابراہیم بن طہمان سے انہوں نے [ابی] حصین سے انہوں نے اسود بن حلال سے انہوں نے معاذ بن جبل سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک ہی سواری پر سوار تھے آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے معاذ کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ یہ آپؐ نے تین بار پوچھا میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کو اس کا زیادہ علم ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ کسی شے کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ آپؐ نے پھر پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ اللہ پر بندوں کا کیا حق ہے اگر وہ کسی شے کو اس کا شریک نہ کریں؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کو اس کا زیادہ علم ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ان کا حق یہ ہے کہ وہ ان کو عذاب نہ دے۔ یا یہ فرمایا کہ ان کو جہنم میں داخل نہ کرے۔

(۲۹) بیان کیا مجھ سے ابو احمد حسن بن عبداللہ بن سعید عسکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد بن حمران قشیری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو الجریش احمد بن عیسیٰ کلابی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے موسیٰ بن اسماعیل بن موسیٰ بن جعفر بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ ابن ابو طالبؑ نے ۲۵۰ ہجری میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے روایت کرتے ہوئے اپنے پدربزرگوار سے انہوں نے اپنے جدنامدار حضرت جعفر بن محمدؑ سے انہوں نے اپنے پدربزرگوار علیہ السلام سے انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہ السلام سے انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس قول **ھل جزاء الاحسان الا الاحسان** کے بارے میں حضرتؑ علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس شخص کو میں نے توحید کی نعمت سے نوازا ہے اس کی جزا سوائے جنت کے کچھ نہیں ہے۔

(۳۰) بیان کیا مجھ سے حاکم بن عبدالحمید بن عبدالرحمن بن حسین نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو یزید بن محبوب مزنی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن عیسیٰ بسطامی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالصمد بن عبدالوارث نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے شعبہ نے روایت کرتے ہوئے خالد حذاء سے انہوں نے ابی بشر عنبری سے انہوں نے حمران سے انہوں نے عثمان بن عفان سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس بات کا علم رکھتے ہوئے مرجائے کہ اللہ حق ہے وہ جنت میں جائے گا۔

(۳۱) بیان کیا مجھ سے حمزہ بن محمد بن احمد بن جعفر بن محمد بن زید بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام نے انہوں نے کہا کہ بتایا مجھے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن اسحاق نہاوندی نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن حماد انصاری سے انہوں نے حسین بن یحییٰ بن حسین سے انہوں نے عمرو بن طلحہ سے انہوں نے اسباط بن نصر سے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے ابن عباس سے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے مجھے بشیر بنا کر مبعوث کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی موحد کو کبھی تا ابد معذب نہیں کرے گا بلکہ توحید والے شفاعت چاہیں گے اور ان کی شفاعت قبول کی جائے گی ۔ پھر ارشاد فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کے لئے حکم دے گا جن کے اعمال دار دنیا میں برے رہے ہوں گے کہ ان کو جہنم میں بھیجدو تو وہ لوگ عرض کریں گے کہ پروردگار تو ہم لوگوں کو جہنم میں کیسے بھیجے گا ہم لوگ دار دنیا میں تیری وحدانیت کا اقرار کرتے تھے ۔ اور تو ہم لوگوں کے قلوب کو کیسے جلائے گا اس لئے کہ ہمارے قلوب اس امر کا اعتقاد رکھتے تھے کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے تیرے اور تو کیسے جلائے گا ہمارے چہروں کو جب کہ یہ چہرے تیرے لئے خاک آلودہ ہوئے تھے اور تو کیسے جلائے گا ہمارے ان ہاتھوں کو جو تیری طرف دعا کے لئے اٹھے تھے تو اللہ تعالیٰ کہے گا کہ میرے بندوں تم لوگوں کے اعمال دار دنیا میں برے تھے اس لئے اس کی سزا جہنم ہے ۔ تو وہ لوگ عرض کریں گے: ہمارے پروردگار یہ بتا کہ ہم لوگوں کی خطائیں بڑی ہیں یا تیرا عفو؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرا عفو ۔ لوگ کہیں گے: تیری رحمت زیادہ وسیع ہے یا ہم لوگوں کے گناہ؟ اللہ تعالیٰ کہے گا کہ میری رحمت ۔ لوگ کہیں گے: ہم لوگوں کا تیری توحید کا اقرار زیادہ عظیم ہے یا ہم لوگوں کے گناہ؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ نہیں بلکہ تم لوگوں کا میری توحید کا اقرار زیادہ عظیم ہے تو لوگ عرض کریں گے کہ ہمارے پروردگار تو پھر ہم لوگوں کے لئے اپنے اس عفو اور رحمت کو وسیع کر جو ہر شے پر پھیلی ہوئی ہے ۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے میرے ملائکہ میں اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے جس قدر مخلوقات پیدا کی ہیں ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ وہ لوگ ہیں جو میری توحید کا اقرار کرتے ہیں اور یہ کہ کوئی اللہ نہیں ہے سوائے میرے اور مجھ پر لازم ہے کہ میں اپنی توحید کا اقرار کرنے والے کو جہنم کی آگ میں نہ جلاؤں لہذا میرے ان بندوں کو جنت میں داخل کردو ۔

(۳۲) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی سکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن زکریا جوہری بصری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن عمارہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمدؑ سے انہوں نے اپنے پدربزرگوار محمدؑ بن علیؑ سے انہوں نے اپنے پدربزرگوار حضرت علیؑ ابن الحسینؑ سے انہوں نے اپنے پدربزرگوار حسینؑ ابن علیؑ سے انہوں نے اپنے پدربزرگوار علیؑ ابن ابی طالب علیہما السلام سے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص

مرجائے اور اس نے کسی شے کو اللہ کا شریک قرار نہ دیا ہو تو خواہ اس کے اعمال اچھے ہوں یا برے وہ جنت میں جائے گا

(۳۳) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ابی عبداللہ برقی نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن سالم اور ابی ایوب سے ان دونوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایک سو مرتبہ **لا الہ الا اللہ** کہے وہ اس دن از روئے عمل تمام لوگوں سے افضل ہوگا مگر یہ کہ کوئی شخص اس دن اس سے زیادہ مرتبہ کہے۔

(۳۴) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ہلال نے روایت کرتے ہوئے احمد بن صالح سے انہوں نے عیسیٰ بن عبداللہ سے جو عمر بن علیؑ کی اولاد میں سے تھے انہوں نے اپنے آباء سے انہوں نے ابی سعید خدری سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپؐ نے فرمایا کہ اللہ جل جلالہ نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ اے موسیٰ اگر سارے آسمان اور اس کے ساکنین اور سات زمینیں ترازو کے ایک پلہ میں رکھ دی جائیں اور **لا الہ الا اللہ** دوسرے پلہ میں تو **لا الہ الا اللہ** کا پلہ جھک جائے گا۔

(۳۵) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے عبدالرحمن بن ابی نجران سے انہوں نے عبدالعزیز عبدی سے انہوں نے عمر بن یزید سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرمارہے تھے کہ جو شخص ایک دن میں **اشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الھاً واحداً احداً صمداً لم یتخذ صاحبۃ ولا والداً** کہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں چالیس لاکھ نیکیاں لکھ دے گا اور چالیس لاکھ بدیاں محو کردے گا اور جنت میں اس کے چالیس لاکھ درجے بلند کرے گا اور وہ ایسا ہوگا جیسے کسی نے بارہ (۱۲) مرتبہ قرآن کی تلاوت کی ہو اور اس کے لئے جنت میں ایک گھر بناؤں گا۔

باب (۲) توحید کا اثبات اور تشبیہ کی نفی

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ محمد بن خالد برقی سے انہوں نے احمد بن نضر وغیرہ سے انہوں نے عمرو بن ثابت سے انہوں نے ایک شخص سے جس کا انہوں نے نام نہیں بتایا اور اس نے ابی اسحاق سبیعی سے انہوں نے حارث اعور سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام نے عصر کے بعد ایک ایسا خطبہ دیا جس کے حسن و خوبی سے لوگ حیرت میں پڑ گئے ۔ اس میں انہوں نے **اللہ جل جلالہ** کی عظمت کو بیان کیا تھا ۔ ابو اسحاق کہتے ہیں تو حارث سے میں نے کہا: پھر تم نے اس کو یاد نہیں کرلیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس کو لکھ لیا ہے ابو اسحاق نے کہا پھر انہوں نے اپنی کتاب سے مجھے (مذکورہ خطبہ) لکھوا دیا

حمد اس اللہ کی جو کبھی نہیں مرے گا اور اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے اس لئے کہ وہ ہر روز ایسی چیزیں پیدا کرکے جو اس سے پہلے نہیں تھیں اپنی شان دکھاتا ہے ۔ جس کو کسی نے نہیں جنا تاکہ وہ اس کی عزت و قوت میں شریک ہو اور اس نے کسی کو نہیں جنا تاکہ اس کے مرنے کے بعد وہ اس کا وارث ہو اس پر وہم وخیال کام نہیں کرتا تاکہ وہ اس کی بنائی شکل و شبیہ بناسکے اس تک نگاہیں نہیں پہنچ سکتیں کہ اس کے پلٹنے کے بعد تبدیلی آئے یہ وہ ہے کہ اس کی اولیت کی کوئی ابتداء نہیں اور جس کی آخریت کی کوئی حد و انتہا نہیں یہ وہ ہے کہ اس کے ساتھ کوئی وقت نہیں اور اس سے مقدم کوئی زمانہ نہیں جس پر کمی اور زیادتی عارض نہیں ہوئی ۔ اس کے لئے کوئی جگہ اور کوئی مکان نہیں بتایا جاسکتا ۔ یہ وہ ہے جو خفی سے خفی امور میں بھی پوشیدہ ہے اور عقل کے لئے ظاہر ہے اس لئے کہ اس کی مخلوق اور اس کی پرورش و پرداخت کی علامات نظر آتی ہیں ۔ یہ وہ ہے کہ جس کے متعلق انبیاء سے سوال کیا گیا تو انہوں نے بھی اس کے جسمانی حدود اور اعضاء نہیں بیان کئے بلکہ اس کے افعال بیان کئے اور اس کی نشانیوں سے اس پر دلیل پیش کی اور تفکر کرنے والوں کی عقلیں اس سے انکار نہیں کرسکتیں اس لئے کہ یہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے اندر اور ان کے درمیان میں ہے وہ اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور وہی ان کا بنانے والا ہے اور کوئی اس کی قدرت سے انکار نہیں کرسکتا ۔ یہ ذات وہ ہے جو مخلوقات سے بالکل جدا ہے اور کوئی شے اس کے مثل نہیں ہے ۔ یہ ذات وہ ہے کہ جس نے خلق کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا اور اپنی اطاعت کی ان کو قدرت دی اور یہ قدرت ان میں ودیعت کردی اور اپنی حجتوں کے ذریعہ ان کے عذر کو قطع کردیا تو اب جو ہلاک ہوگا وہ دلیل کے ساتھ ہلاک ہوگا اور جو نجات پائے گا وہ دلیل کے ساتھ نجات پائے گا ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے جس کے لئے ہر طرح کی حمد ہے اپنی کتاب کا افتتاح بھی اپنی ذات کی حمد سے کیا اور امر دنیا کا

خاتمہ اور آخرت کی آمد (کا تذکرہ) بھی اپنی ذات کی حمد سے کیا اور فرمایا **وقضی بینھم بالحق و قیل الحمدلله رب العالمین** (سورۃ زمر ۔ ۷۵) " اور ان لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کردیا جائے گا اور ہر حرف سے صدا بلند ہوگی الحمدللہ رب العالمین ۔"

حمد اس اللہ کی جو بلا جسد ہے اور کبریائی کا لباس پہنے ہوئے ہے وہ بغیر جسم کے ہے اور جلال کی چادر اوڑھے ہوئے ہے ۔ وہ بغیر زوال ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عرش پر حاکم و قابض ہے ۔ وہ خلق سے دور اور بعد کے بغیر ان سے بالاتر ہے ۔ وہ ان سے قریب مگر ان سے ملا ہوا نہیں ہے ۔ اس کے لئے کوئی حد نہیں کہ اس حد پر پہنچ کر وہ منتہی ہو ۔ اور نہ اس کا کوئی مثل ہے کہ اپنے مثل سے پہچانا جائے ۔ اس کے علاوہ جس نے طاقت دکھائی اور جبار بنا وہ ذلیل ہوا ۔ اس کے علاوہ جس نے تکبر کیا اور بڑائی دکھائی وہ پست و کمتر ہوگیا ۔ ساری اشیاء اس کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہیں اور بادشاہت و قوت کی مطیع اور فرماں بردار آنکھیں اس کے ادراک سے عاجز اور خلائق کے وہم گمان اس کی صفت تک پہنچنے سے قاصر ہیں ؟ وہ ہر شے سے پہلے اول ہے اور ہر شے کے بعد آخر ہے ۔ اس کی عدیل و نظیر کوئی شے نہیں ہے وہ اپنی قہاریت کی وجہ سے ہر شے پر غالب ہے وہ بغیر کسی مقام پر گئے ہوئے اس کا مشاہدہ کرلیتا ہے ۔ کوئی چھونے والا اس کو چھو نہیں سکتا ہے اور نہ کوئی محسوس کرنے والا اس کو محسوس کرسکتا ہے ۔ وہی وہ ہے جو آسمانوں میں بھی اللہ ہے اور زمین میں بھی اللہ اور وہی حکمت والا اور علم والا ہے ۔ اس نے جس شے کے پیدا کرنے کا ارادہ کیا ہے بغیر کوئی سابق مثال یا نمونہ سامنے رکھے ہوئے پیدا کردیا ۔ اور جس چیز کو اس نے پیدا کیا اس کے پیدا کرنے میں بے عقلی نہیں کی ۔ جس چیز کی ابتداء کرنا چاہا اس کی ابتداء کی اور ثقلین میں جن و انس میں سے جس کو ایجاد کرنا چاہا اس کو ایجاد کیا تاکہ اس کی ربوبیت پہچانی جائے اور ان میں سے جو سرکش ہوں ان پر قابو پایا جائے ۔ ہم اللہ کی تمام نعمتوں پر اس کی ہر طرح کی حمد کرتے ہیں اور اپنے امور کے اندر جس میں راہنمائی کی ضرورت ہے اس سے رہنمائی چاہتے ہیں ۔ اور اپنے برے اعمال سے اس کی پناہ چاہتے ہیں ۔ اور پچھلے گناہ جو ہم سے سرزد ہوچکے ہیں اس کی مغفرت کے طالب ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ نہیں کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے اور یہ کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں ان کو اس نے انہیں حق کے ساتھ مبعوث کیا جو اس پر دلیل بنے اسی طرف ہدایت کرنے کے لئے چنانچہ ان کے ذریعہ وہ ہمیں گمراہی سے نکال کر ہدایت کی راہ پر لایا اور ہمیں جہالت سے چھڑایا ۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس نے عظیم کامیابی حاصل کی اور بڑا ثواب پایا ۔ اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلے گھاٹے میں رہا اور دردناک عذاب کا مستحق ہوا ۔ اور تم لوگوں پر فرض ہے کہ سنو اور اطاعت کرو خلوص و نصیحت سے کام لو اور اچھی طرح ایک دوسرے کا بوجھ بٹاؤ ۔ اس سے صراط مستقیم کو لازم جان کر تم اپنے نفوس کی مدد کرو اور ناپسند امور کو چھوڑ کر حق کی اطاعت کرو اور اس کی مدد کرو اور ظالم و بے عقل کا ہاتھ روکو ۔ نیکی کا حکم دو ۔ برائی سے منع کرو اور صاحبان فضل کے

فضل کو پہچانو ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تم لوگوں کو اپنی ہدایت کے ساتھ برائی سے محفوظ رکھے ۔ ہمیں اور تمہیں تقویٰ پر ثابت قدم رکھے ۔ میں اللہ سے طالب مغفرت ہوں اپنے لئے اور تم لوگوں کے لئے ۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمرو کاتب نے روایت کرتے ہوئے محمد بن زیاد قلزمی سے اور انہوں نے محمد بن ابی زیاد جدی صاحب صلوۃ سے جدہ میں روایت کی ان کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ بن عمر بن علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام نے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے مامون (رشید) کے دربار میں توحید پر یہ گفتگو کرتے ہوئے سنا ۔ ابن ابی زیاد کا بیان ہے کہ نیز مجھ سے یہ روایت کی احمد بن عبداللہ علوی جو ان لوگوں کے غلام اور ان میں سے بعض کے ماموں ہوتے تھے انہوں نے روایت کی قاسم بن ایوب علوی سے ان کا بیان ہے کہ مامون رشید نے جب ارادہ کیا کہ اپنی اس حکومت کے لئے امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد بنائے تو اس نے بنی ہاشم کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ امام رضا کو اپنا ولی عہد بنالوں تاکہ میرے بعد وہ اس حکومت کو سنبھالیں یہ سن کر بنی ہاشم کے دل میں حسد کی آگ بھڑکی اور بولے کیا آپ ایسے شخص کو اپنا ولی عہد بنائیں گے جو جاہل ہے اسے انتظام خلافت کی سوجھ بوجھ نہیں ہے اچھا آپ انہیں ہمارے پاس کسی کو بھیج کر بلالیں اور ان کی جہالت کی کیا دلیل ہے آپ خود دیکھ لیں ۔ چنانچہ مامون (رشید) نے آدمی بھیج کر ان کو بلوایا تو بنی ہاشم نے کہا کہ اے ابوالحسن (امام علی رضا) آپ منبر پر جاکر ایسے حدود معین کریں کہ جس میں رہ کر ہم لوگ اللہ کی عبادت کریں یہ سن کر حضرت امام رضا علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر خاموش بیٹھے رہے کچھ نہ بولے پھر یک بیک حرکت میں آئے اور سیدھے ہو کر بیٹھ گئے ، اللہ کی حمد و ثنا بجا لائے اس کے نبیؐ اور ان کے اہلبیت پر درود بھیجا اس کے بعد یوں گویا ہوئے :

اللہ کی پہلی عبادت اس کی معرفت ہے اور اصل معرفت اس کو یکتا جاننا ہے ۔ اور اللہ کی توحید کا نظام یہ ہے کہ اس سے صفات کی نفی کردی جائے اس لئے کہ عقل گواہی دیتی ہے کہ ہر صفت اور موصوف مخلوق ہے اور ہر مخلوق گواہ ہے کہ اس کا کوئی خالق ہے جو خود صفت اور موصوف نہیں ہے اور ہر صفت و موصوف اس امر کے گواہ ہیں کہ (یہ دو جدا جدا چیزیں تھیں اب) ان میں اتصال ہوا ہے اور ان کا یہ اتصال بتاتا ہے یہ حادث ہیں ۔ ازلی اور ہمیشہ سے باہم متصل نہیں ہیں پس اس نے اللہ کو نہیں پہچانا جس نے اس کی ذات کو تشبیہ سے پہچانا اور اس نے اللہ کو واحد نہیں جانا جس نے اس کی کنہ و حقیقت معلوم کرنی چاہی وہ شخص حقیقت کو نہیں پہنچا جس نے اس کی مثال دی ۔ اور جس نے اس کی انتہا بتائی اس نے اس کے لئے سچ نہیں کہا ۔ اور جس نے اس کی طرف اشارہ کیا اس نے اس کو صمد نہیں سمجھا اور جس نے اس کو کسی شے کے مشابہ کیا وہ اس کے معنی کو نہیں سمجھا ۔ اور جس نے اس کے حصے کئے وہ اس کا بندہ اور تابعدار نہیں اور جو اس کو اپنے وہم میں لایا تو وہم میں آئی ہوئی شے سے مراد اللہ نہیں ہے ۔ ہر وہ شے جو بذات

خود پہچان لی جائے وہ مصنوع ہے اور ہر وہ شے جو قائم بالغیر ہے وہ معلول ہے (یعنی اس کی علت کوئی اور ہے) اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں سے اللہ پر دلیل لائی چاہیئے ۔ اور عقل کے ذریعہ ہی اس کی معرفت کا اعتقاد ہوتا ہے اور فطرت سے ہی اس کی حجت ثابت ہوتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو خلق اس طرح کیا کہ اس کے درمیان اور مخلوق کے درمیان پردہ رہا اور اس کی ان سب سے مفارقت و مباینت (جدائی) رہی اس کی ان سب کی اتنبت سے مفارقت رہی ان سب کی ابتداء کرنے والا وہی ہے یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس کی کوئی ابتداء نہیں اس لئے کہ ہر ابتداء کرنے والا جس کی ابتداء کی ہے وہ اس کا غیر ہے اس نے لوگوں کو صاحب اعضاء و جوارح بنایا ۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ خود اس کے اعضاء جوارح نہیں ہیں کیونکہ اعضاء و جوارح گواہ ہیں ۔ ان کا رکھنے والا ان کا محتاج ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء تعبیریں ہیں اور اس کے افعال تفہیم اور سمجھانے کے لئے ہیں اس کی ذات حقیقت ہے اس کی کنہ وہمت اور اس کی مخلوق کے درمیان فرق ہے اور اس کا قدیم ہونا یہ بتاتا ہے کہ اس کے سوا ہر شے جدید ہے ۔ جس نے اس کا وصف دریافت کیا وہ درحقیقت اللہ سے ناواقف اور جاہل ہے اور جس شخص نے کسی شے کے لئے یہ تصور کیا کہ وہ اللہ ہے ۔ جس نے اللہ کی ماہیت جاننے کی کوشش کی تو واقعتاً اس نے غلطی کی ۔ جس شخص نے یہ کہا کہ اللہ فلاں چیز جیسا ہے تو اس نے اس کو اس سے مشابہ قرار دیدیا ۔ اور جس نے کہا کہ کیوں ایسا ہے تو اس نے اللہ کے لئے سبب اور علت تجویز کر دیا ۔ اور جس نے کہا وہ کب سے ہے تو اس نے اس کو وقت میں محدود کر دیا ۔ اور جس نے کہا وہ کہاں ہے تو اس نے اس کو جگہ میں محدود کر دیا اور جس نے کہا وہ کہاں تک رہے گا تو اس نے اس کی انتہا معین کر دی اور جس نے کہا وہ کس وقت تک ہے اس نے اس کو نہایتوں والا بنادیا جس نے اس کے لئے انتہا کی نسبت دی اس نے اس کی غایت مقرر کر دی ۔ اور جس نے اس کی غایت مقرر کی اس نے اللہ کو اجزاء میں تبدیل کر دیا ، جس نے اس کا تجزیہ کیا اس نے اس کو صفت سے متصف کیا جس نے اس کو موصوف بنایا اس نے اس کے بارے میں الحاد کیا ۔ مخلوق کی تبدیلی و تغیر سے اللہ تغیر نہیں ہوتا ۔ جس طرح اسے حد بندی سے محدود نہیں کر سکتے ۔ وہ احد یکتا ہے عدد (گنتی) کی تشریح کے بغیر وہ بغیر توضیح مباشرت کے ظاہر ہے ۔ وہ بغیر تعارف دیدار کے واضح و آشکار ہے ۔ وہ بغیر مزایلت کے پوشیدہ ہے ۔ وہ بغیر دوری و فاصلہ جدا ہے وہ بغیر باہمی قوت کے قریب ہے ۔ وہ جسم و جسمانیات کے بغیر لطیف ہے ، وہ موجود ہے مگر عدم کے بعد نہیں ۔ وہ بیچارگی و درماندگی کے بغیر فاعل و خود مختار ہے ۔ وہ بغیر قوت فکر کے صحیح اندازہ لگانے والا ہے ۔ وہ بغیر حرکت کے مدبر و منتظم ہے ، مرید ہے بغیر کسی پریشانی کے ، بغیر ہمت کے وہ مالک ہے ، وہ آلات مس کے بغیر مدرک ہے ، وہ بغیر آلہ سماعت کے سمیع ہے ۔ وہ بغیر اسباب کے بصیر ہے ۔

اوقات اس کا ساتھ نہیں دے سکتے ، جگہیں اس کی ذمہ داری نہیں لے سکتیں ، اور نہ نیند اور اونگھ اس پر غالب آسکتی ہے ۔ اور نہ صفات اس کی جامع و مانع تعریف کر سکتی ہیں (اور صفات اس کی حد بندی نہیں کر سکتیں) اور اسباب و

آلات اس کو مقید نہیں کرسکتے ۔ اس کا وجود وقت و عدم سے پہلے ہے ۔ اس کی ازلیت ابتداء سے قبل ہے ۔ علامات و حواس کے شعور رکھنے کے باوجود اس کی کوئی علامت نہیں ۔ جواہر کے کھلم کھلا اظہار کے ساتھ اس کی پہچان یہ ہے کہ اس کا کوئی جوہر نہیں ہے ۔ اشیاء میں ایک دوسرے کے ساتھ ضد ہونے کے باوجود اس کی کوئی ضد نہیں ہے اور امور کے درمیان باوجود مقارنت کے کوئی اس کا ساتھی نہیں ۔ اس نے نور کو ظلمت کی ، روزروشن کو تاریک رات کی ، خشکی کو تری کی اور سردی کو گرمی کی ضد بنایا ۔ مخالف اشیاء کو متحد کرنے والا ہے ۔ باہم قریب اشیاء کے اندر تفریق پیدا کرنے والا ہے ۔ وہ ان اشیاء کی تفریق سے ان کے تفریق کنندہ پر اور ان کی تالیف سے متحد کرنے والی ذات پر راہنما ہے ۔ اسی وجہ سے خداوند عالم کا قول ہے **ومن کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تذکرون** (سورہ ذاریات ۔ آیت ۴۹) " اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ۔" پھر قبل و بعد کے درمیان جدائی پیدا کی تاکہ یہ جان لیا جائے کہ ذات خداوندی سے قبل و بعد کوئی نہیں ہے ۔ ان کی فطرت و طبیعت گواہ ہے کہ قوت عزیزہ بخشنے والی ذات کی کوئی فطرت و طبیعت نہیں ان اشیاء کے تفاوت (فاصلہ) پر دلالت کرتے ہوئے کہ تفاوت کنندہ کے لئے تفاوت نہیں ہے ۔ ان کے اوقات کار کی خبر دیتے ہوئے کہ ان کے اوقات کار کو مقرر کرنے والے کے لئے کوئی وقت نہیں ہے اس نے بعض اشیاء کو بعض اشیاء سے چھپایا ہے تاکہ یہ جان لیا جائے کہ اس کے اور ان کے درمیان ان کے علاوہ کوئی پردہ حائل نہیں ، اس کے لئے ربوبیت کے معنی ہیں کہ وہ پرورش کردہ نہیں ۔ اور اس کے لئے الہیت کی حقیقت ہے کہ وہ عبد نہیں ہے ۔ عالم کا مطلب ہے کہ لاعلم نہیں ۔ خالق کے معنی مخلوق نہیں ، اس کے لئے سماعت کی تشریح و توضیح مسموع نہیں ہے ۔ وہ خالق کے معنی کا مستحق اس وقت سے نہیں ہوا جب اس نے مخلوقات کو خلق کیا اور نہ اس نے مخلوقات کی پیدائش سے باریت (خالق ہونا) کے معنی سے فائدہ اٹھایا ، اس کے لئے لفظ "کیف" لفظ "مذ" سے اس کو دور نہیں کرسکتے "قد" کے لفظ سے اس کو قریب نہیں کرسکتے "لعل" کہہ کر اس کو چھپا نہیں سکتے "متیٰ" استعمال کرکے اس کو موقت نہیں کرسکتے ۔ اس کو "حین" میں شامل نہیں کرسکتے ۔ نہ اس کو "مع" کے ساتھ ملا سکتے ہو ، سوائے اس کے کہ آلات بذات خود حد بندی کرتے ہیں اور آلات اپنی امثال و نظائر کی طرف اشارہ کرتے ہیں ۔ اشیاء میں آلات واردات کا عمل دخل ہوتا ہے ۔ جن کو "منذ" نے اولیت و قدامت سے باز رکھا اور "قد" نے ازلیت سے ان کو روک دیا ہے اور ان اشیا کو ۔ لولا " نے تکملہ کمال سے دور کردیا ہے ، وہ اشیاء الگ الگ ہوگئیں پھر فوراً اپنے تفریق کرنے والے پر دلالت کرتی ہیں ۔ وہ اشیاء ایک دوسرے سے متفاوت (فرق کی ہوئی) ہیں پس انہوں نے اپنے جدا کرنے والے کو صاف طور پر ظاہر کردیا جس کی وجہ سے عقول کے لئے ان کا بنانے والا ظاہر ہوگیا ۔ اور انہی اشیاء کی وجہ سے وہ رویت سے پوشیدہ رہا ۔ ان اشیاء کی طرف اوہام و خیالات پلٹے ۔ اور ان ہی اشیاء میں تغیر و اختلاف ثابت کیا گیا ۔ ان ہی سے دلیل حاصل کی گئی اور ان ہی کے ذریعہ اقرار کو واقف کرایا ۔ عقول کے ذریعہ تصدیق باللہ کا اعتقاد کیا جاتا ہے ،

اقرار سے اللہ پر ایمان کامل ہوتا ہے ۔ دینداری معرفت کے بغیر نہیں ہوتی ۔ معرفت اخلاص کے بغیر نہیں اور اخلاص تشبیہ (اوصاف انسانی کو خدا کی طرف منسوب کرنا) کے ساتھ نہیں ، اور نفی تشبیہ نہیں اثبات صفات کے ساتھ ، پس جو مخلوقات میں ہے وہ ان کے خالق میں نہیں پایا جاتا ۔ اور جو مخلوق میں ممکن ہے وہ اس کے صانع میں محال ہے ۔ اس پر حرکت و سکون واقع نہیں ہوسکتے اور اس پر وہ کس طرح جاری ہوسکتے ہیں جس کو اس نے نافذ کیا ہو یا اس کی طرف عود کریں جس نے اس کی ابتداء کی ہو ۔ پھر تو اس کی ذات میں تفاوت (فاصلہ) ہوا اور اس کی کنہ و ماہیت کے اجزا ہوگئے البتہ ازل سے اس کے معنی محال ہوگئے ۔ اور جب کہ خالق کے لئے وہ معنی ہیں جو مخلوق کا غیر ہے ۔ اور اگر اس کو محدود کردیا گیا تو اس کے بعد کوئی ہے ، اور کوئی اس کے آگے ہے ۔ اگر اس کے لئے کمال و تکمیل کی طلب کی گئی تو اس وقت اس کو نقص لازم آئے گا ۔ وہ کس طرح ازلیت کا مستحق ہوگا جو حدوث سے نہیں روک سکتا ۔ وہ کس طرح اشیاء کو پیدا کرسکتا جس کے لئے انشاء ناممکن نہ ہو تو اس وقت اس کے اندر مصنوع و مخلوق کی علامت پائی جائے گی ۔ وہ دلیل کو بدل دے اس کے بعد کہ وہ اس پر مدلول ہو ۔ قول مخالف حجت نہیں ہے ۔ اور نہ مسئلہ کے بارے میں اس کا جواب ہے ۔ نہ اس کے معنی میں اس کی تعظیم ہے ۔ نہ مخلوق سے اس کی جدائی میں کوئی خرابی و غلطی ہے ۔ مگر قدیم کے عدم امکان سے اس کے لئے ثنویت (دو خدا ہونے کا عقیدہ) مان لی جائے ۔ اور وہ جس کے لئے ابتداء نہیں اس کے لئے ابتداء کہا جائے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بلند صاحب عظمت ہے ۔ مشرکوں نے اللہ پر جھوٹ بولا ہے اور وہ بڑی گمراہی میں ہنتلا ہیں اور واضح نقصان میں ہیں ۔ اللہ تعالیٰ محمدؐ نبی اور ان کی طیب و طاہر آل پر رحمت کاملہ نازل فرمائے ۔

(۳) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاقؒ نے بیان کیا اس نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی اور احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے ان سے بکر بن عبداللہ ابن حبیب نے ان سے تمیم بن بہلول نے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ابو معاویہ سے انہوں نے حصین بن عبدالرحمن سے ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے ، انہوں نے اپنے والد اور دادا سے کہ بے شک امیرالمومنین علیہ السلام نے دوسری مرتبہ لوگوں کو معاویہ سے جنگ کرنے کے لئے جمع کیا ، پس جب کہ لوگ جمع ہوگئے تو آپؑ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے آپؑ نے فرمایا: " تمام شکر و سپاس اس اللہ کے لئے جو واحد اور یکتا ، بے نیاز ، بغیر نظیر تنہا ہے جو کسی چیز سے تو پیدا نہیں ہوا اور نہ کسی چیز سے جو پیدا ہوئی خلق ہوا وہ اپنی قدرت کی وجہ سے اشیاء سے جداگانہ ہے اور اشیاء اس سے جدا ہیں ۔ کوئی صفت اس کا وصف بیان نہیں کرسکتی ۔ کوئی حد و تعریف اس کے لئے امثال پیش نہیں کرسکتی ہے ، تعبیر لغات اس کی صفات کے آگے عاجز و درماندہ ہیں اور یہاں صفات کی تمام گردنیں خم ہیں ، فکر و خیال کے مذاہب کی تمام گہرائیاں اس کی بادشاہت و قدرت کے بارے میں سرگرداں ہیں ، جامعین تفسیر با وصف علمی رسوخیت و پختگی کے اس

کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے رک گئے ہیں اس کے غیب مکینوں کے آگے غیب کے پردے حائل ہیں ۔ بلند پایہ عقول امور لطیفہ میں سے قریب ترین امور میں سرگشتہ ہیں ۔ پس بابرکت ہے وہ اللہ جس تک بلند ہمتوں کی رسائی نہیں ہوسکتی ۔ فکر و ذہانت کی گہرائی اس تک نہیں پہنچ سکتی ، بلند بالا ہے وہ اللہ کہ جس کے لئے شمار کیا ہوا وقت نہیں ہے نہ اس کے لئے کوئی مدت ہے جو دراز ہو ۔ نہ کوئی نعت محدود ہے اور اس کی ذات تمام عیوب و نقائص سے پاکیزہ ہے جس سے اول کوئی پہلا نہیں ، نہ وہ غایت ہے جس کی منتہا ہو ، نہ وہ آخر ہے جو فنا ہوجائے ۔ اس کی ذات پاک و پاکیزہ ہے ، وہ اسی طرح کا ہے جیساکہ خود اس نے اپنا وصف بیان کیا ہے ، تعریف کنندگان اس کی نعت تک نہیں پہنچ سکتے تمام اشیاء کو ان کی پیدائش کے وقت محدود کردیا ہے خاص طور پر ان کو اپنی مشابہت اور خود کو ان کی مشابہت سے جدا اور الگ کردیا ہے ، اس نے ان اشیاء میں حلول نہیں کیا کہ کہا جائے کہ وہ ان میں موجود ہے اور نہ وہ ان سے دور ہے کہ کہا جائے کہ وہ ان اشیاء سے جدا ہے ۔ اور نہ وہ ان سے الگ ہوا کہ کہا جائے کہ وہ کہاں ہے ؟ لیکن **اللہ سبحانہ** کے علم نے ان اشیاء کا احاطہ کیا اور اس کی کاریگری و مہارت نے ان کو مضبوط کیا ۔ اس کی حفاظت و نگرانی نے ان اشیاء کو گھیرے میں لے لیا ۔ اس خدا سے پوشیدہ خواہشات کے راز نہ اندھیری رات کی تاریکیوں کے پوشیدہ معاملات اور نہ بلند آسمانوں اور پست زمینوں میں جو کچھ ہے پوشیدہ ہیں ۔ وہ ان میں سے ہر شے کا ذمہ دار و نگراں ہے ۔ ہر شے دوسری شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ان سب کا احاطہ کرنے والا اللہ ہے جو ایسا واحد اور بے نیاز ہے جس کو زمانہ کی گردشیں متغیر نہیں کرسکتیں اور نہ موجودہ اشیاء کی صناعی نے اس کو مشکل میں مبتلا کیا ۔ اس نے جس چیز کے لئے چاہا کہ وہ ہوجائے " کن " (تو ہوجا) کہا تو وہ ہوگئی ۔ اس نے سابقہ مثال کے بغیر مخلوق کو بغیر کسی تکان و تھکاوٹ کے ایجاد کیا ۔ ہر صانع نے ایک شے کو دوسری شے سے بنایا اور اللہ تعالیٰ نے جو چیز خلق کی وہ کسی شے سے نہیں بنائی ہر عالم نے جہل کے بعد علم حاصل کیا اور اللہ تعالیٰ نہ جاہل ہے اور نہ اس نے علم سیکھا ۔ اس نے وجود اشیاء سے قبل علم کے ذریعہ ان کا احاطہ کیا ۔ ان کے وجود سے اس کے علم میں زیادتی نہیں ہوئی ۔ اس کا علم ان اشیاء کی تکوین سے قبل ایسا ہی تھا جیسے ان کی تکوین و تخلیق کے بعد ہے ، وہ ان اشیاء کو شدت اقتدار و غلبہ کے لئے معرض وجود میں لایا اور نہ زوال و نقصان کے خوف سے تخلیق کیا اور کسی حملہ آور کے برعکس کسی سے مدد طلب نہیں کی ۔ اور نہ کوئی اس کا کثرت میں مقابل آنے والا مثل ہے ۔ نہ کوئی مکروفریب کرنے والا شریک ہے ۔ (کسی کام میں مشقت برداشت کرنے والا شریک ہے) لیکن تمام مخلوقات اس کے پرورش کردہ ہیں اور بندگان خدا پست و حقیر ہیں ، پس پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات کہ جس کو ابتداء خلقت گراں نہیں گزرتی ۔ نہ کوئی تدبیر ہے جو عدم سے عالم ہستی میں لائے ۔ نہ عدم قدرت و عجز نہ کسی سستی و کمزوری کی بناء پر جو چیز خلق کی اس سے بے نیاز ہوا اس کے علم میں تھا جو اس نے خلق کیا ۔ اس نے خلق کیا اس چیز کو اس علم کے ساتھ جو بغیر فکر و تامل کے تھا اور نہ کوئی نو پیدا علم تھا جو مخلوق کی وجہ سے پہنچا اور نہ

اس پر کسی قسم کا شبہ و التباس وارد ہوا اس چیز کے بارے میں جو ابھی اس نے پیدا نہیں کیں ۔ لیکن اٹل فیصلہ ہے ۔ محکم علم ہے ۔ درست امر ہے ۔ وہ ربوبیت میں یکہ و تنہا ہے اور اس نے خود کو وحدانیت سے مخصوص کرلیا ہے حمد و ثنا کو اس نے چن لیا ہے وہ بزرگی کی نسبت سے بزرگ و تعریف کے لائق ہوا ۔ اس نے بارہا حمد و سپاس کی وجہ سے فضل وحمد کو ظاہر فرمایا ہے ۔ وہ بیٹا بنانے سے بلند ہے ۔ وہ عورتوں کی ملاست و قربت سے طاہر و پاک ہے ۔ اس کی ذات شرکاء کی ہمنشینی و قربت سے بالا و برتر ہے ۔ اس کی مخلوقات میں اس کی ضد نہیں ہے ، نہ ان اشیاء کی ملکیت میں اس کا کوئی مثل و نظیر ہے ، کوئی اس کے ملک میں شریک نہیں ، وہ واحد ، یکتا ، بے نیاز ، ابدود ہر کا فنا کرنے والا ہے اور وہ اس غایت و انتہا کا باقی رکھنے والا ہے جو لم یزل ولایزال ، ازلی وحدانیت کا مالک ہے ۔ زمانوں کی ابتداء سے پہلے اور گردش امور کے بعد جو نہ ختم ہوں گے اور نہ معدوم ہوں گے ۔ اسی وجہ سے میں اپنے رب کی تعریف کرتا ہوں پس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جو عظیم ترین جلیل ترین اور عزیز ترین ہے ۔ اس کی ذات بلند و بالا ہے اس سے جو ظالم کہتے ہیں ۔

اس خطبہ کو ہم سے احمد بن محمد بن صقر صائغ نے بیان کیا اس نے کہا کہ ہم سے محمد بن عباس بن بسام نے انہوں نے ابو زید سعید بن محمد بصیری سے انہوں نے عمر بنت اوس (اویس) سے اس نے کہا کہ مجھ سے میرے دادا حصین بن عبدالرحمن نے روایت بیان کی انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ابو عبداللہ جعفر بن محمدؑ ، سے انہوں نے اپنے والد گرامی سے انہوں نے اپنے جد علیہم السلام سے روایت بیان کی کہ امیر المومنینؑ نے خطبہ لوگوں کے سامنے معاویہ سے دوسری مرتبہ جنگ کے لئے تیار رہنے کے لئے دیا ۔

(۴) محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ہم سے روایت بیان کی انہوں نے محمد ابن حسن صفار اور سعد بن عبداللہ سے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور ہیثم بن ابو مسروق النہدی اور محمد بن حسین بن ابوالخطاب ، ان سب نے حسن بن محبوب سے ، انہوں نے عمرو بن ابو مقدام سے ، انہوں نے اسحاق بن غالب سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے ، انہوں نے اپنے والد ماجد علیہ السلام سے روایت بیان فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کسی ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا ہے ۔

" اس اللہ کا شکر و سپاس کہ جو اپنی اولیت میں اکیلا (اکائی) ہے ، اور اپنی ازلیت (قدامت) میں خدائی کی وجہ سے متکبر ہے وہ اپنی کبریائی اور جبروت کی بناء پر مغرور ہے ۔ اس نے ہر ایجاد کردہ شے کی ابتداء کی ۔ اس نے جس چیز کو پیدا کیا بغیر مثال کے خلق کیا ، ہمارا رب اپنے لطف ربوبیت کی وجہ سے قدیم ہے اس نے اپنے تجربہ و آزمائش کے علم سے ان امور کو پیدا کیا اس نے اپنی قدرت کی مضبوطی سے تمام خلق شدہ اشیاء کو پیدا کیا ۔ صبح (وجود) کے نور سے رات کی تاریکی (عدم) کو شگافتہ کیا پس اس کی خلق میں کوئی تبدیلی کرنے والا نہیں نہ اس کی صنعت میں کوئی تغیر و تبدل

کرنے والا ہے۔ اور نہ کوئی اس کے فیصلے کی چارہ جوئی کرنے والا ہے۔ اور نہ کوئی اس کے امر و فرمان کو رد کرنے والا ہے۔ نہ اس کی دعوت سے کوئی پھرنے والا ہے، نہ اس کے ملک و حکومت کو زوال ہے۔ اس کی مدت کو کوئی ختم کرنے والا نہیں ہے۔ وہ اول موجود ہے، وہ ہمیشہ سے ابد ہے۔ وہ اپنے نور کی وجہ سے مخلوق کی نظر سے بلند افق، برتر غلبہ و عزت اور ملک کبیر والا ہے۔ وہ ہر شے پر غالب ہے۔ ہر شے سے قریب ہے۔ پس وہ اپنی مخلوقات کے لئے جلوہ فگن ہوا بغیر اس کے کہ وہ دیکھا جائے۔ وہ منظر اعلیٰ پر ہے تو اس نے توحید سے مختص ہونے کو پسند کیا جب کہ وہ اپنے نور کی وجہ سے حجاب میں رہا، وہ علو ذاتی میں بلند ہوا وہ اپنی مخلوق سے چھپا ہوا ہے۔ اور اس نے ان کی طرف رسولوں کو مبعوث فرمایا تاکہ اپنی مخلوق پر اس کی حجت بالغہ (نافذہ) ہوجائے اور اس کے رسول ان پر گواہ ہوجائیں۔ ان مخلوقات کے درمیان بشارت دینے والے اور خوف الہیٰ سے ڈرانے والے انبیاء کو مبعوث کیا تاکہ جو ہلاک ہو وہ دلیل و حجت سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ بھی واضح دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔ اور اس لئے کہ بندے اپنے اس رب کے متعلق غور کر سکیں (سمجھ سکیں) جس سے وہ واقف نہیں ہیں پھر وہ اس کی ربوبیت کی معرفت حاصل کریں بعد اس کے کہ انہوں نے انکار کیا اور اس کو الہیت میں یکتا مانیں بعد اس کے کہ انہوں نے اس کی معبودیت سے قطع تعلق کیا۔

(۵) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار اور احمد بن ادریس نے روایت بیان کی ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ ہم سے محمد بن احمد بن یحییٰ نے ہمارے بعض اصحاب سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا کہ ایک آدمی حسن بن علی علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے عرض کرنے لگا کہ اے فرزند رسولؐ آپؑ اپنے رب کی اس طرح تعریف و توصیف فرمائیں کہ جس کے بعد گویا میں اس کو دیکھ رہا ہوں۔ حسن بن علی علیہما السلام نے کچھ دیر کے لئے سر کو جھکایا پھر سر اٹھا کر فرمایا "تمام شکر و تعریف اس اللہ کے لئے ہے کہ جس سے پہلے کوئی معلوم نہیں اور نہ کوئی آخر ہے جو انتہا کرنے والا ہو اور نہ کوئی قبل ہے کہ جس کا ادراک کیا جائے نہ کوئی بعد میں ہے جس سے اس کو محدود کر دیا جائے۔ نہ کوئی "حتیٰ" (کب تک) کے ذریعہ اس کی انتہا ہے اور نہ وہ کوئی شخص ہے کہ جس کے اجزاء کئے جائیں اور نہ صفت کا اختلاف کہ جو تناہی کے لئے متلزم ہے۔ عقلیں اور ان کے وہمی خیالات اور فکر اور اس کے تخیلات زیر کی اور اس کی سریع الفہمی اس کی صفت کا ادراک نہیں کر سکتے کہ تم کہنے لگو کہ وہ کب سے ہے؟ اس کی ابتداء کسی چیز سے نہیں ہوئی اور نہ وہ کسی چیز پر ظاہر ہے اور نہ کسی چیز میں پوشیدہ ہے اور وہ لائق خلق چیزوں کو ترک کرنے والا ہے کہ کہا جائے اس نے کیوں نہیں چھوڑا۔ اس نے مخلوق کو خلق کیا ابتدائی اور انوکھے طریقہ سے۔ اس نے ابتداء کی اس چیز کی جس کو اس نے ایجاد کیا اور انوکھے طریقے سے ایجاد کیا اس چیز کو جس کی اس نے ابتداء کی۔ وہی کیا جو اس نے ارادہ کیا۔ اس نے وہی ارادہ کیا جس کی زیادتی چاہی یہی اللہ رب العالمین ہے۔

(۶) محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے ان سے عباد بن سلیمان نے ان سے سعد بن سعد نے ۔ انہوں نے کہا میں نے ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام سے توحید کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ وہ وہی ہے جس پر تم ہو ۔

(۷) میرے والد رحمہ اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان فرمایا ، ان سے ابراہیم بن ہاشم اور یعقوب بن یزید نے ان دونوں سے ابن فضال نے ، ان سے ابن کبیر نے ، ان سے زرارہ نے ، ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس قول **ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً و کرھاً و الیہ یرجعون** (آل عمران ۔۸۳) کے بارے میں سنا کہ وہ فرما رہے تھے کہ " جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ سب خوشی اور زبردستی کے ساتھ اس کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں ۔" وہ اللہ عزوجل کی توحید ہے ۔

(۸) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے روایت بیان کی ان سے محمد بن حسین نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے اسحاق بن حارث نے ان سے ابو بصیر نے ۔ اس نے بیان کیا کہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادقؑ) علیہ السلام نے ایک ڈبہ نکالا ۔ اس میں سے ایک کاغذ نکلا جس میں تحریر تھا وہ پاک و پاکیزہ ہے وہ واحد کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ، وہ ایسا قدیم و مبدی ہے جس کی کوئی ابتداء نہیں ۔ وہ ایسا ہمیشہ رہنے والا ہے جس کی انتہا نہیں ۔ ایسا حیّ (زندہ) ہے جس کو موت نہیں آئے گی ۔ وہ دیکھی ، ان دیکھی اشیاء کا خالق ہے ۔ وہ بغیر علم حاصل کئے ہوئے ہر شے کا عالم ہے ۔ وہ ایسا اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں ۔

(۹) محمد بن قاسم مفسر رحمہ اللہ نے بیان کیا ، ان سے یوسف بن محمد بن زیاد اور علی بن محمد بن سیار نے ، ان دونوں نے اپنے والد سے حدیث بیان کی ۔ انہوں نے حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن علی رضا علیہم السلام سے انہوں نے اپنے والد اور جد سے روایت بیان فرمائی ان کے والد نے کہا کہ ایک آدمی نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے اٹھ کر سوال کیا کہ اے فرزند رسول ! آپ اپنے پروردگار کی تعریف بیان فرمایئے کیونکہ ہمارے ماقبل لوگوں نے اختلاف رائے کا اظہار کیا ہے تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اپنے رب کی تعریف قیاس سے کرتا ہے وہ زمانہ کو ہمیشہ سے مشتبہ سمجھتا ہے وہ راستہ میں تجاوز و انحراف کئے ہوئے ہے ، ٹیڑھے میڑھے راستوں کا مسافر ہے ۔ گم کردہ راہ میں نامناسب و غیر موزوں خیالات و آراء کا اظہار کرنے والا ہے ۔ میں اس کا تعارف اس طریقہ سے کراتا ہوں جو خود اس نے بغیر رویت کے کرایا ہے اور میں اس کی تعریف اس طرح کرتا ہوں جیسا کہ اس نے بغیر صورت کے خود تعریف کی ہے ۔ اس کا حواس کے ذریعۂ ادرک نہیں کیا جا سکتا ۔ آدمیوں کے مطابق اس کا قیاس نہیں کیا جاسکتا ۔ وہ بغیر تشبیہ کے معروف ہے ، وہ اپنے بعد اور دوری میں بغیر کسی نظیر و مثل کے باہم قریب ہے ۔ اس کی مخلوق سے تمثیل پیش نہیں کی جاسکتی اور وہ اپنے کسی فیصلہ میں پیچھے نہیں ہٹتا ہے ۔ مخلوق نے جس چیز کو جان لیا وہ مطیع و فرمانبردار ہیں ۔ **اس کی**

کتاب مکنون میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس پر چلنے والے ہیں، وہ اپنے علم کے خلاف عمل نہیں کرتے نہ اس کے غیر کا ارادہ کرتے ہیں، وہ پہلو سے چپکے ہوئے بغیر قریب ہے۔ بغیر جدائی کے وہ بعید ہے۔ اس کی تصدیق کی جاتی ہے مثال نہیں بیان کی جاتی، اس کی توحید کا اقرار لیا جاتا ہے۔ اس کے اجزاء نہیں کئے جاتے وہ نشانیوں سے پہچانا جاتا ہے اور علامات سے ثابت کیا جاتا ہے پس کوئی معبود اس کے علاوہ کبیر اور اعلیٰ ترین نہیں ہے۔

(۱۰) پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے آخر کلام کے بعد فرمایا میرے والد بزرگوارؑ نے اپنے والد گرامیؑ اور جد گرامیؑ سے انہوں نے اپنے پدر عالی مقام سے، انہوں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث بیان فرمائی کہ " اس نے اللہ کو نہیں پہچانا جس نے اس کی مخلوق سے اس کو مشابہہ قرار دیا۔ اور اس نے عدل کے ساتھ اس کا وصف بیان کیا جس نے اس کے بندوں کے گناہوں کو اس کی طرف منسوب کیا۔ یہ حدیث کافی طویل ہے، میں نے اس کو ضرورت کے مطابق لے لیا ہے اور " تفسیر قرآن " میں مکمل حدیث کو بیان کیا ہے۔

(۱۱) ہم سے حدیث بیان کی محمد بن موسیٰ ابن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے محمد بن یحییٰ عطار سے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے عبداللہ بن محمد سے، انہوں نے علی بن مہزیار سے، انہوں نے کہا کہ ابو جعفر (امام محمد باقرؑ) علیہ السلام نے ایک آدمی کو اپنے ہاتھ سے خط لکھا اور میں نے اس کو ایک دعا۔ مکتوب میں پڑھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ " اے وہ ذات جو ہر شے سے قبل موجود ہے پھر اس نے مخلوق کو پیدا کیا، پھر وہ باقی رہے گا اور ہر شے فنا ہوجائے گی اور اے وہ ذات کہ بلند آسمانوں اور پست زمینوں، نہ ان کے اوپر نہ ان کے درمیان میں معبود ہے۔

(۱۲) بیان کیا ہم سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابوالقاسم سے انہوں نے احمد بن ابو عبداللہ برقی سے، انہوں نے محمد بن عیسیٰ یقطینی سے انہوں نے سلیمان بن راشد سے، انہوں نے اپنے والد سے، ان کے والد نے مفضل بن عمر سے حدیث بیان کی کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے سنا آپؑ فرماتے ہیں کہ تمام شکر و تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے کسی کو نہیں جنا کہ اس کا وارث ٹھہرے اور نہ اس کو کسی نے جنا کہ باہم شریک ہو۔

(۱۳) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن اسمعیل برمکی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے علی بن عباس نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے اسمعیل بن مہران کوفی نے، ان سے اسمعیل بن اسحاق جہنی نے، انہوں نے فرج بن فروہ سے، انہوں نے مسعدہ بن صدقہ سے انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہم سب کے درمیان منبر کوفہ سے خطاب فرما رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے امیرالمومنینؑ آپ اپنے پروردگار کی تعریف بیان فرمایئے تاکہ اس کی محبت میں اضافہ و

زیادتی ہو اور اس تعریف کی بدولت معرفت الہیٰ میں بھی اضافہ ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام کو اس کا درمیان خطبہ سوال کرنا ناگوار گزرا۔ آپؑ نے نماز کا اعلان کر دیا۔ لوگ جمع ہوگئے یہاں تک کہ مسجد لوگوں سے بھر گئی پھر آپ متغیر چہرہ کے ساتھ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوگئے اور فرمایا:

اس خدا کے لئے تمام تعریف و شکر ہے کہ کسی شے کے نہ دینے سے وہ امیر و صاحب مال کثیر نہیں ہو سکتا، عطاء و بخشش اس کو فقر و قلت مال میں مبتلا نہیں کر سکتی، کیونکہ ہر بخشش کرنے والے کا مال اس کے سوا کم ہونے والا ہے وہ نعمتوں کے فائدوں اور مزید انعامات سے نوازش کرنے والا ہے وہ اپنے جودوکرم سے مخلوق کی کفالت کا ضامن ہے۔ اس نے اپنی طرف راغب ہونے والوں کے لئے راہ طلب کو واضح و آشکار کیا۔ اس سے جس چیز کا سوال کیا جائے اس چیز کے مقابلہ میں جس کا کسی نے سوال نہیں کیا اس سے بڑھ کر کوئی سخی و جواد نہیں ہے۔ اس پر زمانہ کی مختلف کیفیات کا اثر نہیں ہوتا جس سے اس کی حالت میں تغیر و تبدل ہو۔ اور اگر وہ تمام پہاڑوں کی کانوں کی پیداوار اور سمندروں کی سیپیوں کو مثلاً چاندی کی دھاتوں، پگھلائے ہوئے سونے کے سانچوں اور جمع کردہ مرجان کو اپنے کسی معمولی بندہ کو بخش دے تو اس کے وجود پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ اس کی نعمتوں کی وسعت ختم ہوتی ہے۔ اس کے پاس فضل و کرم کے ایسے ذخیرے ہیں جو طلب کرنے والوں کی طلب سے ختم نہیں ہوں گے اور اس کثرت کی وجہ سے کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا۔ اس لئے کہ وہ ایسا بخشش کرنے والا ہے کہ اس کے عطیات و تحائف کم نہیں ہوتے اور سوال کرنے والوں کا اصرار ان کو دینے سے روکتا ہے سوائے اس کے نہیں کہ اس کا حکم جب کہ وہ کسی چیز کو چاہتا ہے تو اس کے لئے کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ اس کی ذات وہ ہے کہ فرشتے باوجود اس کی کرسی کرامت سے قرب رکھنے کے ان کی طویل حیرانی و شیفتگی اور اس کی عزت کے جلال کی تعظیم کرنے سے عاجز و درماندہ ہیں۔ اور اس کے غیب ملکوت کے قریب ہونے کے باوجود وہ اس کے امر میں سے اتنا ہی جانتے ہیں جتنا ان کو آگاہ کیا ہے۔ وہ سب کے سب ملکوت قدس سے اس حیثیت میں کہ ان کو تخلیق و پیدائش معروفت خداوندی پر ہوئی تھی یہ کہنے لگے تیری ذات پاکیزہ ہے ہم کو جو کچھ تونے علم سکھایا اس کے علاوہ ہم کچھ نہیں جانتے بے شک تو علیم حکیم ہے۔

اے سائل جو ذات ایسی ہو اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ اس کی ذات پاک وہ پاکیزہ ہے اور اس کی حمد و ثناء کے ساتھ ہے۔ وہ حادث و نوپید نہیں ہوا کہ جس میں تغیر و انتقال ممکن ہو۔ اس کی ذات میں حالت کی تبدیلی کا عمل دخل نہیں ہے۔ زمانہ کے شب و روز اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتے اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے کہ جس نے مخلوق کو بغیر کسی مثال کے پیدا کیا نہ ہی کسی ایسے معبود کی پیروی کرتے ہوئے جو اس سے قبل ہو اس کے مقرر کردہ وزن و تعداد سے کار تخلیق انجام دیا۔ صفات اس کا احاطہ نہیں کر سکتے کہ وہ ان کے ادراک کے ذریعہ حدود میں منتہی ہو جائے۔ کوئی شے اس کی مثل نہیں ہے وہ ہمیشہ سے مخلوقات کی صفت سے بلند و بالا رہا ہے آنکھیں تھک گئیں کہ اس کو

پاسکیں پھر وہ اشیاء ظاہر سے موصوف ہو اور وہ اس ذات کی طرح ہے جس کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ اپنی مخلوق کے سامنے معروف ہوجائے ۔ وہ تمام اعلیٰ اشیاء پر اپنی بلندی کی وجہ سے وادی وہم میں سرگرداں لوگوں کی سنگباری کے مواقع سے آگے بڑھا ہوا ہے ۔ وہ اس سے بلند و بالا ہے کہ غوروفکر کرنے والوں کی عقل و فکر اس کی عظمت کی حقیقت پر حاوی آجائے ۔ اس کا کوئی مثل نہیں کہ وہ مشابہ مخلوق ہوجائے ۔ وہ اہل معرفت کے نزدیک اشیاء (نظائر) اضداد سے منزہ رہا ہے ۔ مشرکین نے اللہ کے متعلق دروغ بیانی سے کام لیا ہے جب کہ انہوں نے اس کو اپنی انواع و اقسام سے مشابہ قرار دیا ہے اور اپنے خیالی اوہام کے مطابق اس کو مخلوقات کے زیور سے آراستہ و مزین کردیا ہے ۔ انہوں نے اپنے دل میں گزرنے والے خیالات کے اخذ کردہ اندازہ سے اس کو اجزاء میں تقسیم کردیا اور اپنی حلقوں کی طبعی مناسبت سے اس کو مختلف قوتیں رکھنے والی مخلوقات پر قیاس کیا ۔ اور کس طرح ممکن ہے کہ جو اوہام کے غوروفکر میں اپنی مشیت کو مقدر نہیں کرتا اندیشہ ہائے عقول اس کی کنہہ و حقیقت کے ادراک میں بھٹکے ہوئے ہیں ، اس لئے کہ وہ بزرگ و برتر ہے اس سے کہ عقول انسانی سوچ بچار کے ذریعے اس کو محدود کرسکیں یا ملائکہ اس کے ملکوت عزو جلال سے قربت کے باوجود اسے محدود کرکے اس کا احاطہ کرسکیں ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بلند و بالا ہے اس سے کہ کوئی اس کا کفو (ہمسر) ہو کہ اس کے مشابہ قرار دیا جائے ۔ کیونکہ وہ ایسا لطیف ہے کہ جو اوہام اس کی مملکت کے نظر سے غائب گہرائیوں کا ارادہ کرتے ہیں اور وہ افکار جو وسوسوں سے بری ہیں اس کی ذات کے علم کا ادراک کرنا چاہتے ہیں اور دل اس کے صفات کی مختلف کیفیات پر حاوی ہونے کے لئے اس کی طرف مائل ہوتا ہے اور عقل کے راستے اس حیثیت سے کہ اس تک صفات کی پہنچ نہیں ہوسکتی چھپ جاتے ہیں تاکہ علم الہیت تک پہنچ جائیں ۔ تو خداوند عالم ان کو ذلیل و خوار کرکے شکست دیدیتا ہے اور فکر غیب کی تاریکیوں کے درمیان مسافتوں کو خداوند عالم کی خالص توحید کی معرفت کے لئے طے کرتی ہے مگر یہ کہ اس (اللہ) کی حقیقت معرفت کو انجانے راستہ کے قطع کرنے سے حاصل کرنے میں ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے پلٹ آتی ہے ۔ اور اس کے علو ذات و جلال کی بناء پر صاحبان فکر کے قلب میں کوئی خیال اس کے متعلق گزر سکتا ہے بہ سبب اس کے بعد کے کہ وہ محدود دین کی قوتوں میں شمار ہو اس لئے کہ وہ اپنی مخلوق سے مختلف ہے ۔ کوئی خلائق میں اس کے مشابہ نہیں ۔ ہر چیز اس کی مثل و نظیر سے مشابہ ہوتی ہے لیکن جس کا کوئی نظیر نہیں تو پھر وہ اپنی مثال کے بغیر کیسے مشابہ قرار دیا جاسکتا ہے ۔ وہ ایسا اول ہے کہ جس سے قبل کوئی شے نہیں ہے اور ایسا آخر ہے کہ جس کے بعد کوئی چیز نہیں ۔ نگاہیں اس کے جبروت کی بزرگی کو نہیں پاسکتیں اس لئے کہ اس نے ان نگاہوں کو پردوں میں چھپا دیا ہے جو پردوں کی کثافت کی موٹائی اور سختی سے نہیں گزر سکتیں ۔ اور اس کے پردوں کی خاصیتوں کی مضبوطی کو صاحب عرش کی طرف جانے کے لئے پھاڑ نہیں سکتیں ۔ اللہ کی ذات وہ ہے کہ جس کی مشیت سے امور صادر ہوتے ہیں اور جلال عظمت الہیٰ کے بغیر متجبرین (منکر یا قضائے الہیٰ کو مجبور ماننے والوں) کی عزت حقیر

ہو گئی ہے۔ گردنیں اس کے سامنے جھکی ہوئی ہیں اور خوف الہیٰ سے چہرے متغیر ہیں۔ اس کی حیران کن ایجادات و تخلیقات میں اس کے آثار حکمت ظاہر و نمایاں ہیں اور وہ تمام اشیاء جو اس نے خلق کی ہیں، اس کی ذات پر حجت اور اس کی طرف منسوب ہیں۔ پس اگر وہ مخلوق صامت (زبان نہ رکھنے والی) ہے تو اس مخلوق کے بارے میں تدبیر یعنی نظم و ضبط حجت و دلیل کے طور پر ناطق ہیں۔ اس نے جو کچھ خلق کیا اس کے لئے تقدیر مقرر کی اور اس کی تقدیر کو محکم کیا۔ ہر شے کو اپنے لطف تدبیر سے اس کے مناسب مقام پر رکھا اور اس کو ایسی جہت پر متوجہ کیا کہ اس میں سے کوئی شے منزلت الہیٰ کے حدود تک نہیں پہنچ سکتی اور نہ اللہ کی مشیت کی طرف بغیر انتہا کے اس مخلوق نے کوئی کمی کی۔ جب اس کو اس (اللہ) کے ارادہ کی طرف چلنے کا حکم دیا گیا تو اس کو دشوار نہیں ہوا۔ بڑائی میں کوئی اس کا مدمقابل نہیں اور نہ وہ اپنے امر کے مخالف کے مقابلہ میں مکروفریب کرنے والا ہے۔ اس نے ان کی تخلیق کا کام مکمل طور پر خود انجام دیا اور وہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کے لئے کمر بستہ ہوگئے اور ہر شے کو پورا وہ وقت دیا جس کو جواب دیتے ہوئے اس کو نکالا تھا۔ تاخیر کرنے والوں کی تاخیر نے اس کے کام میں رکاوٹ نہیں ڈالی اور نہ دیر لگانے والوں کی سستی نے اس میں دخل دیا۔ اس نے اشیاء کی کجی کو درست کیا اور حدود کے نشانہائے راہ مقرر کئے۔ متضاد اشیاء میں اپنی قدرت سے موافقت پیدا کی۔ ان کے اسباب مقصود کو ایک دوسرے سے ملا دیا۔ ان اشیاء کے رنگوں میں اختلاف رکھا اور پھر ان میں اشیاء کی مختلف اجناس میں اقدار طبائع اور صورت و ہیئت کے لحاظ سے تفریق پیدا کی۔ اس نے اول لمحات ہی سے پیدا کردہ مخلوقات کی صنعتوں کو مضبوط و مستحکم بنایا۔ ان کو اپنے ارادہ سے پیدا کیا۔ ایجاد کرتے ہوئے اس کے علم نے پیداوار کی مختلف انواع و اقسام کو درست کیا۔ اس کی تدبیر نے ان اشیاء کے حسن تقدیر کا ادراک کیا۔

اے پوچھنے والے! " سمجھ لے کہ جس شخص نے ہمارے رب جلیل کو اس کی مخلوق کے جداگانہ اعضاء کے اعتبار سے تشبیہ دی اور ان کے ان اعضاء و جوارح کے جوڑوں کے باہمی ملاپ سے جو اس کی تدبیر حکمت سے چھپے ہوئے ہیں مشابہ قرار دیا تو یقیناً اس نے معرفت الہیٰ پر اپنے ضمیر کی پوشیدگی پر گرہ بندی نہیں کی۔ اور اس کے قلب نے یقین کا مشاہدہ نہیں کیا کہ اس کا کوئی مثل و نظیر نہیں ہے۔ اور گویا اس نے بتوں کی پرستش کرنے پر مشرکین کا اظہار بیزاری کو نہیں سنا کہ وہ کہتے ہوں گے۔ **تاالله ان كنالفي ضلل مبين اذنسويكم برب العلمين** (سورۃ الشعراء آیت ۹۷ ۔ ۹۸) خدا کی قسم ہم تو کھلی ہوئی گمراہی میں تھے جب کہ ہم تم کو تمام جہانوں کے پالنے والے کے برابر سمجھتے رہے۔" پس جس نے ہمارے رب کو کسی شے کے برابر قرار دیا تو بتحقیق اس نے شرک کیا اور وہ مشرک و کافر ہے اس کہ جو اللہ تعالیٰ کی محکم آیات میں نازل ہوا اور جن پر واضح حجتوں کے شواہد ناطق ہیں اس لئے کہ اللہ وہ ہے کہ جو عقول کی حد میں نہیں آسکتا کہ وہ ان کے افکار کی سمت میں کیفیت کے ساتھ آسکے۔ اور لوگوں کی خواہشات کے فکری حوصلوں میں نہیں آسکتا کہ محدود و متغیر ہو جائے۔ وہ مختلف اشیاء کا بغیر فکر کے احتیاج کے خالق اور پیدا کرنے والا ہے۔ اور نہ اس نے

کسی فطرت عادت و طبیعت سے ان اشیاء کی تخلیق کا عزم و ارادہ کیا۔ نہ کسی تجربہ کی بناء پر جو حوادث زمانہ کی وجہ سے حاصل ہوا ہو، اس نے فائدہ اٹھایا۔ نہ کسی شریک نے عجائب امور کی تخلیق میں اس کی اعانت کی۔ یہ ذات وہ ہے کہ جب مشرکوں نے اس کو مختلف مخلوقات سے جو اپنی صفات میں محدود ہیں تشبیہ دی جو مختلف ممالک و گردو نواح کے باشندے ہیں تو اللہ تعالیٰ بذات خود بغیر کسی آلات و اوزار (اجزاء) کے موجود تھا۔ وہ دور ہو گیا کہ وہ اس کو تقدیر میں مقدر کر دیں تو اس نے اپنے آپ کو کسی مثل و نظیر کی باہمی شرکت سے اور کافرین میں سے حدود میں مقرر کئے ہوئے قیاس سے بلند ہوتے ہوئے فرمایا **وما قدر وا اللہ حق قدر والارض جمیعاً قبضتہ یوم القیامۃ والسماوات مطویات بیمینہ سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون** (سورۃ زمر۔ آیت ۶۷) " ان لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسے کہ قدر کرنے کا حق تھا اور زمین روز قیامت اس کے قبضہ قدرت میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے دست راست میں ہیں۔ خدا کی ذات پاکیزہ و برتر ہے اس چیز سے جو لوگ اس کا شریک بناتے ہیں۔ تجھ کو قرآن نے اللہ کی جس صفت کی طرف رہنمائی فرمائی ہے تو تو اس کی پیروی کر تاکہ وہ تیرے اور اس کی معرفت کے درمیان وصل و پیوستگی کردے۔ اسی کا قصد و ارادہ کر اور اسی کی ہدایت کے نور سے روشنی حاصل کر کیونکہ یہ نعمت و حکمت تجھ کو عطا کی گئی ہیں لہذا جو عطا کیا گیا ہے لے لے۔ اور شکر گزار بندوں میں شامل ہوجا۔ اور جو کچھ شیطان نے اس کے برخلاف راستہ دکھایا ہے وہ قرآن میں تیرے لئے فرض نہیں ہے اور نہ سنت رسول اللہؐ اور ائمہ علیہم السلام کے آثار میں پایا جاتا ہے تو اس کا علم اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے کیونکہ یہی تجھ پر اللہ تعالیٰ کا منتہائے حق ہے۔

اور جان لو کہ **راسخین فی العلم** سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو غیب کے پردے بند دروازوں پر ہجوم کرنے سے بے نیاز کردیا ہے، پھر انہوں نے پردہ غیب کی جس تفسیر و تشریح سے ناواقف ہیں اس کا پورا پورا اقرار کیا ہے اور کہنے لگے کہ **امنا بہ کل من عند ربنا** (سورۃ آل عمران ۔ ۷) " ہم ان تمام باتوں یا چیزوں پر ایمان لائے جو ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔" تو اللہ عزوجل نے ان کے اس اعتراف عجز پر کہ وہ ان کے احاطہ علم میں نہیں آیا مدح فرمائی ہے اور اس کے بارے میں غور و فکر کی گہرائی میں نہ جانے پر جس کا ان کو مکلف نہیں بنایا گیا علم میں راسخ ہونے کا نام دیا پس تو اسی پر اکتفا کر، تو عظمت الہیٰ کا اپنی عقل کے مطابق اندازہ نہ کر ورنہ تو ہلاک ہونے والوں میں سے ہوگا۔

(۱۴) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے حدیث بیان کی ان سے محمد بن اسمٰعیل برمکی نے، ان سے علی بن عباس نے، ان سے جعفر بن محمد اشعری نے، ان سے فتح بن یزید جرجانی نے، اس نے کہا کہ میں نے حضرت ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام کو خط میں لکھا کہ مجھے توحید کے بارے میں کچھ بتایئے تو انہوں نے مجھے خط کے ذریعہ مطلع فرمایا جعفر نے کہا کہ بے شک کامیابی مجھے ایک خط کے ذریعہ ہوئی جو ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام کے دست مبارک کی تحریر تھی۔ تو میں نے

اس کو پڑھا ۔

" اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے ۔ تمام تعریفیں اور شکر اس اللہ کے لئے ہیں جو اپنے بندوں پر حمد کا الہام کرنے والا ہے ، جو اپنی ربوبیت کی معرفت پر ان کو پیدا کرنے والا ہے ، جو اپنے وجود سے اپنی مخلوق کی رہنمائی کرنے والا ہے ، اور مخلوقات کے حادث ہونے کی وجہ سے اپنی ازلیت پر دلالت کرنے والا ہے ، ان مخلوقات کے مثل و نظیر ہونے کی وجہ سے ظاہر ہے کہ اس کا کوئی مثل نہیں ہے ۔ اس کی آیات اور نشانیاں اس کی قدرت کی گواہ ہیں ، اس کی ذات صفات سے عاری ہے (روکنے والی) نگاہوں سے اس کی رویت دیدار ناممکن ہے ، وہم و خیال سے اس کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا ۔ اس کے وجود کی کوئی مدت نہیں اور نہ اس کی ابتداء کی کوئی انتہا ہے ۔ جو اس کی اس میں شمولیت نہیں ، پر وہ اس کو چھپاتا نہیں ، پس حجاب اس کے اور مخلوق کے درمیان ہے بہ سبب اس کے ناممکن و محال ہونے کے جو ان کی ہستیوں میں ممکن ہے ۔ اور بہ سبب ان کی ذاتوں کے ممکن ہونے کے جس سے ذات الہیٰ خود اس کو روکتی ہے ۔ اور بہ سبب اس افتراق کے جو صانع اور مصنوع رب اور مربوب اور حد بندی کرنے والے اور محدود میں ہے ۔ وہ یکتا ہے بغیر کسی عدد کی تاویل کے وہ ۔ خالق ہے حرکت کے معنی میں نہیں ۔ وہ سمیع ہے بغیر آلہ سماعت کے ، وہ بصیر بغیر کسی آلہ کی تفریق و تمیز کے ، وہ موجود ہے بغیر کسی قربت و مس کے ، وہ جدا ہے بغیر کسی بعد مسافت کے ، وہ بغیر چھپائے ہوئے پوشیدہ ہے ، وہ مقابلہ میں آئے بغیر ظاہر ہے ، اللہ کی ذات وہ ہے کہ جس کی حقیقت و کنہ تک رسائی میں نگاہوں کی گزرگاہیں تھک گئی ہیں اور اس کے وجود نے اوہام و خیالات کی گردشوں کو محال قرار دیا ہے ۔

پہلی دینداری اس کی معرفت ہے ۔ معرفت کا کمال اس کی توحید ہے ۔ کمال توحید اس سے صفات کی نفی ہے ۔ اس شہادت کے ساتھ کہ ہر صفت موصوف کی غیر ہے اور موصوف کی شہادت کے ساتھ کہ وہ صفت کا غیر ہے ۔ ان دونوں کا خود اپنی ذاتوں پر شہادت واضح کے ساتھ کہ ان کے لئے ازلیت محال ہے ۔ جس نے اس کا وصف بیان کیا اس نے اس کو محدود کردیا ۔ جس نے محدود کیا اس نے اس کو شمار کیا ۔ اور جس نے شمار کیا تو اس نے اس کی ہمیشگی کو باطل کردیا ۔ جس نے کہا کہ وہ کیسا ہے ، اس نے اس کا وصف بیان کرنا چاہا ۔ جس نے کہا کہ وہ کس چیز پر ہے تو اس نے اس کو اٹھالیا ۔ جس نے کہا کہ وہ کہاں ہے ، اس نے دوسری جگہ کو اس سے خالی سمجھ لیا ۔ جس نے کہا کہ وہ کب تک ہے ، اس نے اس کو پابند وقت کردیا ۔ وہ اس وقت بھی عالم تھا جب کچھ معلوم نہ تھا اور اس وقت بھی خالق تھا جب کوئی مخلوق نہ تھی ۔ وہ رب (پالنے والا) ہے جب کہ وہ مربوب (پالا ہوا) نہیں ہے ۔ وہ اللہ ہے جب کہ اس کا کوئی معبود نہیں ۔ اس طرح ہمارے پروردگار کی تعریف کی جاتی ہے اس کی ذات بہت بلند ہے اس سے جو تعریف کرنے والے اس کی تعریف کرتے ہیں ۔

(۱۵) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا ، ان سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے ان

سے محمد بن اسمعیل برکی نے ، ان سے علی بن عباس نے ، ان سے حسن بن محبوب نے بیان کیا ، ان سے حماد بن عمرو نصیبی نے ، اس نے کہا کہ میں نے جعفر بن محمد (امام جعفر صادق) علیہما السلام سے توحید کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا " وہ واحد ، بے نیاز ہے ، ازلی ، بے حد بے نیاز ہے ، اس کا سایہ نہیں جو اس سے چمٹا رہے ، اور وہ خود اشیاء کے مبادی کو قائم کرتا ہے ، وہ مجہول (نہ جانی ہوئی اشیاء) کا عارف ہے ، ہر جاہل اس کو پہچانتا ہے ۔ وہ منفرد و یکتا ہے ، نہ مخلوق اس میں ہے اور نہ وہ اپنی مخلوق میں ہے ۔ وہ غیر محسوس ہے اس کو ہاتھ لگا کر ٹٹولا نہیں جاسکتا نہ نگاہیں اس کا ادراک کرسکتی ہیں ۔ بلند ہے تو قریب بھی ہے ، قریب ہے تو بعید بھی ہے ۔ بندوں نے نافرمانی کی تو اس نے بخش دیا ۔ اس کی اطاعت کی گئی تو اس نے تعریف کی ۔ اس کی زمین اس کا احاطہ نہیں کرسکتی ، اس کے آسمان اس کو کم کرکے نہیں دکھا سکتے ہیں ۔ بے شک وہ اپنی قدرت سے حامل اشیاء ہے ، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک ہے ، وہ قدیم و دائمی ہے ، نہ وہ نسیان کا شکار ہوتا ہے اور نہ غافل ہوتا ہے ، وہ غلطی نہیں کرتا اور نہ کوئی کام تفریح طبع کے لئے کرتا ہے ۔ اس کے ارادہ کے لئے کوئی فصل وجدائی نہیں ہے ۔ اس کے ارادہ مراد میں جدائی جزاء ہے اس کا امر ایک حقیقت ہے ۔ اس نے پیدا نہیں کیا کہ جس کو میراث دی جائے اور نہ وہ پیدا کیا گیا کہ اس کا شریک بنایا جائے ۔ اور کوئی اس کا کفو اور ہمسر نہیں ہے ۔

(۱۶) اور ان ہی اسناد کے ساتھ علی بن عباس سے روایت ہے ۔ اس نے کہا کہ ہم سے یزید بن عبداللہ نے بیان کیا کہ حسین بن سعید خزاز نے اپنے لوگوں سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے ، انہوںؑ نے فرمایا کہ اللہ غایت ہے اس کی جس نے اس کو گم کردیا ہے اور گم کردہ گمراہ غایت کا غیر ہے ۔ وہ ربوبیت کی وجہ سے منفرد و یکتا ہے ۔ اس نے اپنی تعریف محدودیت کے بغیر کی ہے ۔

پھر اللہ کا ذکر کرنے والا اللہ کا غیر ہے ۔ اللہ اپنے اسماء کا غیر ہے ۔ جن تمام اشیاء پر لفظ شے کا اطلاق اس کے علاوہ ہوا ہے تو وہ مخلوق ہے ۔ کیا تم اللہ کے قول کی طرف نہیں دیکھتے ہو کہ اللہ کے لئے عزت ہے ، اللہ ہی کے لئے عظمت ہے اور فرمایا **وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا** (سورہ اعراف ۔ آیت ۱۸۰) " اور اللہ کے اسماء حسنیٰ ہیں پس تم ان کے ذریعے اس کو پکارو " اور اس نے فرمایا " **قل ادعوا اللہ او دعوا الرحمن ایاما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ** (سورۃ بنی اسرائیل ۔ آیت ۱۱۰) " (اے رسولؐ) تم کہدو کہ اس کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو ، جب بھی تم پکارو ۔ اس کے لئے اسماء حسنیٰ ہیں ۔ " جتنے اسماء ہیں وہ اس کی طرف مضاف ہیں ۔ اور یہی توحید خالص ہے ۔

(۱۷) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ابو عبداللہ کوفی ابوالحسین نے ، اس نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا موسیٰ بن عمران نے ، ان سے حسین بن یزید نے ، ان

سے ابراہیم بن حکم بن ظہیر نے ، ان سے عبداللہ بن جریر عبدی نے ، انہوں نے حضرت جعفر بن محمد علیہما السلام سے حدیث بیان فرمائی کہ آپؑ فرماتے ہیں کہ تمام شکر و سپاس اس اللہ کے لئے ہے جو محسوس نہیں کیا جاتا اور نہ چھوا جاتا ہے ۔ نہ اس کو مس کیا جاسکتا ہے ۔ نہ حواس خمسہ سے اس کا ادراک کیا جاسکتا ہے ۔ نہ اس پر وہم و خیال کا گذر ہوسکتا ہے ۔ زبانیں اس کی تعریف و توصیف نہیں کرسکتیں ہیں ۔ تمام اشیاء کہ جن کا احساس حواس کریں اور حواس خمسہ کے ذریعہ جن کا ادراک ہو یا جن کو ہاتھ چھولیں تو وہ مخلوق ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بلند ہے جہاں طلب کیا جائے وہ وہاں پایا جائے گا ، اس اللہ تعالیٰ کا شکر و سپاس کہ جو وجود اشیاء سے قبل تھا ۔ وہ اپنے وصف کی موجودگی کی وجہ سے نہیں پایا گیا ۔ بلکہ وہ پہلا اور ازلی ہے ۔ اس کو کسی خالق نے تخلیق نہیں کیا ، اس کی تعریف عظیم و جلیل ہے ، بلکہ اس نے ان اشیاء کے ہونے سے پہلے ایجاد کیا ۔ پس وہ ہوگئیں جیسا کہ اس نے ان کو تخلیق و ایجاد کیا ۔ جو چیز ہے اور جو ہونے والی ہے اس کا علم اس کو ہے ، وہ موجود تھا جب کہ کوئی چیز موجود نہیں تھی ۔ کسی صاحب نطق نے اس کے بارے میں گفتگو کی (کیونکہ نہ کوئی چیز تھی اور نہ کوئی بولنے والا تھا) پس وہ موجود تھا جب کہ کچھ نہ تھا ۔

(۱۸) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن اسمعیل برمکی نے بیان کیا ۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن حسن بن بردہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عباس بن عمرو الفقیمی نے بیان کیا ، ان سے ابوالقاسم ابراہیم بن محمد علوی نے ، ان سے فتح بن یزید جرجانی نے روایت کی ہے ، اس نے کہا کہ میں نے ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام سے مکہ سے خراسان واپسی کے موقعہ پر راستہ میں ملاقات کی جبکہ آپؑ عراق کی طرف جارہے تھے ، تو میں نے سنا کہ آپؑ فرمارہے تھے "جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے لوگ اس سے خوف کھاتے ہیں اور جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے لوگ اس کے مطیع ہوتے ہیں ۔

پس میں نے آپؑ تک پہنچنے کی کوشش کی اور پہنچ کر سلام کیا ، آپؑ نے جواب سلام دیا پھر فرمایا کہ اے فتح ! جس شخص نے مخلوق کی ناراضگی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے خالق کو راضی کیا اور جس شخص نے خالق کو ناراض کیا تو اس پر مخلوق کی ناراضگی انتہائی تیزی کے ساتھ مسلط کردی جائے گی ۔ خالق کی تعریف و توصیف نہیں بیان کی جاسکتی مگر اس طرح جیسا کہ خود اس نے بیان کی ہے ۔ اور اس ہستی کا کیسے وصف بیان کیا جاسکتا ہے کہ جس کے ادراک سے حواس عاجز ہوں اور قیاس اس کو پاسکیں اور افکار و خیالات اس کو محدود کرسکیں ۔ اور نگاہیں اس کا احاطہ کرسکیں ۔ اس کی بڑی شان ہے اس سے جو وصف کرنے والے اس کا وصف بیان کرتے ہیں اور اس کی ذات بلند ہے اس سے جو تعریف کرنے والے اس کی تعریف و توصیف کرتے ہیں ۔ وہ اپنے قرب میں دور ہے اور اپنی دوری میں قریب ہے گویا وہ اپنے بعد میں قریب ہے اور اپنے قرب میں بعید ہے ۔ اس نے "کیف" کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے لہذا اس کے لئے "کیف"

(کیسا ہے) نہیں کہا جاسکتا۔ " این " (کہاں) کو اس نے وقت وزمان میں محدود کیا پس اس کے لئے " این " (کہاں) نہیں کہا جاسکتا۔ اس لئے کہ وہ کیفوفیت اور اینونیت کا موجد ہے۔ اے فتح! خالق رزاق کے سوا ہر جسم غذا سے پرورش یافتہ ہے کیوں کہ اس نے اجسام کو مجسم کیا ہے اور وہ جسم نہیں ہے نہ صورت ہے۔ اس کے اجزاء نہیں، اس کی انتہا نہیں، اس میں زیادتی و کمی نہیں۔ جن کو جسم دے کر اس نے مرکب کیا ہے، اس کی ذات اس سے بری ہے۔ وہ لطیف و خبیر ہے، سمیع و بصیر ہے، واحد و یکتا ہے، بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا کیا گیا، نہ کوئی اس کا ہمسر و کفو ہے۔ وہ اشیاء کا پیدا کرنے والا، اجسام کو مجسم کرنے والا، اور صورتوں کو صورت بخشنے والا ہے۔ اگر وہ ایسا ہوتا جیساکہ شک کرنے والے کہتے ہیں تو خالق مخلوق سے، رازق مرزوق سے اور پیدا کرنے والا پیدا شدہ سے نہ پہچانا جاتا۔ لیکن وہ پالنے والا ہے۔ جس نے مخلوق کو جسم و صورت عطا کئے اور اس کو شے قرار دیا ان کے اور اس کے درمیان فرق ہے۔ جبکہ کوئی شے اس کے مشابہ نہیں ہے۔

میں نے کہا کہ اللہ ایک ہے اور انسان بھی ایک ہے تو کیا واحدانیت میں مشابہت نہیں ہے؟ تب آپؑ نے فرمایا کہ تم نے ایک محال بات کی ہے خدا تم کو ثابت کرے۔ صرف تشبیہ معانی میں ہے مگر اسماء میں دو ایک ہے۔ یہ دلالت ہے مسمیٰ پر۔ اور اس وجہ سے کہ اگر انسان کو واحد کہا جائے اور یہ بتایا جائے کہ وہ ایک جسم و بدن کا مالک ہے اور وہ دو نہیں ہے حالانکہ انسان بذات خود واحد نہیں ہے کیونکہ اس کے اعضاء مختلف ہیں اور اس کے رنگ مختلف ہیں ایک نہیں ہیں وہ مختلف اجزاء کا حامل ہے جو برابر نہیں ہیں، اس کا خون اس کے گوشت کا غیر ہے اور اس کا گوشت اس کا خون نہیں ہے۔ اس کے اعصاب اس کی رگوں کے غیر ہیں، اس کے بال اس کی کھال سے مختلف ہیں، اس کی سیاہی اس کی سفیدی سے الگ ہے (اس کا فساد اس کی صلاح سے مختلف ہے) اسی طرح تمام مخلوقات کا حال ہے۔ انسان اسم کے لحاظ سے واحد ہے، معنیٰ کے اعتبار سے واحد نہیں ہے۔ اللہ جل جلالہ واحد ہے، اس کے علاوہ کوئی واحد نہیں ہے۔ نہ اس میں اختلاف ہے نہ دوری ہے نہ زیادتی ہے نہ کمی ہے۔ لیکن انسان مخلوق مصنوع اور مجموعہ ہے مختلف اجزاء و متفرق جوہروں کا، اس کے علاوہ وہ مجموعی طور پر ایک چیز ہے۔ میں نے کہا کہ آپؑ اپنے قول " لطیف " کی میرے لئے تشریح و توضیح فرمایئے۔ اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ اس کا لطف اس کے غیر کے لطف کے خلاف فصل و جدائی کے لئے ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپؑ میرے لئے تشریح فرمائیں۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ وہ مخلوق لطیف اور شے لطیف کے علم کے لئے لطیف ہے۔ کیا تم اس کی کاریگری کے اثر کو نبات لطیف و غیر لطیف میں اور خلق لطیف میں جرجس و مچھر اور جو ان دونوں سے چھوٹے ہیں کے حیوانی جسموں میں نہیں دیکھتے ہو کہ آنکھیں ان کی وضاحت نہیں کر سکتیں بلکہ ان کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے نر و مادہ کو بھی ظاہر نہیں کیا جاسکتا حالانکہ ان کی پیدائش پہلے سے ہے۔ پس جبکہ ہم نے اس کے لطف میں ان چھوٹوں کو اور ان کی باہمی جفتی اور موت سے فرار کی جبلت کو اور سمندروں کی گہرائیوں میں ان کے

مناسب حال تمام چیزوں کو جمع کرنے ، اور وہ جو درختوں کی چھالوں ، صحراؤں اور بے آب و گیاہ میدانوں میں ہے اور ان کا ایک دوسرے کی گفتگو کو سمجھنے اور جو کچھ ان کے بچے ان کی گفتگو سے سمجھتے ہیں اور ان کی طرف غذا کو منتقل کرنے ، پھر ان کے رنگوں کو سرخی سے زردی اور سفیدی سے مخلوط کرنے کو نہیں دیکھتے کہ اس مخلوق کا خالق لطیف ہے اور یہ کہ ہر شے کا بنانے والا کسی دوسری شے سے بناتا ہے ۔ اس کا بھی ہم کو علم ہے ۔ اور اللہ خالق لطیف و جلیل نے خلق کیا اور بنایا بغیر کسی چیز کے ۔

میں نے عرض کیا کہ میں آپؑ پر قربان ہوجاؤں کیا خالق جلیل کے علاوہ کوئی دوسرا خالق ہے ؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے **تبارک اللہ احسن الخالقین** (سورۃ مومنون ۔ آیت ۱۴) " تو خدا بابرکت ہے جو سب پیدا کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے " اس نے خبر دی کہ اس کے بندوں میں خالق ہیں ۔ ان میں سے عیسیٰؑ ابن مریم ہیں جنہوں نے اللہ کی اجازت سے مٹی سے پرندوں کی شکل میں خلق کیا پھر ان میں روح پھونکی تو وہ اللہ کی اجازت سے پرندے ہوگئے ۔ سامری بھی خالق ہے جس نے بنی اسرائیل کے لئے جسمانی طور پر ایک بچھڑا بنایا کہ جس کی آواز گائے کی تھی ۔" میں نے عرض کیا کہ حضرت عیسیٰؑ نے مٹی سے ایک پرندہ بنایا جو ان کی نبوت کے لئے دلیل بنا اور سامری نے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے خلاف بچھڑا بنایا ۔ کیا خدا نے چاہا کہ یہ اس طرح ہو ؟ یہ تو انتہائی حیران کن امر ہے ۔ تو پھر آپؑ نے فرمایا اے فتح ! تجھ پر ہلاکت ہو ، یقیناً اللہ کے دو ارادے اور دو مشیئتیں ہیں اور ایک ارادہ حتمی اور دوسرا ارادہ عزمی ۔ وہ نہی کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے ، وہ حکم دیتا ہے اور وہ نہیں چاہتا ہے کیا تونے نہیں دیکھا کہ اس نے آدمؑ اور ان کی بیوی کو منع کیا کہ وہ دونوں شجر سے کھائیں حالانکہ یہ اس نے چاہا ۔ اور اگر وہ نہیں چاہتا تو وہ دونوں نہیں کھاتے ۔ اور اگر بفرض محال نہ کھاتے تو ان دونوں کی مشیت اللہ کی مشیت پر غالب آجاتی ۔ اس نے ابراہیمؑ کو اپنے بیٹے اسمعیلؑ کو ذبح کرنے کا حکم دیا ۔ اس نے چاہا کہ وہ ان کو ذبح نہ کریں ۔ اگر ابراہیم ان کو ذبح کرنا نہیں چاہتے تو مشیت ابراہیمؑ اللہ کی مشیت پر غالب آجاتی ہے ۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے میری مشکل حل کردی ، اللہ آپؑ سے غم دور فرمائے ۔ اس کے علاوہ آپؑ نے فرمایا کہ وہ سمیع بصیر ہے کیا وہ کان کے ذریعہ سمیع اور آنکھ کے ذریعہ بصیر ہے ؟ تو آپؑ نے جواب دیا کہ وہ سنتا ہے اس سے جو دیکھتا ہے اور دیکھتا ہے اس سے جو سنتا ہے ۔ وہ مخلوقات کی آنکھوں کی طرح آنکھ کی مدد کے بغیر بصیر ہے ۔ وہ سمیع ہے ۔ سامعین کے کانوں (آلہ سماعت) کی طرح نہیں لیکن جبکہ زمین و سمندر کی تہہ میں اندھیری رات میں سیاہ ذرہ کا نشان سنگین چٹانوں پر بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہے تو ہم نے کہا کہ وہ " بصیر " ہے ۔ لیکن مخلوقات کی آنکھ کی طرح نہیں ۔ اور جبکہ مختلف لغات اس کو شک میں نہ ڈالیں اور اس کو کوئی بات دوسری بات کے سننے سے غافل نہ کردے تو ہم نے کہا کہ وہ " سمیع " ہے لیکن دوسرے سامعین کی طرح نہیں ۔

میں نے عرض کیا کہ آپؑ پر قربان جاؤں ایک مسئلہ باقی رہ گیا ہے ۔ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ کے لئے تمہارے باپ نے دیا، میں نے کہا کہ کیا قدیم اس شے کو جانتا ہے جو نہیں تھی اگر وہ ہوتی تو وہ کیسے ہوتی ؟ آپؑ نے فرمایا کہ ہلاکت ہو کہ تمہارے سوالات کافی دشوار ہیں ۔ کیا تم نے قول الہیٰ نہیں سنا کہ **لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا** (سورۃ انبیاء ۔ آیت ۲۲) " اور اگر بفرض محال زمین و آسمان میں خدا کے سوا چند معبود ہوتے تو وہ دونوں برباد ہو جاتے ۔" اور اس کے اس قول کو **ولعلا بعضھم علیٰ بعض** (سورۃ مومنون ۔ آیت ۲۳) " اور البتہ وہ ایک دوسرے پر چڑھائی کرتے ۔" اور دوزخ والوں کے قول کی شکایت کرتے ہوئے فرمایا **اخرجنا نعمل صالحاً غیر الذی کنا نعمل** (سورۃ فاطر ۔ آیت ۳۷) " (ہم کو اس مقام سے) نکال دے تو ہم جو کچھ کرتے تھے اس کے خلاف ہم عمل صالح کریں گے ۔" اور اسی کا فرمان ہے **ولو ردوا لعادوا لما نھوا عنہ** (سورۃ انعام ۔ آیت ۲۸) " اگر بفرض محال یہ لوگ لوٹا دیئے جائیں تو یہ وہی کریں گے جس سے ان کو روکا گیا ہے ۔" تو اللہ تعالیٰ کو اس شے کا علم تھا جگہ نہیں تھی اگر ہوتی تو کس طرح ہوتی ۔

تو میں کھڑا ہو گیا تاکہ میں آپؑ کے دست و پا کو بوسہ دے سکوں ۔ آپؑ نے اپنا سر قریب کر دیا ۔ میں نے آپؑ کے چہرہ کا بوسہ دیا اور چل پڑا کہ میرے اندر ایسے سرور و فرحت تھے کہ میں جس کو بیان نہیں کر سکتا اس سبب سے کہ جو خیر و فضل مجھ پر آشکار ہوا ۔

اس کتاب کے مصنف رضی اللہ عنہ نے فرمایا " بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے آدمؑ اور ان کی بیوی کو درخت سے کھانے کے لئے نہی فرمائی اور اس کو علم تھا کہ وہ دونوں اس میں سے کھائیں گے ۔ لیکن اللہ عزوجل کی مشیت تھی کہ وہ ان دونوں اور جبر و قدرت سے اس درخت سے کھانے کے درمیان حائل نہ ہو ۔ جس طرح ان دونوں کو اس سے کھانے کو نہی و جبر سے منع کیا ۔ پس ان دونوں کے بارے میں اس کی مشیت کے یہ معنی ہیں اور اگر اللہ عزوجل ان دونوں کو جبر کے ساتھ کھانے کو روکنا چاہتا پھر وہ کھالیتے تو ان دونوں کی مشیت مشیت الہیٰ پر غالب آجاتی جیسا کہ امام علیہ السلام نے فرمایا ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات عجز سے بہت بلند ہے ۔

(۱۹) بیان کیا ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے، ان سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے . انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن جعفر بغدادی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سہل بن زیاد نے، اس نے ابوالحسن علی بن محمد (امام علی رضا) علیہما السلام سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ میرے اللہ ! وہم و گمان کرنے والوں کے خیالات سرگزشتہ و گمراہ ہیں تجسس کرنے والوں کی نگاہیں قاصر ہیں ۔ وصف بیان کرنے والوں کے اوصاف معدوم و خفا ہو گئے ۔ اور منکرین کے اقوال تیری عجیب شان کو درک کرنے یا تیرے علو تک پہنچنے سے مطلع ہونے سے تھک گئے ۔ تو ایسے مقام پر ہے جو لاانتہاہی ہے اور آنکھیں اشارہ اور ادراک کے ذریعہ تجھ تک پہنچ نہیں سکتی ہیں ۔ دور

ہے بہت دور ہے اے اول ، اے واحد ، اور اے فرد! تو اپنے غلبہ کبر سے بلندی میں اعلا ہوا ۔ اور تو عظمت فخر کی وجہ سے ہر عمیق گہرائیوں اور انتہا کے ماوراء بلند ہوا ۔

(۲۰) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے محمد بن عبداللہ کوفی نے بیان کیا ۔ انہوں نے محمد بن اسمعیل برکی سے ، انہوں نے حسین بن حسن سے ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو سمینہ نے بیان کیا ، ان سے اسمعیل بن آبان نے ، زید بن جبیر سے ، انہوں نے جعفر جعفی سے ، انہوں نے کہا کہ ابو جعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام کے پاس علماء اہل شام سے ایک آدمی آیا ، کہنے لگا کہ میں آپؑ کے پاس ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں کہ جس کی توضیح و تشریح کسی نے نہیں کی ۔ حالانکہ میں نے تین قسم کے لوگوں سے دریافت کیا اور ہر ایک نے دوسرے کے برخلاف بیان کیا ۔ تو ابو جعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ مسئلہ کیا ہے ؟ اس نے عرض کیا کہ میں آپؑ سے دریافت کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل نے سب سے پہلے مخلوق میں سے کس کو پیدا کیا ؟ کسی نے قدرت کو بتایا ۔ دوسرے نے علم کو اور چند لوگوں نے روح کو بتایا ۔ ابو جعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام نے فرمایا کہ انہوں نے کچھ بھی نہیں کہا ۔ میں تم کو بتاتا ہوں کہ اللہ جس کا ذکر بلند ہے ، وہ موجود تھا ، اس کے علاوہ کوئی چیز نہیں تھی ، وہ عزیز و غالب تھا اور کوئی دوسرا قوی نہ تھا اس لئے کہ وہ اپنی عزت سے پہلے تھا ۔ یہ اس کا قول ہے **سبحان ربک رب العزة عما یصفون** (سورۃ صافات ۔ آیت ۔ ۱۸۰) " تمہارا پروردگار جو مالک عزت ہے پاک ومنزہ ہے اس سے جو لوگ کہتے ہیں " وہ خالق تھا اور کوئی مخلوق نہ تھی ۔ پہلی شے جو اس نے اپنی مخلوق میں پیدا کی وہ شے ہے جس سے تمام اشیاء کا وجود ہے اور وہ پانی ہے ۔ تب سائل نے کہا : شے ۔ کیا اس کو اللہ تعالی نے کسی شے سے یا کسی لاشے سے خلق کیا ؟ آپؑ نے فرمایا کہ اس نے شے کو کسی شے سے نہیں جو اس سے پہلے ہو خلق کیا ۔ اور اگر اس نے شے کو کسی شے سے پیدا کیا تو اس کے لئے اس سے ہمیشہ کے لئے انقطاع ناممکن ہے اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ وہ شے رہے گی ۔ لیکن اللہ تھا اور کوئی شے اس کے ساتھ نہیں تھی ۔ پھر اس نے اس شے کو پیدا کیا جس سے تمام اشیاء ہیں اور وہ پانی ہے ۔

(۲۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسین ابن ابو خطاب نے بیان کیا ۔ انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے محمد بن اسمعیل بن بزیع نے ان سے ، ابراہیم بن عبدالحمید سے ، اس نے کہا کہ میں نے ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام کو سجدہ میں کہتے ہوئے سنا " اے وہ بلند و بالا ذات کہ کوئی شے اس سے اوپر نہیں ۔ اے وہ ذات جو قریب ہے کوئی شے اس کے علاوہ نہیں تھی مجھے اور میرے اصحاب کو بخش دے ۔"

(۲۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے احمد بن ادریس نے بیان کیا ، ان سے محمد بن احمد نے ، ان سے

سہل بن زیاد نے ان سے احمد بن بشر نے ، ان سے محمد بن جمہور عمی نے ان سے محمد بن فضیل بن یسار نے ، ان سے عبداللہ بن سنان نے ، اس نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے روایت کی کہ " انہوں نے ربوبیت عظمیٰ اور الہیت کبریٰ کے بارے میں فرمایا" کوئی شخص سوائے اللہ کے کسی شے کو کسی لاشے سے پیدا نہیں کر سکتا۔ اور کسی شے کی جوہریت کو دوسرے جوہر کی طرف سوائے خدا کے کوئی تبدیل نہیں کر سکتا اور سوائے اللہ کے کسی شے کے وجود کو عدم کی طرف منتقل نہیں کر سکتا۔

(۲۳) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے ان سے ریان بن الصلت نے بیان کیا اس نے علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے ، انہوں نے اپنے والد گرامی اور دیگر آباء کرام علیہم السلام سے انہوں نے امیرالمومنین علیہ السلام سے بیان کیا ، انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ " وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جس نے میرے کلام کی تفسیر اپنی رائے سے کی ، اور اس نے میری معرفت حاصل نہیں کی جس نے مجھے میری مخلوق سے مشابہت دی اور وہ شخص میرے دین پر نہیں ہے جس نے میرے دین میں قیاس کو استعمال کیا۔"

(۲۴) ہم سے ابو عبداللہ الحسین بن محمد شانی الرازی عادل نے بلخ میں ، ان سے علی بن مہرویہ قزوینی نے ان سے داؤد بن سلیمان فراء نے انہوں نے علی بن موسیٰ الرضا (امام علی رضا) علیہ السلام سے روایت بیان کی ۔ انہوں نے اپنے والد اور دیگر آباء علیہم السلام سے ، انہوں نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے ۔ آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ " توحید نصف دین ہے اور رزق کو صدقہ کے ذریعہ طلب نزول کرو ۔

(۲۵) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ، انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے علی بن حسین سعد آبادی نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن ابی عبداللہ برقی نے ، انہوں نے داؤد بن قاسم سے ، انہوں نے کہا کہ میں نے علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام سے سنا وہ فرماتے تھے کہ " جس نے اللہ کو اس کی مخلوق سے مشابہ قرار دیا تو وہ مشرک ہے ۔ اور جس نے مکان (جگہ) سے موصوف کیا وہ کافر ہے جس چیز سے نہی کی ہے ، اس کی طرف نسبت دی تو وہ کاذب (جھوٹا) ہے ۔ پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی **انما یفتری الکذب الذین لا یومنون بایات اللہ و اولیک ھم الکذبون** (سورۃ نحل ۔ آیت ۱۰۵) " سوائے اس کے نہیں کہ جھوٹ کا بہتان وہی لوگ باندھتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے ہیں اور یہ سب جھوٹے ہیں ۔"

(۲۶) ہم سے ابو العباس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے ابو سعید حسن بن علی عدوی نے ، ، انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے ہیثم بن عبداللہ رمانی نے ، انہوں نے کہا کہ

بیان کیا ہم سے علی بن موسیٰ الرضا نے اپنے والد گرامی موسیٰ بن جعفر سے ، انہوں نے اپنے والد جعفر بن محمدؑ سے ، انہوں نے اپنے پدرگرامی محمدؑ بن علیؑ سے ، انہوں نے اپنے والد گرامی علیؑ بن الحسینؑ سے ، انہوں نے اپنے والد ماجد حسین بن علی علیہم السلام سے حدیث بیان فرمائی ۔ انہوں نے فرمایا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے لوگوں کو مسجد کوفہ میں خطاب فرمایا ۔ آپ نے کہا:

" تمام شکر و سپاس اس اللہ کا جو موجود تھا اور کچھ نہ تھا اور جس نے کسی شے کی موجودگی کے بغیر موجودات کی تکوین کی جس نے اشیاء کے حادث ہونے کی بناء پر اپنی ازلیت پر گواہ بنایا ۔ اور اپنی قدرت کے مقابلہ میں ان اشیاء کو عجز سے ممیز کیا اور اپنے دوام کے ثبات پر ان اشیاء (مخلوقات) کو فنا پر مجبور کردیا ۔ کوئی جگہ اس سے خالی نہیں جس کی وجہ سے اس کی جگہ کا ادراک کیا جاسکے ۔ اور نہ اس کے لئے کسی نمونہ کی مثال ہے جس سے اس کی کیفیت کا وصف بیان کیا جائے ۔ کوئی شے اس کے علم سے دور نہیں ہے کہ وہ اس کو نقطہ نظر سے جانے کہ اس کی حیثیت کیا ہے ؟ وہ ان تمام باتوں کو جدا کرنے والا ہے جو اس نے صفات میں پیدا کی ہیں ۔ وہ اپنی ذات کے ادارک سے روکنے والا ہے اس چیز سے جو اس نے ممکن ذاتوں کی تقسیم و تبدیلی سے نو ایجاد کی ہیں وہ کبریائی و عظمت کی وجہ سے حالات کی تمام تر دخل اندازی سے خارج ہے ۔ اس کی حد بندی مہارت نام رکھنے والی ذہنی رسائیوں پر حرام (ممنوع) ہے اور اس کی کیفیت بیان کرنا فکر کی نقب لگانے والی گہرائیوں سے ماوراء ہے ۔ اور اس کی صورت گری فطرتوں کی کشتیوں کی غوطہ خوریوں پر ممنوع ہے ۔ جگہیں اس کی عظمت کی وجہ سے اس کا احاطہ و گھیراؤ نہیں کر سکتی ہیں ۔ مقداریں اس کے جلال کی وجہ سے اس کو ناپ نہیں سکتی ہیں ، اس کو اندازہ و تخمین کے پیمانے اس کی کبریائی کی وجہ سے الگ اور جدا نہیں کرسکتے ۔ قوائے وہمیہ کے لئے اس کی حقیقت و کنہ معلوم کرنا اور تصورات سے اس کی حد کو پالینا ممتنع و محال ہے ۔ ذہنوں کے لئے ناممکن ہے کہ اس کا نمونہ یا مثل دکھاسکے ۔ عقلوں کی کاوشیں اس کو دائرۂ احاطہ میں لانے سے مایوس ہوگئیں ۔ علوم کے سمندر اس کی حقیقت و کنہ کی طرف اشارہ کرنے سے شرمندہ ہوگئے ۔ اوہام لطیفہ اس کی قدرت کے وصف کی بلندی تک پہنچنے سے چھوٹے پڑگئے ۔ وہ عدد و گنتی کے بغیر واحد ہے ، وہ دائم ہے جس کی انتہاء نہیں وہ بغیر ستون کے قائم ہے ، وہ جنس نہیں ہے جو مختلف جنس اس کی برابری کرسکیں ۔ نہ وہ شخص ہے کہ دیگر اشخاص و وجود اس کے مشابہہ ہوں ۔ نہ وہ اشیاء کی طرح ہے کہ جس پر صفات کا وقوع ہو ۔ عقلیں اس کے ادراک کی طوفان خیز موجوں میں گم ہوگئیں ۔ خیالات و افکار اس کے ذکر ازلیت کے احاطہ کرنے سے سرگشتہ و حیران ہوگئے ۔ ذہانتیں اس کی قدرت کے وصف کو سمجھنے سے ناکام و شرمندہ ہوگئیں ۔ ذہن اس کے ملکوت (سلطنت) کے سمندروں کی گہرائیوں میں غرق ہوگئے ۔ وہ نعمتوں کی وجہ سے صاحب اقتدار ہے ۔ وہ بزرگی و عظمت کی وجہ سے ناقابل حصول ہے ۔ وہ اشیاء پر ملکیت رکھنے والا ہے نہ زمانہ اس کو کہنہ و بوسیدہ کرتا ہے نہ کوئی وصف اس کا احاطہ کرسکتا ہے ۔ دنیاوی دشواریاں حرکت کے

بغیر اپنے قرار کی سرحدوں میں اس کے سامنے سرافگندہ ہیں ۔ اور اسباب کی بلندیاں اپنے اطراف و جوانب کی منتہا میں اس کی تابع فرمان ہوگئیں ۔ وہ خود اپنی ربوبیت پر تمام اقسام موجودات پر گواہی لینے والا ہے ان موجودات کے عجز سے اپنی قدرت پر ان کی پیدائش و حدوث سے اپنے قدیم ہونے پر اور ان کے زوال سے اپنی بقاء پر گواہی لیتا ہے ۔ پس ان موجودات و خلائق کے لئے اس کے ادراک کے سوا راہ فرار نہیں ہے اور نہ یہ اشیاء اس کے احاطہ سے باہر نکل سکتی ہیں ۔ اور نہ اشیاء کے شمار کرنے میں کوئی رکاوٹ اور پردہ حائل ہے اور نہ ان اشیاء پر اس کی قدرت ناممکن ہے ۔ ان اشیاء کی کاریگری کے مضبوط و پختہ ہونے کی ایک علامت ہونا ، اور طبیعت و فطرت کی ترکیب سے ان اشیاء پر دلالت ہونا کافی ہے اور ان اشیاء پر ان کی جبلتوں کا حادث ہونا اس کی قدامت کے لئے کافی ہے ۔ ان اشیاء کی کاریگری کو مضبوط کرنے کی وجہ سے ان کے لئے عبرت و تعجب ہے ۔ نہ اس کی طرف کوئی منسوب تعریف ہے ۔ نہ اس کے لئے کوئی ضرب المثل ہے ۔ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے ۔ اس کی ذات ضرب الامثال اور پیدا کردہ صفات سے کہیں بالاتر ہے ۔

اور میں اس کی ربوبیت پر ایمان رکھتے ہوئے گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ۔ میری گواہی اس شخص کے خلاف ہے جو اس کا منکر ہے ۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں جن کی جائے قرار بہترین مستقر (آرام گاہ) ہے ۔ جو ممتاز ترین صلبوں اور پاک کردہ رحموں سے عالم وجود میں منتقل ہوئے ، جو شب و روز کی مسلسل گردش کے بعد بہتر معاون سے نکالے گئے ۔ جو تمام پیدائش گاہوں میں سب سے افضل جگہ پیدا ہوئے ۔ ان کا تعلق انتہائی شان و شوکت والی بلندی سے ہے ۔ وہ اس درخت کی عزیز ترین اصل سے ہیں جس سے اللہ نے اپنے انبیاء کو پیدا کیا ۔ اور اسی شجرہ سے اس نے اپنے پاکیزہ خوشبو والے معتمد و امانتداروں کا انتخاب فرمایا ۔ جن کے ستون متناسب ہیں ، جن کی شاخیں دراز اور پھیلی ہوئی ہیں ، جن کی ٹہنیاں تروتازہ ہیں ، جن کے پھل پختہ ہیں ، جو الکریمۃ الحشا جو سرزمین کرامت و شرافت میں لگائے گئے اور محترم و مقدس مقام میں اگے اور نشوونما پائے ۔ اسی میں ان کی شاخیں پھیلیں اور بارآور ہوئیں ۔ اس شجرہ نے قوت پائی ، اس شجرہ تک پہنچنا ناممکن ہے پھر وہ اس کے ذریعہ بلند ہوگیا ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسؑ کی روح الامین ، نور مبین اور کتاب مستبین کے تعاون سے بزرگی و کرامت عطا فرمائی ۔ براق کو اس کے قبضہ میں دیا ۔ ملائکہ نے انؑ سے مصافحہ کیا ، انؑ کے ذریعہ شیطانوں کو خوف و دہشت میں مبتلا کیا ۔ انؑ کے ذریعہ بتوں اور دیگر (پرستش کردہ) خداؤں کو ڈھا دیا گیا ۔ انؑ کی سنت رشدوہدایت ہے ، ان کی سیرت عدل اور ان کا حکم حق ہے ، جو ان کے پروردگار نے حکم دیا ، انہوں نے بجا لایا ۔ جس کا حامل بنایا ۔ اس کو پہنچایا ۔ توحید کی وجہ سے ان کی دعوت کی وضاحت ہوگئی اور مخلوق پر ظاہر ہوگیا کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت خالص ہوگئی ، اس کا وصف ربوبیت ہے ۔ اللہ نے توحید کی وجہ سے انؑ کی حجت کو غالب و ظاہر کیا ۔ اسلام کے ذریعہ ان کا درجہ بلند فرمایا ۔ خدائے عزوجل نے ان ہی کے

لئے راحت و رحمت ، درجہ اور وسیلہ سے جو کچھ ہے پسند فرمایا ۔ اللہ تعالیٰ نے انؑ پر اور انؑ کی آل پر اتنی تعداد میں درود بھیجا ہے جتنا اپنے دیگر مرسل انبیاءؑ پر بھیجا ۔

(۲۷) ہم سے محمد بن محمد بن عصام کلینی رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ، ان سے محمد بن یعقوب کلینی نے ، ان سے محمد بن علی بن معن نے ، ان سے محمد بن علی بن عاتکہ نے ، ان سے حسین بن النضر الفہری نے ان سے ، عمر والا وزاعی نے ان سے ، عمرو بن شمر نے ان سے ، جابر بن یزید جعفی نے ان سے ، ابو جعفر محمد بن علی الباقر علیہم السلام نے ، انہوں نے اپنے والد گرامی سے ، انہوں نے اپنے جدامجد سے ، انہوں نے فرمایا کہ امیرالمومنین (حضرت علی ابن ابی طالب) علیہ السلام نے اس خطبہ میں ارشاد فرمایا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے سات دن کے بعد دیا جبکہ آپ جمع قرآن سے فارغ ہوگئے تھے ، آپؑ نے فرمایا ۔

" تمام شکر و تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے اوہام و تخیلات کو اس کی ذات تک پہنچنے سے سوائے موجود ہونے کے عاجز کردیا ، اور عقلوں پر پردہ ڈالدیا ہے اس بات سے کہ وہ اس کی ذات میں شبہ و شکل کا تصور و تخیل کرسکے بلکہ اس کی ذات میں کوئی تفاوت و فرق نہیں ۔ اس کے کمال میں عددی تجزیہ کے ذریعہ اجزاء نہیں کرسکتے ۔ اس نے اشیاء کو جگہوں کے اختلاف کے بغیر ایک دوسرے سے جدا کیا ۔ ان اشیاء سے بغیر ملے ہوئے اس نے قدرت پائی ۔ بغیر آلات کی مدد کے اس نے ان اشیاء کو پہچانا جبکہ مخلوق کا علم بغیر آلات و اوزار کے نہیں ہوتا ۔ اس کے اور معلوم کے درمیان اس کے علاوہ کسی کا علم نہیں ہے ۔ اگر کہا جائے کہ وہ تھا تو ازلیت وجود کی توضیح و تشریح کی بناء پر کہا جاسکتا ہے ۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ لم یزل ہے تو نفی عدم کی بناء پر کہا جاسکتا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک و منزہ ہے اس شخص کے قول سے جس نے اس کے علاوہ کسی کی بندگی کی اور اس کے علاوہ کسی کو معبود بنایا ۔

ہم اس حمد کے ساتھ اس کی حمد و ثناء کرتے ہیں جو اس نے اپنی مخلوق کے لئے پسند کی اور جس کی قبولیت کو اپنی ذات کے لئے ضروری قرار دیا ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں ۔ یہ دو شہادتیں قول کو سربلند اور عمل کو دو چند کرتی ہیں ، مقدار ہلکی ہوجاتی ہے جب وہ دونوں اس سے اٹھائی جاتی ہیں ۔ میزان (ترازو) بھاری ہوجاتی ہے جب وہ دونوں اس میں رکھ دی جاتی ہیں ۔ ان ہی دونوں شہادتوں کے ذریعہ جنت حاصل ہوتی ہے ۔ اور دوزخ سے نجات ملتی ہے ۔ پل صراط سے گزرا جاسکتا ہے ۔ دونوں شہادتوں سے لوگ جنت میں داخل ہوتے ہیں ۔ درود و سلام سے رحمت پاتے ہیں ۔ پس تم اپنے نبیؐ پر کثرت سے درود بھیجو ۔ یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے صاحبان ایمان تم اسؐ پر درود بھیجو اور سلام کرو جیسا کہ سلام کرنے کا حق ہے ۔

لوگو ! بے شک اسلام سے بڑھ کر کوئی شرف نہیں ۔ پرہیزگاری سے عزیز تر کوئی کرم و بزرگی نہیں ۔ گناہوں

سے اجتناب سے بڑھ کر کوئی پناہ گاہ نہیں ، توبہ سے کامیاب ترین کوئی سفارش کنندہ نہیں ۔ علم سے زیادہ نفع بخش کوئی خزانہ نہیں ۔ حلم سے بلند تر کوئی عزت نہیں ۔ ادب سے بلیغ ترین کوئی حسب نہیں ، غضب سے گھٹیا کوئی نسب نہیں ۔ کوئی جمال عقل سے زیادہ آراستہ و پیراستہ نہیں ۔ جھوٹ کی برائی سے بڑھ کر کوئی برائی نہیں ، خاموشی سے زیادہ حفاظت کرنے والی کوئی شے نہیں ۔ عافیت سے زیادہ خوبصورت کوئی لباس نہیں ۔ اور کوئی غائب موت سے زیادہ قریب نہیں ۔

لوگو! جو شخص سطح زمین پر چلتا ہے وہ اپنی قبر کی طرف جاتا ہے ۔ شب و روز زندگیوں کو ختم کرنے میں تیز رفتاری سے مصروف ہیں ۔ ہر جاندار کے لئے ایک روزی ہے ۔ ہر دانہ کے لئے ایک کھانے والا ہے اور تم موت کی غذا ہو ۔ اور بے شک جس نے گردش ایام کو پہچان لیا وہ تیاری سے غافل نہ رہا ۔ کوئی مالدار اپنے مال کی وجہ سے اور کوئی فقیر اپنی عزبت و قلت مال کی وجہ سے موت سے ہرگز نجات نہیں پائے گا ۔

لوگو! جس کو خوف خدا ہے وہ ظلم سے بچا ۔ جس شخص نے اپنی گفتگو پر دھیان نہیں دیا اس کی بیہودہ گوئی ظاہر ہو گئی ۔ جس نے خیر کو شر سے نہیں پہچانا تو وہ جانوروں کی طرح ہے ۔ مستقبل کے بڑے فاقہ (احتیاج) کی موجودگی مصیبت کو چھوٹا نہیں کرتی ۔ دور ہو ، دور ہو تم نے ناواقفیت کا اظہار نہیں کیا سوائے اس کے جو تم میں نافرمانیاں اور گناہ پائے جاتے تھے ۔ اس نے راحت کو مشقت سے اور مفلسی و محتاجی کو آسودگی سے قریب نہیں کیا ۔ کوئی شر شر نہیں جس کے بعد جنت ہو اور کوئی خیر خیر نہیں جس کے بعد دوزخ ہو ۔ ہر آسودگی مداحت سوائے جنت کے حقیر و کم تر ہے ۔ ہر غم جہنم کے علاوہ عافیت ہے ۔

(۲۸) بیان کیا ہم سے تمیم بن عبداللہ بن تمیم القرشی رضی اللہ عنہ نے ، انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے روایت کرتے ہوئے حمدان بن سلیمان نیشاپوری سے ، اس نے علی بن محمد بن جہم سے بیان کیا ، اس نے کہا کہ میں دربار مامون میں موجود تھا اور اس کے پاس علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام تشریف فرما تھے تو مامون نے انؑ سے عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہؐ کیا یہ آپ کا قول نہیں ہے کہ انبیاءؑ معصوم ہیں " آپؑ نے فرمایا ہاں درست ہے ۔ علی بن محمد بن جہم نے کہا کہ پھر اس نے قرآن کی چند آیات کے متعلق دریافت کیا تو اس میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ آپؑ مجھ کو اللہ تعالیٰ کے حضرت ابراہیمؑ کے اس قول کے بارے میں فرمایئے **فلما جن علیه الیل راکو کباً قال هذا ربی** (سورۃ انعام ۔ آیت ۷۷) " پس جبکہ ان پر رات کی تاریکی چھا گئی ایک ستارہ دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ میرا رب ہے " حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تین قسم کے لوگوں میں گھیرے ہوئے تھے ۔ (۱) کچھ لوگ زہرہ کی پرستش کرتے تھے (۲) کچھ لوگ قیصر کی پوجا کرتے (۳) اور کچھ لوگ سورج کی پرستش کرتے تھے ۔ یہ واقعہ اس وقت ہوا جبکہ وہ اس تہہ خانہ میں رہے جس میں وہ چھپا دیئے گئے تھے ۔ پس جبکہ رات چھا گئی اور انہوں

کرتے ہیں تو ان کا چوتھا وہ خود ہوتا ہے۔ اور پانچ نہیں ہوتے کہ چھٹا ان کا وہ خود ہوتا ہے اس سے کمتر اور زیادہ جہاں بھی وہ ہوں مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ ایسا اول ہے کہ کوئی شے اس سے قبل نہیں ہے اور ایسا آخر ہے کہ جس کے بعد کوئی شے نہیں۔ وہ قدیم ہے اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے وہ مخلوق و پیدا کردہ ہے۔ وہ مخلوق کی صفات سے بہت بالا و بلند تر ہے۔

(۳۳) بیان کیا ہم سے ابو سعید محمد بن فضل بن محمد بن اسحاق مشہور و معروف واعظ نے اپنے والد سعید سے جو نیشاپور میں معلم تھے، انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے ابراہیم بن محمد بن سفیان نے، انہوں نے بیان کیا ہم سے علی بن مسلمہ لیثی نے، انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے اسمعیل بن یحییٰ بن عبداللہ نے، ان سے عبداللہ بن طلحہ بن ہجیم سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو سنان شیبانی سعید بن سنان سے، انہوں نے ضحاک سے، انہوں نے نزال ابن سبرہ سے روایت بیان کی، انہوں نے کہا کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے پاس ایک یہودی آیا۔ اس نے امیرالمومنین سے عرض کیا کہ ہمارا رب کب سے ہے؟ تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ لفظ "متیٰ" (کب) کسی چیز کے لئے اس وقت بولا جاتا ہے جب وہ شے موجود نہ ہو پھر وجود میں آئی ہو۔ اور ہمارا بابرکت و بلند و بالا رب بغیر حقیقت و قوع کے موجود ہے۔ وہ بغیر کیف کے موجود ہے۔ بغیر کسی لم یزل کے وہ ہمیشہ سے موجود ہے اور بغیر کیفیت کے ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اس کے لئے قبل نہیں ہے وہ بغیر کسی پہلے کے قبل سے پہلا ہے، اس کی نہ کوئی غایت ہے اور نہ کوئی انتہا ہے۔ وہ ہر شے کی غایت ہے اور اس کی غایت کی غایت کوئی نہیں ہے تمام غایتیں اس سے منقطع ہیں۔ وہ تو ہر غایت کی غایت ہے۔

(۳۴) مجھ کو ابوالعباس فضل بن فضل بن عباس کندی جس کے بارے میں مجھ کو ۳۵۴ ھ میں ہمدان میں اجازت دی اس نے کہا ہم سے محمد بن سہل یعنی عطار البغدادی نے اپنی کتاب سے لفظی طور پر ۳۵۰ ھ میں بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن محمد بلوی نے بیان کیا۔ اس نے کہا کہ مجھ سے عمار بن زید نے بیان کیا اس نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن علاء نے، اس نے کہا کہ مجھ سے صالح بن سبیع نے ان سے عمرو بن محمد بن صعصعۃ بن صوحان نے بیان کیا۔ اس نے کہا کہ میرے والد نے ابو المعتمر مسلم بن اوس سے بیان کیا، اس نے کہا کہ میں مسجد کوفہ میں حضرت علی علیہ السلام کی مجلس میں حاضر تھا کہ ایک زرد رنگ کا آدمی جو گویا یمن کے یہودیوں میں سے تھا کہنے لگا کہ اے امیرالمومنینؑ آپ ہم سے اپنے خالق کی تعریف بیان فرمایئے اور وہ ایسی جامع و مانع تعریف ہو کہ جس کے بعد گویا ہم اس کو دیکھ رہے ہوں تو حضرت علی علیہ السلام نے خدا کی پاکی بیان فرمائی اور اللہ عزوجل کی عظمت و بزرگی بیان کی اور فرمایا "اس اللہ کا شکر و سپاس جو ہر چیز سے پہلے ہے اور نہ کسی شے میں پنہاں ہے، وہ کسی وقت و زمان میں جدا نہیں ہوتا، نہ وہ کسی چیز کے ساتھ ملتا ہے، نہ وہ گمان و وہم ہے، نہ وہ شخص ہے جو دیکھا جائے اور نہ وہ جسم ہے کہ جس کے

اجزاء کئے جائیں ، نہ وہ غایت والا ہے جس کی انتہا ہو ، نہ وہ پیدا شدہ ہے کہ دیکھا جائے ، نہ وہ پوشیدہ ہے کہ جس کو ظاہر کیا جائے ۔ نہ وہ پردوں والا ہے کہ کسی جگہ مستور ہو ، وہ موجود ہے اور نہ مکانات کے اطراف اس کو اٹھا سکتے ہیں ، نہ بار بردار اپنی قوت سے اس کو بلند کر سکتے اور اٹھا سکتے ہیں ، بعد فنا کوئی چیز نہ ہوگی ۔ قوت واہمہ اس کی کیفیت بیان کرنے میں حیران و سرگرداں ہے ، وہ اشیاء میں کیفیت پیدا کرنے والا ہے ۔ اس کی ذات وہ ہے جو بغیر مکان و جگہ کے ہمیشہ رہے گی ۔ اور زمانوں کے اختلاف سے وہ فنا نہیں ہوگا ، ایک شان کے بعد دوسری شان میں وہ منقلب نہیں ہوتا ۔ وہ عقل و قلب کی دانائی سے بعید الفہم ہے ۔ وہ اشیاء و امثال و اقسام سے کہیں بلند ہے ، وہ بے مثل ہے ، غیبوں کا جاننے والا ہے ، اس سے خلق کے مدلولات نفی کردہ ہیں ، مخلوقات کے راز اس پر آشکارا ہیں ، وہ بغیر کیفیت کے مشہور ہے ، حواس کے ذریعہ اس کا ادراک نہیں کیا جاسکتا اور اس کا لوگوں سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا ، نگاہیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں ۔ نہ افکار و خیالات اس کا احاطہ کر سکتے ہیں ، نہ عقلیں اس کا اندازہ لگا سکتی ہیں ، قوت وہمہ کی رسائی اس تک نہیں ہوتی ، پس ان تمام چیزوں کو جن کا اندازہ عقل کرتی ہے اور مثل کے ذریعہ پہچانی جاتی ہیں ، وہ محدود ہوتی ہیں ، اس کا اشباح (اشخاص) سے کس طرح وصف بیان کیا جاسکتا ہے اور فصیح زبانوں سے اس کی جامع و مانع تعریف کیسے کی جاسکتی ہے ؟ جب وہ اشیاء میں حلول نہیں کرتا تو کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ ان میں موجود ہے ۔ وہ ان اشیاء سے دور نہیں ہے کہ کہا جائے کہ وہ ان سے جدا ہے ۔ کوئی جگہ اس سے خالی نہیں ہے کہ کہا جائے کہ وہ کہاں ہے ؟ وہ ان اشیاء سے چسپیدہ طور پر قریب نہیں ہے ۔ نہ وہ افتراق کے ساتھ بعید اور دور ہے ۔ بلکہ وہ اشیاء میں بغیر کیفیت کے ہے وہ ہم سے شہ رگ سے زیادہ قریب ہے اور ہر بعید کی شباہت سے وہ بہت دور ہے ۔ اس نے اشیاء کو اصول ازلیت سے پیدا نہیں کیا ۔ نہ ان کو اول والی چیزوں سے پیدا کیا کہ جن کے پہلے چیزیں موجود ہوں ۔ بلکہ جو خلق کرنا چاہا اس نے خلق کیا اور ان کی فطرت کو مضبوط کیا ۔ جیسی صورت چاہی ان کی صورت گری کی اچھی صورت بنائی ۔ اس کی ذات پاک و پاکیزہ ہے جو اپنی بلندی میں یکتا و منفرد ہے ۔ کسی چیز کے لئے اس کی طرف سے انکار و ممانعت نہیں ہے ۔ اس کی کسی ایک مخلوق کی بندگی و پرستش میں اس کا کوئی فائدہ نہیں ۔ دعاء کرنے والوں کے لئے اس کی اجابت و قبولیت جلدی کرنے والی ہے ۔ آسمانوں اور زمین میں فرشتے اس کے مطیع و فرمانبردار ہیں ۔ اس نے حضرت موسیٰ سے بغیر اعضا و جوارح اور ہونٹوں و تالو کی مدد کے کلام کیا ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات صفات سے پاک و پاکیزہ اور بلند ہے ، پس جس شخص نے یہ خیال کیا کہ مخلوق کا معبود محدود ہے تو وہ خالق معبود سے جاہل رہا ۔ خطبہ تو کافی طویل ہے ، ہم نے ضرورت کے مطابق اس میں سے کچھ لے لیا ہے ۔

(۳۵) بیان کیا ہم سے ابوالعباس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے ، انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے ابوالحمد عبدالعزیز بن یحییٰ جلودی بصری نے ، اس نے کہا کہ ہم کو محمد بن ذکریا جوہری غلابی بصری نے خبر دی ، اس

اٹھائے گا ۔ اور میں اس کا بھی قائل ہوں کہ بعد ولایت واجب فرائض میں نماز، زکواۃ، روزہ، حج، جہاد، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے ۔ حضرت علی بن محمد علیہما السلام نے فرمایا کہ اے ابو القاسم یہی قسم بخدا اللہ کا وہ دین ہے جس کو اس نے بندوں کے لئے پسند فرمایا لہذا تم اس پر ثابت قدم رہو ۔ اللہ تعالیٰ تم کو دینوی و آخرت کی زندگی میں قول ثابت کے ساتھ ثابت قدم رکھے ۔

باب (۳) واحد، توحید اور موحد کے معنی

(۱) میرے والد بزرگوار رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت بیان کی احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے ابوہاشم جعفری سے ۔ اس نے کہا کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی علیہما السلام سے دریافت کیا کہ واحد کے کیا معنی ہیں ؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ واحد کے معنی یہ ہیں کہ جس پر تمام لوگ اپنی باتوں میں وحدانیت پر مجتمع ہوجائیں ۔

(۲) ہم سے محمد بن محمد بن عصام کلینی اور علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یعقوب کلینی نے بیان کیا، ان سے علی بن محمد اور محمد بن حسن ان سب نے سہل بن زیاد سے، انہوں نے ابوہاشم جعفری سے بیان کیا اس نے کہا کہ میں نے ابوجعفر الثانی (امام محمد تقی) علیہ السلام سے دریافت کیا کہ واحد کے کیا معنی ہیں ؟ آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ جس پر تمام زبانوں کا توحید کے ساتھ اجتماع ہو جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا **ولئن سالتھم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ** (سورۃ لقمان ۔ آیت ۲۵) " اور (اے رسول) اگر تم ان سے سوال کرو کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو خلق کیا تو وہ ضرور جواب دیں گے کہ اللہ نے ۔"

(۳) ہم سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن سعید بن یحییٰ بزوری نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن ھیثم بلدی نے بیان کیا، اس نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا انہوں نے معافی بن عمران سے، انہوں نے اسرائیل سے، انہوں نے مقدام بن شریح بن ھانی سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے بیان ہے کہ ایک اعرابی جنگ جمل کے روز امیرالمومنینؑ (علی ابن ابی طالب) علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ کر کہنے لگا کہ کیا آپ اس کے قائل ہیں کہ اللہ واحد ہے ؟ اس کا بیان ہے کہ لوگ اس اعرابی کے گرد جمع ہوگئے اور اس سے کہنے لگے کہ کیا تم امیرالمومنینؑ کو پریشان قلب نہیں دیکھ رہے ہو، امیرالمومنینؑ نے فرمایا اس کو چھوڑو یقیناً یہ اعرابی جس ذات کے متعلق چاہتا ہے وہ وہی ذات ہے جو ہم پوری قوم سے چاہتے ہیں ۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ اے اعرابی " اللہ واحد ہے " کا قول چار قسموں پر مشتمل ہے، ان میں سے دو وجوہات تو اللہ تعالیٰ پر جائز و مناسب

نہیں ہیں اور دو وجوہات اس کے بارے میں قائم و ثابت ہیں ۔ پس دو وجوہات جو اس پر درست نہیں ہو سکتی ہیں تو کہنے والے کا قول ہے کہ وہ واحد ہے ، اس سے اس کا مقصد اعداد (گنتی) ہیں ۔ یہ نامناسب وناجائز ہے اس لئے کہ جس کا کوئی دوسرا نہ ہو وہ باب اعداد میں داخل نہیں ہو سکتا کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے کفر کیا جس نے کہا کہ وہ تین کا تیسرا ہے ۔ اور کہنے والے کا یہ کہنا کہ وہ لوگوں میں سے واحد ہے ، تو اس سے اس کی مراد جنس میں سے نوع کی ہے ۔ یہ بھی اس کے لئے نامناسب ہے اس لئے کہ وہ تشبیہ ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے وحدت عددی اور نوعی دونوں ناجائز ہیں) اور ہمارا رب اس سے جلیل و بلند ہے ۔ لیکن وہ دو وجوہات جو اس کے بارے میں ثابت ہوتی ہیں وہ کہنے والے کا یہ کہنا کہ وہ واحد ہے اور اس کے لئے اشیاء میں کوئی مشابہت نہیں ہے ۔ ہمارا رب اس طرح کا ہے ۔ اور قائل کا یہ قول کہ اللہ عزوجل یکتائی کے معنی میں ہے اور اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ وہ وجود ، عقل اور وہم میں منقسم نہیں ہوتا تو ہمارا رب ایسا ہی ہے ۔

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص سے جس کے دین اور لغت و کلام کی معرفت وپہچان پر اعتماد و اعتبار کرتا ہوں ، سنا کہ وہ کہتا ہے کہ کہنے والے کا یہ کہنا کہ واحد ، اثنین اور ثلاثہ اس کے آخر تک اصل لغت میں اظہار کمیت کے لئے وضع کئے گئے ہیں جن پر ان کا اطلاق ہوتا ہے نہ اس لئے کہ وہ مسمی ان کی وجہ سے اس کی حقیقت کا نام پاتا ہے یا اس لئے کہ ان کے معنی اس کے علاوہ ہیں جو انسان علم حساب کے ذریعے سیکھتا اور جانتا ہے اور جس پر انگلیوں کے پوروں اکائیوں ، دہائیوں ، سینکڑوں اور ہزاروں کو ضبط کرنے میں گھومتے ہیں ۔ اسی طرح جب کوئی دوسرے شخص کو بتانا چاہے کسی شے کی حقیقی کمیت (اصل) کے متعلق تو وہ اس کے مخصوص نام سے موسوم کرے گا پھر دو لفظ واحد کو اس سے وابستہ کر دیتا ہے اور اس پر چسپاں کر دیتا ہے جو اس کی کمیت پر دلالت کرتا ہے ، اس کے علاوہ اس کے دیگر اوصاف پر دلالت نہیں کرتا ۔ اسی وجہ و سبب سے کہنے والا کہتا ہے " ایک درہم " اس سے اس کی مراد فقط ایک درہم ہے ۔ کبھی وہ درہم وزن کے ساتھ ہوتا اور کبھی ڈھلا ہوا درہم ہوتا ہے ۔ اور اگر کوئی بتانے والا اس کے وزن کے متعلق بتانا چاہے تو وہ کہے گا " وزن میں ایک درہم ہے " اور جب کوئی شخص یہ چاہے کہ اس کی تعداد اور ٹکسالی ہونے کو بتائے تو وہ کہے گا کہ تعداد کے ساتھ ایک درہم اور ٹکسالی اعتبار سے ایک درہم ، اسی بنیاد پر کہنے والا کہتا ہے کہ وہ ایک آدمی ہے ۔ اور وہ آدمی واحد ہو اس معنی میں کہ وہ انسان ہے اور دو انسان نہیں ہیں ۔ وہ آدمی ہے اور دو آدمی نہیں ہیں ۔ وہ شخص ہے اور دو شخص نہیں ہیں ۔ وہ آدمی فضل میں واحد ، علم میں واحد ، سخاوت میں واحد ، شجاعت میں واحد ہو ۔ پھر جب کوئی بتانے والا اس کی کمیت و مقدار کے متعلق خبر دے اور کہے " وہ ایک آدمی ہے " تو اس کا قول اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ایک آدمی ہے دو نہیں ہیں ۔ اور جب وہ اس کے فضل کے متعلق آگاہ کرے اور کہے کہ یہ اپنے زمانہ کا ایک ہے (یگانہ عصر) تو یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا فضل میں کوئی ثانی (دوسرا) نہیں

ہے ۔ اور جب وہ چاہے کہ اس کے علم پر دلالت کرے تو کہے گا " کہ وہ اپنے علم میں واحد ہے " پس اگر اس کا قول واحد اپنے مجرد ہونے کے باوجود فضل اور علم پر دلالت کرے گا جیسا کہ اس نے اپنے مجرد ہونے کے ساتھ کمیت پر دلالت کی ہے تو جس پر بھی واحد کا لفظ بولا جائے گا تو اس سے مراد فاضل ہوگا جس کا فضل میں کوئی دوسرا نہ ہو اور عالم ہوگا جس کا علم میں کوئی ثانی نہ ہو ، اور جواد (سخی) ہوگا جس کا سخاوت میں کوئی دوسرا مثل نہ ہو ۔ پھر جبکہ ایسا نہ ہو تو یہ بات صحیح ثابت ہوئی کہ اس لفظ کے مجرد استعمال سے اس شے کی کمیت کے سوا کوئی دوسرے معنی کی طرف رہنمائی نہیں ہوتی ۔ ورنہ کہنے والے کے اس قول **واحد عصرہ و دھرہ** کے کوئی معنی نہیں ہوں گے جس کی طرف ان کی نسبت دی گئی ہے اور نہ ان کے علم و شجاعت کی قید لگا کر کوئی معنی ہوں گے اس لئے کہ وہ تو بغیر کسی زیادتی اور تقیید کے انتہائی فضل ، انتہائی علم و شجاعت پر دلالت ہی کرتے ہیں ۔ پس جبکہ اس کے ساتھ کسی لفظ کی زیادتی اور کسی شے سے تقیید کی ضرورت پڑجائے تو ہمارا کہنا صحیح ہوگا ۔ تو ثابت ہوگیا کہ کہنے والے کا کلمہ " واحد " جب کسی شے پر بولا جائے گا تو وہ اپنے مخصوص اسم میں محض اپنی کمیت پر دلالت کرے گا اور اس کی دلالت اس کہی ہوئی چیز کے فضل و کمال اور فضل ، علم اور جود میں یگانہ و بے مثل ہونے پر ہوگی ۔ اور واضح کردیا کہ ایک درہم کبھی وزن میں اور کبھی گنتی میں اور کبھی ٹکسالی طور پر ہر ایک درہم ہوتا ہے اور کبھی وزن میں دو درہم اور ٹکسال میں ڈھلا ہوا ایک درہم ہوتا ہے اور کبھی وہ دوانیق (دانق ۔ درہم کا چھٹا حصہ) میں چھ دوانیق ہوتے ہیں اور پیسوں میں ساٹھ پیسے ہوتے ہیں اور چند اجزاء کے ساتھ وہ بہت ہوجاتے ہیں ۔ اسی طرح عبد ایک عبد ہوتا ہے اور کسی ایک وجہ سے وہ دو عبد نہیں ہوتے ۔ اور وہ ایک شخص ہوتا ہے اور کسی سبب سے وہ دو شخص نہیں ہوتے ۔ وہ بہت سے اجزاء ہوتے ہیں اور بہت سے حصے ہوتے ہیں اور ان حصوں میں سے تمام حصوں کے بہت سے متحد جوہر ہوتے ہیں جو ایک دوسرے سے متحد ہوتے ہیں اور ان کا ایک حصہ دوسرے حصہ سے ترکیب پاتا ہے ۔ اور ایک عبد واحد نہیں ہوتا ۔ اگرچہ ہم میں سے ہر ایک بذاتہ ایک عبد ہو ۔ اور عبد واحد نہیں ہوتا اس لئے کہ کوئی عبد ایسا نہیں کہ جس کے وجود میں یا مقدور میں مثل نہ ہو ۔ یہ بات صحیح ہے کہ عبد کے لئے مثل ہو اس لئے کہ وہ اپنے ان اوصاف سے یگانہ و یکتا نہیں ہوا جن کی وجہ سے وہ عبد مملوک ہوا ہے ۔ لازم ہوا کہ اللہ عزوجل اپنے اعلیٰ اوصاف اور اسماء حسنیٰ کی وجہ سے یکتا و یگانہ ہو تاکہ وہ ایک معبود ہو اور اس کا کوئی مثل نہ ہو ، وہ واحد ہو جس کا کوئی شریک نہ ہو اور کوئی معبود اس کے علاوہ نہ ہو ۔ اللہ تعالیٰ واحد ہے ، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ۔ وہ واحد قدیم ہے ، اس کے علاوہ کوئی قدیم نہیں وہ واحد موجود ہے نہ وہ حلول کرنے والا ہے نہ کسی جگہ میں ہے ۔ سوائے اس کے کوئی موجود اس طرح کا نہیں ہے وہ واحد شے ہے کہ کوئی شے اس کی ہم جنس نہیں ۔ نہ کوئی شے اس کی ہم شکل ہے نہ کوئی شے اس کی ہم شبیہ ہے اور کوئی شے اس طرح کی نہیں مگر وہ (اللہ) ہے ۔ وہ تو اس طرح کا موجود ہے جو وجود میں غیر منقسم ہے اور نہ وہم و خیال میں ۔ وہ شے ہے کہ کوئی شے کسی طرح اس کے مشابہ

نہیں ہو سکتی ۔ وہ معبود ہے کہ کوئی معبود کسی سبب و نوعیت سے اس کے سوا معبود نہیں ہو سکتا ۔ ہمارا یہ کہنا یا واحد یا احد شریعت میں اسم خاص ہو گیا جو اس کے غیر کے لئے نہیں ہے، سوائے اللہ عزوجل کے اس نام سے کسی کو موسوم نہیں کیا جاسکتا ہے، اس طرح ہمارا یہ قول ہے کہ اللہ اسم ہے غیر اللہ کو اس نام سے موسوم نہیں کیا جاسکتا ۔

اس بارے میں دوسری تفصیل یہ ہے کہ کسی شے کا شمار ان چیزوں کے ساتھ ہوتا ہے جو اس کی ہم جنس و ہم شکل اور ایک جیسی ہوں ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایک آدمی ہے، یہ دو آدمی ہیں اور یہ تین آدمی ہیں اور یہ ایک عبد ہے اور یہ سیاہ رنگ کا ہے، اور یہ دو عبد ہیں، یہ دونوں کالے ہیں ۔ اس بنیاد پر یہ کہنا مناسب نہیں کہ یہ دو اللہ ہیں اس لئے کہ کوئی اللہ نہیں ہے سوائے ایک اللہ کے ۔ اس لئے اس بنا، پر اللہ کا گنتی اور عدد کے ساتھ شمار نہیں کیا جاسکتا اور نہ وہ اس وجہ سے کسی وجہ کی بنا، پر عدد میں داخل ہو سکتا ہے ۔ کبھی شے کا شمار غیر ہم جنس و غیر ہم شکل میں کیا جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ یہ سفید ہے اور یہ دونوں سفید و سیاہ ہیں، یہ نو ایجاد ہے اور یہ دونوں نو ایجاد ہیں ۔ یہ دونوں محدث نہیں ہیں اور نہ وہ دونوں مخلوق ہیں بلکہ ان میں سے ایک قدیم ہے اور دوسرا محدث (نو ایجاد، نو پیدا شدہ) ہے ۔ ان میں سے ایک رب (پالنے والا) ہے اور دوسرا مربوب (پرورش کردہ) ہے ۔ اس سبب سے وہ عدد میں اس کا دخول صحیح ہے ۔ اسی جہت کی بنا، پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **مایکون من نجویٰ ثلثة الاهو رابعهم ولا خمسة الا هو سادسهم ولا ادنی من ذلک ولا اکثر الا هو معهم این ماکانوا** (سورۃ مجادلہ ۔ آیت ۷) " تین آدمیوں میں سرگوشی ہوتی ہے تو وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور پانچ میں سرگوشی و خفیہ بات ہوتی ہے تو وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اس سے کم ہوں یا زیادہ جہاں بھی ہوں وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے ۔" اور اس طرح ہمارا قول کہ وہ ایک مرد ہے تو یہ محض اس کے فضل پر دلالت نہیں کرتا ۔ اس طرح ہمارا یہ قول کہ فلاں، فلاں کا ثانی (مثل، دوسرا) ہے کی دلالت محض اس کے وجود پر ہے ۔ اور جو اس کے فضل پر دلالت کرتا ہے حالانکہ کب کہا گیا کہ وہ فضل یا کمال یا علم میں ثانی ہے ۔

لیکن توحید الہیٰ کا ذکر تو وہ اس کی صفات علیا، اور اس کے اسماء حسنیٰ کے ذریعہ ہے ۔ وہ اس طرح واحد اللہ ہے جس کا کوئی شریک و مشابہ نہیں اور موحد وہ شخص ہے کہ جو اپنی بصیرت، معرفت، یقین اور اخلاص کی بنا، پر اللہ تعالیٰ کے بلند صفات اور اسماء حسنیٰ کے ساتھ اس کا اقرار کرے ۔ اور جبکہ ایسا ہو کہ کسی شخص نے اللہ تعالیٰ کو اس کے اوصاف علیٰ اور اسماء حسنیٰ کے ساتھ یکتا نہیں جانا اور اس کی توحید کا اس کے اوصاف علیٰ کے ساتھ اقرار نہیں کیا تو وہ غیر موحد ہے ۔ بسااوقات جاہل لوگ کہتے ہیں کہ جس نے اللہ کو ایک مانا اور اس کا اقرار کیا کہ وہ واحد ہے تو وہ موحد ہے اگرچہ اس نے اللہ کو ان صفات کے ساتھ موصوف نہیں کیا جن سے وہ یکتا ہوا کیونکہ اصل لغت میں جس نے کسی شے کو واحد مانا تو وہ موحد ہے ۔ تو اس کے لئے کہا جائے گا کہ ہم نے اس کا انکار کیا ہے، اس لئے کہ جس شخص نے یہ گمان کیا کہ اس کا رب ایک اللہ اور ایک شے ہے پھر اس نے اس کے ساتھ ایک دوسرے موصوف کو ان صفات کے

ساتھ ثابت کردیا جن سے اس کو ایک مانا تھا تو وہ تمام امت اور دیگر تمام امتوں کے نزدیک "ثنوی" ہے غیر موحد ہے مشرک و مشبہ غیر مسلم ہے ۔ اور اگر اس نے یہ خیال کیا کہ اس کا رب ایک اللہ ، ایک شے اور ایک موجود ہے اور جب ایسا ہو تو واجب ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ یکتا ہو ان صفات کی وجہ سے جن کے سبب سے وہ الہیت میں منفرد و یگانہ ہوا اور وحدانیت سے ان کے ذریعے اکیلا رہا تاکہ محال ہوجائے کہ کوئی دوسرا اللہ (معبود) ہو اور اللہ واحد ہو ، معبود واحد ہو جس کا نہ کوئی شریک ہو نہ کوئی شبیہ ہو اس لئے کہ اگر وہ ان صفات کے ساتھ اکیلا و تنہا نہیں ہوا تو اس کے لئے کوئی شریک و شبیہ ہوگا ۔ جس طرح ایک عبد (بندہ) جبکہ وہ اپنے ان اوصاف سے کہ جن کے سبب وہ بندہ ہوا ، اکیلا اور تنہا نہیں ہوا تو اس کے لئے کوئی مثل و شبیہ ہوگا ۔ عبد واحد نہیں ہوتا اگرچہ ہم میں سے ہر ایک ایک عبد ہے اور جب ایسا ہوگا تو جس نے اس کو اس کی صفات میں متوحد (یکتا) مانا اور اس نے جن چیزوں کے ساتھ اس کو پہچانا ہے ، اقرار کیا ۔ اور اس پر پختہ یقین رکھا ہے تو وہ موحد ہے اور وہ اپنے رب کی توحید کا عارف ہے ۔ اور وہ اوصاف جن کی وجہ سے اللہ عزوجل یکتا ہوا اور اپنی ربوبیت میں ان صفات کی وجہ سے یگانہ ہوا ، وہ اوصاف ہیں جن میں سے ہر ایک کا اقتضاء یہ ہے کہ ان کا موصوف واحد ہو جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو اور سوائے اس کے کسی کا وصف بیان نہ کیا جائے اور اوصاف ہمارے اس کے لئے اس وصف کی طرح ہیں کہ وہ موجود واحد ہے اس کے لئے یہ صحیح نہیں ہوگا کہ وہ کسی شے میں حلول کرنے والا ہے اور نہ یہ مناسب ہوگا کہ کوئی شے اس میں حلول کرے ۔ اس کے لئے عدم و فنا اور زوال نہیں ہیں وہ اس وصف کا اس لئے مستحق ہے کہ وہ اول الاولین اور آخرالاخرین ہے ۔ وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے ۔ اس پر ضعف و عجز طاری نہیں ہوتے ۔ وہ اس وصف کا اس لئے مستحق ہے کہ وہ تمام قدرت رکھنے والوں سے زیادہ قادر ہے ۔ اور تمام غالب آنے والوں سے زیادہ غالب ہے ، وہ عالم ہے کوئی سے اس سے پوشیدہ نہیں ۔ کوئی شے اس سے غائب نہیں ۔ اس کے لئے جہل ، سہو ، شک اور نسیان درست نہیں ۔ وہ اس وصف کا اس لئے مستحق ہے کہ وہ تمام جاننے والوں سے زیادہ عالم ہے وہ حی (زندہ) ہے اس کے لئے موت اور اونگھ (غنودگی) نہیں ۔ اس کی طرف کوئی منفعت نہیں لوٹتی ہے اور نہ اس کو مضرت پہنچتی ہے ۔ وہ اس وصف کا اس لئے مستحق ہے کہ وہ باقی رہنے والوں میں ہمیشہ باقی رہنے والا ہے ۔ اور کاملوں میں سب سے زیادہ کامل ہے ۔ وہ غافل ہے اس کو کوئی شے دوسری شے سے غافل نہیں کرتی نہ کوئی چیز اس کو عاجز کرتی ہے ، نہ کوئی شے اس کو کام کرنے سے روکتی ہے ۔ وہ اس وصف کا اس لئے مستحق ہے کہ وہ اولین و آخرین کا معبود ہے اور تمام خالقوں سے بہتر ہے ۔ اور حساب دانوں سے زیادہ تیز ہے ۔ وہ غنی ہے اس کے لئے قلت و کمی نہیں ۔ وہ بے نیاز و بے پرواہ ہے اس کو کوئی حاجت و ضرورت نہیں ۔ وہ عادل ہے اس سے کوئی عیب ملحق نہیں نہ اس کی طرف کوئی نقص راجع ہوسکتا ہے ، وہ حکیم ہے اس سے حماقت سرزد نہیں ہوتی ۔ وہ رحیم ہے نرم دل نہیں ہے کہ اس کی رحمت میں کشادگی ہوجائے ۔ وہ حلیم ہے اس کو کسی چیز کے بنانے میں اس سے عجلت وقوع

پذیر نہیں ہوتی ۔ وہ اس وصف کا اس لئے مستحق ہے کہ وہ تمام عدل کرنے والوں سے زیادہ عادل ہے ، احکم الحاکمین اور حساب کرنے والوں سے زیادہ تیز ہے ۔ اور یہ اس لئے کہ وہ اول الاولین ہے جو صرف واحد ہوتا ہے ۔ اس طرح وہ قادرین میں سب سے زیادہ قدرت رکھنے والا عالموں میں سب سے زیادہ عالم ، حاکموں میں سب سے زیادہ حکم کرنے والا اور خالیقوں میں سب سے بہتر ہے ۔ پس جو بھی اس معیار پر اترے تو جو ہم نے اس کے لئے کہا ہے وہ صحیح و درست ہے اللہ کی مدد سے توفیق چاہتے ہیں ۔ اسی سے تحفظ اور سیدھی راہ کی طرف ہدایت چاہتے ہیں ۔

باب (۴) قل اللہ احد (آخر تک) کی تفسیر

(۱) ہم سے ابو محمد جعفر بن علی بن احمد فقیہ قمی نے پھر ایلاقی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو سعید عبدان بن فضل نے بیان کیا ۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوالحسن محمد بن یعقوب بن محمد بن یوسف بن جعفر بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے شہر خجندہ میں بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو بکر محمد بن احمد بن شجاع فرغانی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوالحسن محمد بن حماد عنبری نے مصر میں بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے اسمعیل بن عبدالجلیل برقی نے بیان کیا ان سے بختری وهب بن وهب قرشی نے اس نے حضرت ابو عبداللہ الصادق جعفر بن محمدؑ سے ، انہوں نے اپنے والد محمد بن علی الباقر علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ کے قول " **قل هو الله احد** " کے بارے میں فرمایا " قل " یعنی تم ظاہر کردو اس کو جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور ہم نے تم کو جس کے ذریعہ ان حروف کو جمع کرنے کی خبر دی جو ہم نے تم کو پڑھائے تاکہ ان کے ذریعے جو شخص غور سے سنے وہ ہدایت پائے اور وہ شہید (گواہ) ہے اور " ھو " (وہ) اسم مکنی ہے جو غائب کی طرف اشارہ کررہا ہے ۔ وہ ثابت و مقرر معنی پر تنبیہ خبردار کرنے کے لئے ہے اور " و " حواس خمسہ سے غائب کی طرف اشارہ ہے جس طرح کہ تمہارا " ھذا " کہنا حواس خمسہ کے سامنے کی طرف کا اشارہ ہے ۔ اس کی وجہ سے کفار نے اپنے خداؤں کی واقفیت حرف اشارے سے جو شاہد بھی ہے اور مدرک (ادراک کیا ہوا ہے) سے کرائی ہے ۔ انہوں نے کہا " یہ ہمارے محسوس اور آنکھوں سے ادراک کئے ہوئے خدا ہیں تو اے محمدؐ ! تم اپنے اس معبود کی طرف اشارہ کرو جس کی طرف تم بلاتے ہو تاکہ ہم اس کو دیکھیں اور اس کا ادراک کرسکیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے **قل هو الله احد** کو نازل فرمایا ۔ پس (وہ) ثابت کے لئے ثابت کرتا ہے اور " و " نگاہوں کے ادراک اور لمس حواس سے غائب کی طرف اشارہ ہے اور اللہ اس سے بلند و بالا ہے بلکہ وہ نگاہوں کا ادراک کرنے والا اور حواس کا موجد ہے ۔

(۲) (امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ) مجھ سے میرے والد نے اپنے والد کے ذریعہ بیان فرمایا ۔ انہوں نے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت بیان کی کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے خواب میں بدر سے پہلے ایک رات حضرت

خضر علیہ السلام کو دیکھا تو میں نے ان سے کہا کہ مجھ کو دشمنان دین پر غلبہ پانے کے لئے کچھ تعلیم کیجئے تو انہوں نے کہا کہ تم " یا ھو یا من لا ھو الا ھو " (اے وہ ذات اے وہ کہ جب کچھ نہ تھا مگر وہ تھا) کہو جب صبح ہوئی تو میں نے خواب کا تذکرہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ! تم کو اسم اعظم کی تعلیم دی گئی ہے تو جنگ بدر میں میریؑ زبان پر یہ کلمہ تھا ۔ اور امیرالمومنین علیہ السلام نے قل ھو اللہ احد کی تلاوت کی اور اس کے بعد یاھو یامن لاھو الا ھو ، تو مجھ کو بخش دے اور کافروں پر میری مدد فرما کا ورد کیا ۔ حضرت علی علیہ السلام جنگ صفین میں ان الفاظ کو ادا فرما رہے تھے اور مخالفوں پر حملہ کر رہے تھے تو عماد بن یاسر نے آپؑ سے عرض کیا کہ اے امیرالمومنینؑ یہ کیا کنائے ہیں ۔ آپؑ نے فرمایا یہ اللہ کا اسم اعظم اور توحید الہیٰ کا ستون ہے کہ اس کے علاوہ کوئی اللہ نہیں ہے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو (سورۃ آل عمران ۔ آیت ۱۸) " اللہ نے گواہی دی کہ کوئی معبود نہیں ہے " مگر یہ لوگوں کے اجماع کے چھٹ جانے کے بعد آخر حشر تک پھر آپ نے گھوڑے سے اتر کر زوال سے پہلے چار رکعت نماز ادا کی ۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کے معنی اس معبود کے ہیں کہ ساری مخلوق اس کے بارے میں حیران و سرگرداں ہے اور اس کی طرف رجوع کرتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نگاہوں کے ادراک کرنے سے پوشیدہ ہے اور اوہام و خیالات سے چھپا ہوا ہے ۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کے معنی اس معبود کے ہیں کہ جس کی ماہیت کے ادراک اور کیفیت کے احاطہ کرنے سے ساری خلق عاجز و متحیر ہو ۔ اور عرب کہتے ہیں : آدمی عاجز آگیا جبکہ وہ کسی چیز کے بارے میں حیران ہو اور پھر علم کے طور پر اس کا احاطہ نہ کر سکے ۔ اور عقل زائل ہونے کے قریب پہنچ گئی جب وہ کسی شے سے ڈر کر اور خوف کھا کر اس کی پناہ چاہتا ہے ۔ لہذا اللہ مخلوقات کے حواس سے پوشیدہ ہے ۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ الاحد الفرد المتفرد اور الاحد و الواحد کے ایک ہی معنی ہیں اور وہ ایسا منفرد ہے کہ جس کی کوئی نظیر و مثل نہیں ۔ اور توحید وحدت کا اقرار کرنا ہے اور وہ یکتا ہونا ہے ۔ واحد وہ بالکل الگ ہے جو کسی شے میں ظاہر نہیں ہوتا اور نہ کسی چیز سے متحد ہوتا ہے اور پھر انہوں نے کہا کہ عدد کی بنیاد واحد سے ہے اور واحد کا تعلق عدد سے نہیں کیونکہ عدد واحد پر واقع نہیں ہوتا بلکہ دو پر بولا جاتا ہے ۔ پس اللہ احد کے قول کے معنی اس معبود کے ہیں کہ مخلوقات اس کے ادراک اور اس کی کیفیت کے احاطہ کرنے سے عاجز ہیں وہ اپنی خدائی میں فرد ہے اور اپنی مخلوق کے صفات سے بلند و بالا ہے ۔

(۳) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد بزرگوار زین العابدینؑ نے اپنے والد ماجد حضرت حسین بن علی علیہما السلام سے حدیث بیان فرمائی کہ " صمد " وہ ہے کہ جس میں کھوکھلا پن اور کشادگی نہیں ہے اور صمد وہ ذات ہے کہ جس کی سرداری انتہا تک پہنچ گئی ہو ۔ اور صمد وہ ذات ہے جو نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے ۔ جو نہ سوتا ہے اور صمد وہ

ہمیشہ رہنے والی ذات ہے جو لم یزل اور لایزال ہے (جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ صمد بذات خود قائم ہے وہ اپنے غیر سے بے نیاز ہے ۔ ان کے علاوہ کسی نے کہا کہ صمد فساد سے بلند ہے اور صمد وہ ہے کہ جس کا بدلنے والی اشیاء سے وصف بیان نہیں کیا جاسکتا ۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ صمدو ۔ اطاعت کردہ سردار ہے کہ جس کے اوپر کوئی حاکم اور منع کرنے والا نہ ہو ۔ یہ بھی فرمایا کہ علی بن الحسین زین العابدین علیہما السلام سے صمد کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ صمد وہ ہے کہ جس کا کوئی شریک نہ ہو اور کسی چیز کی حفاظت اس کو گراں نہیں گزرتی ہے اور کوئی چیز اس سے غائب و پوشیدہ نہیں ہوتی ہو ۔

(۴) وہب بن وھب القریشی نے زید بن علی امام زین العابدینؑ نے کہا کہ صمد وہ ذات ہے کہ جب وہ کسی چیز کو چاہتا ہے ، اس کے لئے کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے ۔ اور صمد وہ ہے جس نے اشیا کو ایجاد کیا پھر ان کے ضدیں ، شکلیں اور جوڑے پیدا کئے اور وہ بغیر ضد ، مثل اور نظیر کے وحدت میں منفرد و یکتا ہے ۔

(۵) وہب بن وہب القرشی نے کہا کہ مجھ سے حضرت صادق جعفر بن محمدؑ نے حدیث بیان فرمائی ، انہوں نے اپنے والد بزرگوار محمد باقرؑ سے اور انہوںؑ نے اپنے والد ماجدؑ سے روایت بیان کی کہ اہل بصرہ نے امام حسن بن علی علیہما السلام کو خط لکھ کر دریافت کیا کہ صمد سے کیا مراد ہے ؟ تو آپؑ نے جواب میں لکھا " اللہ کے نام سے جو رحمن رحیم ہے ۔ امابعد تم قرآن میں گفتگو میں مشغول نہ ہو اور نہ اس کے بارے میں باہم جھگڑا کرو ۔ اور بغیر علم و معلومات کے اس کے بارے میں گفتگو نہ کرو ۔ اس لئے کہ میں نے اپنے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپؐ فرماتے تھے کہ جو شخص قرآن کے بارے میں بغیر علم کے کچھ کہے تو اس کو اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالینا چاہیئے ۔ اور بے شک اللہ سبحانہ نے صمد کی خود تفسیر فرمائی ہے ۔ اللہ یکتا ہے ، اللہ بے نیاز ہے ، پھر اس کی تفسیر فرمائی تو کہا کہ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ خود جنا گیا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے ۔ " **لم یلد** " اس سے کوئی کثیف شے خارج نہیں ہوتی جیسے بیٹا اور وہ تمام اشیاء کثیفہ جو مخلوقات سے نکلتی ہیں ۔ اور نہ کوئی لطیف شے مثل کے اس سے نکلتی ہے اور نہ اس سے ایسے خیالات و آراء پھیلتے ہیں جیسے اونگھ ، نیند ، غم ، رنج ، خوشی ، ہنسنا ، رونا ، خوف ، امید ، رغبت ، اکتاہٹ ، بھوک اور شکم سیری ۔ اس کی ذات بلند و بالا ہے اس سے کہ کوئی چیز اس سے نکلے ۔ اور یہ کہ اس سے کوئی کثیف یا لطیف شے پیدا ہو ۔ " **ولم یولد** " وہ کسی چیز سے پیدا نہیں ہوا اور نہ وہ کسی چیز سے نکلا جس طرح کہ اشیاء کثیفہ اپنے عناصر سے نکلتی ہیں ۔ جیسے کسی چیز سے ایک چیز اور جانور سے جانور ، زمین سے سبزہ نباتات چشموں سے پانی اور درختوں سے پھل نکلتے ہیں ۔ اور نہ وہ اس طرح نکلا جس طرح اشیاء لطیفہ اپنے مراکز سے نکلتی ہیں جیسے بصارت آنکھ سے ، سننا کان سے ،

سونگھنا ناک سے، چکھنا منہ سے، کلام و گفتگو زبان سے، معرفت و تمیز قلب سے، اور آگ پتھر سے خارج ہوتی ہیں۔ نہیں بلکہ وہ اللہ ایسا بے نیاز ہے کہ نہ وہ کسی چیز سے ہے اور نہ کسی چیز میں ہے اور نہ وہ کسی چیز پر ہے۔ وہ اشیاء کا ایجاد کرنے والا، ان کا خالق اور اپنی قدرت سے اشیاء کو پیدا کرنے والا، وہ اشیاء جو اس نے اپنی مشیت سے فنا کے لئے خلق کی ہیں معدوم ہوجائیں گی۔ اور وہ چیزیں باقی رہیں گی جو اس نے اپنے علم سے بقا کے لئے بنائیں۔ پس یہ تمہارے لئے وہ اللہ الصمد ہے جس نے کسی کو نہیں جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ وہ غیب و حضور کا عالم ہے وہ بڑا بلند و بالا ہے۔ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔

(۶) وہب بن وہب القرشی نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا آپؑ بیان فرماتے ہیں کہ اہل فلسطین کا ایک وفد امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے چند مسائل دریافت کئے جن کے جوابات آپؑ نے مرحمت فرمائے۔ پھر انہوں نے آپؑ سے "صمد" کے متعلق سوال کیا۔ آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ اس کی توضیح و تشریح اسی لفظ میں ہے "الصمد" میں پانچ حرف ہیں، الف اس کی نیت پر دلیل ہے اور "قول عزوجل" اللہ نے گواہی دی کہ اس کے علاوہ کوئی اللہ نہیں ہے، یہ تنبیہ اور اشارہ ہے غائب کی طرف ادراک حواس کے ذریعے۔ اور الام اس کی خدائی پر دلیل ہے بایں طور کہ وہ اللہ ہے۔ الف اور لام دونوں ایک دوسرے میں مدغم (ملے ہوئے) ہیں جن کا اظہار زبان سے نہیں ہوتا اور سننے میں بھی نہیں آتے۔ کتابت (لکھنے) میں دونوں کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ دونوں حرف دلیل میں اس کی الہیت پر اس کے لطف و کرم سے چھپی ہوئی ہے جس کا ادراک حواس کے ذریعہ نہیں ہوتا نہ کسی تعریف بیان کرنے والے کی زبان سے اظہار ہوتا ہے اور نہ سامع کے کان تک پہنچتے ہیں۔ اس لئے کہ تفسیر اللہ تو یہ ہے کہ یہ وہ ذات ہے کہ مخلوق اس کی ماہیت و کیفیت کے ادراک سے حس یا قوت واہمہ کے ذریعے عاجز و سرگرداں ہے۔ نہیں بلکہ وہ تو وہام کا موجد اور حواس کا خالق ہے۔ یہ کتابت کے وقت ظاہر ہوتا ہے جو دلیل ہے اس پر کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کو مخلوق کے پیدا کرنے اور ان کی لطیف ارواح کو اجسام کثیفہ میں مرکب کرنے میں ظاہر فرمایا ہے۔ جب کوئی بندہ اپنی طرف نظر کرتا ہے تو وہ اپنی روح کو نہیں دیکھتا ہے جس طرح کہ "الصمد" کا لام ظاہر نہیں ہوتا اور حواس خمسہ میں سے کسی ایک حس میں بھی نہیں آتا۔ لیکن جب اس کو کتابت میں دیکھتا ہے تو جو پوشیدہ و لطیف تھا وہ ظاہر ہوجاتا ہے۔ پس جب بھی انسان ماہیت و کیفیت باری تعالیٰ میں تفکر کرتا ہے تو وہ عاجز ہوجاتا ہے، حیرت زدہ رہ جاتا ہے اور اس کی فکر اللہ تعالیٰ کے تھوڑے (معمولی) سے تصور کا بھی احاطہ نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ صورتوں کا خالق ہے جب انسان اس کی مخلوق کو دیکھتا ہے تو ثابت ہوجاتا ہے کہ اللہ ان کا خالق اور ان کی ارواح کو ان کے اجسام میں ترکیب دینے والا ہے۔ لیکن "الصاد" اس بات پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ صادق ہے اور اس کا قول حق ہے اور اس کا کلام سچا ہے۔ اور اس نے اپنے بندوں کو صدق کے ساتھ صدق کا اتباع کرنے کی دعوت دی اور

دارالصدق (جنت) کا سچا وعدہ کیا۔ لیکن "میم" اس کے مالک ہونے اور حقیقی مالک اقتدار ہونے کی دلیل ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اس کی ملکیت و ملک کو زوال نہ ہوگا لیکن "دال" وہ اس کی ملکیت و ملک کے دوام پر دلیل ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ دائم ہے، وہ کون زوال سے بلند ہے بلکہ اس عزوجل نے ایسی کائنات کو تخلیق کیا کہ جس کے عدم سے وجود میں آنے کی وجہ سے ہر چیز ہوئی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر میں اپنے اس علم کے لئے جو مجھ کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، اس کا بار اٹھانے والے پاتا تو البتہ میں خداوند عالم کی طرف سے توحید، اسلام، ایمان، دین اور شریعوں کی نشرواشاعت کرتا۔ اور یہ میرے لئے کس طرح ممکن ہو سکتا تھا جبکہ میرے جد حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے علم کے وزن کو برداشت کرنے والے نہیں پائے یہاں تک کہ گہری سانس بھرتے تھے اور منبر سے فرماتے تھے کہ "قبل اس کے کہ تم مجھ کو گم کرو، یقیناً میرے قلب و سینہ میں علم کی بہت زیادہ مقدار ہے۔ خبردار، آگاہ ہو جاؤ میں کسی کو اس علم کا حامل نہیں پاتا۔ آگاہ ہو کہ میں تم پر اللہ کی طرف سے حجت بالغہ ہوں پس تم اس قوم سے محبت نہ کرو جس پر اللہ نے غضب نازل فرمایا ہے جو آخرت سے مایوس ہو گئے ہیں جس طرح کہ کافر اصحاب قبور سے مایوس ہو گئے۔

پھر امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم پر احسان کیا اور ہم کو اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائی۔ وہ یکتا، بے نیاز ہے، اس نے کسی کو نہیں جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے اور ہم کو بتوں کی پوجا سے دور رکھا۔ اس کے لئے دائمی حمد اور مدام شکر گزاری ہے اور خدا کا یہ فرمانا کہ " **لم یلد ولم یولد** " کی مراد یہ ہے کہ اللہ نے کسی کو نہیں جنا کہ اس کے لئے بیٹا ہو جو اس کا وارث ہو اور نہ وہ جنا گیا کہ اس کا کوئی باپ ہو جو اس کی ربوبیت اور اقتدار میں شریک ہو اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے کہ جو اس کی قدرت و اقتدار میں اس کی معاونت کرے۔

(۷) مجھ سے میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے بیان کیا۔ ان سے یونس بن عبدالرحمن نے، ان سے ربیع بن مسلم نے بیان کیا کہ میں نے ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام سے سنا کہ ان سے "صمد" کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے جواب دیا کہ "صمد" وہ ہے کہ جس میں کھوکھلا پن نہیں ہے۔

(۸) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے بیان کیا، ان سے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران شعری نے۔ ان سے علی بن اسماعیل نے، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے، انہوں نے ابو ایوب سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے۔ انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا آپؑ نے فرمایا کہ یہودیوں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپؐ ہمارے واسطے اپنے رب کا تعارف کرایئے تو آپ نے تین مرتبہ توقف فرمایا پھر یہ پوری سورت نازل ہوئی تو میں نے ان سے عرض کیا

باب (۵) توحید اور عدل کے معنی

(۱) ہم سے ابوالحسن محمد بن سعید بن عزیز سمرقندی سرزمین بلخ کے فقیہ نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے ابو احمد محمد بن محمد زاہد سمرقندی نے اپنی اسناد سے بیان کر کے مرفوع کیا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف یہ کہ ایک آدمی نے دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ دین کی بنیاد توحید اور عدل ہے اور جس کا علم بہت زیادہ ہے لہذا مرد عاقل کے لئے اس کا علم ضروری ہے پس تم اس کو اتنا حاصل کرو جتنا اس پر فائز رہنے کے لئے آسان ہو اور جس کو یاد رکھ سکو، پھر آپؑ نے فرمایا لیکن توحید تو تم اپنے رب کے لئے وہ امر جائز قرار نہ دو جو تمہارے اوپر درست ہو۔ لیکن وہ عدل تم خدا کی طرف منسوب نہ کرو جس پر تم کو ملامت کی جائے۔

(۲) ہم سے محمد بن احمد شیبانی المکتب (کتابت سکھانے والا) رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے سہل بن زیاد ادمی نے بیان کیا، اس نے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے اس نے حضرت امام علیؑ بن محمدؑ سے، انہوں نے اپنے والد ماجد محمدؑ بن علیؑ سے، انہوں نے اپنے والد بزرگوار امام رضا علی بن موسیٰ علیہم السلام سے بیان فرمایا کہ ایک دن ابو حنیفہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آئے تو ان کا حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے آمنا سامنا ہوگیا۔ تو ابو حنیفہ نے ان سے کہا کہ اے صاحبزادے! معصیت کس کی طرف سے ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ معصیت کے تین پہلو ہیں۔ یا تو معصیت اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو حالانکہ وہ اس کی طرف سے نہ ہو تو کریم (اللہ) کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنے اس بندہ پر عذاب نازل فرمائے جس نے بار گناہ نہ اٹھایا ہو۔ یا اگر معصیت اللہ اور بندہ کی طرف سے ہو حالانکہ ایسا نہ ہو تو شریک قوی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ شریک ضعیف پر ظلم کرے۔ اور اگر معصیت بندہ کی طرف سے ہو اور واقعی اس کی طرف سے ہو تو اگر اللہ اس پر عتاب کرے گا تو اس کے گناہ کی وجہ سے کرے گا اور اگر اس سے درگزر فرمائے گا تو اپنے جود و کرم کی وجہ سے۔

(۳) ہم سے ابو حسین علی بن احمد بن حرابخت الجیر فتی ماہر علم الانساب نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے احمد بن سلمان ابن حسن نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے جعفر بن محمد ستار نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے خالد عرنی نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے ہشیم نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے ابو سفیان مزنیہ کے غلام نے بیان کیا اس شخص سے جس نے سلمان فارسی رحمہ اللہ سے روایت بیان کی کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اس نے کہا کہ اے ابوعبداللہ میں رات کی نماز ادا کرنے کی قوت نہیں رکھتا تو انہوں نے جواب دیا کہ تم روز روشن میں اللہ کی نافرمانی نہ کرو۔ اور ایک آدمی امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میں نے نماز شب کو حرام قرار دیدیا ہے

تو امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ تم وہ آدمی ہو کہ جس کو تمہارے گناہوں نے مقید (قید) کر رکھا ہے۔

باب (۶) اللہ تعالیٰ کا نہ جسم ہے، نہ صورت

(۱) ہم سے حمزہ بن محمد علوی رحمہ اللہ نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم کو علی بن ابراہیم بن ہاشم نے خبر دی، محمد بن عیسیٰ سے، اس نے یونس بن عبدالرحمن سے، اس نے محمد بن حکیم سے، اس نے کہا کہ میں نے ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام سے ہشام جوالیقی کے قول کے متعلق بیان کیا اور اس کے متعلق بھی جو وہ ایک حسین و جمیل نوجوان کے بارے میں کہتا ہے اور میں نے ہشام بن حکم کا قول بھی یہاں بیان کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو کسی شے کے مشابہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔

(۲) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یعقوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن محمد نے مرفوعاً محمد بن فرج رخجی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام سے خط کے ذریعے دریافت کیا اس بارے میں جو ہشام بن حکم نے جسم کے بارے میں اور ہشام بن سالم نے صورت کے بارے میں فرمائے ہیں آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تم سے حیرانی و سرگشتگی دور رہے اور اللہ کی مدد سے شیطان سے پناہ مانگو، بات وہ نہیں ہے جو ان دونوں ہشاموں نے کہی ہے۔

(۳) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے بیان کیا، اس نے سہل بن زیاد سے، اس نے حمزہ بن محمد سے اس نے کہا کہ میں نے ابو الحسن (امام علی رضا) علیہ السلام سے خط کے ذریعے جسم اور صورت کے بارے میں دریافت کیا، تو آپؑ نے تحریر فرمایا کہ پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات جس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے جس کا نہ جسم ہے اور نہ صورت ہے۔

(۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے احمد بن ادریس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عبدالجبار نے بیان کیا۔ اس نے صفوان بن یحییٰ سے، اس نے علی بن ابی حمزہ سے، اس نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ ہشام بن الحکم آپ حضرات سے روایت کرتا ہے کہ اللہ عزوجل جسم ہے، صمدی ہے، نوری ہے، جس کی معرفت ضروری ہے۔ خدا اپنی مخلوق میں سے جس پر چاہتا ہے اس کے ذریعہ احسان کرتا ہے۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات کہ کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کیسا ہے مگر وہ ہے۔ اس کی مثل کوئی شے نہیں ہے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے نہ اس کی حد بیان کی جاسکتی ہے اور نہ اس کا احساس کیا جاسکتا ہے، نہ اس کو حواس خمسہ کے ذریعے پہچانا جاسکتا ہے اور نہ اس کو چھوا جاسکتا ہے، حواس اس کا ادراک نہیں کرسکتے، نہ کوئی چیز اس کا احاطہ کرسکتی ہے، نہ وہ جسم ہے، نہ وہ صورت ہے، نہ اس کے لئے نشان خط لگایا جاسکتا ہے

کیا، میں آپؑ پر قربان ہوجاؤں، مجھ سے آپ کے دوستوں نے کہا کہ میں آپؑ سے ایک مسئلہ دریافت کروں تو آپؑ نے فرمایا کہ وہ شخص کون ہے؟ میں نے کہا وہ حسن بن سہل ہے تو آپؑ نے فرمایا کہ وہ مسئلہ کس چیز کے بارے میں ہے تو میں نے کہا کہ وہ توحید کے بارے میں ہے، آپؑ نے فرمایا کہ توحید کے کس مسئلہ کے بارے میں ہے؟ تو اس نے کہا کہ وہ (حسن بن سہل) آپؑ سے دریافت کرتا ہے کہ اللہ جسم ہے یا جسم نہیں ہے؟ اس نے کہا کہ آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اس بارے میں لوگوں کے تین نظریات ہیں ایک اثبات بالتشبیہ کا نظریہ ہے اور دوسرا نظریہ نفی بالتشبیہ کا ہے اور تیسرا خیال اثبات بلا تشبیہ کا ہے۔ تو اثبات بالتشبیہ ناجائز ہے اور نفی کا خیال بھی درست نہیں۔ اور صحیح مسلک اثبات بلاتشبیہ ہے۔

(۱۱) ہم سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن احمد نے بیان کیا، انہوں نے عمران بن موسیٰ سے، انہوں نے حسن بن عباس بن حریش رازی سے، انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے، انہوں نے طیب یعنی علی بن محمد اور ابو جعفر الجواد (امام محمد تقی) علیہما السلام سے بیان کیا کہ ان دونوںؑ نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کو جسم کے ساتھ کہا تو تم اس کو نہ زکوۃ دو اور نہ اس کے پیچھے نماز پڑھو۔

(۱۲) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے بیان کیا، ان سے سہل بن زیاد نے انہوں نے محمد بن علی قاسانی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے امام علیہ السلام کو خط لکھا کہ ہم سے پہلے لوگوں نے توحید کے بارے میں اختلاف کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ خدا کی ذات پاکیزہ ہے کہ اس کی حد بیان کی جائے اور نہ اس کا وصف بیان کیا جاسکتا ہے، کوئی شے اس کی مثل نہیں ہے اور وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

(۱۳) ہم سے حسین بن احمد بن ادریس رحمہ اللہ نے بیان کیا، اپنے والد سے، انہوں نے ابو سعید الادمی سے، انہوں نے بشر بن بشار نیشاپوری سے، اس نے کہا کہ میں نے ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام کو لکھا کہ ہم سے پہلے لوگوں نے توحید میں اختلاف کیا ہے ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ جسم ہے۔ چند لوگوں کا خیال ہے کہ وہ صورت ہے۔ تو آپؑ نے تحریری جواب دیا کہ اللہ کی ذات پاک وپاکیزہ ہے کہ جس کی کوئی حد بیان نہیں کی جاسکتی اور نہ اس کا وصف بیان کیا جاسکتا ہے۔ نہ اس کو کسی شے کی مشابہ قرار دیا جاسکتا ہے، نہ اس جیسی کوئی شے ہے اور وہ سمیع و بصیر ہے۔

(۱۴) ہم سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے سہل بن زید سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو محمد (امام حسن عسکری) علیہ السلام کو ۲۵۵ ھ میں خط لکھا کہ اے آقا! ہمارے

ساتھیوں نے توحید میں اختلاف کیا ہے ان میں سے چند لوگوں کا قول ہے کہ وہ جسم ہے اور ان میں سے چند لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ صورت ہے۔ پس اگر آپؑ مناسب سمجھیں تو آپؑ مجھ کو اس سے آگاہ فرمایئے کہ جس پر میں مطلع نہیں ہوں اور جس کو میں مناسب نہ سمجھوں گویا آپؑ نے اپنے اس خادم پر احسان فرمایا۔ تو آپؑ نے اپنی تحریر پر مہر لگا کر مجھے جواب لکھا کہ تم نے توحید کے بارے میں دریافت کیا ہے تو ذات خداوندی میں بحث کرنے سے تم کو باز رکھا گیا ہے اللہ تعالیٰ واحد ہے، احد ہے، صمد ہے، نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔ وہ خالق ہے اور مخلوق سے نہیں ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اجسام وغیرہ سے جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے، جو چاہتا ہے وہ مصور (صورت گری) کرتا ہے، وہ خود مصور (صورت بنا ہوا) نہیں ہے۔ اس کی ثناء جلیل ہے، اس کے اسماء پاک و پاکیزہ ہیں، اس کی ذات بلند ہے اس سے کہ کوئی اس کا شبیہ ہو، وہ موجود ہے کوئی اس کے علاوہ نہیں، کوئی شے اس کی مثل نہیں اور وہ سمیع و بصیر ہے۔

(۱۵) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عباس بن معروف نے بیان کیا ان سے ابن ابی نجران نے بیان کیا، انہوں نے حماد بن عثمان سے، انہوں نے عبدالرحیم قصیر سے، اس نے کہا کہ میں نے عبدالملک بن اعین کے ذریعہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کو خط ارسال کیا جس میں چند مسائل دریافت کئے تھے، ان میں سے اس مسئلہ کے بارے میں آپؑ مجھ کو بتایئے کہ کیا عزوجل کا صورت اور خط بندی کے ساتھ وصف کیا جاسکتا ہے؟ تو آپؑ نے عبدالملک بن اعین کے ذریعہ خط کا جواب دیا کہ اللہ تم پر رحم فرمائے، تم نے توحید کے متعلق اور تم نے اپنے ماقبل لوگوں کی آراء کے متعلق دریافت کیا ہے، تو اللہ کی ذات بلند و بالا ہے کہ جس کی مثل کوئی شے نہیں اور وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بلند ہے اس سے جو وصف بیان کرنے والے اس کو اس کی مخلوق سے تشبیہ دیکر وصف بیان کرتے ہیں وہ اللہ پر افتراء کرتے ہیں۔ اللہ تم پر رحم فرمائے یہ جان لو کہ توحید کے بارے میں صحیح رائے و مذہب وہ ہے جو قرآن نے اللہ عزوجل کی صفات کے متعلق فرمایا ہے، لہذا تم اللہ سے متعلق بطلان (باطل ہونا) اور تشبیہ کی نفی کرو کیونکہ نہ وہ نفی ہے اور نہ تشبیہ ہے۔ وہ اللہ ثابت موجود ہے اللہ بلند و بالا ہے اس سے جو وصف بیان کرنے والے اس کا وصف بیان کرتے ہیں۔ قرآن سے تجاوز نہ کرو ورنہ تم وضاحت و بیان کے بعد گمراہ ہو جاؤ گے۔

(۱۶) بیان کیا ہم سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار رحمہ اللہ نے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے سہل بن زیاد سے انہوں نے ہمارے کسی اصحاب میں سے ایک سے اس نے کہا کہ میں نے ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام سے خط کے ذریعہ دریافت کیا کہ کیا اللہ جسم اور صورت ہے؟ تو آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اس کی ذات پاک و پاکیزہ ہے جس کی مثل کوئی شے نہیں اور وہ نہ جسم ہے نہ صورت ہے۔

(۱۷) ہم سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار رضی اللہ نے بیان کیا ۔ انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے سہل بن زیاد ادمی سے اس نے حمزہ بن محمد سے ، اس نے کہا کہ میں نے ابو الحسن (امام علی رضا) علیہ السلام کو لکھا کہ کیا اللہ تعالیٰ جسم و صورت ہے ؟ انہوںؑ نے جواب میں لکھا کہ اس کی ذات پاک و پاکیزہ ہے کہ جس کی مثل کوئی شے نہیں ۔

(۱۸) ہم سے علی بن احمد بن عبداللہ بن احمد بن ابو عبداللہ برقی رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا احمد بن ابو عبداللہ سے ، انہوں نے اپنے والد سے ، اس نے عبداللہ بن بحر سے ، اس نے ابوایوب خزاز سے ، انہوں نے محمد بن مسلم سے بیان کیا اس نے کہا کہ میں نے ابو جعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے دریافت کیا اس روایت کے بارے میں کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر خلق کیا ۔ آپؑ نے فرمایا کہ وہ تو نو پید مخلوق صورت ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا اور تمام مختلف صورتوں پر منتخب کیا ۔ پھر اس کو اپنی طرف نسبت دی جس طرح کہ کعبہ کو اور روح کو اپنی نسبت دی تو کہا " بیتی " میرا گھر (اور ہم نے ابراہیمؑ و اسمعیلؑ سے عہد لیا کہ وہ دونوں میرے گھر (کعبہ) کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں رکوع سجدہ کرنے والوں کے واسطے پاک و صاف کردیں) (البقرہ ۱۲۵) اور کہا کہ **ونفخت فیہ من روحی** (سورہ الحجر ۔ آیت ۲۹) " اور میں اس میں اپنی (طرف سے) روح پھونک دوں ۔"

(۱۹) مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ، اس نے حسن بن محبوب سے اس نے یعقوب سراج سے اس نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے بعض اصحاب گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صورت انسان کی صورت کی طرح ہے اور دوسرے شخص نے کہا کہ اللہ ایک نوجوان چھوٹے گھونگھریالے بالوں والے کی شکل کا ہے ۔ یہ سن کر حضرت ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سجدہ میں چلے گئے پھر آپؑ نے سر اٹھایا اور فرمایا کہ اس کی ذات پاک و پاکیزہ ہے کوئی شے اس کی مثل نہیں ہے اور نہ نگاہیں اس کا ادراک کرسکتی ہیں اور نہ علم اس کا احاطہ کرسکتا ہے ۔ اس نے کسی کو نہیں جنا کیونکہ بیٹا اپنے باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور نہ وہ جنا گیا کہ جو اس سے پہلے ہو وہ اس کے مشابہ ہو اور اس کی مخلوق میں سے کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے ، وہ بلند ہے اس صفت سے جو اس کے علاوہ میں ہے ۔ بہت ہی بلند ۔

(۲۰) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے بیان کیا ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے صقر بن (ابی) دلف سے اس نے کہا کہ میں نے ابوالحسن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ الرضا علیہم السلام سے توحید کے بارے میں سوال کیا اور ان سے عرض کیا کہ میں ہشام ابن الحکم کے مطابق کہتا ہوں ۔ آپؑ غضبناک ہوئے پھر فرمایا کہ تم لوگوں کو کیا ہوگیا اور قول ہشام کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے جس

نے یہ گمان کیا کہ اللہ جسم ہے اور ہم اس سے دنیا و آخرت میں بیزار ہیں ۔ اے ابن (ابی) دلف یقیناً جسم پیدا کیا گیا ہے اور اللہ اس کا پیدا کرنے والا اور جسم دینے والا ہے ۔

اور میں اجسام کے حادث ہونے پر ان شاء اللہ اس کتاب کے باب حدوث عالم پر دلیل میں ذکر کروں گا ۔

باب (۷) اللہ تبارک و تعالیٰ کوئی شے ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ اشعری نے بیان کیا ، اس نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد بن خالد نے بیان کیا اس نے محمد بن عیسیٰ سے ، اس شخص سے جس نے اس سے ذکر کیا ، اس نے کہا کہ ابو جعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ جائز ہے کہ کہا جائے کہ یقیناً اللہ عزوجل کوئی شے ہے ۔ تو آپؑ نے جواب دیا کہ ہاں یہ کہنا اس کو دونوں حدوں حد تعطیل اور حد تشبیہ سے نکال دیتا ہے ۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے علی بن ابراہیم نے اپنے والد سے بیان کیا ، اس نے عباس بن عمرو سے ، اس نے ہشام بن حکم سے ، اس نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ انہوں نے ایک زندیق کے سوال کہ اللہ کیا ہے ؟ کے جواب میں فرمایا کہ وہ اشیاء کے برخلاف ایک شے ہے تم میرے اس قول کی طرف رجوع کرو " وہ شے ہے " معنیٰ کے اثبات کے لئے اور یہ کہ وہ شے ہے شیئت کی حقیقت کے ساتھ اس کے علاو کہ وہ نہ جسم ہے نہ صورت ہے ۔

(۳) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے بیان کیا ، اس نے احمد بن محمد بن خالد سے اس نے نضر بن سوید سے ، اس نے یحییٰ حلبی سے ، اس نے ابن مسکان سے ، اس نے زرارہ سے ، اس نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے سنا آپؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی مخلوق سے جدا ہے اور اس کی مخلوق اس سے جدا ہے ۔ اور جس پر بھی شے کا اسم واقع ہوگا سوائے اللہ تعالیٰ کے تو وہ مخلوق ہوگی ۔ اور اللہ ہر شے کا خالق ہے ، بابرکت ہے وہ ذات کہ جس کی مثل کوئی شے نہیں ہے ۔

(۴) ہم سے حمزہ بن محمد علوی رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہمیں علی بن ابراہیم نے خبر دی اس نے اپنے والد سے اس نے ابن ابی عمیر سے اس نے علی بن عطیہ سے ، اس نے خیثمہ سے ، اس نے ابو جعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے انہوں نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی مخلوق سے جدا ہے اور اس کی مخلوق اس سے جدا ہے ۔ اور اللہ کے علاوہ جس پر اسم شے کا اطلاق ہوگا تو وہ مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے ۔

(۵) ہم سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم ابن ہاشم نے بیان کیا ، اس نے محمد بن عیسیٰ سے ، اس نے یونس بن عبدالرحمن سے ، اس نے ابوالمغرا سے ، اس نے ابوجعفر (امام محمد

باقر) علیہ السلام سے مرفوع کیا، اس نے کہا کہ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی مخلوق سے جدا ہے اور اس کی مخلوق اس سے جدا ہے اور جس پر شے کا اسم بولا جائے گا تو وہ مخلوق ہوگی سوائے اللہ عزوجل کے۔

(۶) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے بیان کیا، اس نے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے، اس نے عبدالرحمن بن ابی نجران سے، اس نے کہا کہ میں نے ابو جعفر ثانی (امام محمد تقی) علیہ السلام سے توحید کے بارے میں دریافت کیا اور عرض کیا کہ کیا اللہ پر شے کا گمان کیا جاسکتا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا ہاں اس کی ذات عقل میں آنے والی نہیں ہے اور نہ محدود ہے۔ پس جبکہ اس پر تمہارا شے ہونے کا وہم واقع ہو تو وہ اس کے خلاف ہوگا۔ کوئی شے اس کے مشابہ نہیں ہے اور نہ قوت واہمہ اس کا ادراک کر سکتی ہے۔ اوہام و خیالات کس طرح اس کا ادراک کر سکتے ہیں اور وہ عقل و تصور کے خلاف ہے۔ سوائے اس کے نہیں کہ شے غیر معقول اور لامحدود کا وہم کیا جاتا ہے۔

(۷) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے بیان کیا، اس نے محمد بن اسماعیل برکی سے، اس نے حسین بن حسن سے، اس نے بکر بن صالح سے اس نے حسین بن سعید سے، اس نے کہا کہ ابو جعفر الثانی (امام محمد تقی) علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اللہ کے لئے " شے " کہنا جائز ہے۔ تو آپؑ نے فرمایا۔ ہاں۔ وہ اس کو حد تعطیل (صفات الٰہیٰ کا نہ ماننا) اور حد تشبیہ کی دونوں حدوں سے نکال دیتا ہے۔

(۸) ہم سے جعفر بن محمد بن مسرور رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر بن بطہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ہمارے چند اصحاب میں سے کسی نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے، اس نے کہا کہ مجھ سے ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کیا کہو گے جبکہ تم سے کہا جائے کہ تم مجھ کو اللہ عزوجل کے بارے میں آگاہ کرو کہ وہ شے ہے یا نہیں ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ اللہ عزوجل نے اپنی ذات کو شے ثابت کیا ہے جس طرح وہ کہتا ہے۔ **قل ای شی اکبر شھادۃ قل اللہ شھید بینی و بینکم** (سورۃ انعام۔ آیت ۱۹) " (اے رسول) تم پوچھو کہ گواہی میں سب سے بڑھ کر کون سی شے ہے تو تم خود کہدو کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے " اب میں کہتا ہوں کہ وہ دوسری اشیاء کی طرح شے نہیں ہے اس لئے کہ نفی شیئیت میں اس سے اس کا بطلان اور نفی ہے۔ مجھ سے فرمایا تم نے سچ کہا اور درست کہا پھر مجھ سے امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ توحید کے بارے میں لوگوں کے تین مذہب ہیں۔ ایک نفی دوسرے تشبیہ اور تیسرے بغیر تشبیہ کے اثبات۔ نفی والوں کا مذہب ناجائز ہے اور تشبیہ کا مذہب بھی درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ و تبارک کے کوئی چیز مشابہ نہیں ہو سکتی تو تیسرے طریقے اثبات بلا تشبہ میں واضح راستہ ہے۔

باب (۸) جو کچھ خدا کو دیکھنے کے بارے میں آیا

(۱) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے بیان کیا، اس نے اپنے والد سے اس نے نوفلی سے، اس نے سکونی سے اس نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادقؑ) سے، انہوں نے اپنے آباء کرام علیہم السلام سے، انہوںؑ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک آدمی کی طرف سے گزرے جو اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے پکار رہا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تم اپنی نگاہ کو جھکالو کیونکہ تم اس کو ہرگز نہیں دیکھ سکو گے۔ اور انہوںؑ نے یہ بھی فرمایا کہ جناب رسول اکرم کا گزر ایک ایسے آدمی کی طرف سے ہوا جو اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے ہوئے تھا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ہاتھوں کو کوتاہ کرلو کیونکہ تم اس کو نہیں پاسکتے۔

(۲) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے بیان کیا، اس نے علی بن ابی القاسم سے، اس نے یعقوب بن اسحاق سے، اس نے کہا کہ میں نے ابو محمد علیہ السلام کو تحریر کیا کہ ایک بندہ اپنے رب کی کس طرح بندگی ادا کرسکتا ہے جبکہ وہ اس کو نہیں دیکھ رہا ہے؟ تو آپؑ نے مہر ثبت فرمادی کہ اے ابو یوسف میرا سید و مولا اور مجھ پر اور میرے آباء واجداد پر انعام واکرام کرنے والا اس سے بلند ہے کہ اس کو دیکھا جائے۔ اس نے کہا کہ میں نے آپؑ سے یہ سوال بھی کیا کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ تو آپ نے توقیع فرمائی کہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول کے قلب کو اپنے نور عظمت میں سے جو پسند کیا، دکھایا۔

(۳) ہم سے حسین بن احمد بن ادریس رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن عبدالجبار سے، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے، اس نے عاصم بن حمید سے، اس نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے رویت کے بارے میں جو لوگ کہتے ہیں گفتگو کی تو آپؑ نے فرمایا کہ سورج، نور کرسی کے ستر اجزاء کا ایک جز ہے اور کرسی، نور عرش کے ستر اجزاء کا ایک جز ہے اور عرش، نور حیات کے ستر حصوں کا ایک حصہ ہے اور حجاب، نور ستر کے ستر اجزاء کا ایک حصہ ہے۔ پس اگر یہ لوگ درست کہتے ہیں تو وہ اپنی آنکھوں سے سورج کو دیکھیں کہ جس کے آگے بادل نہ ہو۔

(۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے بیان کیا، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، اس نے کہا کہ ہم سے ابن ابی نصر نے بیان کیا، اس نے ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام سے بیان کیا۔ انہوںؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کہ میں معراج میں آسمانوں کی طرف لے جایا جارہا تھا تو

میرے ساتھ جبرئیل ایسی جگہ پہنچے جہاں ان کے قدم کبھی نہیں پہنچے تھے تو میرے لئے شے رازہائے سربستہ کھول دیئے گئے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نور عظمت میں سے جتنا چاہا مجھ کو دکھایا۔

(۵) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے علی بن معبد سے، انہوں نے عبداللہ بن سنان سے، انہوں نے اپنے والد سے، اس نے کہا کہ میں ابو جعفر (امام محمد باقرؑ) علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ ایک خارجی آپؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے ابوجعفر (علیہ السلام) تم کس شے کی عبادت کرتے ہو؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ کی۔ اس مرد خارجی نے کہا کہ کیا آپؑ نے اس کو دیکھا ہے؟ آپؑ نے جواب دیا کہ آنکھیں اس کو عینی مشاہدہ کے ساتھ نہیں دیکھ سکتیں لیکن دل ایمان حقیقتوں کے ساتھ اس کو دیکھ سکتے ہیں، وہ قیاس کے ذریعہ نہیں پہچانا جاتا اور نہ حواس کے ذریعہ ادراک کیا جاتا ہے اور نہ اس کو لوگوں کے ساتھ تشبیہ دی جاسکتی ہے، وہ آیات کے ذریعہ وصف کیا گیا ہے علامات کے ذریعے پہچانا گیا ہے۔ وہ اپنے حکم و فیصلہ میں ظلم و جور نہیں کرتا، یہی وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

اس نے کہا کہ وہ آدمی یہ کہتا ہوا نکلا کہ اللہ زیادہ جانتا ہے کہ جہاں وہ اپنی رسالت کو رکھے۔

(۶) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد بن ابی نصر نے بیان کیا اس نے ابوالحسن موصلی سے، اس نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ ایک یہودی عالم امیرالمومنین (علی ابن ابی طالب) علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ اے امیرالمومنینؑ کیا آپ نے اپنے رب کو عبادت کے وقت دیکھا ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ تو ہلاک ہو میں اپنے اس پروردگار کی عبادت نہیں کرتا جس کو میں نے نہیں دیکھا۔ اس یہودی نے کہا کہ آپؑ نے اس کو کس طرح دیکھا؟ آپؑ نے فرمایا کہ تجھ پر ویل ہو آنکھیں اس کو نگاہوں کے مشاہدہ کے ساتھ ادراک نہیں کرسکتی ہیں لیکن قلوب ایمان کی حقیقتوں کے ساتھ دیکھ سکتے ہیں۔

(۷) ہم سے حسین بن احمد بن ادریس رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے احمد بن اسحاق سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن ثالث (امام علی نقی) علیہ السلام کو خط لکھ کر رویت باری کے متعلق دریافت کیا اور اس کے بارے میں لوگوں کی کیا رائے ہے؟ تو آپؑ نے تحریر فرمایا کہ رویت ناممکن ہے۔ جب تک کہ دیکھنے والے اور مرئی کے درمیان فضا و ہوا نہ ہو جس پر نگاہ نفوذ کرے۔ جب ہوا منقطع ہوجائے اور ناظر و مرئی کے درمیان روشنی معدوم ہوجائے تو رویت صحیح نہ ہوگی اور اس میں اشتباہ ہوگا۔ اس لئے کہ دیکھنے والا جب شے مرئی کو اس سبب میں جو رویت میں ان کے درمیان ہے متساوی اور متشارک سمجھے گا تو اشتباہ لازم ہوگا اور یہ اس مسئلہ میں تشبیہ ہوگی کیونکہ اسباب کا اتصال مسبات کے ساتھ ضروری ہے۔

(۸) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یعقوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن ادریس نے بیان کیا، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے علی بن سیف سے، انہوں نے محمد بن عبیدہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام کو تحریری طور پر رویت اور اس بارے میں عامہ وخاصہ لوگوں کی روایت کے متعلق دریافت کیا اور میں نے اس کی تشریح کی بھی درخواست کی تو آپؑ نے اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا کہ سب لوگوں نے اس پر اتفاق کیا ہے اور ان کے درمیان کوئی رد وکد نہیں کہ معرفت رویت کے گوشہ سے ضروری ہے۔ پس جس وقت جائز ہوا کہ اللہ تعالیٰ آنکھ سے دیکھا جائے تو معرفت ضروری ہوئی پھر یہ کہ یہ معرفت دو حال سے خالی نہیں ہوگی اس امر سے کہ وہ ایمان ہو یا ایمان نہ ہو۔ اگر یہ معرفت رویت کے سبب سے ایمان ہو تو وہ معرفت جو دنیا میں بذریعہ اکتساب ہو، اس کا ایمان سے تعلق نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ اس کی ضد ہے، پس دنیا میں کوئی شخص مومن نہیں ہوگا اس لئے کہ انہوں نے اللہ (جس کا ذکر غالب ہے) کو نہیں دیکھا اور اگر یہ معرفت رویت کی رو سے ایمان نہ ہو تو یہ معرفت جو بذریعہ اکتساب ہے ان دو امور سے خالی نہیں ہوگی کہ وہ قیامت میں زائل ہوجائے یا زائل نہ ہو۔ لہذا یہ دلیل ہے اس پر کہ اللہ تعالیٰ آنکھ سے نہیں دیکھا جاسکتا، اس لئے کہ آنکھ (یا حقیقت) اس حد تک پہچانتی ہے جو ہم نے بیان کی۔

(۹) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یعقوب کلینیؒ نے بیان کیا، انہوں نے احمد بن ادریس سے، انہوں نے محمد بن عبدالجبار سے، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے، اس نے کہا کہ مجھ سے ابو قرہ محدث نے ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام کے پاس جانے کے لئے کہا تو میں نے انؑ سے اجازت طلب کی۔ آپؑ نے مجھے اجازت دیدی تو وہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حلال وحرام اور احکام کے متعلق دریافت کیا یہاں تک کہ ان کا سوال توحید کے بارے میں بھی ہوا، ابوقرہ نے کہا کہ ہم سے روایت بیان کی گئی ہے کہ اللہ عزوجل نے دو شخصوں کے درمیان رویت اور کلام کو تقسیم کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے کلام کو اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے رویت کو۔ تو ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام نے فرمایا کہ جن وانس کی طرف اللہ عزوجل کی طرف سے کون تبلیغ کرنے والا ہے **لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار** (سورۃ انعام۔ آیت نمبر ۱۰۴) " اس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور وہ (دیکھنے والوں کی) نظروں کو دیکھتا ہے " **ولا يحيطون به علماً** (سورۃ طہ۔ آیت ۲۰) " اور لوگ اپنے علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے ہیں " **ليس كمثله شئ** (سورہ شوریٰ۔ آیت ۱۱) " کوئی چیز اس کی مثل نہیں " کیا وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہیں ؟ ابوقرہ نے کہا یہ بات درست ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ پھر ساری مخلوق کے لئے ایک آدمی کس طرح آئے کہ وہ ان کو خبردار کرے کہ وہ اللہ کی طرف سے آیا ہے اور وہ حکم الٰہیٰ سے اللہ کی طرف ان کو بلا رہا ہے اور کہتا ہے کہ اس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور وہ لوگوں کی

نظروں کو دیکھتا ہے اور لوگ علم کے ذریعہ اس کا احاطہ نہیں کرسکتے ہیں، اور کوئی شے اس کی مثل نہیں، پھر یہ کہے کہ میں نے اس کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اور میں نے علم کے ذریعہ اس کا احاطہ کیا ہے اور وہ انسانی صورت و شکل کا ہے۔ کیا تم کو ندامت و شرمندگی نہیں ہوتی؟ کیا زندیق حضرات اس پر قادر نہیں تھے کہ اس کو اس برائی سے نکال پھینکتے کہ وہ اللہ کی طرف سے کوئی شے لائے اور پھر کسی دوسری وجہ سے اس کے برخلاف لے کر آئے۔

ابو قرہ نے کہا کہ خدا فرماتا ہے **ولقد راٰہ نزلۃ اخری** (سورۃ نجم ۔ آیت ۱۳) "اور اس نے اس کو (جبرئیل کو) دوسری بار دیکھا ہے" تو ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام نے فرمایا کہ اس آیت کے بعد جو دیکھا ہے اس پر دلالت کرتا ہے ۔ جبکہ اللہ نے کہا کہ جو کچھ دیکھا ان کے دل نے جھوٹ نہ جانا، گویا وہ کہہ رہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل نے جھوٹ نہیں سمجھا جو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر جو دیکھا اس کے بارے میں ہم کو بتایا تو کہا انہوں نے اپنے پروردگار کی بڑی نشانیوں کو دیکھا تو اللہ عزوجل کی آیات اللہ کی غیر ہیں اور اس نے کہا ہے کہ وہ علم کے ذریعہ اس کا احاطہ نہیں کرسکتے ۔ پس جب نگاہوں نے اس کو دیکھ لیا تو اس کا علم کے ذریعہ احاطہ ہوگیا اور معرفت ہوگئی ۔ ابو قرہ کہنے لگا کہ آپؑ روایات کی تکذیب کرتے ہیں تو ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام نے فرمایا کہ جب روایات مخالف قرآن ہوں تو میں نے ان کی تکذیب کی ہے ۔ اور جس پر مسلمانوں کا اجماع ہے وہ یہ کہ علم اللہ کا احاطہ نہیں کرسکتا نہ آنکھیں اس کا ادراک کرسکتی ہیں ۔ اور کوئی شے اس کی مثل نہیں ۔

(۱۰) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے بیان کیا، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے ، انہوں نے ابن ابی نجران سے ، انہوں نے عبداللہ بن سنان سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے قول کے بارے میں کہ **لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار** (سورۃ انعام ۔ آیت ۱۰۴) "اور اس کو نگاہیں ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ لوگوں کی نظروں کو دیکھتا ہے" روایت کی، تو آپؑ نے فرمایا کہ وہم کے احاطہ میں ۔ کیا تم اس کے قول کی طرف سے نہیں دیکھتے **قد جاء کم بصاءر من ربکم** (سورۃ انعام ۔ آیت ۱۰۵) "تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس سوجھ بوجھ والی چیزیں آچکی ہیں" نگاہوں سے دیکھنا مراد نہیں ۔ "پس جس نے دیکھا اپنے لئے دیکھا" یہاں بھی آنکھ سے دیکھنا مراد نہیں ہے ، اور جو اندھا رہا تو اسی پر اس کا نقصان ہے تو یہاں بھی آنکھوں کا اندھا پن مراد نہیں ۔ اس سے مراد ہے احاطہ وہم ، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص شعر میں بصیر ہے اور فلاں شخص فقہ میں بصیر ہے ۔ فلاں شخص درہموں میں بصیر ہے اور فلاں شخص کپڑوں میں بصیر ہے ۔ اللہ عظیم تر ہے اس سے کہ اس کو آنکھ سے دیکھا جائے ۔

(۱۱) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا ۔ انہوں نے ابو ہاشم جعفری سے ، انہوں نے ابوالحسن

(امام علی رضا) علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا اللہ عزوجل کا وصف بیان کیا جاسکتا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ "کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں میں قرآن پڑھتا ہوں آپؑ نے فرمایا کہ کیا تم عزوجل کے اس قول کو نہیں پڑھتے ہو لاتدرکه الابصار وهو یدرک الابصار (سورۃ انعام - آیت ۱۰۳) " اور اس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور وہ لوگوں کی نظروں کو دیکھتا ہے۔" میں نے عرض کیا کہ ہاں پڑھتا ہوں تو آپؑ نے فرمایا کہ کیا تم "ابصار" کو جانتے ہو؟ میں نے ہاں میں جواب دیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ وہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آنکھوں کی ابصار۔ آپؑ نے فرمایا کہ قلوب کے اوہام آنکھوں کے ابصار سے کہیں زیادہ ہیں۔ پس اللہ وہ ہے اوہام جس کا ادراک نہیں کرسکتے اور وہ اوہام کا ادراک کرسکتا ہے۔

(۱۲) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا، انہوں نے اس شخص سے جس نے اس کا ذکر کیا، اس نے محمد بن عیسیٰ سے، اس نے داؤد بن قاسم سے، اس نے ابوہاشم جعفری سے، اس نے کہا کہ میں نے ابوجعفر بن رضا (امام محمد تقی) علیہ السلام سے دریافت کیا، آپؑ نے فرمایا کہ اے ابو ہاشم قلوب کے اوہام و خیالات البصار العیون سے زیادہ دقیق ہیں۔ تم اپنے وہم سے سندھ ہند اور ان شہروں کو جن میں تم نہیں گئے ہو اور جن کو تم نے اپنی نگاہ سے نہیں دیکھا ہے۔ ادراک کرسکتے ہو؟ جب اوہام القلوب اس کا ادراک نہیں کرسکتے تو پھر کس طرح نگاہیں اس کا ادراک کرسکتی ہیں۔

(۱۳) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا، ان سے محمد بن اسمعیل برمکی سے اس نے حسین بن حسن سے، اس نے بکر بن صالح سے، اس نے حسین بن سعید سے، اس نے ابراہیم بن محمد خزاز اور محمد بن حسین سے، ان دونوں نے کہا کہ ہم ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے اس روایت کو بیان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو تیس (۳۰) سالہ خوبصورت و موزوں قدوقامت جوان کے روپ میں دیکھا کہ جس کے قدم سبزہ پر تھے، اور میں نے عرض کیا کہ ہشام بن سالم، صاحب الطاق اور میثمی کہتے ہیں کہ وہ ناف تک کھوکھلا ہے اور باقی حصہ ٹھوس ہے تو آپؑ فوراً سجدہ میں چلے گئے پھر فرمایا کہ اے پروردگار تیری ذات پاک و پاکیزہ ہے، انہوں نے تجھ کو نہیں پہچانا اور نہ تیری یکتائی پر ایمان لائے۔ اس وجہ سے انہوں نے تیرا وصف بیان کیا، تیری ذات پاک و پاکیزہ ہے۔ اگر یہ لوگ تیری معرفت رکھتے تو یہ تجھے ان صفات سے متصف کرتے جو تو نے خود اپنے لئے بیان کی ہیں، تیری ذات پاک و پاکیزہ ہے، ان لوگوں نے کیسے اتفاق کرلیا اس امر پر کہ تجھ کو تیرے غیر کے مشابہ قرار دیدیا۔ اے میرے معبود! میں تیری وہی تعریف بیان کرتا ہوں جو تو نے اپنی تعریف میں بیان فرمائی ہے اور میں تجھ کو تیری مخلوق کے مشابہ قرار نہیں دیتا۔ تو ہی صاحب ولائق خیر ہے پس تو مجھ کو قوم ظالمین میں قرار نہ دینا۔ پھر آپؑ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم

نے کسی شے کے متعلق جو وہم و گمان کیا وہی وہم و گمان تم نے اللہ کے متعلق کیا ۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ ہم آل محمد نمط اوسط (درمیانی راستہ) ہیں کہ پیچھے رہ جانے والے ہم تک پہنچ نہیں سکتے اور نہ وہ ہم سے آگے بڑھ سکتے ہیں ۔ اے محمد بن حسین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کی عظمت کی طرف دیکھا تو گویا اس کو تیس (۳۰) سالہ خوبصورت موزوں و متناسب اعضاء والے جوان کی روپ میں دیکھا ۔ اے محمد! میرا رب عظیم و جلیل ہے اس سے کہ وہ مخلوقات کی صفت میں ہو ۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپؑ کے قربان جاؤں اس بارے میں کہ جس کے قدم سبزہ پر ہوں کیا خیال ہے ؟ آپؑ نے فرمایا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ جب انہوں نے اپنے رب کی طرف اپنے قلب سے دیکھا تو اس کو نور حجابات کی طرح نور میں رکھا یہاں تک کہ اس کے لئے جو کچھ حجابات میں تھا واضح ہوگیا بے شک اللہ کے نور سے بہتر سے بہتر سبز ہے اور اسی سے سرخ ہے ، اس سرخ کا کیا کہنا ، اور اس سے سفید سفید تر ہے ۔ اس سے اس کے علاوہ بھی ہے ۔ اے محمد! کتاب اور سنت نے جو گواہی دی ہے اس کے ہم قائل ہیں ۔

(۱۴) ہم سے محمد بن محمد بن عصام کلینی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یعقوب کلینی نے بیان کیا ۔ انہوں نے علی بن محمد سے ، انہوں نے سہل بن زیاد وغیرہ سے ، انہوں نے محمد بن سلیمان سے ، انہوں نے علی بن ابراہیم جعفری سے ، انہوں نے عبداللہ بن سنان سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے ، آپؑ نے فرمایا کہ اللہ عظیم ، رفیع ہے ۔ بندے اس کی صفت بیان کرنے پر قدرت نہیں رکھتے ۔ اور نہ اس کی عظمت کی ماہیت تک پہنچ سکتے ہیں ۔ آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کرتا ہے اور وہ لطیف و خبیر ہے ۔ وہ کیف ، این اور حیث کے ساتھ وصف نہیں کیا جاسکتا (یعنی اس کا جہاں و حیثیات کے اختلاف سے وصف بیان نہیں ہوسکتا) تو میں اس کا "کیف" کے ساتھ کس طرح وصف بیان کرسکتا ہوں جبکہ اس نے کیف کو کیفیت دی یہاں تک کہ وہ کیف ہوگیا تو میں نے کیف کو پہچانا اس وجہ سے اس نے ہمارے لئے کیف کو کیفیت بخشی یا میں اس کی "این" کے ساتھ کس طرح تعریف کروں جبکہ اس نے ان کی تابین کی ہے یہاں تک کہ وہ این ہوگیا پھر میں نے این کو اس ذریعہ سے پہچانا جو اس نے ہمارے لئے ان کو تابین فرمایا ۔ یا میں اس کو "حیث" سے کس طرح تعریف کروں ۔ اس نے حیث کو حیثیت بخشی یہاں تک کہ وہ حیث ہوگیا ۔ پھر میں نے حیث کو پہچانا اس ذریعہ سے جو اس نے ہمارے لئے حیث کو حیثیت دی ۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ ہر جگہ میں داخل ہے اور ہر شے سے خارج ہے ۔ آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتی ہیں ، وہ آنکھوں کو دیکھتا ہے ۔ کوئی معبود نہیں مگر وہ علی عظیم ہے اور وہ لطیف خبیر ہے

(۱۵) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا ، انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے ، انہوں نے ابن ابی نجران سے ، انہوں نے محمد بن سنان سے ، انہوں نے ابراہیم اور فضل پسران محمد اشعرین سے ، انہوں نے عبید بن زرارہ سے ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے

عرض کیا کہ آپ پر فدا ہو جاؤں کہ وہ بے ہوشی و غشی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزولِ وحی کے وقت طاری ہوتی تھی ۔ کیا تھی ؟ آپؑ نے فرمایا کہ یہ حالت اس وقت طاری ہوتی تھی جبکہ ان کے اور اللہ کے درمیان کوئی نہیں ہوتا تھا اس وقت طاری ہوتی تھی جبکہ اللہ ان کو اپنی تجلی دکھاتا تھا ۔ پھر آپؑ نے فرمایا اے زرارہ یہ نبوت ہے اور تم اس کو خشوع قلب کے ساتھ قبول کرو ۔

(۱۶) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن ہاشم نے بیان کیا ، انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے مرازم سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ میں نے انؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ۔ مراد اپنے قلب سے ہے اور اس کی تصدیق ہے ۔

(۱۷) جو کچھ ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا ۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے بیان کیا ، انہوں نے محمد بن حسین بن ابی خطاب سے ، انہوں نے محمد بن فضیل سے ، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ ہاں انہوںؐ نے اپنے قلب سے اس کو دیکھا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا **ماکذب الفؤاد ماراٰی** (سورۃ نجم ۔ آیت ۱۱) " جو کچھ انہوں نے دیکھا دل نے نہیں جھٹلایا " یعنی اس کو نگاہ سے نہیں دیکھا بلکہ اس کو دل سے دیکھا ۔

(۱۸) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا ، انہوں نے قاسم بن محمد اصفہانی سے انہوں نے سلیمان بن داؤد منقری سے ، انہوں نے حفص بن غیاث یا کسی اور سے ، اس نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے قول **لقد راٰی من اٰیات ربہ الکبریٰ** (سورۃ نجم ۔ آیت ۱۸) " انہوں نے یقیناً اپنے پروردگار کی بڑی نشانیاں دیکھیں ۔ کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ آپؐ نے جبرئیل کی ساق (پنڈلی) پر موتی کو سبزی پر پانی کے قطرہ کی طرح دیکھا ۔ اس کے چھ سو (۶۰۰) پر تھے جنہوں نے آسمان سے لیکر زمین تک کو بھر دیا تھا ۔

(۱۹) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ہارون صوفی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ رویانی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالعظیم بن عبداللہ بن علی بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہما السلام نے بیان کیا ، انہوں نے ابراہیم بن ابو محمود سے ، انہوں نے کہا کہ علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام نے اللہ عزوجل کے اس قول **وجوہ یومئذ ناضرۃ الیٰ ربھا ناظرۃ** (سورۃ قیامۃ ۔ آیات ۲۲ ۔ ۲۳) " اس روز بہت سے چہرے تروتازہ ہشاش بشاش ہوں گے اپنے پروردگا کی

طرف دیکھ رہے ہوں گے ۔" کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد وہ چمکدار چہرے ہیں جو اپنے رب کے ثواب کے منتظر ہیں ۔

(۲۰) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عمران نخعی نے بیان کیا، انہوں نے حسین بن یزید نوفلی سے، انہوں نے علی بن ابو حمزہ سے، انہوں نے ابو بصیر سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا ۔ ابو بصیر نے آپؑ سے عرض کیا کہ آپؑ مجھے بتایئے کہ کیا مومنین اللہ تعالیٰ کو روز قیامت دیکھیں گے ۔ آپؑ نے فرمایا کہ ہاں اور انہوں نے اس کو قیامت سے قبل دیکھا ہے ۔ تو میں نے دریافت کیا کب ؟ آپؑ نے فرمایا جب اللہ نے ان سے فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے کہا کہ ہاں " پھر آپ چند لمحے خاموش رہے پھر فرمایا بے شک مومنین اس کو دنیا میں قیامت کے دن سے پہلے دیکھیں گے ۔ کیا تم نے اس کو اس وقت نہیں دیکھا ؟ ابو بصیر کہنے لگے میں آپؑ پر فدا ہوجاؤں کیا میں آپؑ سے یہ حدیث بیان کرسکتا ہوں ؟ آپؑ نے فرمایا نہیں ۔ کیونکہ جب تم اس کے متعلق بیان کرو گے تو منکر اس کا انکار کرے گا جو جاہل ہوگا اس معنی سے جو تم کہو گے ۔ پھر فیصلہ دیا کہ یہ تشبیہ ہے جو کفر ہے ۔ اور رویت قلب آنکھ کی طرح نہیں ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس سے بلند ہے جو مشبہ اور ملحد حضرات وصف بیان کرتے تھے ۔

(۲۱) ہم سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم نے بیان کیا انہوں نے اپنے والد ابراہیم بن ہاشم سے، انہوں نے عبدالسلام بن صالح ہروی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام سے عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ اہل حدیث کی اس حدیث کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ مومنین جنت میں اپنے مکانوں سے اپنے رب کی زیارت کرتے ہیں یا کریں گے ۔ تو آپؑ نے فرمایا اے ابوالصلت اللہ تعالیٰ و تبارک نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام مخلوق، انبیاء اور ملائکہ پر فضیلت بخشی ہے ۔ دنیا و آخرت میں ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور ان کی پیروی کو اپنی پیروی اور ان کی زیارت کو اپنی زیارت قرار دیا ہے ۔ اللہ عزوجل نے فرمایا " جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی اور فرمایا بیشک وہ لوگ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں ۔ اللہ کا ہاتھ ان لوگوں کے ہاتھوں کے اوپر ہے ۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میری زندگی یا موت کے بعد میری زیارت کی تو اس نے اللہ کی زیارت کی ہے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنت میں درجہ تمام درجات سے بلند ہے، تو جس نے اپنی جنت کے مقام سے ان کے درجہ کی زیارت کی تو اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی زیارت کی ۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آپؑ سے عرض کیا کہ اے فرزند رسول اس خبر کے کیا معنی ہوئے جو انہوں نے روایت کی ہے کہ لا الہ الا اللہ کا ثواب اللہ کے چہرہ کی طرف دیکھنا ہے ؟ تو آپؑ نے فرمایا

کہ اے ابوالصلت جس نے اللہ کا چہروں کی طرح کسی چہرہ سے وصف بیان کیا ۔ اس نے کفر کیا ہے ۔ لیکن اللہ کا چہرہ تو اس کے انبیاء ، رسل اور حجتیں صلوات اللہ علیہم ہیں وہی ہیں جن کے ذریعہ اللہ ، اس کے دین اور اس کی معرفت کی طرف متوجہ ہوا جاتا ہے ۔ اور اللہ عزوجل نے فرمایا "جو بھی زمین پر ہے سب فنا ہونے والے ہیں اور تمہارے عظمت و کرامت رب کی ذات باقی رہے گی " اور عزوجل نے فرمایا **کل شی ھالک الا وجھہ** (سورۃ قصص ۔ آیت ۸۸) " اس کی ذات کے علاوہ ہر شئے ہلاک ہونے والی ہے " پس انبیاء و رسل و حجج الہیٰ کی طرف دیکھنا ان کے درجات میں مومنین کے لئے روز قیامت بڑا ثواب ہے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے " کہ جس نے میرے اہل بیت اور میری عترت سے بغض رکھا ۔ اس نے مجھ کو نہیں دیکھا اور نہ میں اس کو قیامت کے روز دیکھوں گا ۔ اور آپؐ نے فرمایا اور بے شک تم میں کچھ لوگ مجھ سے جدائی اختیار کرنے کے بعد مجھ کو نہیں دیکھیں گے ۔" اے ابو الصلت اللہ تبارک وتعالیٰ کا وصف کسی مکان (جگہ) سے نہیں کیا جاسکتا اور اس کو آنکھیں اور اوہام نہیں دیکھ سکتے ۔ ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے فرزند رسولؐ سے عرض کیا کہ مجھے جنت اور دوزخ کے بارے میں بتایئے کہ کیا وہ مخلوق ہیں ؟ آپؑ نے فرمایا کہ ہاں اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب معراج جنت میں تشریف لے گئے اور جہنم کو بھی دیکھا تو میں نے پھر عرض کیا کہ چند لوگ کہتے ہیں کہ آج وہ مقدر ہیں غیر مخلوق ہیں ۔ آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ وہ لوگ ہم میں سے نہیں ہیں اور نہ ہم ان میں سے ہیں جس نے جنت و دوزخ کی پیدائش سے انکار کیا ۔ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی اور ہم کو بھی جھٹلایا اور ہماری ولایت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ھذہ جھنم التی یکذب بھا المجرمون یطوفون بینھا وبین حمیم ان** (سورۃ رحمان ۔ آیت ۴۴ ۔ ۴۳) "یہی وہ جہنم ہے کہ گنہگار لوگ جس کی تکذیب کیا کرتے تھے ۔ لوگ جہنم اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان چکراتے پھریں گے " اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب مجھ کو معراج کے لئے لے جایا گیا جبرئیل نے میرے ہاتھ کو پکڑا اور مجھے جنت میں داخل کردیا اور مجھ کو رطب پیش کیں جو میں نے کھائیں جس سے میرے سلب میں نطفہ بنا اور جب میں زمین پر واپس آیا تو میں نے خدیجہ سے ہمبستری کی اور فاطمہ (صلواۃ اللہ علیہا) کا حمل قرار پایا ۔ پس فاطمہ حوراء انسیہ ہیں اور جب کبھی مجھے جنت کی خوشبو کا اشتیاق ہوتا تو میں اپنی بیٹی فاطمہ علیہا السلام کی خوشبو سونگھتا ۔

(۲۲) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن حسین سعد آبادی نے بیان کیا ۔ انہوں نے احمد بن ابو عبداللہ برقی سے ، انہوں نے اپنے والد محمد بن خالد سے ، انہوں نے احمد بن نضر سے انہوں نے محمد بن مروان سے ، انہوں نے محمد بن سائب سے ، انہوں نے ابوالصالح سے ، انہوں نے عبداللہ بن عباس سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں بیان کیا **فلما آفاق قال سبحنک تبت الیک و انا اول**

المومنین (سورۃ اعراف ۔ آیت ۱۴۳) " پس جب کہ وہ (موسیٰ) ہوش میں آئے تو کہنے لگے کہ تیری ذات پاک و پاکیزہ ہے میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور (عدم رویت باری) میں سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں ہوں ۔ عبداللہ ابن عباس نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہہ رہے تھے کہ اے پروردگار تیری ذات پاک و پاکیزہ ہے میں اس سے توبہ کرتا ہوں کہ تجھ سے تیری رویت کا سوال کروں اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں اس پر کہ تجھ کو دیکھا نہیں جاسکتا ۔

اس کتاب کے مصنف محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم تھا کہ اللہ عزوجل کی رویت درست و جائز نہیں ۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ خود کو دکھادے کے ان کی قوم نے اس بارے میں بہت زیادہ اصرار کیا تھا تو حضرت موسیٰ نے اپنے رب سے سوال کیا بغیر اس کے کہ وہ اس سے اجازت طلب کریں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ تو مجھ کو دیدار کرادے میں تیری طرف دیکھ رہا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن اس پہاڑ کی طرف دیکھ اگر وہ اپنی جگہ پر حالت جنبش میں قائم رہے تو تم بھی عنقریب مجھ کو دیکھ لو گے ۔ اس کی معنی یہ ہیں کہ تم مجھ کو کبھی ہرگز نہیں دیکھ سکو گے اس لئے کہ پہاڑ ساکن نہیں ہوتا وہ ہمیشہ حالت جنبش میں رہتا ہے ۔ یہ اللہ عزوجل کے اس قول کی طرح ہے **ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط** (سورۃ اعراف ۔ آیت ۴۰) " اور وہ جنت میں داخل نہیں ہوسکیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نکل جائے " اس کے معنی یہ ہیں کہ گنہگار لوگ کبھی جنت میں داخل نہیں ہوسکیں گے جس طرح کہ اونٹ سوئی کے ناکہ سے کبھی نہیں نکل سکتا ۔ پس جب کہ اس (موسیٰ) کے رب نے پہاڑ ، پر جلوہ دکھایا یعنی وہ اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی کے ساتھ ظاہر ہوا اور یہ نشانی نور ہے ان انوار میں سے جس کو اس نے خلق کیا اس میں سے کچھ پہاڑ پر ڈالدیا جس نے اس کو چکنا چور کردیا اور موسیٰ اس پہاڑ کے زلزلہ کے خوف سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و بڑائی کی بناء پر بے ہوش ہوگئے اور گر پڑے ۔ پھر جب وہ ہوش میں آئے تو کہنے لگے ؟ تیری ذات پاک و پاکیزہ ہے میں نے تیری بارگاہ میں توبہ کی یعنی میں اپنی اس معرفت کی طرف پلٹ گیا جو تجھ سے ہے ، منحرف ہوتے ہوئے اس نے جو میری قوم نے مجھے تجھ سے رویت کے سوال پر اکسایا اور یہ توبہ کسی گناہ کی وجہ سے نہیں تھی اس لئے کہ انبیاء گناہ صغیر و کبیر نہیں کرتے اور نہ ان (موسیٰ) پر سوال سے قبل اجازت چاہنا واجب تھا لیکن یہ ادب تھا جس کو وہ استعمال کررہے تھے اور اپنے نفس کا اس کے ذریعے مواخذہ کررہے تھے جب کہ انہوں نے اس سے سوال کا ارادہ کیا اس پر قوم نے بیان کیا کہ انہوں نے اس بارے میں اجازت طلب کی تو انہیں اجازت دی تاکہ وہ اپنی قوم کو بتائیں کہ رویت الہیٰ نہیں ہوسکتی ۔ اور حضرت موسیٰ کا یہ فرمانا کہ میں اول مومنین میں سے ہوں تو دراصل وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں اس گروہ میں پہلا مومن ہوں جو ان کے ساتھ تھا اور جنہوں نے ان سے سوال کیا تھا کہ وہ اپنے رب سے درخواست

کریں کہ وہ اپنا دیدار کرائے کہ وہ اس کو دیکھ سکیں باوجودیکہ تو دیکھا نہیں جاسکتا۔

اور وہ احادیث و اخبار جو اس معنی و مفہوم میں روایت کی گئی ہیں اور جن کو ہمارے علماء عظام نے اپنی تصنیفات میں تذکرہ کیا ہے میرے نزدیک صحیح ہیں اور میں نے اس باب میں ان کا تذکرہ و تصریح نہیں کی ہے اس خوف سے کہ کہیں کوئی نادان ان کو پڑھے اور ان کی تکذیب کرکے وہ کفر باللہ کرے گا اور اسے علم نہیں ہوگا۔

اور وہ احادیث جن کا تذکرہ احمد بن محمد بن عیسیٰ نے نوادر میں کیا ہے اور وہ روایات جو جامع میں محمد بن احمد بن یحیٰ نے رویت کے بارے میں پیش کی ہیں، صحیح ہیں، ان کو حق کی تکذیب کرنے والا ہی رد کرسکتا ہے۔ یا کوئی جاہل۔ ان احادیث کے الفاظ قرآن کے الفاظ ہیں اور ان احادیث کی ہر جز میں وہ معنی ہیں جو تشبیہ تعطیل (صفات الہیٰ کا انکار) کی نفی کرتے ہیں اور توحید کو ثابت کرتے ہیں۔ اور ہم کو ائمہ صلوات اللہ علیہم نے حکم دیا ہے کہ ہم لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق گفتگو کریں۔

احادیث میں رویت کے معنی علم کے ہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ دنیا شکوک فریب اور خطرات کی آماجگاہ ہے پس جب قیامت کا دن ہوگا تو بندگان خدا کے لئے اللہ کی نشانیوں اور ثواب و عقاب کے امور سے شکوک زائل ہوجائیں گے اور قدرت الہیٰ کی حقیقت سے آگاہی ہوگی۔ اس کی تصدیق کتاب الہیٰ میں ہے **لقد کنت فی غفلة من هذا فکشفنا عنک غطاء ک فبصرک الیوم حدید** (سورۃ ق۔ آیت ۲۲) "تو اس سے غفلت میں تھا پس ہم نے تجھ سے تیرے پردے کو اٹھا دیا تو آج تیری نظر تیز ہے۔" حدیث میں جو اللہ تعالیٰ کو دیکھے جانے کے معنی بیان کئے گئے وہ یہ ہیں کہ علم یقین دیا جاتا ہے۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے چند ارشادات سے واضح ہوتا ہے **الم ترالی ربک کیف مدالظل** (سورۃ فرقان۔ آیت ۴۵) "(اے رسولؐ) کیا تم نے اپنے پروردگار کی قدرت کو نہیں دیکھا کہ اس نے کس طرح سایہ کو پھیلایا۔" **الم ترا لی الذی حاج ابراہیم فی ربه** (سورۃ بقرۃ۔ آیت ۲۵۸) "اور کیا تم نے اس شخص کی طرف نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے ان کے رب کے بارے میں جھگڑا کیا۔" **الم ترا لی الذین خرجوامن دیارهم وهم الوف حذرالموت** (سورۃ بقرہ۔ آیت ۲۴۳) "اور کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نظر نہیں کی جو موت کے خوف سے اپنے گھروں کو چھوڑ کر نکل گئے اور ہزاروں کی تعداد میں تھے۔" اور **الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل** (سورۃ فیل۔ آیت ۱) "(اے رسول) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔" اور اسی کے مانند رویت قلب کے متعلق اور رویت عینی کے برخلاف ارشادات الہیٰ ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے قول "**فلما تجلی ربه للجبل**" (سورۃ اعراف۔ آیت ۱۴۳) "پھر جب تجلی کی اس کے رب نے پہاڑ کی طرف" کے معنی یہ ہیں کہ جب اللہ عزوجل نے پہاڑ پر اپنی دوسری نشانیوں میں سے ایک نشانی ظاہر کی جس سے پہاڑ سراب (ریت) ہوجاتے ہیں۔ اور حسین سے پہاڑ پوری طرح جڑ سے اکھڑ جاتے ہیں تو پہاڑ زمین بوس ہوکر مٹی بن گیا۔

اس وجہ سے کہ وہ اس نشانی کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ اور کبھی کہا گیا کہ وہ اس کے لئے نور عرش سے ظاہر ہوا۔

(۲۳) میرے والد رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے قاسم بن محمد اصفہانی سے انہوں نے سلیمان بن داؤد منقری سے، انہوں نے حفص بن غیاث نخعی قاضی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے "**فلما تجلی ربه للجبل جعله دکا**" کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ پہاڑ سمندر میں دھنس گیا اور وہ قیامت تک نیچے جاتا ہی رہے گا۔

(۲۴) اور جس کا تذکرہ میں نے کیا اس کی تصدیق اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو تمیم بن عبداللہ بن تمیم قریشی رضی اللہ عنہ نے بیان کی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے انہوں نے حمدان بن سلیمان نیشاپوری سے بیان کیا، انہوں نے علی بن محمد بن جہم سے، اس نے کہا کہ میں مامون (رشید) کے دربار میں حاضر ہوا، اس کے پاس رضا علی بن موسیٰ (امام علی رضا) علیہما السلام بھی تشریف فرما تھے۔ مامون (رشید) نے انؑ سے عرض کیا کہ اے فرزند رسول! کیا یہ آپؑ کا قول نہیں کہ انبیاء معصوم ہیں؟ آپؑ نے فرمایا ہاں۔ تو اس نے قرآن کی چند آیات کے متعلق دریافت کیا، تو اس میں سے اس نے دریافت کیا کہ اللہ عزوجل کے اس قول "جب موسیٰ ہمارے مقرر کردہ وقت پر آئے اور ان سے ان کے رب نے کلام کیا، انہوں نے کہا کہ اے میرے پروردگار تو مجھے اپنا دیدار کرادے میں تجھ کو دیکھنا چاہتا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے" کے کیا معنی ہیں۔ یہ کس طرح درست ہوسکتا ہے کہ کلیم اللہ موسیٰ ابن عمران علیہ السلام یہ نہ جانتے ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی رویت نہیں ہوسکتی کہ اس سے سوال رویت کرلیا تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ کلیم اللہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ کو نگاہوں سے نہیں دیکھا جاسکتا ہے لیکن جب انہوں نے اللہ عزوجل سے کلام کیا اور ان کی رازداری کی بناء پر قریب کیا، وہ اپنی قوم کی طرف واپس آئے تو ان کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام کیا، قریب کیا اور سرگوشی کی ہے۔ تو وہ کہنے لگے کہ ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے۔ جب تک کہ ہم اس کا کلام نہیں سنیں گے۔ جس طرح کہ تم نے سنا ہے۔ ان کی قوم کی تعداد سات لاکھ آدمیوں پر مشتمل تھی تو حضرت موسیٰ نے ان میں سے ستر ہزار کا انتخاب کیا، پھر ان میں سے سات ہزار چنے۔ ان سات ہزار میں سے سات سو افراد کو منتخب کیا ان میں سے بھی اپنے رب کی مقرر وعدہ گاہ پر لے جانے کے لئے ستر آدمیوں کا انتخاب کیا۔ پھر ان کے ساتھ وہ طور سینا کی طرف چلے۔ ان کو دامن کوہ میں ٹھہرایا اور حضرت موسیٰ کوہ طور پر چڑھ گئے اور اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کا سوال کیا تاکہ اس کے کلام کو وہ لوگ سنیں۔ اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور ان لوگوں نے کلام الہیٰ کو اوپر سے، نیچے سے، دائیں سے، بائیں سے، پیچھے سے اور آگے سے سنا اس لئے کہ اللہ عزوجل نے اس کلام کو درخت میں پیدا کیا پھر اس کلام کو اس درخت سے نشر کا ذریعہ قرار دیا یہاں تک

کہ انہوں نے ہر جہت سے سنا ۔ پھر وہ کہنے لگے کہ ہم نے جس کلام الہیٰ کو سنا ہے ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے ۔ جب تک کہ ہم اللہ کو واضح طور پر نہ دیکھ لیں ۔ پس جب انہوں نے اتنی بڑی بات کہی، تکبر کیا اور حد سے گزر گئے ۔ اللہ عزوجل نے ان پر بجلی گرائی اور ان کے ظلم کرنے کی وجہ سے گرفت کی پھر وہ مرگئے ۔ تو حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! جب میں واپس جاؤں گا تو بنی اسرائیل سے کیا کہوں گا اور وہ کہیں گے کہ تم ان کے ساتھ گئے تھے، تم نے ان کو اس لئے قتل کردیا کہ تم نے اللہ سے گفتگو کرنے کے بعد جو دعویٰ کیا اس میں سچے نہیں تھے ۔ اللہ نے ان کو زندہ کردیا اور ان کو موسیٰ کے ساتھ بھیجدیا ۔ وہ پھر کہنے لگے کہ اگر (اے موسیٰ) تم اللہ سے سوال کرتے کہ وہ تم کو دیدار کرادے تاکہ تم اس کی طرف دیکھ سکو تو وہ تمہارے سوال کو قبول کرتا اور تم ہم کو بتاتے کہ وہ کیسا ہے تو ہم حق معرفت کی طرح اس کو پہچانتے، موسیٰ کہنے لگے اے قوم! اللہ نگاہوں سے نہیں دیکھا جاسکتا اور نہ اس کی کوئی کیفیت ہے ۔ وہ تو اپنی نشانیوں سے پہچانا جاتا ہے اور اس کی علامتوں سے اس کی حقیقت کا ادراک کیا جاتا ہے ۔ وہ پھر کہنے لگے کہ ہم تم پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے ۔ یہاں تک کہ تم اس سے سوال کرو ۔ موسیٰ نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! تو نے بنی اسرائیل کی باتوں کو سنا اور تو ان کی درستی و بہتری کو زیادہ جانتا ہے ۔ تو اللہ جل جلالہ نے حضرت موسیٰ پر وحی کی کہ اے موسیٰ انہوں نے جو تم سے سوال کیا وہ تم مجھ سے کرو ان کی نادانی کی وجہ سے تم سے مواخذہ نہیں کروں گا ۔ اس وقت حضرت موسیٰ نے کہا کہ اے رب تو مجھ کو دیدار کرادے میں تیری طرف دیکھنا چاہتا ہوں ۔ اللہ نے فرمایا تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکو گے لیکن پہاڑ کی طرف دیکھو پس اگر وہ ٹھہرا رہا (جو گر رہا تھا) تو تم مجھ کو دیکھ سکو گے ۔ پس جبکہ پہاڑ پر اس کے رب کی تجلی ہوئی ۔ (اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی) اس کو ریزہ ریزہ کردیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے ۔ جب وہ ہوش میں آئے تو کہنے لگے کہ پروردگار تو پاک و پاکیزہ ہے میں نے توبہ کی (میں نے اپنی قوم کی نادانی کے خلاف اپنی اس معرفت کے ساتھ جو تجھ سے ہے رجوع کیا) اور میں ان میں سے پہلا مومن ہوں بے شک تجھ کو دیکھا نہیں جاسکتا ۔ مامون (رشید) کہنے لگا اے ابوالحسنؑ (امام علی رضا) علیہ السلام آپؑ کی خوبی اللہ ہی کے لئے ہے ۔ حدیث کافی طویل ہے ہم نے ضرورت کے مطابق اس میں سے کچھ لے لیا ہے ۔ میں نے اس حدیث کو پورے طور پر عیون اخبار الرضا میں لیا ہے ۔ اگر میں ان احادیث کو جو رویت کی حقیقت کے بارے میں روایت کی ہیں تذکرہ کرتا تو ان کے بیان کرنے، شرح کرنے اور صحت کے ثابت کرنے سے کتاب ضخیم ہوجاتی اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے واسطے اس کے ذکر کی توفیق عطا کی وہ ان تمام حدیثوں سے جو ائمہ علیہم السلام سے صحیح اسناد کے ساتھ وارد ہوئی ہیں، ایمان لایا، اور ان کے لئے خود کو سپرد کردیا اور اس امر کو جس کے بارے میں اشتباہ ہوا ان کی طرف رد کردیا ۔ اس لئے کہ انؑ کا قول قول خدا ہے اور ان کا حکم حکم الہیٰ ہے، وہؑ مخلوق میں اللہ عزوجل کے سب سے زیادہ قریب ہیں اور ان سب پر اللہ کی رحمت کاملہ ہو، مخلوق خدا میں سب سے زیادہ عالم ہیں ۔

باب (۹) قدرت

(۱) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے بیان کیا، انہوں نے محمد ابن ابو اسحاق خفاف سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ہمارے چند اصحاب نے بیان کیا کہ عبداللہ دیصانی ہشام بن الحکم کے پاس آکر کہنے لگا کہ کیا تمہارا کوئی رب ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ اس نے کہا کہ کیا وہ قادر ہے؟ ہشام نے کہا ہاں وہ قادر، قاہر ہے۔ وہ کہنے لگا کہ کیا وہ اس پر قادر ہے کہ ساری دنیا کو انڈے کے اندر داخل کردے کہ نہ انڈا بڑا ہو اور نہ دنیا چھوٹی؟ ہشام کہنے لگا کہ مجھے کچھ مہلت دو تو وہ کہنے لگا کہ میں تم کو ایک سال کی مہلت دیتا ہوں۔ پھر وہ پلٹا اور ہشام سوار ہوکر ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کی طرف چلا اور ان سے اجازت طلب کی تو آپؑ نے اس کو اجازت دے دی۔ وہ کہنے لگا اے فرزند رسول میرے پاس عبداللہ دیصانی ایک مسئلہ لیکر آیا اس مسئلہ میں اللہ پر اور آپؑ پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا تم سے اس نے کس چیز کے بارے میں دریافت کیا؟ اس نے جواب دیا کہ مجھ سے اس نے ایسا ایسا کہا ہے۔ حضرت ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ہشام تمہارے کتنے حواس ہیں؟ کہنے لگا، پانچ ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ ان میں سب سے چھوٹا حس کون ہے؟ اس نے جواب دیا۔ آنکھ۔ آپؑ نے فرمایا نظر کا اندازہ کتنا ہے؟ کہنے لگا کہ مسور کے دانہ جیسا یا اس سے بھی کم۔ آپؑ نے فرمایا اے ہشام تم اپنے آگے اور اوپر دیکھو اور مجھے بتاؤ کہ کیا کیا دیکھا۔ اس نے کہا کہ میں آسمان، زمین، گھر، محلات، مٹی، پہاڑ اور نہریں دیکھ رہا ہوں تو حضرت ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا۔ بے شک جو ذات قادر ہے اس پر کہ وہ عدسہ یا اس سے بھی کم میں داخل کردے جو وہ تم کو دکھا رہا ہے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ ساری دنیا کو انڈے میں داخل کردے نہ دنیا چھوٹی ہو اور نہ انڈا بڑا ہو۔ تو ہشام نے آپؑ سے محبت کا اظہار کیا اور آپ کے ہاتھوں، سر اور پیروں کو بوسہ دیا اور کہنے لگا اے فرزند رسول آپ میرے لئے کافی ہیں پھر وہ اپنے گھر واپس آگیا۔ دوسرے دن دیصانی نے آکر ہشام سے کہا کہ میں تمہارے پاس سلام کرنے کے لئے آیا ہوں جواب کا تقاضہ کرنے کے لئے نہیں آیا ہوں تو ہشام کہنے لگا کہ اگر تم جواب لینے کے لئے آئے ہو تو جواب حاضر ہے۔ دیصانی وہاں سے چلا تو اس کو بتایا گیا کہ ہشام (امام جعفر صادق) ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے اس کو جواب سے آگاہ فرمایا۔ عبداللہ دیصانی وہاں سے چل کر حضرت ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) کے دروازہ پر پہنچا اور اجازت حضوری طلب کی تو اجازت دی۔ وہ بیٹھ کر کہنے لگا کہ اے جعفر بن محمدؑ آپ مجھ کو میرے معبود کی طرف رہنمائی فرمایئے۔ حضرت ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا۔ تمہارا نام کیا ہے؟ وہ وہاں سے چل پڑا اور اپنا نام نہیں بتایا تو آپ کے ساتھیوں نے کہا کہ تم نے انؑ کو اپنا نام کیوں نہیں بتایا؟ کہنے لگا کہ اگر میں ان کو اپنا

نام عبداللہ بتاتا تو وہ مجھ سے فرماتے یہ کون ہے جس کے تم بندہ ہو ؟ تو وہ اس سے کہنے لگے تم پھر جاؤ اور انؑ سے کہو کہ وہ تمہارے معبود کی طرف رہنمائی فرمائیں اور وہ تم سے تمہارا نام بھی دریافت نہیں کریں گے ۔ وہ واپس آکر کہنے لگا اے جعفرؑ آپ میرے معبود کی طرف رہنمائی فرمایئے اور میرا نام دریافت نہ کریں ۔ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ بیٹھو ۔ اس وقت آپؑ کا چھوٹا بچہ اپنے ہاتھ میں انڈا لے کر کھیل رہا تھا ۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ انڈا مجھے دیدو ، اس بچہ نے وہ انڈا آپؑ کو دیدیا ۔ پھر ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ اے دیصانی یہ ایک مضبوط قلعہ ہے جس کی جلد سخت ہے اور سخت جلد کے نیچے نرم جلد ہے (جھلی) نرم جلد کے نیچے بہنے والا سونا (انڈے کی زردی) اور پگھلنے والی چاندی (انڈے کی سفیدی) ہے نہ بہنے والا سونا پگھلی ہوئی چاندی سے مخلوط ہوتا ہے اور نہ پگھلی ہوئی چاندی بہنے والے سونے سے خلط ملط ہوتی ہے ۔ اس انڈے کی حالت پر نہ کوئی مصلح نکلا جو ان کی اصلاح و درستی کی خبر دیتا اور نہ کوئی اس میں مفسد داخل ہوا جو ان کے فساد کی اطلاع دیتا ۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ نر کے لئے یا مادہ کے واسطے خلق کیا گیا ہے ۔ مور کے رنگوں جیسے اس انڈے کے پھٹنے سے ظاہر ہوتے ہیں ۔ کیا تم نے اس کے لئے کوئی مدبر دیکھا ہے ؟ وہ کافی دیر تک سر جھکائے رہا پھر کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں اور یہ کہ آپؑ مخلوق خدا پر امام اور اللہ کی حجت ہیں ۔ اور میں اپنے خیال و نظریہ سے تائب ہوتا ہوں ۔

(۲)　ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد بن خالد نے بیان کیا ، انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے روایت کی کہ حضرت ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام کا گزر اپنے خاندان کی ایک قبر کی طرف سے ہوا ۔ آپؑ نے اس پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اے میرے معبود تیری قدرت تو اشیاء میں ظاہر ہوگئی لیکن اس کی کیفیت ظاہر نہیں ہوئی لہذا لوگ تجھ سے ناواقف رہے اور تجھ کو قادر مانا اس کے برخلاف جو انہوں نے تیرا وصف بیان کیا ۔ اے میرے معبود! میں ان لوگوں سے اظہار برات کرتا ہوں جنہوں نے تجھ کو تشبیہ کے ذریعے طلب کیا ہے ، کوئی شے تجھ جیسی نہیں ہے ۔ میرے معبود وہ تیرا ادراک ہرگز نہیں کرسکتے اگر وہ تجھ کو پہچاننا چاہتے تو تیری ظاہری نعمتوں سے رہنمائی حاصل کرتے اور اے میرے معبود! تیری مخلوق میں وہ آزادی ہے کہ تجھ تک پہنچ سکیں بلکہ انہوں نے تجھ کو تیری مخلوق کے مساوی قرار دیا پھر بھی وہ تجھ کو نہ پہچان سکے اور انہوں نے تیری بعض نشانیوں کو رب بنالیا پھر اسی سے تیرا وصف بیان کیا ۔ میرا رب بلند ہے اس سے جو تشبیہ دینے والے لوگ تیری تعریف کرتے ہیں ۔

(۳)　مجھ سے میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسین بن ابو خطاب نے بیان کیا انہوں نے احمد بن محمد بن ابو نصر سے ، انہوں نے کہا کہ ورا.

النہر کے کچھ لوگ ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام کے پاس آئے ۔ کہنے لگے کہ ہم آپؑ کے پاس تین مسئلہ دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں ۔ اگر آپؑ ان کے بارے میں بتائیں گے تو ہم سمجھ لیں گے کہ آپؑ عالم ہیں ۔ آپؑ نے فرمایا کہ پوچھو ۔ وہ کہنے لگے کہ ہم کو بتایئے کہ اللہ کہاں ہے ؟ اور کیسا ہے ؟ اور کس چیز پر اس کا اعتماد ہے ؟ تو آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ اللہ عزوجل نے کیفیت کو کیفیت بخشی وہ خود بغیر کیفیت کے ہے اور اس نے مکان کو مکانیت بخشی وہ بغیر مکان کے ہے ۔ اس کا اعتماد اپنی قدرت پر ہے ۔ تو وہ کہنے لگے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؑ عالم ہیں ۔

اس کتاب کے مصنف اس قول کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کا اعتماد اپنی قدرت پر ہے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اپنی ذات پر اعتبار ہے اس لئے کہ قدرت اللہ عزوجل کی صفات میں سے ہے ۔

(۴) ہم سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابوالقاسم سے بیان کیا ، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے ، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے عبدالرحمن بن محمد بن ابوہاشم سے ، انہوں نے احمد بن محسن میثمی سے ، انہوں نے کہا کہ میں ابو منصور طبیب کے پاس تھا کہ اس نے کہا کہ میرے ساتھیوں میں سے ایک نے مجھے بتایا کہ میں ، ابن ابوالعوجاء اور عبداللہ بن مقفع مسجد الحرام میں تھے تو ابن مقفع کہنے لگے کہ کیا تم اس خلق خدا کو دیکھ رہے ہو ؟ اور اپنے ہاتھ سے جاء طواف کی طرف اشارہ کیا ۔ ان میں سے کسی ایک شخص پر انسانیت کا لفظ صادق نہیں آتا سوائے اس بیٹھے ہوئے بزرگ شخص کے ، اس کی مراد جعفر بن محمد (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے تھی ۔ پس باقی لوگ تو رذیل اور چوپائے ہیں ۔ اس سے ابن ابوالعوجاء کہنے لگا کہ تم نے ان لوگوں کے علاوہ ان بزرگ پر اس کا اطلاق کیسے کیا (واجب گردانا) اس نے کہا اس لئے کہ میں نے انؑ کے پاس جو کچھ دیکھا ہے ان سب لوگوں کے پاس نہیں دیکھا ابن ابوالعوجاء کہنے لگا کہ جو کچھ تم نے اس کے بارے میں کہا ہے ۔ اس کے لئے آزمائش لازمی نہیں ہے ۔ ابن مقفع نے اس سے کہا کہ ایسا نہ کر کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ جو کچھ تمہارے قبضہ میں ہے وہ فساد کی بھینٹ نہ چڑھ جائے ۔ وہ کہنے لگا کہ یہ تمہاری رائے نہیں ہے ۔ لیکن تم ڈرتے ہو اس امر میں کہ کہیں تمہاری رائے اس محل و موقعہ کی مناسبت وجوب سے جو تم نے بیان کی ہے کمزور نہ پڑجائے ۔ ابن مقفع کہنے لگا کہ جب تم اس پر خیال آرائی کررہے ہو تو تم اس پر قائم رہو اور لغزش و گناہ سے جس حد تک ممکن ہو ، بچو اور تم اپنی لگام دشمن کے ہاتھ میں اطاعت کے لئے نہ دو ، وہ تم کو اسی سے باندھ دے گا ۔ اور اس کو ایک علامت قرار دو جو تمہارے ضرر و نفع کو بتاسکے ۔ پس ابن ابوالعوجاء چلا گیا اور میں اور ابن المقفع رہے گئے پھر وہ واپس آکر کہنے لگا کہ یہ انسان معلوم نہیں ہوتے اور اگر کوئی روحانی جسمانی شکل اختیار کرے اور جب چاہے ظاہر ہوجائے اور پھر جب چاہے مخفی ہوجائے تو وہ یہی شخص ہے ۔ ابن مقفع نے اس سے کہا کہ وہ کس طرح ؟ ابن ابوالعوجاء کہنے لگا کہ میں ان کے پاس بیٹھ گیا جب کوئی شخص ان کے پاس میرے سوا نہیں رہا تو انہوں نے گفتگو کا آغاز فرمایا کہ اگر حقیقت امر اسی کے مطابق ہے جو وہ لوگ یعنی اہل طواف

کہتے ہیں تو وہ مصیبت سے بچ رہے اور تم ہلاکت میں مبتلا ہوگئے ۔ اور اگر حقیقت حال تمہارے قول کے برخلاف ہو تو تم اور وہ ایک جیسے ہیں ۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت نازل فرمائے " ہم کیا کہتے ہیں اور وہ کیا کہتے ہیں ؟ میرا اور ان کا قول ایک ہی ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا اور ان کا قول ایک کس طرح ہو سکتا ہے وہ تو کہتے ہیں کہ ان کے لئے قیامت ہے ، ثواب و عقاب ہے اور وہ یقین رکھتے ہیں کہ آسمان کا ایک خدا ہے اور وہ اسمان آباد ہے اور تمہارا خیال یہ ہے کہ آسمان ویران و اجاڑ ہے جس میں کوئی نہیں ہے ۔

ابن ابو العوجاء کہنے لگا کہ میں نے انؑ سے ان باتوں کی عظمت سمجھا پھر میں نے انؑ سے عرض کیا کہ اگر حقیقت امر یہی ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں تو اللہ کے لئے کیا امر مانع ہے کہ وہ اپنی مخلوق کے سامنے ظاہر ہو جائے اور وہ ان کو اپنی عبادت کی دعوت دے تاکہ ان میں سے دو بھی اختلاف نہ کریں اور وہ ان سے کیوں حجاب میں ہے اور ان کی طرف رسول بھیجے ۔ اور اگر وہ براہ راست ان کی رہنمائی کرتا تو اس پر ایمان لانے کے زیادہ قریب ہوتا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ تجھ پر ہلاکت و افسوس ہے کہ وہ تجھ سے کس طرح پوشیدہ ہے جس نے تجھ کو تیری ذات میں اپنی قدرت دکھائی تیری پیدائش میں اور تو نہیں تھا ۔ تیرے صغیر ہونے کے بعد تجھ کو کبیر بنایا ، ضعیف و ناتواں ہونے کے بعد قوت عطا کی اور قوی ہونے کے بعد تجھ کو کمزور کردیا ، صحت کے بعد تجھ کو بیماری میں مبتلا کردیا ۔ بیماری کے بعد تجھ کو تندرست کردیا ، تیری غضبناکی کے بعد تیری رضا مندی ، خوشی و مسرت کے بعد تیرا حزن و ملال ، حزن وملا کے بعد تیری خوشی ، تیرے بغض و عناد کے بعد تیری محبت ، تیری محبت کے بعد تیرا بغض و عناد ، تیری ناپسندیدگی کے بعد عزم و ارادہ ، تیرے عزم و ارادہ کے بعد اظہار ناپسندیدگی تیری ناپسندیدگی کے بعد تیری چاہت ، تیری چاہت کے بعد اظہار ناپسندی ، تیرے خوف کے بعد تیری رغبت ، تیری رغبت کے بعد تیرا خوف ، تیری مایوسی کے بعد امید ، امید کے بعد تیری مایوسی ، تیرے کھٹکنے والے خیالات جو تیری قوت واہمہ میں نہ ہوں اور تم جس کے معتقد ہو ، اس کو ذہن سے پوشیدہ رکھنے میں قدرت دکھائی اور وہ مجھ پر اپنی اس قدرت کو ہمیشہ شمار کراتا رہا جس کا میں بذات خود دفاع نہیں کرسکتا تھا یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ وہ عنقریب اس چیز میں ظاہر ہوگا جو میرے اور اس کے درمیان ہے ۔

(۵) ہم سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا ، انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے ، انہوں نے یعقوب بن یزید سے ، انہوں نے محمد بن ابو عمیر سے ، انہوں نے اس شخص سے جس نے اس سے ذکر کیا ، اس شخص نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے روایت کی کہ ابلیس نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے کہا کہ کیا تمہارا رب اس پر قادر ہے کہ زمین کو انڈے میں داخل کردے ، نہ زمین چھوٹی ہو اور نہ انڈا بڑا ہو ۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تجھ پر ہلاکت و افسوس ہو ۔ اللہ تعالیٰ کا عدم قدرت سے وصف بیان نہیں کیا جاسکتا اور اس ذات سے کون زیادہ قادر ہے جو زمین کو نرم بناتا ہے اور انڈے کو

عظمت بخش دیتا ہے ۔

(۶) مجھ سے میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یعقوب بن یزید نے بیان کیا، انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے، انہوں نے ربعی بن عبداللہ سے، انہوں نے فضیل بن یسار سے انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کی تعریف (عدم قوت سے) نہیں کی جاسکتی، فضیل بن یسار نے کہا کہ زرارہ کا کہنا ہے کہ ابو جعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام نے فرمایا کہ بیشک اللہ کا وصف بیان نہیں کیا جاسکتا اور کس طرح اس کا وصف بیان کیا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے **وما قدروا الله حق قدرہ** (سورۃ انعام۔ آیت ۹۲) (سورۃ حج۔ آیت ۷۴) (سورۃ زمر آیت ۶۷) "انہوں (یہودیوں) نے اللہ کی جیسی قدر کرنی چاہیئے تھی نہیں کی" تو اس کی قدرت کے ساتھ تعریف نہیں کی جاسکتی مگر یہ کہ اس کی ذات اس سے عظیم تر ہے۔

(۷) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے بیان کیا انہوں نے محمد بن حسین بن ابو خطاب سے، اس نے جعفر بن بشیر سے، اس نے حسین بن ابو حمزہ سے، اس نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے والد علیہ السلام نے فرمایا کہ محمد بن علی ابن حنفیہ بہادر آدمی تھے۔ اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہ خانہ کعبہ کا طواف کررہے تھے کہ ان کی طرف حاجی حضرات متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ میرا ارادہ ہے کہ میں اس شخص کو ماروں گا جس کو تم دیکھ رہے ہو۔ محمد نے کہا ہرگز نہیں اس لئے کہ بابرکت نام والے اللہ نے اپنی مخلوق کے بارے میں ہرروز تین سو لحظے یا لمحے رکھے ہیں تو شاید ان میں سے ایک لحہ تجھ کو مجھ سے باز رکھے گا۔

(۸) ہم سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن ابوالقاسم سے، انہوں نے محمد بن علی صیرفی سے، انہوں نے علی بن حماد سے، انہوں نے مفضل بن عمر جعفی سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے، انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا اور بندے اس کی تعریف کی قدرت نہیں رکھتے اور نہ وہ اس کے علم کی حقیقت اور مبلغ عظمت تک پہنچ سکتے ہیں، اس کے سوا کوئی شے نہیں، وہ نور ہے جس میں ظلمت نہیں، وہ سچائی ہے جس میں جھوٹ نہیں، وہ حق ہے جس میں باطل نہیں، اسی طرح وہ لم یزل ولایزال قدیم وابدی اور اسی طرح وہ موجود تھا جبکہ نہ زمین تھی نہ آسمان تھا، نہ رات تھی نہ دن تھا، نہ سورج تھا نہ چاند تھا، نہ ستارے تھے نہ بادل تھے نہ بارش تھی اور نہ ہوا تھی۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا جو اس کی عظمت کی تعظیم کریں اور اس کی کبریائی اور بڑائی بیان کریں اور اس کے جلال کی جلالت کو ظاہر کریں تو اس نے کہا کہ "تم دونوں (محمد و علی) سایہ وپناہ بن جاؤ" پس وہ ہوگئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کے قول " **ھو نور** " (وہ نور ہے) کے معنی منیر اور ہادی کے ہیں ۔ اور انؑ کے قول " **کونا ظلین** " (تم دونوں محمد و علی پناہ بن جاؤ) کے معنی روح مقدس اور ملک مقرب کے ہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تھا اور کوئی شے اس کے ساتھ نہیں تھی تو اس نے اپنے انبیاء، اپنی حجتوں اور اپنے گواہوں ان پر اللہ کی رحمت کاملہ ہو، کے خلق کا ارادہ کیا تو اس نے ان سے پہلے روح مقدس کو خلق کیا اور یہ وہ ہے کہ اللہ عزوجل جس کے ذریعے اپنے انبیاء، اپنی حجتوں اور شہداء صلوات اللہ علیہم کی تائید و قوی کرتا ہے ۔ اور یہ وہی ہے کہ جس کے ذریعے ان کو شیطان کے مکر و وسواس سے محفوظ رکھتا ہے اور راہنمائی کرتا ہے ان کو توفیق خیر دیتا ہے اور ان کی سچے خیالات کے ذریعے مدد کرتا ہے ۔ پھر اس نے اس روح الامین کو پیدا کیا جو اللہ عزوجل کی طرف سے وحی لیکر انبیاء پر نازل ہوئے اور ان دونوں سے کہا کہ تم دونوں میرے انبیاء اور رسل اور حجتوں و شہیداء (گواہوں) پر سایہ اور پناہ بن جاؤ تو وہ دونوں فرمان الہیٰ کے مطابق اس کے انبیاء اور رسل، حجتوں اور گواہوں پر سایہ بن گئے ۔ وہ ان دونوں کے ذریعے ان سب کی اعانت و نصرت کرتا ہے اور ان ہی دونوں کے ذریعے ان کی حفاظت کرتا ہے ۔ اسی معنی کی بناء پر سلطان عادل کے لئے اس کے بندوں کے لئے اس سرزمین میں ظل اللہ کہا گیا کہ جس کی طرف مظلوم پناہ لیتا ہے اور انتہائی خوفزدہ شخص اس کی وجہ سے بے خوف ہوجاتا ہے اور اس کی وجہ سے شاہراہیں پرامن ہوجاتی ہیں اور اس کی وجہ سے ضعیف قوی سے حق لیتا ہے اور یہ وہ اللہ کا سلطان اور اس کی وہ حجت ہے جس سے قیام قیامت تک زمین خالی نہیں ہوگی ۔

(۹) ہم سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابوالقاسم سے بیان کیا، انہوں نے احمد بن ابوعبداللہ سے، انہوں نے ابو ایوب مدنی سے، انہوں نے محمد بن ابو عمیر سے، انہوں نے عمر بن اذینہ سے، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے روایت بیان کی انہوںؑ نے فرمایا کہ امیرالمومنین علیہ السلام سے کہا گیا کہ کیا آپ کا پروردگار اس پر قادر ہے کہ دنیا کو انڈے میں داخل کردے بغیر اس کے کہ دنیا کو چھوٹا کرے اور انڈے کو بڑا کرے ؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ کو ناچاری و بے مقدوری سے نسبت نہیں دی جاسکتی اور جو تم نے مجھ سے دریافت کیا ہے نہیں ہوسکتا ۔

(۱۰) ہم سے جعفر بن محمد بن مسرور رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن محمد بن عامر نے اپنے چچا عبداللہ بن عامر سے بیان کیا، انہوں نے ابن ابو عمیر سے، انہوں نے ابان بن عثمان سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص امیرالمومنین علیہ السلام کے پاس آکر کہنے لگا کہ کیا اللہ اس پر قادر ہے کہ زمین کو انڈے میں سمو دے اور نہ زمین کو چھوٹا کرے اور نہ انڈے کو بڑا کرے ۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ تجھ پر ہلاکت و افسوس ہو، اللہ کو عجز و ناچاری سے موصوف نہیں کیا جاسکتا ۔ اور کون ذات اس سے زیادہ

قادر ہو سکتی ہے جو زمین کو نرم بناتا ہے اور انڈے کو عظمت بخش دیتا ہے ۔

(۱۱) ہم سے علی بن احمد بن عبداللہ برقی رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے اپنے دادا احمد بن ابو عبداللہ سے بیان کیا، انہوں نے احمد بن محمد بن ابو نصر سے بیان کیا، اس نے کہا کہ ایک شخص حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے پاس آکر کہنے لگا کہ کیا آپؑ کا رب اس پر قدرت رکھتا ہے کہ آسمانوں، زمینوں کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ایک انڈے میں داخل کردے؟ آپؑ نے فرمایا، ہاں اور انڈے سے بھی زیادہ چھوٹی چیز میں داخل کرسکتا ہے جس کو تیری آنکھ میں رکھا ہے اور وہ انڈے سے بھی چھوٹی ہے ۔ اس لئے کہ جب تو آنکھ کو کھولتا ہے تو تو آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے معائنہ کرتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تجھ کو ان چیزوں سے اندھا کردیتا

(۱۲) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوالقاسم علوی نے انہوں نے محمد بن اسمعیل برمکی سے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے حسین بن حسن نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے محمد بن عیسیٰ نے انہوں نے محمد بن عرفہ سے بیان کیا، اس نے کہا کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو قدرت یا بغیر قدرت پیدا کیا ہے؟ تو آپؑ نے جواب دیا کہ یہ امر درست نہیں کہ اللہ نے اشیاء کو قدرت کے ذریعے خلق کیا اس لئے کہ جب تم یہ کہتے ہو کہ اس نے اشیاء کو قدرت سے پیدا کیا تو تم نے قدرت کو اللہ کے علاوہ ایک شے قرار دیا۔ اور اس کو اشیاء کے خلق کا ایک ذریعہ بنا دیا اور یہ شرک ہے اور جب تم یہ کہتے ہو کہ اس نے اشیاء کو قوت و غلبہ سے پیدا کیا تو سوائے اس کے نہیں کہ تم اس کی یہ تعریف کررہے ہو کہ اس نے اشیاء کو اقتدار و قدرت وقوت سے بنایا، لیکن اللہ ضعیف نہیں ہے نہ عاجز ہے اور نہ اپنے غیر کا محتاج ہے ۔

محمد بن علی مؤلف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ ہمیشہ سے قادر ہے تو اس سے ہماری مراد اس کی ذات سے عجز کی نفی ہے اور اس کے ساتھ کسی شے کا ثابت کرنا نہیں ہے اس لئے کہ وہ ہمیشگی کے ساتھ واحد ہے، کوئی شے اس کے ساتھ نہیں ہے میں عنقریب صفات ذات اور صفات افعال کے درمیان فرق کو اس کے باب میں واضح کروں گا، ان شاء اللہ ۔

(۱۳) ہم سے حمزہ بن محمد علوی رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو علی بن ابراہیم نے اپنے والد کے ذریعہ خبر دی، انہوں نے محمد بن ابو عمیر سے، انہوں نے عمر بن اذینہ سے، انہوں نے حضرت ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے اس قول کے بارے میں روایت بیان کی کہ **مایکون من نجوای ثلثۃ الا ہو رابعھم ولا خمسۃ الا ہو سادسھم ولا ادنیٰ من ذلک ولا اکثر الا ہو معھم این ماکانوا** (سورۃ مجادلہ ۔ آیت ۷) تین آدمیوں میں جب کوئی خفیہ بات ہوتی ہے تو وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور جب پانچ ہوں تو وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور اس سے کم ہوں یا زیادہ کہیں بھی ہوں مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے ۔" آپؑ نے فرمایا کہ وہ واحد

ہے ، ذات کے اعتبار سے یکتا ہے ، اپنی مخلوق سے جدا ہے اور اسی سے اس نے اپنی تعریف کی ہے اور وہ ہر شے پر نگہبانی احاطہ اور قدرت کے ذریعے محیط ہے ۔ اور آسمان و زمین کا کوئی ذرہ چھوٹا نہ بڑا اس کے احاطہ و علم سے پوشیدہ ہے نہ اس کی ذات سے ، اس لئے کہ جگہیں محدود ہوتی ہیں جو چار حدوں (آگے ، پیچھے ، دائیں ، بائیں) میں محدود ہوتی ہیں ۔ پس جب وہ ذات سے متعلق ہوگی تو اس کو حوایت (گھیرا ، دائرہ) لازم آئے گی ۔

(۱۴) ہم سے تمیم بن عبداللہ بن تمیم قرشی رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے حمدان بن سلیمان نیشاپوری سے بیان کیا ، اس نے علی بن محمد بن جہم سے ، اس نے کہا کہ میں مامون کے دربار میں حاضر تھا ، اس کے پاس حضرت امام علی رضا بن موسیٰ علیہما السلام بھی تشریف فرما تھے تو مامون (رشید) نے ان سے عرض کیا کہ اے فرزند رسول ! کیا یہ آپؑ کا قول نہیں ہے کہ انبیاء معصوم ہیں ؟ آپؑ نے فرمایا ، ہاں یہ درست ہے ۔ تو اس نے چند آیات قرآنی کے متعلق دریافت کیا ، تو ان آیات قرآنی میں سے ایک آیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول کے بارے میں تھی رب ارنی کیف تحی الموتیٰ قال اولم تو من قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی (سورۃ بقرہ ۔ آیت ۲۶۰) " اے میرے پروردگار تو مجھ کو دکھادے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا اللہ نے کہا کہ کیا تم کو یقین نہیں ہے ، تو وہ کہنے لگے ہاں یقین تو ہے لیکن میں اطمینان قلب کے لئے دیکھنا چاہتا ہوں " حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ میں اپنے بندوں میں سے ایک خلیل بنانے والا ہوں ، اگر وہ مجھ سے مردوں کے زندہ کرنے سے متعلق سوال کرے تو میں اس کو جواب دوں گا ۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ خلیل وہ خود ہیں ، تب انہوں نے کہا کہ میرے پروردگار تو مجھ کو دکھادے کہ کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تم کو یقین نہیں ہے ؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ یقین تو ہے لیکن میرا دل " خلت " پر مطمئن ہوجائے (یعنی وہ خلیل میں ہی ہوں جس کو تو چاہتا ہے) تو اللہ نے کہا کہ چار (مختلف) پرندے لے لو اور ان کو اپنے پاس منگالو (ٹکڑے ٹکڑے کرلو) پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دو پھر ان کو بلاؤ وہ تمہارے پاس تیزی کے ساتھ آئیں گے اور جان لو کہ بیشک اللہ غالب ، حکمت والا ہے ۔ پس حضرت ابراہیمؑ نے گدھ ، بط ، مور اور مرغ اور ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے ہر پہاڑ پر جو ان کے قریب دس (۱۰) تھے رکھ دیئے اور ان کی چونچوں کو اپنی انگلیوں کے درمیان رکھ لیا پھر ان پرندوں کو ان کے نام سے پکارا اور اپنے قریب دانہ و پانی بھی رکھا ۔ پس یہ اجزاء ایک دوسرے سے متفرق ہوگئے یہاں تک کہ تمام بدن ہموار ہو کر مستقیم ہوگئے اور ہر بدن اپنی گردن اور اپنے سر سے مل گیا ۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان کی منقاروں (چونچ) کو چھوڑ دیا پھر اڑنے لگے اور نیچے اتر کر اس پانی کو پیا اور اسی دانہ کو زمین سے چگا ۔ اور کہنے لگے کہ اے اللہ کے نبی آپ نے ہم کو زندہ کیا اللہ تعالیٰ آپ کو زندگی بخشے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ ہی جلاتا اور مارتا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے ۔ مامون (رشید)

کہنے لگا کہ اے ابوالحسن اللہ آپ کو مبارک کرے ۔ یہ حدیث کافی طویل ہے ۔ ہم نے ضرورت کے مطابق اس کا تذکرہ کیا ہے ۔

(۱۵) ہم سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے یعقوب بن یزید نے بیان کیا، اس نے حسن بن علی خزاز سے، اس نے مثنیٰ حناط سے، اس نے ابو جعفر سے، میں اس کو محمد بن نعمان سمجھتا ہوں ۔ اس نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے اس قول **وهو الله فى السموات وفى الارض** (سورۃ انعام ۔ آیت ۳) " اور وہی اللہ آسمانوں اور زمین میں ہے " کے بارے میں دریافت کیا آپؑ نے فرمایا کہ وہ اسی طرح ہر جگہ ہے ۔ میں نے عرض کیا کہ کیا اپنی ذات کے ساتھ ؟ آپؑ نے فرمایا تجھ پر ہلاکت واقع ہو ۔ جگہیں خدا کا اندازہ و مشیت ہیں ۔ جب تم کہو گے کہ وہ اپنی ذات کے ساتھ کسی مکان میں ہے تو تم کو یہ کہنا لازم ہوگا کہ وہ اقدار وغیرہ میں مقید و محدود ہے ۔ لیکن وہ اپنی مخلوق سے جدا ہے، اس نے جو کچھ علم، قدرت، احاطہ، غلبہ اور ملکیت سے پیدا کیا وہ اس کا احاطہ کرنے والا ہے ۔ اور اس کا وہ علم جو زمین سے متعلق ہے آسمان اور اس کی اشیاء کے علم سے کم نہیں ہے ۔ کوئی شے اس سے دور نہیں ۔ اور تمام اشیاء علم، قدرت سلطان اور ملکیت و احاطہ کے اعتبار سے اس کے لئے برابر ہیں ۔

(۱۶) مجھ سے میرے والد بزرگوار رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم نے بیان کیا اپنے والد سے، انہوں نے ابن ابو عمیر سے، انہوں نے ہشام بن حکم سے، انہوں نے کہا کہ ابو شاکر دیصانی نے کہا کہ قرآن میں ایک آیت ہے جو ہمارے نظریہ کے لئے موت کا سبب ہے ۔ میں نے کہا کہ وہ آیت کونسی ہے ؟ تو اس نے کہا **وهو الذى فى السماء اله وفى الارض اله** (سورۃ زخرف ۔ آیت ۸۴) " اور وہی ذات ہے جو آسمان میں معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے " مجھ کو اس کا جواب معلوم نہیں تھا تو میں نے جاکر حضرت ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کو بتایا تو آپؑ نے فرمایا کہ یہ خبیث بے دین کا کلام ہے ۔ تم واپس جاکر اس سے کہو کہ تمہارا کوفہ میں کیا نام ہے تو وہ کہے گا کہ فلاں نام ہے، پھر تم اس سے دریافت کرو کہ بصرہ میں تمہارا کیا نام ہے تو وہ وہی نام بتائے گا ۔ اب تم اس سے کہو اس طرح ہمارا رب اللہ آسمان میں معبود ہے اور زمین میں معبود ہے ۔ سمندروں میں اور ہر جگہ و مقام پر معبود ہے ۔ اس نے بتایا کہ میں نے ابو شاکر کے پاس پہنچ کر اس کو بتایا تو وہ کہنے لگا کہ یہ جواب حجاز سے روایت کیا گیا ہے ۔

(۱۷) ہم سے جعفر بن محمد بن مسرور رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن محمد بن عامر نے بیان کیا، اس نے اپنے چچا عبداللہ بن عامر سے، اس نے حسن بن محبوب سے، اس نے مقاتل بن سلیمان سے، اس نے کہا کہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے

گئے تو آپ نے بلند آواز سے اپنے پروردگار سے کہا کہ اے میرے رب تو مجھ کو اپنے خزانے دکھا دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ میں اپنے خزانوں میں سے جس چیز کو چاہتا ہوں تو اس کے لئے کہہ دیتا ہوں کہ ہو جا پھر وہ ہوجاتی ہے۔

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے قادر ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب عالم کے لئے یہ ثابت ہوگیا کہ وہ ایک صانع کی صفت ہے اور ہم کسی کو کسی شے کا صانع نہیں پاتے جو اس کے بنانے پر قادر نہ ہو اس دلیل کے ساتھ کہ کوئی بیٹھنے والا (اپاہج) چل پھر نہیں سکتا اور کسی عاجز سے کوئی فعل سرزد نہیں ہوسکتا تو یہ امر صحیح ہے کہ جس نے اس کو بنایا ہے وہ قادر ہے۔ اور اگر اس کے علاوہ وہ جائز درست ہوتا تو ہمارا بغیر کسی ذریعہ کے پرواز کرنا بھی درست ہوتا۔ اور ہمارے لئے ادراک صحیح ہوتا اگرچہ ہم قوت حاسہ سے محروم ہوتے پس جبکہ اس کی عقل سے خارج ہے تو پہلا اسی جیسا ہے۔

باب (۱۰) علم

(۱) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عمران نے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے بیان کیا، اس نے سلیمان بن سفیان سے، اس نے کہا کہ مجھ سے ابو علی قصاب نے بیان کیا کہ میں ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کے پاس تھا تو میں نے کہا کہ تمام شکر و تعریف اس اللہ کی جو نہایت علم والا ہے آپؑ نے فرمایا کہ یہ نہ کہو کیونکہ اس کے علم کی انتہا نہیں ہے۔

(۲) میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار اور احمد بن ادریس نے بیان کیا، محمد بن احمد سے، اس نے علی بن اسمعیل سے اس نے صفوان بن یحییٰ سے، اس نے کابلی سے، اس نے کہا کہ میں نے ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام کو دعاء کے بارے میں لکھا، تمام شکر و سپاس اللہ کا جس کے علم کی منتہیٰ ہے۔ تو آپؑ نے مجھے جواب میں تحریر فرمایا کہ منتہیٰ علم (جس کے علم کی انتہا ہو) مت کہو بلکہ منتہیٰ رضاہ (اس کی رضا کی انتہا) کہو۔

(۳) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کے، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر اسدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے موسیٰ بن عمران نے بیان کیا، اس نے حسین بن یزید سے، اس نے محمد بن عمیر سے، اس نے ہشام بن حکم سے، اس نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے روایت بیان کی کہ انہوںؑ نے فرمایا کہ علم اللہ کا ایک کمال ہے۔

(۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا اس نے ابراہیم بن ہاشم سے ، اس نے ابن ابو عمیر سے ، اس نے ابوالحسن صیرفی سے ، اس نے بکار واسطی سے ، اس نے ابو حمزہ ثمالی سے ، اس نے حمران بن اعین سے ، اس نے ابو جعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے علم کے بارے میں بیان کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ علم تمہارے ہاتھ کی طرح ہے ۔

اس کتاب کے مؤلف محمد بن علی فرماتے ہیں کہ علم اللہ کا غیر نہیں ہے بلکہ وہ اس کی ذات کی صفات سے متعلق ہے اس لئے کہ اللہ عزوجل علامہ ، سمیعہ بصیرہ والی ذات ہے اور ہماری مراد اس کے وصف علم کے ساتھ دراصل اس سے جہل کی نفی ہے نہ اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ علم اس کا غیر ہے ۔ اس لئے کہ جب ہم یہ کہیں گے تو پھر یہ بھی کہیں گے کہ اللہ ہمیشہ سے عالم ہے تو ہم نے اس کے ساتھ ایک قدیم شے کو ثابت کردیا جو ہمیشہ سے ہے ۔ اللہ اس سے کہیں زیاد بلند و بالا ہے ۔

(۵) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے ، انہوں نے ابن ابو عمیر سے ، انہوں نے منصور بن حازم سے ، انہوں نے حضرت ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ میں نے انؑ سے عرض کیا کہ کیا آپؑ کی رائے میں جو کچھ ہوچکا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے ، اللہ کے علم میں ہے ؟ اس نے کہا کہ آپؑ نے جواب میں فرمایا ہاں اس کے علم میں تھا قبل اس کے کہ وہ آسمانوں اور زمین کو خلق کرے ۔

(۶) ہم سے حسین بن احمد بن ادریس رحمہ اللہ نے اپنے والد کے ذریعے بیان کیا ، انہوں نے محمد بن احمد بن یحیٰ بن عمران اشعری سے ، انہوں نے علی بن اسمعیل اور ابراہیم بن ہاشم سے ، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے ، انہوں نے منصور بن حازم سے ، انہوں نے کہا کہ میں نے ان سے یعنی حضرت ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا کوئی چیز آج ہو اور وہ علم الہیٰ میں نہ ہو ؟ آپؑ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ اس کے علم میں ہے قبل اس کے کہ وہ آسمان و زمین کو خلق کرے ۔

(۷) ہم سے حسن بن احمد بن ادریس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن ہاشم نے محمد بن اسمعیل بن بزیع سے ، انہوں نے یونس سے ، انہوں نے ابوالحسن سے (حسن بن السری صحیح ہے) ، انہوں نے جابر سے انہوں نے کہا کہ حضرت ابو جعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ اپنے بابرکت ناموں کے ساتھ اپنے علو حقیقت و ماہیت میں یکتا ہے اور وہ اپنی توحید کی وجہ سے توحید میں منفرد ہے ۔ پھر اس کو اپنی مخلوق پر نافذ کردیا ۔ پس وہ احد ہے ، صمد ہے ، ملک ہے ، قدوس ہے ، ہر شے اس کی بندگی کرتی ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتی ہے ۔ اور اس سے بڑھ کر قریب ہے کہ ہم اپنے رب تک پہنچ جائیں ۔ ہمارا

رب ہر شے سے علم کے اعتبار سے وسیع ہے۔

(۸) ہم سے عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن فضل بن مغیرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو نصر منصور بن عبداللہ بن ابراہیم اصفہانی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن بشار نے ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام سے روایت بیان کی، اس نے کہا کہ میں نے انؑ سے دریافت کیا کہ کیا اللہ اس شے کا علم رکھتا ہے جو نہیں تھی یا اگر ہو گئی تو کس طرح ہوئی اور ہو گی؟ یا اس کو علم نہیں ہوتا مگر یہ کہ وہ ہو جائے۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کا عالم ہے قبل اس کے کہ اشیاء وجود میں آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **انا کنا نستنسخ ماکنتم تعملون** (سورۃ جاثیہ۔ آیت ۲۹) "تم جو کچھ بھی کرتے ہو ہم لکھواتے جاتے ہیں" اور اہل جہنم سے فرمایا کہ **ولوردو العادو المانھواعنه وانھم لکذبون** (سورۃ انعام۔ آیت ۲۸) "اگر وہ (دنیا میں) لوٹا دیئے جائیں تو انہیں جس چیز سے منع کیا گیا ہے تو وہ وہی کریں گے بے شک یہ لوگ جھوٹے ہیں" تو اللہ عزوجل کو علم تھا کہ اگر ان کو لوٹا دیا جاتا تو وہ وہی کرتے جس سے ان کو روکا گیا تھا۔ اور اس نے ملائکہ سے فرمایا جبکہ انہوں نے کہا **اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک قال انی اعلم مالا تعلمون** (سورۃ بقرہ آیت ۳۰) "کیا تو زمین میں ایسے شخص کو خلیفہ مقرر کرے گا جو فساد و خون ریزی کرے گا اور ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو۔" پس اللہ عزوجل کا علم ہمیشہ سے اشیاء سے پہلے ہے، قدیم ہے کہ قبل اس کے کہ ان کو خلق کرے، ہمارا رب بابرکت ہے اور بہت بلند ہے اس نے اشیاء کو پیدا کیا اور اس کا علم اس کی مشیت کے ساتھ ان اشیاء کے وجود سے پہلے تھا۔ اس طرح ہمارا رب علیم سمیع، بصیر ازل سے ہے۔

(۹) اور ان ہی اسناد کے ساتھ علی بن عبداللہ سے، اس نے کہا کہ ہم سے صفوان بن یحییٰ نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن مسکان سے، اس نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے متعلق دریافت کیا کہ کیا اس کو مکان کا علم تھا قبل اس کے کہ مکان کو خلق کرے یا اس کو خلق کرتے وقت اور خلق کرنے کے بعد علم ہوا؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ کی ذات بلند و بالا ہے، وہ مکان کی تکوین سے قبل عالم تھا جس طرح وہ بعد تکوین مکان عالم ہے۔ اسی طرح اس کو تمام اشیاء کا علم ہے جس طرح اس کو مکان کا علم ہے۔

اس کتاب کے مصنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ دلیل ہے اس پر کہ اللہ تبارک و تعالیٰ عالم ہے، اس پر کہ وہ افعال مختلف جو اندازہ خداوندی ہیں متضاد افعال جو سوچ بچار کا نتیجہ ہیں مختلف و متبائن افعال میں جو کاریگری ہے وہ اس ذات سے جو ان کو نہیں جانتا ہے حکمت سے اس کا تعلق نہیں ہے اور وہ اس درست راستہ سے نہیں گزر سکتا ہے

جس سے وہ ناواقف ہے ۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو شخص فن زرگری سے واقفیت نہیں رکھتا وہ کان کی بالی کو نہیں ڈھال سکتا ۔ اس کی کاریگری کو محکم نہیں کر سکتا اور اس کی باریکی و خوبصورتی کو اس کے مقام کے مطابق نہیں رکھ سکتا اور نہ وہ شخص جو کتابت کا علم نہیں رکھتا وہ اچھی کتابت نہیں کر سکتا اور جو حروف ماقبل کے مطابق تحریر کر سکتا ہے ۔ در (اس کے برخلاف) عالم کی کاریگری زیادہ لطیف اور تکمیل زیادہ بدیع ہوتی ہے اس چیز سے جس کا تذکرہ ہم نے کیا پس ایک غیر عالم سے اس کے وجود سے قبل کیفیت کے ساتھ وقوع پذیر ہونا بعید تر اور انتہائی محال ہے ۔ اور اس کی تصدیق

(۱۰) اس سے ہے جو ہم سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس عطار رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری نے بیان کیا ، انہوں نے فضل بن شاذان سے ، انہوں نے کہا کہ میں نے رضا علی بن موسیٰ علیہما السلام سے سنا کہ وہ اپنی دعا میں فرماتے تھے " پاکیزہ ہے وہ ذات جس نے اپنی قدرت سے مخلوق کو خلق کیا اور جو کچھ اس نے اپنی حکمت سے خلق کیا ، مکمل طور پر بنایا اور اس نے ہر شے کو اس کے مقام پر اپنے علم کی وجہ سے رکھا ۔ پاک ہے وہ ذات جو آنکھوں کی خیانت اور دلوں میں چھپائی ہوئی باتوں کو جانتی ہے اور کوئی اس کی مثل نہیں ہے اور وہ سننے والا ، جاننے والا ہے ۔

(۱۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا ، انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے ، انہوں نے ابن ابو عمیر سے ، انہوں نے ہشام بن حکم سے ، انہوں نے منصور صیقل سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے ، انہوں نے فرمایا کہ اللہ علم ہے جس میں جہل نہیں ہے اس میں حیات ہے جس میں موت نہیں ، وہ نور ہے جس میں ظلمت نہیں ۔

(۱۲) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے بیان کیا ، انہوں نے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے ، انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے ، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم سے روایت بیان کی گئی ہے کہ اللہ علم ہے جس میں جہل نہیں ، حیات ہے جس میں موت نہیں ، نور ہے جس میں ظلمت نہیں تو آپؑ نے فرمایا کہ وہ ایسا ہی ہے ۔

(۱۳) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے بیان کیا ، انہوں نے محمد بن عیسیٰ سے ، انہوں نے ابن ابو عمیر سے ، انہوں نے ہشام بن حکم سے ، انہوں نے عیسیٰ بن ابو منصور سے ، انہوں نے جابر بن جعفی سے ، انہوں نے ابو جعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے ، انہوں نے کہا میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا کہ اللہ نور ہے جس میں ظلمت نہیں اور علم ہے جس میں جہل نہیں اور حیات ہے جس میں موت نہیں ۔

(۱۴)　ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے بیان کیا، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے ابن سنان سے، انہوں نے جعفر بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد بزرگوار علیہم السلام سے، انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے لئے ایک علم خاص اور ایک علم عام ہے، علم خاص وہ ہے کہ جس سے اس کے ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین مطلع نہیں ہیں۔ لیکن اس کا علم عام وہ علم ہے جس سے اس کے مقرب ملائکہ اور انبیاء مرسلین واقف ہیں جو ہم تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ پہنچا ہے۔

(۱۵)　ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر اسدی نے بیان کیا، انہوں نے موسیٰ بن عمران سے، انہوں نے حسین بن یزید سے، انہوں نے زید بن معدل نمیری اور عبداللہ بن سنان سے، انہوں نے جابر سے، انہوں نے ابو جعفر (امام محمد باقرؑ) علیہ السلام سے، انہوںؑ نے فرمایا کہ اللہ کے ایک علم سے کوئی دوسرا شخص آگاہ نہیں اور ایک علم ہے جس کو اس کے ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین جانتے ہیں اور ہم اس کے علم سے واقف و آگاہ ہیں۔

(۱۶)　اسی اسناد سے، حسین بن یزید سے، یحییٰ بن، ابو یحییٰ سے، اس نے عبداللہ بن صامت سے، اس نے عبدالاعلیٰ سے، اس نے عبد صالح موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے انہوںؑ نے فرمایا کہ علم الہیٰ کا " این " سے یعنی کہاں سے وصف بیان نہیں کیا جاسکتا اور نہ علم الہیٰ کا کیف یعنی کس طرح کا ہے، اس کی تعریف کی جاسکتی ہے۔ نہ علم اللہ سے علیحدہ ہے اور نہ اللہ اس سے جدا ہے۔ اور نہ اللہ اور اس کے علم کے درمیان کوئی حد ہے۔

باب (۱۱)　ذاتی اور فعلی صفات

(۱)　ہم سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن خالد طیالسی خزاز کوفی سے، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے، انہوں نے ابن مسکان سے، انہوں نے ابو بصیر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادقؑ) علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل ہمیشہ سے ہمارا رب ہے اور علم اس کا ذاتی ہے اور کوئی معلوم (جانا ہوا) نہیں تھا سمع (سننا) ذاتی ہے اور کوئی مسموع (سنائی دیا ہوا) نہیں اور بصیر (دیکھنا) ذاتی ہے اور کوئی مبصر (دیکھا ہوا) نہیں تھا اور قدرت ذاتی ہے اور کوئی حدود (قدرت پایا ہوا) نہیں تھا پس جب اس نے اشیاء کو نوپید کیا اور وہ معلوم ہوگئی تو اس سے علم معلوم پر، سمع مسموع پر بصیر مبصر پر اور قدرت مقدور پر واقع ہوئے۔ اس نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ اللہ ہمیشہ سے متکلم ہے تو آپؑ نے فرمایا کلام وہ صفت ہے جو بعد میں پیدا ہوئی وہ صفت ازل سے نہیں ہے۔ اللہ تھا اور وہ متکلم نہیں تھا۔

(۲) مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عیسیٰ نے بیان کیا، ان سے اسمعیل بن سہل نے، انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا اللہ ہمیشہ سے علم رکھتا ہے؟ انہوںؑ نے فرمایا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ اسے علم ہو اور معلوم موجود نہ ہو۔ اس نے کہا کہ میں نے کہا کہ کیا اللہ ہمیشہ سے سنتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا ایسا کب ہوسکتا ہے جبکہ کوئی مسموع (سنا ہوا) نہ ہو۔ اس نے کہا کہ میں نے پھر عرض کیا کہ کیا وہ ازل سے دیکھ رہا ہے؟ آپؑ نے جواب دیا کہ یہ کیوں کر ممکن ہے جبکہ کوئی مبصر (دیکھا ہوا) نہ ہو۔ اس نے کہا کہ پھر آخر میں آپؑ نے فرمایا کہ اللہ ہمیشہ سے علیم، سمیع، بصیر ہے، وعلامہ، سمیعہ، بصیرہ والی ذات ہے۔

(۳) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن اسمعیل برمکی سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے فضل بن سلیمان کوفی نے بیان کیا، انہوں نے حسین بن خالد سے، انہوں نے کہا کہ میں نے رضا علی بن موسیٰ علیہما السلام کو کہتے ہوئے سنا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیشہ سے علیم، قادر، حی، قدیم، سمیع، بصیر ہے تو میں نے آپؑ سے عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ عزوجل ازل سے علم کے ذریعے عالم، قدرت کے ساتھ ذریعہ قادر، حیات کے ساتھ حی قدم کے ذریعہ قدیم، سمع کے ذریعہ سمیع اور بصر کے ذریعہ بصیر ہے۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کس نے کہا ہے اور اس کے متعلق یہ نظریہ رکھا تو اس نے اللہ کے ساتھ ایک دوسرا خدا بنالیا اور وہ ذرا بھی ہمارے اعتقاد پر نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ ازل سے علیم، قادر، حی، قدیم، سمیع و بصیر بالذات ہے، وہ شرکوں اور خلق خدائے تشبیہ دینے والے کے قول سے کہیں زیادہ بلند ہے۔

(۴) ہم سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے اپنے والد کے ذریعے بیان کیا، انہوں نے محمد بن ابو عمیر سے، انہوں نے ہارون بن عبدالملک سے، انہوں نے کہا کہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے توحید کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو آپؑ نے فرمایا کہ وہ عزوجل ہمیشہ سے موجود ہے نہ وہ معطل و بیکار ہے اور نہ وہ شمار کیا گیا ہے۔ اور نہ وہ کسی شے میں مخلوق کی صفت جیسا ہے۔ اس عزوجل کی تعریفیں اور صفات ہیں۔ صفات تو اس کے لئے ثابت ہیں اور ان صفحات کے اسماء مخلوقین پر جاری ہیں جیسے سمیع، بصیر، رؤف اور رحیم وغیرہ اور نعوت ذات کی صفات ہیں جو صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے مناسب و لائق ہیں۔ اللہ نور ہے جس میں تاریکی نہیں اور حی ہے جس کے لئے موت نہیں۔ وہ عالم ہے جس میں جہل نہیں۔ وہ ٹھوس ہے جس میں داخل ہونے کی کوئی جگہ نہیں ہمارا رب نوری ذات والا، حیّ ذات والا، عالم ذات والا اور صمد ذات والا ہے۔

(۵) ہم سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے چچا محمد بن ابوالقاسم نے بیان کیا، انہوں نے احمد بن ابو عبداللہ برقی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے احمد بن نصر خزاز سے، انہوں نے عمرو بن شمر سے، انہوں نے جابر سے، انہوں نے ابوجعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے کہ آنجناب نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تھا اور اس کے سوا کوئی نہ تھا، وہ نور تھا جس میں تاریکی نہیں۔ وہ سچا (ذاتی) تھا جس میں کذب نہیں، وہ عالم تھا جس میں جہل نہیں، وہ حیّ تھا جس کے لئے موت نہیں اور اسی طرح وہ آج بھی ہے اور اسی طرح وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

(۶) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن حسن بن ابان نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن اورمہ سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحیی بن یحییٰ نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ ابن صامت سے، انہوں نے عبدالاعلیٰ سے، انہوں نے عبد صالح موسیٰ بن جعفر (امام موسیٰ کاظم) علیہما السلام سے بیان کیا، انہوںؑ نے فرمایا کہ بیشک اللہ وہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ بغیر کیفیت و جگہ کے حیّ ہے، نہ وہ کسی چیز میں ہے اور نہ وہ کسی چیز پر ہے۔ اس نے اپنے مقام و مرتبہ کے لئے کوئی مکان نہیں بنایا۔ وہ تکوین اشیاء کے بعد قوی و قادر نہیں ہوا۔ اس کو کسی پیدا شدہ چیز کے مشابہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ وہ اپنی سلطنت کے پیدا کرنے سے قبل قدرت سے خالی نہیں تھا۔ اور نہ وہ اس مملکت کے ختم ہونے کے بعد قدرت سے خالی ہوسکتا ہے۔ خداوند عالم بغیر حیات حادثہ کے الٰہ حیّ تھا، وہ کسی چیز کو پیدا کرنے سے قبل بادشاہ تھا اور اس کے پیدا کرنے کے بعد وہ مالک تھا۔ اللہ کے لئے کوئی حد نہیں۔ وہ کسی ایسی چیز سے پہچانا نہیں جاتا جو اس کے مشابہ ہو۔ وہ بقاء کی وجہ سے بوڑھا نہیں ہوگا۔ وہ کسی شے کے بلانے کے لئے زور سے نہیں چیختا بلکہ تمام اشیاء اس کے خوف کی وجہ سے چیخ و پکار کرتی ہیں۔ اور اللہ بغیر نوپید حیات کے حیّ ہے۔ وہ ایسا حیّ ہے جو وجود سے موصوف نہیں ہے اور نہ کیفیت محدود کے ساتھ ہے اور نہ وہ کسی جگہ میں ٹھہرا ہوا ہے۔ اور نہ کسی مکان میں ساکن ہے بلکہ وہ بالذات حیّ ہے۔ وہ مالک ہے جس کی قدرت ازلی ہے، اس نے جو چاہا اپنی مشیت و قدرت سے پیدا کیا، وہ بغیر کسی کیفیت کے اول تھا اور بغیر کسی جگہ کے آخر ہوگا اور ہر شے اس کی ذات کے علاوہ ہلاک ہونے والی ہے اس کے لئے خلق اور امر ہے۔ رب العالمین کی ذات بابرکت ہے۔

(۷) ہم سے محمد بن موسیٰ متوکل رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے بیان کیا، انہوں نے حسین بن حسن بن ابان سے، انہوں نے محمد بن اورمہ سے، انہوں نے علی بن حسن بن محمد سے، انہوں نے خالد بن یزید سے، انہوں نے عبدالاعلیٰ سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے انہوںؑ نے فرمایا کہ اللہ کا نام اللہ کا غیر ہے اور ہر وہ شے جس پر اس شے کا نام لیا جائے تو وہ مخلوق ہے سوائے خدا کے۔ لیکن جو الفاظ زبان

سے ادا ہوں یا جو کام ہاتھ کریں یعنی کتابت کریں تو وہ مخلوق ہیں۔ اور اللہ ہر اس شخص کی انتہا ہے جس نے اس کا قصد کیا اور وہ بغیر غایت کے محدود حد میں نہیں، غایت موصوف (تعریف کی گئی) اور ہر موصوف مصنوع ہے اور اشیاء کا صانع کسی معین حد سے غیر موصوف ہے۔ وہ پیدا نہیں ہوا کہ اس کا وجود کسی غیر کی صفت کے ذریعہ پہچانا جائے اور نہ کوئی غیر اس کی غایت تک پہنچا۔ وہ شخص جس نے اس فیصلہ کو سمجھا وہ کبھی ذلیل و رسوا نہیں ہوگا۔ اور یہی توحید خالص ہے اللہ عزوجل کی اجازت سے اسی کا اعتقاد رکھو۔ اس کی تصدیق کرو اور اسی کو سمجھو اور جس شخص نے یہ گمان کیا کہ وہ اللہ کو کسی حجاب یا صورت یا مثال کے ذریعہ پہچانتا ہے تو وہ مشرک ہے اس لئے کہ حجاب، مثال اور صورت اس کا غیر ہیں۔ وہ تو صرف واحد و یکتا ہے تو پھر وہ کس طرح اس کی یکتائی کا اعتقاد رکھ سکتا ہے جو یہ زعم باطل رکھے کہ اس نے اس کو اس کے غیر سے پہچانا ہے۔ دراصل اللہ کو اسی نے پہچانا جس نے اس کو اللہ کے ذریعہ سے پہچانا۔ جس نے اس کو اسی کے ذریعہ نہیں پہچانا تو وہ اس کو نہیں پہچانتا ہے بلکہ وہ اس کے غیر کو جانتا ہے۔ اور اللہ بغیر کسی شے کے اشیاء کا خالق ہے۔ وہ اپنے ناموں سے پکارا جاتا ہے حالانکہ وہ اپنے اسماء کا غیر ہے اور اسماء اس کا غیر ہیں۔ وہ خدا جس کا وصف بیان کیا گیا۔ وصف بیان کرنے والے کا غیر ہے۔ پس جس نے یہ گمان کیا کہ وہ ایمان رکھتا ہے اس چیز پر جس کو وہ جانتا پہچانتا نہیں تو وہ معرفت سے ناواقف ہے۔ کوئی مخلوق کسی شے کا ادراک اللہ کی مدد کے بغیر نہیں کرسکتی اور نہ اللہ کی معرفت کا ادراک بغیر اللہ کی مدد کے کیا جاسکتا ہے۔ اللہ اپنی مخلوق سے الگ ہے اور اس کی مخلوق اس سے جدا ہے۔ جب اللہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس کے امر سے بغیر نطق و کلام کے اسی طرح ہوجاتی ہے جس طرح اس نے ارادہ کیا ہے اس کے بندوں کے لئے اس کے فیصلہ کے خلاف کوئی پناگاہ نہیں اور نہ ان کے لئے اس چیز کے بارے میں جو اس نے پسند کیا ہے کوئی حجت ہے۔ ان کو کسی عمل پر قدرت حاصل نہیں اور نہ ان کو اپنے پیدا شدہ اجسام کی بیماریوں کے علاج کی قدرت ہے مگر اپنے رب کی مدد سے۔ جس شخص نے یہ خیال کیا کہ وہ کسی عمل پر قوت و قدرت رکھتا ہے جس کا ارادہ اللہ عزوجل نے نہیں کیا ہے تو گویا اس کا خیال یہ ہے کہ اس کا ارادہ اللہ کے ارادہ پر غالب ہے۔ رب العالمین کی ذات مقدس و بابرکت ہے۔

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ " اس کے معنی یہ ہیں کہ جس نے گمان کیا کہ وہ کسی عمل پر قوت رکھتا ہے جس کا ارادہ اللہ نے نہیں کیا ہے کہ وہ اس پر قدرت رکھے تو گویا اس نے یہ خیال کیا کہ اس کا ارادہ اللہ کے ارادوں پر غالب آگیا۔"

(۸) ہم سے محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے چچا محمد بن ابو قاسم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے محمد بن علی صیرفی کوفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے محمد بن سنان نے انہوں نے ابان بن عثمان احمر سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق بن محمد علیہما السلام سے عرض کیا

کہ آپؑ مجھے بتائیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ازل سے سمیع و بصیر، علیم اور قادر ہے؟ آپؑ نے فرمایا، ہاں تو میں نے عرض کیا کہ آپؑ نے اہل بیت کے دوستداروں میں سے ایک شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیشہ سے سمع کے ساتھ سمیع، بصر کے ساتھ بصیر، علم کے ساتھ علیم اور قدرت کے ساتھ قادر ہے۔ تو آپؑ غضبناک ہوئے پھر فرمایا کہ جس نے یہ کہا ہے اور اس کو اختیار کیا ہے وہ مشرک ہے اور وہ ذرا بھی ہماری دوستی کے عقیدہ پر نہیں ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر علامہ، سمیع، بصیر اور قادر ہے۔

(۹) ہم سے حمزہ بن محمد علوی رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو علی بن ابراہیم نے خبر دی، انہوں نے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے، انہوں نے حماد سے، انہوں نے حریز سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے ابو جعفر (امام محمد باقرؑ) علیہ السلام سے روایت کی، انہوںؑ نے فرمایا کہ قدیم کی صفت یہ ہے کہ وہ واحد ہے، احد ہے، صمد ہے، وہ معنیٰ کے اعتبار سے ایک ہے اور مختلف و کثیر معانی کے ساتھ نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں۔ اہل عراق میں سے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ کسی کو دیکھے بغیر سنتا ہے اور بغیر سنے ہوئے دیکھتا ہے۔ اس نے کہا کہ آپؑ نے فرمایا۔ انہوں نے جھوٹ کہا۔ وہ ملحد ہوگئے اور مشابہت پیدا کی اللہ تعالیٰ اس سے بلند و بالا ہے۔ وہ سمیع بصیر ہے، وہ سنتا ہے جو دیکھتا ہے اور دیکھتا ہے جو سنتا ہے میں نے پھر کہا کہ ان کا گمان ہے کہ اللہ بصیر ہے اس چیز پر جس کو وہ سمجھتے ہیں تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ سے بلند ہے کہ جو مخلوق کی صفت ہے اس سے سمجھا جائے۔ اور اللہ ایسا نہیں ہے۔

(۱۰) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم نے بیان کیا انہوں نے اپنے والد سے بیان کیا انہوں نے عباس بن عمرو سے انہوں نے ہشام بن حکم سے انہوں نے اس زندیق (بے دین) کی حدیث (بات چیت) کے بارے میں جو اس نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادقؑ) علیہ السلام سے کی تھی کہ کیا آپؑ یہ کہتے ہیں کہ اللہ سمیع بصیر ہے تو ابو عبداللہ (امام جعفر صادقؑ) علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ سمیع بصیر ہے وہ سمیع ہے بغیر کسی عضو کے اور بغیر کسی آلہ کے بصیر ہے بلکہ وہ بنفسہ سنتا اور بنفسہ دیکھتا ہے۔ یہ میرا قول نہیں کہ وہ بنفسہ سنتا ہے کہ وہ شے ہے اور نفس دوسری شے ہے۔ لیکن میری مراد اپنی ذات سے ہے اس لئے کہ مجھ سے سوال کیا گیا ہے اور تمہارے سمجھانے کے لئے ہے چونکہ تم نے سوال کیا ہے۔ پس میرا کہنا یہ ہے کہ وہ اپنے کل کے ساتھ سنتا ہے نہ کہ اس کا کل اس کا بعض (حصہ۔ جزو) ہو۔ لیکن میری مراد تمہیں سمجھانا تھا اور اپنی ذات سے تعبیر کرنا تھا۔ اور میرا اختیار اس سلسلہ میں سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ سمیع، بصیر، عالم، خبیر، بصیر اختلاف ذات اور اختلاف معنیٰ کے ہے۔

(۱۱) ہم سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار رحمہ اللہ نے بیان کیا انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے احمد بن محمد سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے قاسم بن محمد سے انہوں نے عبدالصمد بن بشیر سے انہوں نے فضیل بن سکرہ

سے انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر (امام محمد باقرؑ) علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں قربان جاؤں اگر آپؑ مجھے بتانا پسند فرمائیں کہ کیا اللہ تعالیٰ کو مخلوق کی تخلیق سے قبل علم تھا کہ وہ یکتا ہے؟ آپؑ کے دوستوں نے اختلاف کیا ہے بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مخلوق میں سے ہے کہ کسی شے کی تخلیق سے قبل وہ جانتا تھا کہ وہ واحد ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ "**یعلم**" (وہ جانتا ہے) کے معنیٰ "**یفعل**" (وہ کرتا ہے) کے ہیں تو وہ آج جانتا ہے کہ فصل اشیاء سے قبل اس کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر ہم یہ ثابت کردیں کہ اللہ نہ کہ کوئی دوسرا ہمیشہ سے عالم ہے تو ہم نے اس کے ساتھ اس کے غیر کو ازلیت میں ثابت کردیا۔ اے میرے آقا آپ اگر مجھے بتانا پسند کریں اس سے جو میں کسی غیر کی طرف رجوع نہیں کرسکتا۔ تو آپؑ نے تحریر فرمایا کہ اللہ جس کا ذکر بابرکت وبلند ہے ہمیشہ سے عالم ہے۔

(۱۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے بیان کیا۔ انہوں نے محمد بن حسین بن ابوخطاب سے انہوں نے ابن ابو عمیر سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے محمد بن مسلم سے انہوں نے ابو جعفر (امام محمد باقرؑ) علیہ السلام سے انہوں نے کہا کہ میں نے انؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ اللہ تھا اور اس کے علاوہ کوئی چیز نہیں تھی۔ جو چیز اس نے تخلیق کی وہ ہمیشہ سے اس کا علم رکھتا تھا۔ اس کا علم اس شے کے ہونے سے قبل تھا جس طرح اس شے کی تکوین کے بعد علم تھا۔

(۱۳) ہم سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ان سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے ایوب بن نوح سے یہ کہ انہوں نے ابوالحسن (امام علی رضاؑ) علیہ السلام کو لکھا کہ کیا اللہ عزوجل اشیاء کی تخلیق و تکوین سے قبل ان کو جانتا تھا؟ یا نہیں جانتا تھا یہاں تک کہ ان کو خلق کیا اور ان کی تخلیق و تکوین کا ارادہ کیا پھر جو کچھ خلق کیا تو وقت تخلیق اس کو علم ہوا اور جو کچھ تکوین کیا تو اس کا علم تکوین کے موقعہ پر ہوا؟ تو آپؑ نے تحریر فرمایا کہ اللہ کو قبل تخلیق اشیاء علم تھا جس طرح اس کو اشیاء کا علم خلق اشیاء کے بعد ہے۔

(۱۴) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار اور سعد بن عبداللہ نے بیان کیا، ان دونوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد اور حسین بن سعید اور محمد بن خالد برقی سے، انہوں نے ابن ابو عمیر سے، انہوں نے ہشام بن سالم سے، انہوں نے کہا کہ میں ابوعبداللہ (امام جعفر صادقؑ) علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ تم اللہ کی تعریف کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا کہ بیان کرو، میں نے عرض کیا کہ وہ سمیع بصیر ہے، آپؑ نے فرمایا کہ یہ تو وہ صفت ہے کہ جس میں تمام مخلوق شریک ہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ میں کس طرح اس کی تعریف کروں؟ آپؑ نے جواب دیا کہ وہ نور ہے جس میں ظلمت نہیں، حیات ہے جس میں موت نہیں، علم ہے جس میں جہل نہیں اور حق

ہے جس میں باطل نہیں ۔ تو میں آپؑ کے پاس سے رخصت ہوا اور اس وقت میں توحید کے بارے میں سب سے زیادہ واقف و آگاہ شخص تھا ۔

(۱۵) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن ابان نے ، انہوں نے حسین بن سعید سے ، انہوں نے نضر بن سوید سے ، انہوں نے عاصم بن حمید سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے کہا کہ اللہ تعالیٰ ازل سے مرید ہے ؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ مرید کے ساتھ مراد (جو چاہا گیا) ہوتا ہے بلکہ وہ ہمیشہ سے عالم قادر ہے پھر اس نے ارادہ کیا ۔

(۱۶) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا ۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا ، انہوں نے محمد ابن اسمٰعیل برمکی سے ، انہوں نے حسین بن حسن سے ، انہوں نے بکر بن صالح سے ، انہوں نے علی بن اسباط سے انہوں نے حسن بن جہم سے ، انہوں نے بکیر بن اعین سے ، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا اللہ کا علم اور اس کی مشیت دونوں مختلف ہیں یا متفق ہیں ؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ علم مشیت نہیں ہے ۔ کیا تم اپنے اس قول پر غور نہیں کرتے کہ " میں ان شاء اللہ ایسا کروں گا " اور یہ نہیں کہتے ہو کہ " اگر علم الہیٰ میں ہوا تو میں ایسا کروں گا " لہذا تمہارا ان شاء اللہ کہنا اس پر دلیل ہے کہ اس نے نہیں چاہا ۔ پس جب اس نے چاہا تو جیسا اس نے چاہا ۔ چاہا اور اللہ کا علم مشیت سے قبل ہے ۔

(۱۷) ہم سے حسین بن احمد بن ادریس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے محمد بن عبدالجبار سے ، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپؑ مجھ کو اللہ کے ارادہ اور مخلوق کے ارادہ کے بارے میں بتایئے ۔ آپؑ نے فرمایا کہ مخلوق کا ارادہ ضمیر (دل) اور وہ چیز ہے جو اس کے فعل کے بعد ظاہر ہو ۔ لیکن اللہ عزوجل کا ارادہ اس کا تخلیق کرنا ہے ، اس کے علاوہ کچھ نہیں ۔ اس لئے کہ وہ سوچتا نہیں ہے ، نہ وہم و گمان کرتا ہے اور نہ غور و فکر کرتا ہے ۔ یہ ساری صفات منفیہ ہیں ، یہ تو مخلوق کی صفات ہیں ۔ اللہ کا ارادہ بس فعل ہے ، اس کے علاوہ کچھ نہیں ۔ وہ اپنے لئے کہتا ہے ، ہو جا تو وہ ہوجاتا ہے ۔ بغیر کسی لفظ کے کہے ہوئے بغیر نطق ظاہری و باطنی کے اور زبان کی مدد کے بغیر نہ اس کے لئے قصد و ارادہ ہے ۔ نہ سوچ بچار ہے ۔ نہ اس کے لئے کیفیت ہے کیونکہ وہ بغیر کیفیت کے ہے ۔

(۱۸) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا ، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے ابن ابو عمیر سے ، انہوں نے ابن اذینہ سے ، انہوں نے محمد بن مسلم سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا تو انہوںؑ نے فرمایا کہ مشیت نو ایجاد (پیدا کردہ) ہے ۔

(۱۹) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے علی بن ابراہیم نے بیان کیا ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے

ابن ابو عمیر سے ، انہوں نے عمر بن اذینہ سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ نے اپنی طرف سے مشیت کو پیدا کیا پھر مشیت کے ذریعہ اشیاء کو خلق کیا۔

مصنف کتاب ہذا محمد بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم اللہ تبارک و تعالیٰ کی تعریف و توصیف صفات ذات کے ساتھ کرتے ہیں تو ہم اس کی ہر صفت کی ضد سے اس کی نفی کرتے ہیں ۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ حی ہے تو ہم نے اس سے حیات کی ضد موت کی نفی کردی ۔ اور جب ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ علیم ہے تو ہم نے اس سے علم کی ضد جو جہل ہے اس کی نفی کردی ۔ اور جب ہم نے کہا کہ وہ سمیع ہے تو ہم نے سمیع (سننا) کی ضد بہرا پن کی نفی کردی ۔ اور جب ہم کہتے ہیں کہ وہ بصیر ہے تو ہم نے بصر کی ضد عمیٰ (اندھا پن) کی نفی کردی ۔ جب ہم نے کہا کہ وہ عزیز (عزت والا) ہے تو ہم نے عزت کی ضد ذلت کی نفی کردی ۔ اور جب ہم نے کہا کہ وہ حکیم ہے تو حکمت کی ضد جو خطا ہے ، اس کی نفی کردی ۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ غنی ہے تو ہم نے غنی (مالداری) کی ضد فقر کی نفی کردی ۔ اور جب ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ عادل ہے تو اس سے جور و ظلم کی نفی کردیتے ہیں ۔ اور جب ہم نے اس کو حلیم کہا تو عجلت (جلد بازی) کی نفی کردی اور جب ہم اس کو قادر کہتے ہیں تو ہم اس کی ضد عاجز ہونے کی نفی کردیتے ہیں ۔ اور اگر ہم ایسا کریں گے تو اس کے ساتھ ایسی اشیاء کو ثابت کریں گے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہیں ۔ اور جب ہم نے یہ کہا کہ وہ ہمیشہ سے حی ، علیم ، سمیع ، عزیز ، حکیم ، غنی ، مالک ، حلیم ، عادل اور کریم ہے پھر جبکہ ہم نے ان صفات میں سے ہر ایک صفت کے معنی کی جو اس کی ذات کی صفات ہیں ، اس کی ضد کی نفی قرار دیا ۔ تو ہم نے ثابت کردیا کہ اللہ ہمیشہ سے واحد ہے کوئی شے اس کے ساتھ نہیں ہے ۔ اور ارادہ و مشیت ، رضا و غضب اور صفات افعال میں جو اس کے مشابہ ہوں صفات ذات کی منزلت و مقام پر نہیں ہیں ۔ اس لئے کہ یہ درست نہیں کہ یہ کہا جائے کہ اللہ ہمیشہ سے مرید اور چاہنے والا رہا ہے جس طرح سے یہ مناسب و موزوں یہ کہا جائے کہ اللہ ہمیشہ سے قادر عالم ہے ۔

باب (۱۲) اللہ عزوجل کے قول "کل شی ھالک الا وجھہ" کی تفسیر

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں کہا کہ ہم سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے محمد بن اسمٰعیل بن بزیغ سے، انہوں نے منصور بن یونس سے، انہوں نے ابو حمزہ کے ایک ہمنشین سے، انہوں نے ابو حمزہ سے، انہوں نے ابوجعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے کہ **کل شی ھالک الا وجھہ** (سورۃ قصص۔ آیت ۸۸) "ہر شے ہلاک ہونے والی ہے مگر اس کا چہرہ" آپؑ نے فرمایا کہ ہر شے ہلاک ہوجائے گی اور "**وجھہ**" (اس کا چہرہ) باقی رہے گا۔ یقیناً اللہ عزوجل عظیم تر ہے اس سے کہ اس کا وصف "**وجھہ**" سے کیا جائے۔ لیکن اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر شے فنا ہونے والی ہے مگر اس کا دین اور وہ "**وجھہ**" جو اس کی طرف سے دیا جائے۔

(۲) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے بیان کیا، انہوں نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے، انہوں نے ابوسعید مکاری سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے حارث بن مغیرہ نصری سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے فرمان الہیٰ۔ "**کل شی ھالک الا وجھہ**" کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ ہر شے فنا ہونے والی ہے مگر وہ کہ جس نے حق کا راستہ اختیار کیا۔

(۳) ہم سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن یحییٰ عطار سے انہوں نے سہل بن زیاد سے، انہوں نے احمد بن محمد بن ابونصر سے، انہوں نے صفوان جمال سے، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے فرمان الہیٰ "**کل شی ھالک الا وجھہ**" کے متعلق دریافت کیا، آپؑ نے فرمایا کہ جو شخص اطاعت محمدؐ اور ان کے بعد ائمہ علیہم السلام کی اطاعت کو جس کا حکم دیا گیا ہے، پورا کرے تو وہ چہرہ فنا نہیں ہوگا پھر آپؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی "**من یطع الرسول فقدا طاع اللہ**" (سورۃ النسا۔ آیت ۸۰) "جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے خدا کی اطاعت کی۔"

(۴) اور ان ہی اسناد سے صفوان جمال نے کہا کہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا ہم (ائمہ الطاہرین) اللہ کے وہ چہرہ ہیں جو فنا نہیں ہوں گے۔

(۵) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن حسین سعدآبادی نے بیان کیا، انہوں نے احمد بن ابوعبداللہ برقی سے انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ربیع الوراق سے،

انہوں نے صالح بن سہل سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے قول " **کل شی هالک الا وجهه** " کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ وہ ہم (ائمہ الطاہرین) ہیں ۔

(۶) ہم سے احمد بن محمد بن یحیٰی عطار رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے سہل بن زیاد سے ، انہوں نے یعقوب بن یزید سے ، انہوں نے محمد بن سنان سے ، انہوں نے ابو سلام سے ، انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے ، انہوں نے ابو جعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا کہ ہم وہ " مثانی " ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کئے اور ہم ہی وجہ اللہ (اللہ کے چہرے) ہیں جو تمہارے درمیان رخ بدل بدل کر آتے ہیں ۔ جس نے ہمیں پہچان لیا ، پہچان لیا اور جو ہم سے ناواقف رہا تو اس کے لئے یقیناً موت ہے ۔

اس کتاب کے مصنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپؑ کے قول ، " **نحن المثانی** " کے معنی یہ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو قرآن سے وابستہ کردیا اور تمسک بالقرآن اور ہم سے تمسک کرنے کی وصیت فرمائی پھر اپنی امت کو آگاہ کیا کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ ان کے پاس حوض (کوثر) تک پہنچیں ۔

(۷) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا ، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے علی بن سیف سے ، انہوں نے اپنے بھائی حسین بن سیف سے ، انہوں نے اپنے والد سیف بن عمیرہ نخعی سے ، انہوں نے خیثمہ سے ، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے قول " **کل شی هالک الا وجهه** " (ہر چیز فنا ہونے والی ہے مگر اس کا چہرہ) کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ اس کا دین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیرالمومنین علیہ السلام اس کے بندوں میں اللہ کا دین اس کا چہرہ اور اس کی آنکھ ہیں اور اس کی وہ زبان ہیں جس کے ذریعہ وہ کلام کرتا ہے ۔ اس کے ہاتھ ہیں اس کی مخلوق پر اور ہم اللہ کا وہ چہرہ ہیں جو اس کی طرف سے عطا کیا گیا ہے ۔ ہم اس کے بندوں کے درمیان سے ہرگز نہیں ہٹیں گے جب تک کہ اللہ ان میں رویہ (یعنی حاجت) رکھے گا ۔ میں نے عرض کیا کہ رویہ کیا ہے ؟ آپؑ نے فرمایا حاجت پس جب ان میں اللہ کی حاجت باقی نہیں رہے گی تو وہ ہم کو اپنی طرف بلالے گا اور جو اس نے پسند کیا ، بنایا ۔

(۸) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن اسمٰعیل برکی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن حسن نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بکر نے حسن بن سعید سے ، انہوں نے ہیثم بن عبداللہ سے ، انہوں نے مروان بن صباح سے ، انہوں نے کہا کہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ہم کو بہترین طریقہ سے خلق کیا اور ہماری صورتوں کو بہترین صورت بنایا ہم کو اپنے بندوں میں اپنی آنکھ بنایا ۔ اور اپنی مخلوق میں بولنے والی زبان ٹھہرایا اور اپنے بندوں کے لئے اپنا ہاتھ بنایا جو راحت و رحمت کے ساتھ کشادہ ہے ۔ اور اپنا وہ چہرہ

قرار دیا جس سے عطا کیا جائے اور ہمیں وہ باب (دروازہ) بنایا جس سے اس کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔ اور اس نے ہم کو آسمان و زمین میں خزانہ (مال اشیاء ذخیرہ کرنے کی جگہ) بنایا۔ ہماری وجہ سے درخت پھلدار ہوئے اور ثمر پختہ ہوئے۔ نہریں جاری ہوئیں۔ اور ہماری وجہ سے بارش کا نزول ہوا اور سبزہ اگا، ہماری عبادت کی وجہ سے اللہ کی عبادت کی گئی اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ کی عبادت نہ کی جاتی۔

(۹) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے بیان کیا، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے عبدالعزیز سے، انہوں نے ابن ابو یعفور سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ واحد ہے، احد ہے۔ واحدنیت کے اعتبار سے یکتا اور وہ اپنے امرو حکم میں تنہا و منفرد ہے۔ اس نے مخلوق کو خلق کیا پھر انہیں اپنے دین کے حکم کو تفویض کردیا۔ تو وہ مخلوق ہم ہیں۔ اے ابن ابو یعفور ہم بندگان خدا میں اللہ کی حجت ہیں، اس کی مخلوق پر گواہ ہیں، اس کی وحی کے امین ہیں اور اس کے علم کے خازن ہیں۔ اور اس کا وہ چہرہ ہیں جس کی وجہ سے عطا کیا جاتا ہے۔ ان کی مخلوق پر اس کی آنکھ (نگہبان) ہیں اور بولنے والی زبان ہیں اس کا لب سلیم ہیں اور اس کا وہ دروازہ ہیں جو اس کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور ہم ہی امرالہیٰ پر عمل کرنے والے ہیں اور سبیل الہیٰ کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ ہمارے ذریعہ سے اللہ پہچانا گیا۔ اور ہمارے ہی ذریعہ سے اس کی عبادت کی گئی۔ ہم ہی اللہ کی طرف رہنمائی کرنے والے ہیں اور اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ کی عبادت نہ کی جاتی۔

(۱۰) ہم سے احمد بن حسن قطان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو سعید حسن بن علی حسین سکری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حکم بن اسلم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن علیہ (اسمعیل بن ابراہیم المعروف بابن علیہ) نے بیان کیا، انہوں نے جریری (ابو مسعود سعید بن ایاس) سے، انہوں نے ابوالورد بن ثمامہ سے، انہوں نے امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کو دوسرے آدمی سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہرہ کو اور اس چہرہ کو جو تمہارے مشابہ ہو بدنما بنائے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ ایسا نہ کہو کیونکہ اللہ نے آدم کو اس کی صورت پر بنایا ہے۔

کتاب ہذا کے مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث کے پہلے حصہ کو مشبہہ حضرات نے چھوڑ دیا اور کہنے لگے کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا، تو وہ خود اس کے معنی میں گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کردیا۔

(۱۱) ہم سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے علی بن معبد سے، انہوں نے حسین بن خالد سے، انہوں نے کہا کہ

میں نے (امام علی) رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے فرزند رسول خدا! لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ نے آدم کو اپنی (اللہ کی) صورت پر پیدا کیا ہے۔ تو آپؑ نے فرمایا۔ اللہ ان پر لعنت کرے، انہوں نے حدیث کے پہلے حصہ کو حذف کردیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر دو آدمیوں کے قریب سے ہوا جو ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ رہے تھے آپؐ نے سنا کہ ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ خدا تیرے چہرہ کو اور تیرے چہرہ سے مشابہ چہرہ کو بدصورت بنادے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ کے بندے تو اپنے بھائی کے لئے ایسا مت کہہ کیونکہ اللہ عزوجل نے آدم کو اپنی (اس کی) صورت پر پیدا کیا ہے۔

باب (۱۳) اللہ عزوجل کے قول
یاابلیس مامنعک ان تسجد لما خلقت بیدی کی تفسیر

(۱) اللہ ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن اسمعیل برکی نے بیان کیا، انہوں کہا کہ ہم سے حسین بن حسن نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے بکر نے بیان کیا، انہوں نے ابو عبداللہ برقی سے، انہوں نے عبداللہ بن بحر سے، انہوں نے ابوایوب خزاز سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو جعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے اس قول **یا ابلیس مامنعک ان تسجد لما خلقت بیدی** (سورۃ ص ۔ آیت ۷۵) "اے ابلیس اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس نے روکا جس کو میں نے اپنی قدرت سے پیدا کیا۔" کے بارے میں دریافت کیا۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ "ید" کلام عرب میں قوت اور نعمت کے معنی میں ہے، آپؑ نے فرمایا **وا ذکر عبدنا داود ذ الاید** (سورۃ ص ۔ آیت ۱۷) "اور ہمارے بندے صاحب قوت داؤد کو یاد کرو" اور فرمایا **والسماء بنینھا باید** (سورۃ زاریات ۔ آیت ۴۷) "اور ہم نے آسمان کو اپنی قوت و قدرت سے بنایا" یعنی قوت سے، اور فرمایا **واید ھم بروح منه** (سورۃ مجادلہ ۔ آیت ۲۲) "اور اپنی روح سے ان کی تائید کی" یعنی ان کو قوی کردیا۔ کہا جاتا ہے "فلاں کے مجھ پر بہت سے احسانات ہیں" یعنی بہت فضل و احسان ہیں۔ اور "اس کے لئے میرے پاس روشن ہاتھ ہے۔" یعنی نعمت ہے۔"

(۲) ہم سے محمد بن محمد بن عصام کلینی رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یعقوب کلینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن ادریس نے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے علی بن سیف سے، انہوں نے محمد بن عبیدہ سے، انہوں کہا کہ میں نے (امام علی) رضا علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے ابلیس سے اس قول کے متعلق دریافت کیا کہ "تجھ کو کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے خلق کیا، تو

نے تکبر کیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ بیدی سے مراد میری قدرت اور قوت سے ہے۔

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ میں نے نیشاپور میں بعض بزرگان شیعہ سے سنا کہ وہ اس آیت کے بارے میں تذکرہ کررہے تھے کہ ائمہ علیہم السلام اللہ کے قول " مامنعک ان تسجدلما خلقت " (تجھ کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جس کو میں نے بنایا) پر ٹھہرجاتے تھے، پھر " بیدی استکبرت ام کنت من العالین " (میری قدرت کے مقابلہ میں تونے تکبر کیا یا تو بڑے درجات والوں میں سے تھا) اور فرمایا کہ یہ تو کہنے والے کے اس قول کی طرح ہے " تو میری تلوار سے مجھ سے مقاتلہ کررہا ہے اور میرے نیزے سے مجھ ہی سے نیزہ بازی کررہا ہے۔ گویا اللہ عزوجل یہ فرمارہاہے کہ تو میری نعمت سے تکبر اور نافرمانی پر قوی ہوا۔

باب (۱۴) اللہ عزوجل کے قول

" یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود " کی تفسیر

(۱) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن اسمٰعیل برکی نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن حسن نے بیان کیا، انہوں نے بکر سے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے قول " یوم یکشف عن ساق " (جس دن پنڈلی کھول دی جائے) کے متعلق روایت بیان کی تو آپؑ نے فرمایا کہ نور سے پردہ اٹھا دیا جائے گا تو مومنین سجدہ میں گرپڑیں گے اور منافقین کی ریڑھ کی ہڈیاں ایک دوسرے میں گڑ جائیں گی۔ (وہ ہل جل نہیں سکیں گے) پھر وہ سجدہ نہیں کرسکیں گے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے، انہوں نے ابن فضال سے، انہوں نے ابو جمیلہ سے، انہوں نے محمد بن علی حلبی سے، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اللہ کے قول " یوم یکشف عن ساق " کے بارے میں روایت کی آپؑ نے فرمایا کہ خداوند جبار کی ذات بابرکت ہے، پھر آپ نے اپنی پنڈلی کی طرف اشارہ کیا اور اس سے چادر (تہبند) ہٹائی۔ اور فرمایا کہ وہ سجدہ کرنے کے لئے بلائے گئے لیکن انہیں سجدہ کرنے کی استطاعت نہیں تھی۔ فرمایا کہ قوم اس دلیل سے خاموش ہوگئی اور ان پر ہیبت طاری ہوگئی نگاہیں ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگیں۔ اور کلیجے حلقوم تک آگئے۔ ان کی نگاہیں اظہار عجزو فروتنی کررہی تھیں جو ان لوگوں کو ذلت و رسوائی میں مبتلا کررہی تھیں۔ وہ سجدہ کے لئے پکارے جاتے تھے حالانکہ وہ صحیح و سالم تھے۔

محمد بن علی مؤلف کتاب ہذا کہتے ہیں کہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ " جبار بہت برکت والا ہے اور اپنی پنڈلی کی طرف اشارہ کیا پھر چادر (تہبند) کو اس سے ہٹایا " اس سے مراد یہ ہے کہ جبار بڑی برکت والا

ہے اس سے کہ اس کا وصف اس " ساق " سے کیا جائے جو اس (شخص) کی صفت ہے ۔

(۳) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمۃ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے بیان کیا ، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے ، انہوں نے احمد بن محمد بن ابو نصر سے ، انہوں نے حسین بن موسیٰ سے ، انہوں نے عبید بن زرارہ سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے انہوں نے کہا کہ میں نے اللہ عزوجل کے قول " **یوم یکشف عن ساق** " کے بارے میں دریافت کیا ۔ تو آپؑ نے چادر کو اپنی پنڈلی سے ہٹایا اور آپؑ کا دوسرا ہاتھ آپؑ کے سر پر تھا ۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ میرے رب اعلیٰ کی ذات پاک و پاکیزہ ہے ۔

مؤلف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ آپؑ کے قول " **سبحان ربی الاعلیٰ** " کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ عزوجل ذات مقدس و پاکیزہ ہے اس سے کہ اس کی پنڈلی ہو ۔

باب (۱۵) اللہ عزوجل کے قول

اللہ نور السموات والارض (آخری آیت) کی تفسیر

(۱) ہم سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا ، انہوں نے یعقوب بن یزید سے ، انہوں نے عباس بن ہلال سے ، انہوں نے کہا کہ میں نے (امام علی) رضا علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے قول " **اللہ نور السموات والارض** " (سورۃ نور ۔ آیت ۳۵) " اللہ آسمان و زمین کا نور ہے " تو آپؑ نے فرمایا کہ آسمان والوں کے لئے ایک ہادی ہے اور زمین والوں کے لئے ایک رہنما ہے ۔ اور برقی کی روایت میں ہے کہ جو آسمانوں میں ہے اس نے اس کی ہدایت کی اور جو زمین میں ہے اس کی ہدایت کی ۔

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ مشبہہ حضرات اس آیت کی اس طرح تفسیر کرتے ہیں کہ وہ تمام آسمان و زمین کی روشنی ہے ۔ اور اگر اس طرح ہوتا تو یہ درست نہ ہوتا کہ زمین نہ رات اور دن کے کسی ایک وقت میں تاریک ہوتی ہے اس لئے کہ اللہ ہی ان کی تاویل کے مطابق اس زمین کا نور اور روشنی ہے ۔ اور وہ موجود غیر معدوم ہے تو ہمارا زمین کو رات میں تاریک پانا اور دن میں بھی تاریک پانا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ فرمان الہیٰ ۔ " **اللہ نور السموات والارض** " کی تاویل وہی ہے جو حضرت (امام علی) رضا علیہ السلام نے فرمائی ہے نہ کہ مشبہہ حضرات کی کیونکہ اللہ عزوجل آسمان و زمین والوں کی ہدایت کرنے والا ہے ، آسمان و زمین والوں کے دینی امور اور ان کی مصلحتوں کو واضح طور پر بیان کرنے والا ہے ۔ پس جبکہ اللہ اور اس کے ہادیوں کے ذریعہ آسمان و زمین والے اپنی بہتری اور امور دینی میں ہدایت پاتے ہیں اسی طرح وہ اس نور سے ہدایت پاتے ہیں جو اللہ نے آسمانوں ، زمین میں ان کی دنیا کی بہتری کے لئے خلق کیا ہے ۔ اور اس اسم کو کشادگی اور مجاز کے طور پر اپنے لئے جاری کیا ہے اس لئے کہ عقول رہنمائی کرتی

ہیں اس امر پر کہ اللہ عزوجل کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ نور ہو اور نہ وہ ضیاء ہے اور نہ انوار و ضیاء کی جنس سے ہے۔ اس لئے کہ وہ انوار کا خالق اور تمام اشیاء کی جنس کا خالق ہے۔ اس پر اس کا قول " **مثل نورہ** " دلالت کررہا ہے۔ اس نے اس سے اپنے نور کی صفت مراد لی ہے اور یہ نور اس کا غیر ہے۔ اسلئے کہ اس نے اس نور کو چراغ اور اس کی روشنی سے تشبیہہ دی ہے جس کا ذکر و وصف اس آیت میں کیا ہے۔ اور یہ درست و مناسب نہیں کہ وہ اپنی ذات " **مصباح** " (چراغ) کے مشابہ قرار دے کیونکہ اللہ کا کوئی مثل و نظیر نہیں۔ تو صحیح درست یہ ہوا کہ اس کا وہ نور جس کو اس نے چراغ سے تشبیہہ دی ہے اس کی رہنمائی آسمان و زمین والوں کے مصالح دینی، توحید رب اور اس کی حکمت و عدل پر ہے پھر اس نے اس دلالت کی وضاحت بیان کی اور ان کا نام نور رکھا اس طرح اس کے بندے اپنے دین اور صلاح کی طرف ان سے ہدایت پاتے ہیں۔ تو اس نے فرمایا کہ اس کی مثل روشندان کی سی ہے اور وہ طاق ہے جس میں چراغ ہے اور مصباح وہ چراغ ہے جو صاف (چمکدار) شیشے کی قندیل میں ہے جو اپنی صفائی و چمک میں روشن ستارہ کی طرح ہے۔ اور " **کوکب دری** " وہ ستارہ ہے جس کو اس کے رنگ کی وجہ سے در (موتی) سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ اور یہی چراغ صاف و شفاف شیشے کی قندیل میں ہے۔ جو زیتون کے مبارک درخت کے تیل سے روشن ہوتا ہے۔ زیتون سے مراد شام کا زیتون ہے کیونکہ کہا گیا ہے کہ اہل شام کے لئے اس میں برکت دی گئی ہے۔ اور اللہ نے اپنے قول " **لا شرقیة ولا غربیة** " سے یہ مراد لی ہے کہ یہ زیتون کا درخت شرقی نہیں ہے نہ کہ سورج غروب کے وقت اس پر ڈوب جائے اور نہ وہ غربی ہے کہ سورج وقت طلوع غائب ہو بلکہ وہ اعلیٰ شجر ہے اور سورج پورے دن اس پر چمکتا ہے جو اس کے لئے بہترین اور اس کے تیل کے لئے زیادہ روشن ہے۔ پھر اس نے زیتون کے تیل کی صفائی کے وصف کی تاکید فرمائی اور فرمایا کہ " قریب ہے کہ اس کا تیل خودبخود روشن ہوجائے اور اگرچہ آگ اس کو مس بھی نہ کرے " یہ سبب اس تیل کے صاف و شفاف ہونے کے۔ پھر ان دلالت الہیٰ کا واضح طور پر بیان کیا جو اس کے بندوں کو آسمان و زمین میں ان کی مصلحتوں اور امور دین پر رہنمائی کرتی ہے، وہ وضاحت و بیان میں اس چراغ کے مرتبہ میں ہیں جو اس شفاف شیشہ کی قندیل میں ہے جس کے ذریعہ صاف تیل روشن ہوجاتا ہے جس کا وصف بیان کیا ہے پھر اس میں آگ کی روشنی شیشے کی قندیل کی روشنی اور تیل کی روشنی کے ساتھ مجتمع ہوجاتی ہے اور یہی معنیٰ قول الہیٰ **نور علی نور** کے ہیں اور اللہ کی " **یھدی الله لنورہ من یشاء** " (اللہ اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے) مراد اس قول سے اس کے بندے ہیں جو مکلف ہیں کہ اس کے ذریعے سے اس کی معرفت حاصل کریں اور ہدایت پائیں اور اس کے ذریعہ وہ اپنے رب کی توحید اور اپنے سارے دینی امور پر استدلال کرسکیں اور اللہ عزوجل نے اس آیت کے ذریعہ رہنمائی فرمائی ہے اور اس چیز کے ذریعہ جو اس کی دلالتوں اور آیات کی وضاحت سے اپنے بندوں کی ان کے دین کے بارے میں رہنمائی فرمائی ہے یہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو بھی اللہ نے اپنی طرف سے جہل اور دین کے ضائع

کرنے میں کسی شک و شبہ کو آواز نہیں دی ہے اس لئے کہ اللہ عزوجل نے اپنی دلالتوں اور آیات کو وصف کے مطابق واضح بیان کردیا ہے ۔ اور یہ اس بارے میں ان کے نفسوں کی طرف سے اللہ کی دلالتوں میں اور اللہ عزوجل پر استدلال لانے اور ان کے دین میں صلاح و بہتری کے لئے ترک نظر نافذ کردیا ہے اور واضح کردیا کہ وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کی ہر شے وغیرہ سے باخبر ہے ۔

(۲) اور (امام جعفر) صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی کہ ان سے اللہ عزوجل کے قول " **الله نور السموات والارض مثل نوره کمشکوة فیها مصباح** " (اللہ آسمان و زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثل ایک طاق جیسی ہے جس میں ایک چراغ ہے) کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ یہ مثل اللہ نے ہمارے لئے بیان فرمائی ہے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ صلوات اللہ علیہم اجمعین اللہ تعالیٰ کی ان دلالتوں اور آیات میں سے ہیں جن کے ذریعے توحید ، مصالح دین ، شرائع الاسلام اور فرائض و سنن کی طرف ہدایت حاصل کی جاتی ہے ۔ اللہ علی و عظیم کے سوا کسی کو قوت و قدرت حاصل نہیں ۔

(۳) اور اس کی تصدیق اس حدیث سے ہوئی جو ہم سے ابراہیم بن ہارون ہیتی نے مدینہ السلام (بغداد) میں بیان کی ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن احمد بن ابو ثلج نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن ایوب نے ، انہوں نے محمد بن غالب سے ، انہوں نے علی بن حسین سے ، انہوں نے حسن بن ایوب سے ، انہوں نے حسین بن سلیمان سے انہوں نے محمد بن مروان ذہلی سے ، انہوں نے فضیل بن یسار سے ، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے عرض کیا کہ **الله نور السموات والارض** (کیا معنیٰ ہیں) آپؑ نے فرمایا کہ اللہ ایسا ہی ہے میں نے عرض کیا " **مثل نوره** " سے کیا مراد ہے ؟ آپؑ نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں ۔ میں نے عرض کیا کہ " **کمشکوة** " آپؑ نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ (مراد) ہے ۔ انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا " **فیها مصباح** " آپؑ نے فرمایا کہ اس (سینہ) میں علم کا نور یعنی نبوت ہے ۔ میں نے عرض کیا " **المصباح فی زجاجة** " آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم ہے جو قلب علی علیہ السلام پر واقع ہوا ۔ میں نے کہا کہ " **کانها** " آپؑ نے فرمایا کہ تم کس چیز کے لئے **کانها** کہتے یا پڑھتے ہو ۔ تو میں نے عرض کیا پھر کس طرح ؟ میں آپ کے قربان جاؤں ۔ آپؑ نے فرمایا کہ " **کانه کوکب دری** " میں نے عرض کیا کہ " **یوقد من شجرة مبارکة زیتونة لا شرقیة ولا غربیة** " آپؑ نے فرمایا کہ یہ امیرالمومنین علی بن ابو طالب علیہ السلام ہیں جو نہ یہودی ہیں نہ نصرانی ہیں ۔ میں نے کہا کہ " **یکاد زیتها یضیء ولو لم تمسسه نار** " آپؑ نے فرمایا کہ آل محمدؐ کے عالم کی زبان سے علم کا اخراج ہوتا ہے قبل اس کے کہ اس سے کہا جائے ۔ میں نے عرض کیا " **نور علی نور** " آپؑ نے فرمایا کہ ایک امام کے بعد دوسرا امام ۔

(۴) ہم سے ابراہیم بن ہارون ھیتی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن احمد بن ثلج نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جعفر بن محمد بن حسین زہری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن صبیح نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ظریف بن ناصح نے بیان کیا، انہوں نے عیسیٰ بن راشد سے، انہوں نے محمد بن علی بن الحسین (امام محمد باقر) علیہم السلام سے قول الہیٰ "**کمشکوۃ فیھا مصباح**" کے متعلق بیان کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ مشکوۃ (طاق) سے مراد نور علم ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ میں ہے "**المصباح فی زجاجة**" (چراغ شیشہ کی قندیل میں ہے) **الزجاجة** علی علیہ السلام کا سینہ ہے۔ علم نبی سینہ علی علیہ السلام میں پہنچ گیا۔ **الزجاجة کانھا کوکب دری یو قد من شجرۃ مبارکة** آپؑ نے فرمایا۔ نور "**لا شرقية ولا غربية**" آپؑ نے فرمایا نہ یہودی نہ نصرانی، "**یکاد زیتھا یضیء ولو لم تمسسه نار**" آپؑ نے فرمایا کہ آل محمد علیہم السلام کا عالم علم کے ذریعہ کلام کرے قبل اس کے کہ اس سے سوال کیا جائے "**نور علی نور**" یعنی ایک امام جو نور علم و حکمت سے مؤید (مددگار) ہو آل محمد علیہم السلام کے امام کے نقش قدم پر چلے۔ اور یہ سلسلہ از آدم تا قیام قیامت جاری رہے گا۔

پس یہی وہ اوصیاء ہیں جن کو اللہ عزوجل نے زمین پر خلیفہ اور مخلوق پر حجت قرار دیا ہے۔ ہر دور میں زمین انؑ میں سے کسی ایک سے خالی نہیں رہتی۔ اس کی صحت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ابو طالبؑ کا قول دلالت کررہا ہے۔

انت الامین محمد قرم اغر مسود لمسو دین اطائب کرموا وطاب المولد

اے محمدؐ! تم امین، اچھے افعال والے، سرداروں کے سردار ہو اور سب پر ان کی بخشش ہے اور ان کی جائے پیدائش پاکیزہ ہے۔

انت السعید من السعود تکنفک الاسعد من لدن آدم لم یزل فینا وصی مرشد

تم خوش بختی کے لحاظ سے سعید ہو اور آدم سے لے کر (اب تک) سب سے زیادہ سعید لوگوں نے تمہاری حفاظت کی ہے، آپ ہم میں مقرر کردہ رہنما ہیں۔

فلقد عرفتک صادقاً بالقول لاتتفند مازلت تنطق بالصواب وانت طفل امرد

میں نے تم کو صادق القول پایا ہے کہ جس کو کبھی ندامت و پشیمانی نہیں ہوئی۔ تم نے ہمیشہ درست بات کہی حالانکہ تم بچے تھے اور سبزہ خط کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا۔

حضرت ابو طالبؑ فرمارہے ہیں کہ تم نے علم کے ساتھ گفتگو کی قبل اس کے کہ تمہاری طرف وحی الہیٰ آئے اور تم بچے تھے۔ جس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبکہ وہ صغیر السن تھے اپنی قوم سے فرمایا "**انی بری ء مما**

تشرکون " (سورہ انعام - آیت ۷۸) " میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جو تم لوگ خدا کا شریک بناتے ہو " اور جس طرح عیسیٰ علیہ السلام نے جھولے میں کلام کیا اور کہا " انی عبداللہ اتنی الکتب وجعلنی نبیاً وجعلنی مبارکا اینما کنت الایۃ " (سورۃ مریم - آیت ۳۱) " میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھ کو کتاب عطا فرمائی اور مجھ کو نبی بنایا اور میں جہاں کہیں بھی ہوں مجھ کو مبارک بنایا۔

اور حضرت ابو طالب علیہ السلام نے اس جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اپنے قصیدہ لامیہ میں فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں:

وما مثلہ فی الناس سید معشر اذا قالیسوہ عند وقت التحاصل

لوگوں میں کوئی اس جیسا نہیں وہ جن وانس کا سردار ہے جب وقت اجتماع اس کا موازنہ کریں۔

فایدہ رب العباد بنورہ واظھر دینا حقہ غیر زائل

بندوں کے رب (اللہ) نے اپنے نور سے اس کی تائید کی اور اپنے دین حق کو ہمیشہ غالب کیا۔

اور اس قصیدہ لامیہ میں فرماتے ہیں:

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ ربیع الیتامیٰ عصمۃ للا رامل

س کے روشن چہرہ سے بادل پانی طلب کرتا ہے وہ یتیموں کا موسم بہار ہے اور بیواؤں، مسکینوں کے محافظ ہے۔

تطیف بہ الھلاک من آل ھاشم فھم عندہ فی نعمۃ و فواضل

ہاشم گم کردہ اور لوگ ان کی وجہ سے اردگرد پھرتے ہیں پس وہ اس کے نزدیک نعمت اور فضل وکرم میں ہیں۔

ومیزان صدق لایخیس شعیرۃ ومیزان عدل و زنہ غیر عائل

وہ میزان صدق ہیں وہ ذرا بھی وعدہ شکنی نہیں کرتے ہیں، وہ میزان عدل ہیں جس کا باٹ احتیاج نہیں۔

(۵) ہم سے علی بن عبداللہ اوراق نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسین بن ابو خطاب نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن اسلم جبلی سے، انہوں نے خطاب بن عمر اور مصعب بن عبداللہ کوفیین (دونوں کوفہ کے رہنے والے) سے، انہوں نے جابر بن یزید سے، انہوں نے ابو جعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے اس قول " اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوۃ " کے بارے میں روایت کی آپؑ نے فرمایا کہ مشکوۃ سے مراد نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ ہے جس میں چراغ ہے المصباح علم ہے شیشہ کی قندیل میں۔ اور الزجاجۃ سے امیرالمومنین علیہ السلام مراد ہیں جن کے پاس علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

باب (۱۶) اللہ عزوجل کے قول
"نسوا اللہ فنسیھم" کی تفسیر

(۱) ہم سے محمد بن محمد بن عصام کلینی رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یعقوب کلینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن محمد المعروف بہ علان نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو حامد عمران ابن موسیٰ بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے حسن بن قاسم رقام سے، انہوں نے قاسم بن مسلم سے، انہوں نے اپنے بھائی عبدالعزیز بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے رضا علی بن موسیٰ (امام علی رضا) علیہما السلام سے دریافت کیا کہ "**نسوا اللہ فنسیھم**" (سورۃ توبہ۔آیت ۶۷) "(جو) بھول گیا اللہ کو سو وہ بھول گیا ان کو" سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو نہ نسیان ہوتا ہے نہ سہو ہوا ہے، سہو اور نسیان تو مخلوق کو ہوتا ہے۔ کیا تم نے اللہ عزوجل کا قول نہیں سنا کہ وہ فرماتا ہے "**وما کان ربک نسیا**" (سورہ مریم۔آیت ۶۴) "اور تمہارا پروردگار بھولنے والا نہیں ہے) اور جائز ہے اس شخص کے لئے جو اس کو بھول گیا ہے اور جو روز قیامت کی ملاقات حضوری کو بھول گیا ہے کہ وہ ان کو اپنے نفسوں سے بھی بھلادے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانسھم انفسھم اولیک ھم الفاسقون** " (سورۃ حشر۔آیت ۱۹) "اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جو خدا کو بھول گئے ہیں پھر خدا نے ان کو اپنے نفسوں سے بھی بھلا دیا، یہ لوگ فاسق ہیں" اور اللہ عزوجل کا فرمان ہے "**فالیوم ننسھم کمانسو القاء یومھم ھذا**" (سورۃ اعراف۔آیت ۵۱) "پس آج (قیامت) کے دن ہم نے ان کو بھلا دیا ہے جس طرح انہوں نے آج کے دن (قیامت) کی حضوری کو بھلا دیا" یعنی ہم ان کو چھوڑ دیتے ہیں جس طرح کہ انہوں نے آج کے دن کی حضوری کی تیاری کو ترک کردیا۔

اس کتاب کے مصنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قول **نترکھم** سے مراد یہ ہے کہ ہم ان کے لئے وہ ثواب قرار نہیں دیتے ہیں جو قیامت کے دن کی حضوری کے مشتاق و امیدوار کے لئے ہے اس لئے کہ اللہ عزوجل کے اوپر ترک جائز نہیں۔ لیکن قول الہیٰ "**وترکھم فی ظلمات لایبصرون**" (سورۃ بقرۃ۔آیت ۱۷) "اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ دیکھ نہیں سکتے" سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے ان کو سزا دینے میں جلدی نہیں کی اور ان کو مہلت دیدی تاکہ وہ توبہ کرسکیں۔

باب (۱۷) اللہ عزوجل کے قول

" والارض جمیعاً قبضته یوم القیامة والسموات مطویات بیمینه کی تفسیر

(۱) ہم سے محمد بن محمد بن عصام کلینی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یعقوب کلینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن محمد المعروف بہ اعلان کلینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن علی بن محمد عسکری (امام علی نقی) علیہما السلام سے اللہ عزوجل کے قول " **والارض جمیعاً قبضته یوم القیامة والسموات مطویات بیمینه** " " اور ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہونگے ۔" کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ننگ و عار کی طرف نسبت دی ہے جنہوں نے اس کو اس کی مخلوق سے تشبیہ دی ہے ۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ نے فرمایا کہ " اور انہوں (یہودیوں) نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر کا حق ہے ۔ اس کا مقصود وہ ہے جب انہوں نے کہا کہ ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے، جس طرح کہ عزوجل نے فرمایا کہ **وما قدروا الله حق قدرہ اذ قالوا ما انزل الله علیٰ بشر من شیء** " (سورۃ انعام ۔ آیت ۹۲) " انہوں نے (یہودیوں) اللہ کی قدر جیسا کرنی چاہیئے تھی نہیں کی ۔ جبکہ انہوں نے کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ بھی نازل نہیں کیا ۔" پھر اللہ عزوجل نے خود کو مٹھی اور داہنے ہاتھ سے دور رکھا ۔ پھر آپؑ نے فرمایا " اللہ پاک و پاکیزہ و بلند ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں ۔

(۲) ہم سے احمد بن محمد بن ہیثم عجلی رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن یحییٰ ابن زکریا قطان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے بکر بن عبداللہ بن حبیب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے تمیم بن بہلول نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا، انہوں نے ابوالحسن عبدی سے انہوں نے سلیمان بن مہران سے انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے قول " **والارض جمیعاً قبضته یوم القیمة** " کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ وہ اس کا مالک ہے کہ اس کے ساتھ کوئی مالک نہیں ہے اور اللہ عزوجل کا قبضہ ہے " دوسرے موقع پر منع اور کشادگی کے لئے استعمال ہوا ہے اسی کی طرف سے بخشش و عطا اور کشادگی و وسعت ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا " **والله یقبض ویبسط والیه ترجعون** " (سورۃ البقرہ ۔ آیت

۴۴۵) " اور اللہ تنگ دست کرتا ہے اور کشادگی دیتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے) یعنی وہ عطا کرتا ہے اور کشائش دیتا ہے اور وہ روکتا ہے اور تنگی کرتا ہے اور دوسری وجہ میں اللہ عزوجل کا قبض دراصل اخذ (لینا) ہے اور ایک وجہ سے اخذ اللہ تعالیٰ کا قبول کرنا ہے ۔ جیساکہ اس نے فرمایا " **ویاخذا الصدقات** " (سورۃ التوبہ ۔ آیت ۱۰۴) یعنی وہ صدقہ کنندگان سے صدقات قبول کرتا ہے اور ان پر ثواب نازل کرتا ہے میں نے عرض کیا کہ اللہ عزوجل کے قول " **والسموات مطویات بیمینه** " کا مطلب کیا ہے ؟ آپؑ نے فرمایا ایمین سے مراد ہاتھ ہے اور ہاتھ قدرت اور قوت ہے ۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے اور تمام آسمان اس کی قدرت و قوت سے لپٹے ہوئے ہیں ۔ اللہ پاکیزہ وبلند ہے اس چیز سے جو وہ شریک کرتے ہیں ۔

باب (۱۸) اللہ عزوجل کے قول

"کلا انهم عن ربهم یومئذ لمحجوبون " کی تفسیر

(۱) ہم سے محمد بن ابراہیم بن احمد بن یونس معاذی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم نے احمد بن محمد بن سعید کوفی ہمدانی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن حسن بن علی بن فضال نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ میں نے رضا علی بن موسیٰ (امام رضا) علیہما السلام سے اللہ عزوجل کے قول " **کلا انهم عن ربهم یومئذ لمحجوبون** " خبردار (بے شک یہ لوگ اس دن اپنے پروردگار (کی رحمت) سے روک دیئے جائیں گے) کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو ایک جگہ سے موصوف نہیں کیا جاسکتا ۔ جس میں وہ اترے پھر اس کے بندے اس جگہ میں چھپ جائیں لیکن اس کی مراد یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے ثواب سے روک دیئے گئے ہیں ۔

باب (۱۹) اللہ عزوجل کے قول

" وجاء ربک والملک صفاً صفاً " کی تفسیر

(۱) ہم سے محمد بن ابراہیم بن احمد بن یونس معاذی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد بن سعید کوفی ہمدانی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن حسن بن علی بن فضال نے اپنے والد سے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ میں نے رضا علی بن موسیٰ (امام رضا) علیہما السلام سے اللہ عزوجل کے قول " **وجاء ربک والملک صفاً صفاً** " (سورۃ فجر ۔ آیت ۲۲) " اور تیرے پروردگار (کا حکم) اور فرشتے صف در صف آئیں گے " کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کا آنے اور جانے سے وصف بیان نہیں کیا جاسکتا اس کی ذات نقل مکانی سے ، بلند و

بالا ہے ۔ سوائے اس کے نہیں کہ اس سے مراد اور تمہارے رب کا امر حکم آیا اور فرشتے صف بستہ آئے ۔

باب (۲۰)　اللہ عزوجل کے قول

"ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغماو المیکۃ" کی تفسیر

(۱)　ہم سے محمد بن ابراہیم بن احمد بن یونس معاذی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد بن سعید کوفی ہمدانی ہنے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن حسن بن علی بن فضال نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا انہوں نے رضا علی بن موسیٰ (امام رضا) علیہما السلام سے روایت کی ۔ انہوں نے کہا میں نے ان سے اللہ عزوجل کے قول " **ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغماو المیکۃ** " (سورۃ بقرہ ۔ آیت ۲۱۰) " کیا وہ لوگ اس کے منتظر ہیں کہ سفید ابر کے سایوں میں سے اللہ اور فرشتے ان پر آئیں آجائیں " آپؑ نے جواب دیا کہ وہ فرماتا ہے کہ کیا وہ لوگ اس کے منتظر ہیں کہ اللہ ملائکہ کے ساتھ بادلوں کے سایوں میں ان پر آجائے ۔ اور یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی۔

باب (۲۱)　اللہ عزوجل کے قول

" سخراللہ منھم " ، " اللہ یستھزی بھم " ، " ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین " ، " یخادعون اللہ وھو خادعھم "

(۱)　ہم سے محمد بن ابراہیم بن احمد بن یونس معاذی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد بن سعید کوفی ہمدانی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن حسن بن علی بن فضال نے بیان کیا ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے رضا علی بن موسیٰ (امام رضا) علیہما السلام سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ میں نے انؑ سے اللہ عزوجل کے قول " **سخر اللہ منھم** " (سورۃ توبہ ۔ آیت ۷۹) " اللہ نے ان سے تمسخر کیا " " **اللہ یستھزی بھم** " (سورۃ بقرۃ ۔ آیت ۱۵) " اللہ ان سے ٹھٹھا کرتا ہے " " **ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین** " (آلِ عمران ۔ ۵۴) " یہودیوں نے مکاری کی اور اللہ نے اس کے دفاع میں تدبیر کی اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے " اور " **یخادعون اللہ وھو خادعھم** " (النساء ۔ ۱۴۲) " وہ اللہ کو فریب دیتے ہیں حالانکہ خدا ان کو دھوکا دیتا ہے " کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمسخر نہیں کرتا نہ وہ ہنسی ٹھٹھا کرتا ہے اور

نہ مسکراتا ہے اور نہ دھوکا دیتا ہے ۔ لیکن وہ عزوجل ان کو مسخرا پن وہنسی ٹھٹھا، مکر اور دھوکا و فریب کا بدلہ دیتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے جو ظالم لوگ کہتے ہیں ۔

باب (۲۲) اللہ عزوجل کے پہلو کے معنی

(۱) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر کوفی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عمران نخعی کوفی نے اپنے چچا حسین بن یزید سے ، انہوں نے علی بن حسین سے اس شخص نے اس سے جس نے حدیث بیان کی ، انہوں نے عبدالرحمن بن کثیر سے ، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے ، انہوں نے فرمایا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اللہ کا علم ہوں اور میں اللہ کا زیادہ یاد کرنے والا قلب ہوں اور اللہ کی بولنے والی زبان ، اللہ کی آنکھ ، اللہ کا پہلو اور اللہ کا ہاتھ ہوں ۔

اس کتاب کے مصنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپؑ کے قول **وانا قلب اللہ الودعی** کے معنی یہ ہیں کہ میں وہ قلب ہوں جس کو اللہ نے اپنے علم کا ظرف بنایا ہے اور اس قلب کو اس کی اطاعت کے لئے راغب کیا ہے اور وہ اللہ عزوجل کی طرف سے پیدا کردہ قلب ہے جس طرح وہ اللہ عزوجل کا بندہ ہے ۔ اور وہ "قلب اللہ" کہا جاتا ہے جس طرح عبداللہ ، بیت اللہ ، جنت اللہ اور ناراللہ کہا جاتا ہے ۔ لیکن آپؑ کا "عین اللہ" کا قول تو اس سے مراد دین اللہ کی حفاظت کرنے والا ہے ۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے " **تجری باعیننا** " (القمر ـ ۱۴) (وہ کشتی) ہماری نگرانی میں چلتی ہے) یعنی وہ ہماری حفاظت میں چلتی ہے ۔ اور اسی طرح اس عزوجل کا قول " **ولتصنع علی عینی** " (سورہ طہ ـ آیت ۳۹) " اور تاکہ تم میری نگرانی میں پرورش کیئے جاؤ) اس کے معنی بھی میری حفاظت کے ہیں پرورش کیئے جاؤ گے ۔

(۲) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن ابان نے بیان کیا ، انہوں نے حسین بن سعید سے ، انہوں نے نضر بن سوید سے ، انہوں نے ابن سنان سے ، انہوں نے ابوبصیر سے ، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے روایت بیان کی کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ میں ہادی ہوں اور میں ہی اللہ سے ہدایت پایا ہوا ہوں ۔ میں یتیموں اور مسکینوں کا باپ (محافظ و نگراں) ہوں اور بیواؤں کی خبرگیری کرنے والا ہوں ہر ضعیف کی پناہ گاہ ہوں ، ہر ناکام و شکست خوردہ کے لئے جائے امن ہوں ، میں ہی مومنین کو جنت کی طرف رہنمائی کرنے والا ہوں ، میں ہی اللہ کی مضبوط رسی ہوں ، میں ہی اللہ کا مضبوط بندھن اور کلمہ تقویٰ ہوں ، میں اللہ کی آنکھ ، اس کی سچی زبان اور اس کا ہاتھ ہوں اور میں ہی وہ جنب اللہ ہوں جس کے لئے وہ فرماتا ہے " **ان تقول نفس یحسرتی علیٰ مافرطت فی جنب اللہ** " (الزمر ـ ۵۶) " کہ کوئی کہنے لگے کہ افسوس میں نے اللہ کا تقرب حاصل کرنے میں کوتاہی کی " اور میں اللہ کا ہاتھ ہوں جو اس کے بندوں پر

رحمت و مغفرت کے لئے کشادہ ہے ۔ میں باب حطہ ہوں ، جس نے مجھ کو اور میرے حق کو پہچانا تو اس نے اپنے رب کو پہچانا اس لئے کہ میں اللہ کی زمین میں اس کے نبی کا وصی اور اس کی مخلوق پر حجت ہوں ۔ اس سے انکار نہیں کرتا ہے مگر وہ جو اللہ و رسول سے برگشتہ ہے ۔

اس کتاب کے مصنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لغت عرب میں " جنب " کے معنی اطاعت کے ہیں ، کہا جاتا ہے کہ " **ھذا صغیر فی جنب اللہ** " (یہ جنب اللہ میں چھوٹا ہے) یعنی اللہ کی اطاعت میں ۔ امیرالمومنین علیہ السلام کے قول " **انا جنب اللہ** "کا مقصود یہ ہے کہ میں وہ ہوں کہ میری ولایت اللہ کی اطاعت ہے ۔ اللہ عزوجل نے فرمایا **ان تقول نفس یحسرتی علیٰ مافرطت فی جنب اللہ** (سورۃ زمر ۔ آیت ۵۶) یعنی اللہ عزوجل کی اطاعت میں ۔

باب (۲۳) حجزۃ کے معنی

(۱) ہم سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ۔ انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابوالقاسم سے ، انہوں نے احمد بن محمد ابوعبداللہ برقی سے ، انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے محمد بن سنان سے ، انہوں نے ابوالجارود سے ، انہوں نے محمد بن بشر ہمدانی سے ، انہوں نے کہا کہ میں نے محمد بن حنفیہ سے سنا ، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے امیرالمومنین (علی ابن ابی طالب) علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن اللہ کی کمر پکڑے ہوئے ہوں گے ۔ اور ہم اپنے نبی کی کمر پکڑے ہوں گے اور ہمارے شیعہ ہماری کمر پکڑے ہوئے ہوں گے ۔ میں نے عرض کیا کہ اے امیرالمومنینؑ " حجزہ " کیا ہے ؟ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ عظیم تر ہے اس سے کہ اس کی تعریف حجزہ یا اس کے علاوہ کسی چیز سے کی جائے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امر الہیٰ پر چلنے والے ہیں ، ہم آل محمدؐ اپنے نبیؐ کے حکم کو ماننے والے ہیں اور ہمارے شیعہ ہمارے حکم پر عمل کرنے والے ہیں ۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعید بن عبداللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے حسن بن علی خزاز سے ، انہوں نے ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام سے بیان کیا ، انہوںؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن اللہ کی کمر کو پکڑے ہوئے ہوں گے اور ہم اپنے نبیؐ کی کمر کو پکڑے ہوئے ہوں گے اور ہمارے شیعہ ہماری کمر کو پکڑے ہوئے ہوں گے ۔ اور " حجزہ " نور ہے ۔

(۳) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا ۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابوعبداللہ کوفی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن اسماعیل برکی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے علی بن عباس نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسن بن یوسف نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالسلام نے

باب (۴۶) اللہ عزوجل کی رضا اور ناراضگی کے معنی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے احمد بن ادریس نے بیان کیا، انہوں نے احمد بن ابو عبداللہ سے، انہوں نے محمد بن عیسیٰ یقطینی سے، انہوں نے مشرقی سے، انہوں نے حمزہ بن ربیع سے، انہوں نے اس شخص سے جس نے اس کا ذکر کیا اس نے کہا کہ میں ابو جعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام کی مجلس میں تھا کہ اچانک عمرو بن عبید آئے اور ان سے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں، اللہ تبارک و تعالیٰ کا قول ہے " ومن یحلل علیه غضبی فقد هویٰ " (طہ - ۸۱) "جس پر میرا غضب نازل ہوا تو وہ گمراہ (ہلاک) ہوا" یہ غضب کیا ہے تو ابوجعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام نے فرمایا وہ عقاب (سزا) ہے۔ اے عمرو! جس نے یہ گمان کیا کہ اللہ عزوجل ایک شے سے دوسری شے کی طرف حرکت کرتا ہے تو اس نے اس کو مخلوق کی صفت سے موصوف کیا۔ بے شک اللہ عزوجل کو کوئی شے مضطرب نہیں کر سکتی اور نہ اس کو بدل سکتی ہے۔

(۲) اور ان اسناد سے، احمد بن ابو عبداللہ سے، انہوں نے اپنے والد سے مرفوعاً ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے قول " فلما اسفونا انتقمنا منهم " (الزخرف - ۵۵) "پس جب انہوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لے لیا" کے متعلق فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہماری طرح غصہ نہیں کرتا۔ مگر اس نے اپنے لئے اولیاء کو خلق کیا ہے جو غصہ کرتے ہیں اور راضی ہوتے ہیں اور وہ مخلوق کی رہنمائی کے لئے ہیں پھر ان کی رضا کو اپنی رضا مندی اور ان کی ناراضگی کو اپنی ناراضگی قرار دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان اولیاء کو اپنی طرف بلانے والا اور رہنمائی کرنے والا قرار دیا۔ اس بناء پر وہ اس کے ہوگئے۔ اور یہ ایسا نہیں ہے کہ وہ اللہ تک پہنچ جائیں جس طرح کہ وہ اس کی مخلوق تک پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن یہ وہی معنی ہیں جو اس کے بارے میں فرمائے ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ۔ جس نے میرے ولی کو حقیر جانا اس نے مجھ سے جنگ کی اور مجھ کو جنگ کے لئے دعوت دی، اور اس نے یہ بھی فرمایا " من یطع الرسول فقد اطاع الله " (سورہ النساء۔ آیت ۸۰) "جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے خدا کی اطاعت کی۔" اور یہ بھی فرمایا " ان الذین یبایعونک انما یبایعون الله " (الفتح آیت ۱۰) "یقیناً جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔" یہ سب کچھ اور اس کے مشابہ باتیں جو میں نے تم سے بیان کیں، اور اسی طرح رضا و غضب اور ان دونوں کے علاوہ وہ اشیاء اس کے مشابہ ہوں اگرچہ غصہ اور ناراضگی پیدا کرنے والے سے متعلق کردیئے جائیں اور اسی نے ان دونوں کو پیدا کیا ہے تو کہنے والے کے لئے جائز ہوگا کہ ان کا خالق کسی دن فنا ہلاک ہوجائے گا۔ اس لئے کہ جب اس پر رضا اور غضب داخل ہوں گے تو اس پر تبدیلی و تغیر داخل ہوگی اور جب تبدیلی ہوگی تو ہلاکت اس کا تحفظ نہیں کرے گی۔ اور اگر یہ اس طرح ہوگا تو موجد ایجاد شدہ سے قادر مقدور سے اور

خالق مخلوق سے نہیں پہچانا جائے گا ۔ اللہ تعالیٰ اس قول سے بہت بلند ہے ۔ وہ کسی حاجت کے بغیر اشیاء کا خالق ہے ۔ پس جبکہ تخلیق بغیر حاجت و ضرورت کے ہو تو اس میں حد و کیفیت محال ہوگی ۔ پسؔ تم اس کو سمجھو ۔ ان شاء اللہ ۔

(۳) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے اپنے والد سے بیان کیا ، انہوں نے عباس بن عمرو فقیمی سے ، انہوں نے ہشام بن حکم سے روایت کی کہ ایک آدمی نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے رضامندی اور ناراضگی ہے ؟ تو آپؑ نے فرمایا ہاں ۔ لیکن یہ ایسا نہیں جیسا کہ مخلوقات میں پایا جاتا ہے ۔ اس لئے کہ رضا و غضب کا جب کسی پر غلبہ ہوتا ہے تو وہ اس کو ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کر دیتا ہے ۔ جو اثر قبول کرتا ہے ۔ مرکب ہے ۔ اشیاء کا اس میں دخول ہے ۔ اور ہمارے خالق میں کسی شے کا دخول نہیں ہے وہ واحد ہے باعتبار ذات یکتا ہے ۔ اور حقیقت کے لحاظ سے یکہ و تنہا ہے ۔ تو اس کی رضا اس کا ثواب ہے اور اس کا غصہ و ناراضگی عقاب ہے بغیر اس کے کہ کوئی شے اس میں داخل ہو پھر وہ اس کو ہیجان میں مبتلا کرے اور ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل کر دے یہ تو عاجز، محتاج مخلوق کی صفت ہے ۔ وہ تو ایسا بابرکت ، بلند ، قوی ، غالب ہے کہ جس کو مخلوق کی کسی شے کی حاجت نہیں اور تمام مخلوق اس کی محتاج ہے ، اس نے اشیاء کو بغیر کسی حاجت اور سبب کے بطور اختراع و ایجاد پیدا کیا ۔

(۴) ہم سے احمد بن حسن قطان نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسن بن علی سکری نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن زکریا جوہری نے بیان کیا ، انہوں نے جعفر بن محمد بن عمارہ سے ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے کہا کہ میں نے صادق جعفر بن محمد (امام جعفر صادق) علیہما السلام سے دریافت کیا کہ اے فرزند رسولؐ مجھے بتایئے کہ کیا اللہ عزوجل کے رضا اور غصہ و ناراضگی ہے تو آپؑ نے فرمایا ہاں ۔ اور یہ ایسا نہیں ہوتا جو مخلوق میں ہوتا ہے لیکن اللہ کا غضب اس کا عتاب ہے اور اس کی رضا اس کا ثواب ہے ۔

باب (۲۷) اللہ عزوجل کے قول

"ونفخت فيه من روحي" کے معنی

(۱) ہم سے حمزہ بن محمد علوی رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو علی بن ابراہیم بن ہاشم نے اپنے والد کے حوالے سے خبر دی، انہوں نے ابن ابو عمیر سے، انہوں نے عمر بن اذنیہ سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو جعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے اللہ کے قول **ونفخت فيه من روحي** (سورۃ حجر ۲۹ اور ص ۷۲) "اور میں اس میں اپنی (طرف سے) روح پھونک دوں" کے معنی کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ روح جس کو اللہ نے چنا، جس کو برگزیدہ بنایا، جس کو خلق کیا اور جس کی نسبت اپنی طرف دی اور جس کو تمام ارواح پر فضیلت دی پھر اس کو حکم دیا کہ اس میں سے آدم میں پھونکی جائے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے ابن فضال سے انہوں نے حلبی اور زرارہ سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے روایت کی کہ بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ احد اور صمد ہے اس میں کوئی شگاف و کھوکھلا پن نہیں۔ اور روح اس کی مخلوق میں سے ایک خلق ہے جو مدد، تائید اور قوت ہے جس کو اللہ نے رسولوں اور مومنوں کے دلوں میں رکھا ہے۔

(۳) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے، انہوں نے محمد بن اسمعیل برکی سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن حسن نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے بکر بن صالح نے انہوں نے قاسم بن عروہ سے بیان کیا، انہوں نے عبدالحمید طائی سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو جعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اللہ کے قول " **ونفخت فيه من روحي** " سے کیا مراد ہے؟ یہ " **نفخ** " (پھونکنا) کیسا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ روح ہوا کی طرح متحرک ہے اور اس کا نام اس لئے روح رکھا گیا کہ وہ "ریح" (ہوا) سے مشتق ہے اور اس کو لفظ روح پر نکالا گیا ہے اس لئے کہ روح ریح کی ہم جنس ہے۔ اور اس کو اپنی ذات کی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ اس کو تمام ارواح پر برگزیدہ کیا ہے جس طرح کہ ایک "بیت" (گھر) کو تمام گھروں میں سے منتخب کیا ہے۔ پھر اس نے فرمایا "بیتی" (میرا گھر) اور تمام رسولوں میں سے ایک رسول کے لئے کہا "خلیلی" (میرا دوست) اور اسی کی دوسری مثالیں۔ اور یہ سب کی سب مخلوق، مصنوع، نوپید و پرورش کردہ اور تدبیر کردہ ہیں۔

(۴) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم نے اپنے والد

سے بیان کیا ، انہوں نے ابن ابو عمیر سے ، انہوں نے عمر بن اذینہ سے ، انہوں نے ابو جعفر الاصم سے ، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو جعفر (امام محمد باقرؑ) علیہ السلام سے اس روح کے بارے میں جو آدم علیہ السلام میں اور اس روح کے بارے میں جو عیسیٰ علیہ السلام میں تھی دریافت کیا ۔ آپؑ نے فرمایا کہ دو روحیں ہیں جو خلق کردہ ہیں ، ان دونوں کو منتخب کیا اور چنا ۔ آدم علیہ السلام کی روح اور عیسیٰ علیہ السلام کی روح ۔

(۵) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا ، انہوں نے محمد بن اسمعیل برکی سے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن عباس نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن اسباط نے بیان کیا ، انہوں نے سیف بن عمیرہ سے ، انہوں نے ابو بصیر سے ، انہوں نے ابو جعفر (امام محمد باقرؑ) علیہ السلام سے قول عزوجل " **ونفخت فیه من روحی** " کے بارے میں بیان کیا تو آپؑ نے فرمایا " **من قدرتی** " (اپنی قدرت سے) ۔

(۶) ہم سے محمد بن احمد بن سنانی ، حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام المکتب اور علی بن احمد بن محمد بن عمران رضی اللہ عنہم نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن اسمعیل برکی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن عباس نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبیس بن ہشام نے بیان کیا ، انہوں نے عبدالکریم بن عمرو سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادقؑ) علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے قول " **فاذا سویته ونفخت فیه من روحی** " کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ نے ایک مخلوق کو پیدا کیا اور ایک روح کو پیدا کیا ۔ پھر ایک فرشتہ کو حکم دیا کہ وہ اس کو اس میں پھونک دے پھر یہ کہ اس روح کی وجہ سے قدرت الہیٰ میں ذرا بھی نقص و کمی واقع نہیں ہوئی بلکہ وہ اس کی قدرت سے ہے ۔

باب (۲۸) اللہ عزوجل کے مکان ، زمان ، سکون ، حرکت ، نزول ، صعود اور انتقال کی نفی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا ، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے ، انہوں نے حسن بن محبوب سے ، انہوں نے ابی حمزہ ثمالی سے ، انہوں نے کہا کہ نافع بن ازرق نے ابو جعفر (امام محمد باقرؑ) علیہ السلام سے دریافت کیا کہ مجھے بتایئے کہ اللہ کب سے ہوا ؟ تو آپؑ نے فرمایا ، تیرے لئے ہلاکت ہو تو مجھے بتا کہ وہ کب سے نہ تھا تو میں تو تجھ کو بتاؤں گا کہ وہ کب سے ہوا ۔ اس کی ذات پاک و پاکیزہ ہے جو **لم یزل ولایزال** ہے ، فرد ہے ، صمد ہے نہ اس کے بیوی ہے نہ بچے ہیں ۔

(۲) ہم سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے احمد بن محمد بن

عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے قاسم بن محمد سے انہوں نے علی بن ابو حمزہ سے انہوں نے ابو بصیر سے انہوں نے کہا کہ ابو جعفر (امام محمد باقرؑ) علیہ السلام کے پاس ایک آدمی آکر کہنے لگا کہ اے ابو جعفرؑ آپؑ مجھے بتایئے کہ آپؑ کا رب کب سے ہے ؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ تیرا برا ہو ۔ یہ تو اس شے کے لئے کہا جاتا ہے جو پہلے نہ ہو اور بعد میں ہو جائے اور کب ہوئی ۔ بے شک میرا رب بغیر کسی کیفیت کے ہمیشہ حی تھا اور اس کے لئے ہونا (وجود) نہیں تھا ۔ اس کے وجود کے لئے "کیف" نہیں تھا ، نہ اس کے لئے "این" (کہاں) تھا ۔ نہ وہ کسی چیز میں تھا ، نہ کسی چیز پر تھا اس نے اپنے لئے کوئی جگہ نہیں بنائی اور نہ تکوین اشیاء کے بعد وہ قوی و قادر ہوا ۔ نہ قبل وجود اشیاء ضعیف و عاجز تھا ، نہ وہ قبل تخلیق اشیاء وحشت میں مبتلا تھا ، نہ وہ تخلیق کردہ اشیاء کے مشابہ تھا ، نہ وہ اپنی سلطنت و ملکیت پیدا کرنے سے (قادر ہونے) سے خالی تھا ، نہ اس کے جانے کے بعد وہ خالی و تنہا ہوگا ۔ وہ بغیر حیات کے ہمیشہ سے ہی ہے اور مالک قادر ہے قبل اس کے کہ وہ اشیاء کو پیدا کرے اور وہ مالک جبار ہے وجود کے انشاء کے بعد بھی ۔ اس کے وجود کے لئے نہ کیف (کس طرح) اور نہ این (کہاں) ہے ۔ نہ اس کے لئے حد ہے اور نہ وہ کسی مشابہ شے سے پہچانا جاتا ہے ، نہ وہ طول بقاء کی وجہ سے وہ بوڑھا ہوتا ہے ۔ وہ کسی شے کی وجہ سے غش نہیں کھاتا اور کوئی شے اس کو خوف میں مبتلا نہیں کرتی ۔ تمام اشیاء اس کے خوف سے غش کھا جاتی ہیں ، وہ ادھار زندگی کے بغیر حی ہے اور نہ وہ عالم وجود ہے وصف کیا گیا ہے ، نہ وہ محدود کیفیت ہے ، نہ اس کے نشان کو پہچانا گیا ہے نہ کوئی جگہ جو کسی چیز کے پڑوس میں ہو بلکہ وہ حی سے پہچانا جاتا ہے وہ مالک ہے جس کی قدرت و ملکیت ہمیشہ سے ہے اس نے جو چاہا پیدا کیا اپنی مشیت سے جس طرح چاہا ۔ اس کی حد بندی اور تبعیض (ٹکڑے کرنا) نہیں کی جاسکتی ۔ اس کو فنا بھی نہیں ۔ وہ بغیر "کیف" (کس طرح) کے اول ہے اور بغیر "این" (کہاں) کے آخر ہے ۔ اور ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کی ذات کے اسی کے لئے خلق اور امر ہے ۔ اللہ رب العالمین کی ذات بابرکت ہے ۔ اے سوال کرنے والے تجھ پر ہلاکت واقع ہے ۔ بے شک میرے رب کو اوہام چھپا نہیں سکتے اور نہ شبہات اس کو اتار سکتے ہیں ۔ نہ وہ کسی شے کے قرب و جوار میں ہے اور نہ کوئی شے اس کے پڑوس میں ہے اور نہ اس پر حادثات واقع ہوتے ہیں ۔ کسی چیز کے کرنے پر اس سے باز پرس نہیں کی جاسکتی ، نہ وہ کسی شے پر واقع ہوتا ہے ، اور نہ اس کو اونگھ اور نیند آتی ہے ، آسمان و زمین اور ان کے درمیان اور مٹی کے نیچے جو کچھ ہے اس کا ہے ۔

(۳) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن حسین سعد آبادی نے بیان کیا انہوں نے احمد بن ابو عبداللہ برقی سے ، انہوں نے احمد بن محمد بن ابو نصر سے ، انہوں نے ابوالحسن موصلی سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادقؑ) علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے کہا کہ امیرالمومنین علیہ السلام کے پاس ایک یہودی عالم آیا اور آپؑ سے کہنے لگا کہ اے امیرالمومنینؑ آپ کا رب کب سے ہوا ؟ تو آپؑ نے اس سے فرمایا ؟ کہ

کی امت کے سفارش کنندہ بن گئے تو آپؐ نے مناسب نہیں سمجھا کہ اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کی سفارش کو رد کردیں آپؐ نے اپنے پروردگار عزوجل کی طرف رجوع فرمایا اور پھر تخفیف کی خواہش کا اظہار کیا تاآنکہ ان کو پانچ نمازوں تک محدود کردیا ۔ زید (بن علیؑ بن الحسینؑ) نے کہا کہ پدرگرامی ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ عزوجل کی طرف کس لئے رجوع نہیں فرمایا اور پانچ نمازوں کے بعد کم کی درخواست نہیں فرمائی ؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ میرے بیٹے ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ اپنی امت کے لئے پچاس نمازوں کے اجر کے ساتھ تخفیف حاصل کریں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق " **من جاء بالحسنة فله عشر امثالها** " (سورہ انعام ۔ آیت ۱۶۱) " جو شخص ایک نیکی لائے تو اس کے لئے اس نیکی کا دس گنا ہے ۔" کیا تم کو معلوم نہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر تشریف لائے ۔ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمانے لگے کہ اے محمدؐ ! بے شک آپؐ کا رب آپؐ کو سلام کہلواتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ پانچ نمازیں پچاس کے بدلے میں ہیں **ما یبدل القول الدی وما انا بظلام للعبید** (سورۃ ق ۔ آیت ۲۹) " میرے قول میں تبدیلی نہیں ہوتی اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں ۔" انہوں نے کہا کہ اے پدرگرامی ! کیا اللہ تعالیٰ کا وصف مکان کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا ؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ ہاں ، اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بلند و بالا ہے تو میں نے عرض کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہنا کہ تم اپنے رب کی طرف واپس جاؤ کا کیا مطلب ہے ؟ تو آپؑ نے جواب دیا کہ اس کا مطلب و مفہوم وہی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول " **انی ذاھب الی ربی سیھدین** " (سورۃ صافات ۔ آیت ۹۹) " میں اپنے پروردگار کی طرف جارہا ہوں وہ مجھ کو بہت جلد راہ راست دکھائے گا ۔" کا ہے ۔ اور وہی مقصود قول موسیٰ علیہ السلام کا ہے " **عجلت الیک رب لترضیٰ** " (طٰہٰ ۔ ۸۴) " میرے رب میں نے تیری طرف آنے میں جلدی کی تاکہ تو راضی رہے ۔" اور وہی مطلب اللہ کے اس قول کا ہے " **ففروا الی الله** " (الذاریات ۔ ۵۰) " پس تم اللہ کی طرف بھاگو " یعنی (تم بیت اللہ کا حج کرو) ۔ اے میرے بیٹے کعبہ اللہ کا گھر ہے جس نے اللہ کے گھر کا حج کیا اس نے اللہ کی طرف قصد و ارادہ کیا اور مسجدیں اللہ کا گھر ہیں ۔ جس نے اس گھر کی طرف قصد کیا اس نے اللہ کی طرف قصد و ارادہ کیا اور نمازی جب تک نماز میں مصروف ہے تو وہ اللہ جل جلالہ کے سامنے کھڑا ہے اور مقام عرفات میں وقوف کرنے والے اللہ عزوجل کے سامنے وقوف کررہے ہیں ۔ اور بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کا اس کے آسمانوں میں ٹکڑے (حصے) ہیں پس جو شخص ان کی طرف چڑھایا جاتا ہے تو وہ اللہ کی طرف چڑھایا جاتا ہے ۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ وہ فرماتا ہے " **تعرج الملائکة والروح الیه** " (المعارج ۔ ۴) " ملائکہ اور روح (روح الامین) اس کی طرف چڑھتے ہیں " اور عزوجل یہ بھی فرماتا ہے " **الیه یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعه** " (الفاطر ۔ ۱۰) " اس تک پاک و پاکیزہ کلمات پہنچتے ہیں اور عمل صالح کو وہ خود بلند کرتا ہے ۔

(۹) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن حسن بن ابان نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن اورمہ سے، انہوں نے ابن محبوب سے، انہوں نے صالح بن حمزہ سے، انہوں نے ابان سے، انہوں نے اسد سے، انہوں نے مفضل بن عمرو سے، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ انہوںؑ نے فرمایا جس نے خیال کیا کہ اللہ کسی چیز میں یا کسی چیز سے یا کسی چیز پر ہے تو اس نے شک کیا۔ اگر اللہ عزوجل کسی شے پر ہوتا تو وہ محمول (اٹھایا ہوا) ہوتا اور اگر کسی چیز میں ہوتا تو وہ محصور (گھیرا ہوا) ہوتا اور اگر کسی چیز سے ہوتا تو محدث (نو پید) ہوتا۔

(۱۰) میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا، انہوں نے ابن محبوب سے، انہوں نے حماد بن عمرو سے، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے روایت کی کہ انہوںؑ نے فرمایا کہ اس نے جھوٹ بولا جس نے خیال کیا کہ اللہ عزوجل کسی شے میں یا کسی شے سے یا کسی شے پر ہے۔

اس کتاب کے مصنف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کسی جگہ میں نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ تمام جگہیں حادث ہیں اور دلیل ثابت ہوتی ہے اس پر کہ اللہ عزوجل قدیم، تمام جگہوں سے پہلے ہے۔ اور یہ درست نہیں کہ غنی قدیم اس چیز کا محتاج ہو جو اس سے غنی و بے نیاز ہے۔ اور نہ وہ چیز سے متغیر ہوتا ہے جو اس سے پہلے موجود نہ ہو۔ پس یہ امر صحیح ہے کہ وہ کسی جگہ میں نہیں ہے جس طرح کہ وہ ہمیشہ ایسا رہا اور اس کی تصدیق اس روایت ذیل سے ہے:

(۱۱) جو ہم سے احمد بن قطان نے بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن یحییٰ بن ذکریا قطان نے بیان کیا، انہوں نے بکر بن عبداللہ بن حبیب سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے تمیم بن بہلول نے اپنے والد سے، انہوں نے سلیمان بن حفص مروزی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے جعفر بن محمد (امام جعفر صادق) علیہما السلام سے عرض کیا کہ کیا یہ جائز ہے کہ اللہ عزوجل کسی جگہ میں ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ کی ذات پاک وپاکیزہ ہے اور وہ اس سے بلند ہے۔ اگر وہ کسی مکان میں ہوتا تو وہ محدث (نو پید) ہوتا اس لئے کہ مکان میں ہونے والا مکان کا محتاج ہے اور احتیاج محدث کی صفات میں سے ہے نہ کہ قدیم کی صفات سے۔

(۱۲) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابوعبداللہ کوفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن اسمٰعیل برکی نے بیان کیا، انہوں نے علی بن عباس سے، انہوں نے حسن بن راشد سے، انہوں نے یعقوب بن جعفر جعفری سے، انہوں نے ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر (امام موسیٰ کاظم) علیہما السلام سے روایت کی کہ آنجنابؑ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیشہ بغیر زمان و مکان کے رہا ہے اور وہ اب

بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ تھا۔ کوئی جگہ اس سے خالی نہیں، وہ کسی مکان پر قابض نہیں اور نہ وہ کسی مکان میں اترتا ہے
مایکون من نجوے ثلثة الا ھو رابعھم ولا خمسة الا ھو سادسھم ولا ادنیٰ من ذالک ولا اکثر الا ھو معھم این ما کانوا (سورۃ مجادلہ۔آیت ۷) "جب تین آدمیوں میں سرگوشی و کانا پھوسی ہوتی ہے تو وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور جب پانچ میں ہوتی ہے تو وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اس سے کم ہوں یا زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں ہوں۔" اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان غیر خلق شدہ حجاب نہیں ہے۔ وہ بغیر کسی حجاب کے پردہ میں ہے اور بغیر ستر میں پوشیدگی کے وہ چھپا ہوا ہے، کوئی معبود نہیں ہے سوائے اس کبیر متعال کے۔

(۱۳) ہم سے ابو طالب مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سمرقندی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جعفر بن محمد بن مسعود سے انہوں نے اپنے والد محمد بن مسعود عیاشی سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن اشکیب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے ہارون بن عقبہ خزاعی نے بتایا انہوں نے اسد بن سعید نخعی سے، انہوں نے کہا کہ مجھ کو عمرو بن شمر نے خبر دی، انہوں نے جابر بن یزید جعفی سے، انہوں نے کہا کہ محمد بن علی الباقر (امام محمد باقر) علیہما السلام نے فرمایا: اے جابر اہل شام کی کتنی بڑی تہمت ہے اللہ عزوجل پر کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جس وقت آسمان کی طرف چلا تو اس نے اپنا قدم بیت المقدس کی چٹان پر رکھا اور اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ نے اس کے قدم کو ایک کنارہ پر بنا دیا۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا کہ ہم اس کو مصلی بنائیں۔اے جابر! اللہ تبارک و تعالیٰ کا کوئی نظیر و مشابہ نہیں ہے۔ وہ وصف کنندگان کی تعریف سے بلند ہے اور وہم و خیالات کے گھوڑے دوڑانے والوں کے وہم و خیال سے کہیں بڑھ کر شان والا ہے۔ اور ناظرین کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے وہ زائل ہونے والوں کے ساتھ زائل نہیں ہوتا اور ڈوبنے والوں کے ساتھ ڈوبتا نہیں ہے۔ اس کی طرح کوئی شے نہیں اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

(۱۴) ہم سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے علی بن ابراہیم بن ہاشم سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن ابو عمیر سے۔ انہوں نے کہا کہ سفیان ثوری نے ابوالحسن موسیٰ بن جعفر (امام موسی کاظم) علیہ السلام کو جبکہ وہ صغیر السن تھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور لوگ ان کے سامنے سے گزر رہے تھے تو سفیان نے انؑ سے کہا کہ لوگ طواف کراتے ہوئے آپؑ کے آگے سے گزر رہے ہیں تو آپؑ نے فرمایا کہ میں اس کی نماز پڑھ رہا ہوں جو ان سب سے مجھ سے زیادہ قریب ہے۔

(۱۵) ہم سے احمد بن حسن قطان اور علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے بکر بن عبداللہ بن حبیب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے محمد بن عبیداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن حکم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرحمن بن اسود نے انہوں نے جعفر بن محمد سے،

انہوں نے اپنے والد علیہما السلام سے بیان کیا کہ آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو یہودی دوست (جاننے والے) تھے جو اللہ کے رسول موسیٰ پر ایمان لائے ہوئے تھے اور انہوںؑ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی تھی اور ان دونوں نے اس کو سنا بھی تھا اور ان دونوں نے توریت اور ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں کو بھی پڑھا تھا اور وہ دونوں پہلی کتابوں کے علم سے بھی آگاہ تھے ۔ پس جبکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پاس بلالیا تو وہ دونوں آئے اور لوگوں سے ان کے بعد کے صاحب الامر کے متعلق دریافت کررہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ کبھی کسی نبی کو موت نہیں آئی مگر یہ کہ اس کے بعد اس کی امت کے امر کے لئے ایک خلیفہ ہوتا ہے جو اس کے اہل بیت میں سب سے زیادہ قرابت میں قریب ہوتا ہے جو انتہائی اہمیت اور بڑی شان والا ہوتا ہے پھر ان دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ کیا تم اس نبیؐ کے بعد صاحب الامر کو پہچانتے ہو ؟ دوسرے ساتھی نے کہا مجھے اس کا علم نہیں مگر میں اس کو اس صفت کے ساتھ جانتا ہوں جو میں نے توریت میں پائی ہے ۔ وہ یہ کہ اس کے سر کے اگلے حصہ کے بال صاف، زردی مائل چہرہ ہوگا پس وہ رسول اللہ کا قوم میں سب سے قریب تر فرد ہوگا ۔ پھر وہ مدینہ میں داخل ہوئے اور ان دونوں نے خلیفہ کے بارے میں دریافت کیا تو ان دونوں کو ابوبکر کے متعلق بتایا گیا ۔ جب انہوں نے ان کی طرف دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ ہمارا مطلوب شخص نہیں ہے ۔ پھر ان دونوں نے ان (حضرت ابوبکر) سے کہا کہ آپ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا قرابت ہے ؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں انؐ کے خاندان کا ایک فرد ہوں اور وہؐ میری بیٹی عائشہ کے شوہر ہیں ۔ ان دونوں نے کہا کہ اس کے علاوہ بھی کوئی اور رشتہ ہے ؟ تو انہوں نے کہا نہیں ۔ وہ دونوں کہنے لگے کہ یہ تو کوئی قرابت و رشتہ داری نہیں ہوئی ۔ ان دونوں نے ان سے کہا کہ آپ ہمیں بتائیے کہ آپ کا رب کہاں ہے ؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ سات آسمانوں کے اوپر ہے ۔ وہ دونوں کہنے لگے کہ اس کے علاوہ کچھ اور ؟ انہوں نے جواب دیا نہیں ۔ وہ دونوں کہنے لگے کہ آپ ہمیں اس شخص کی طرف رہنمائی فرمایئے جو آپ سے زیادہ عالم ہو اس لئے کہ آپ وہ شخص نہیں ہیں جس کی صفت ہم نے توریت میں پائی ہے کہ وہ اس نبیؐ کا وصی اور خلیفہ ہوگا ۔ آپؑ نے فرمایا کہ ان دونوں کی اس بات سے انہیں (ابوبکر) غصہ آگیا اور ان دونوں سے ان کو رنج پہنچا ۔ پھر انہوں نے ان دونوں کو حضرت عمر کی طرف بھیج دیا ۔ اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت عمر معروف و مشہور تھے اس کے لئے کہ اگر وہ دونوں کسی چیز کی وجہ سے ان کی طرف متوجہ ہوں گے تو وہ ان دونوں کی سخت گرفت کریں گے ۔ پس جب وہ دونوں ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ اس نبیؐ سے آپ کی کیا قرابت و رشتہ داری ہے ؟ تو حضرت عمر نے کہا کہ میں ان کے خاندان سے ہوں اور وہ میری بیٹی حفصہ کے شوہر ہیں ۔ وہ دونوں کہنے لگے کہ کیا اس کے علاوہ بھی کوئی رشتہ ہے ؟ تو انہوں نے (عمرؓ) کہا کہ نہیں ۔ اس پر ان دونوں نے کہا کہ یہ تو کوئی رشتہ داری نہیں ہے اور نہ یہ وہ صفت ہے جس کو ہم نے توریت میں پایا ہے ۔ پھر وہ دونوں کہنے لگے کہ آپ کا رب کہاں ہے ؟

انہوں نے جواب دیا کہ سات آسمانوں کے اوپر ہے۔ ان دونوں یہودیوں نے کہا کیا اس کے علاوہ نہیں ہے؟ تو انہوں (عمرؓ) نے کہا نہیں۔ ان دونوں نے کہا کہ آپ ہماری رہنمائی اس شخص کی طرف فرمایئے جو آپ سے زیادہ عالم ہو تو انہوں نے ان دونوں کی حضرت علیؑ کی طرف رہنمائی فرمائی۔ جب ان دونوں نے آکر انؑ کو دیکھا تو ایک نے دوسرے ساتھی سے کہا کہ یہ شخص وہی ہے جس کی صفت ہم نے توریت میں پائی ہے۔ بے شک یہی اس نبیؐ کا وصی اور اسؐ کا خلیفہ اور اسؐ کی بیٹی کا شوہر ہے، سبطین کے والد اور انؐ کے بعد حق کو قائم کرنے والے ہیں۔ پھر ان دونوں یہودیوں نے علی علیہ السلام سے کہا کہ اے شخص آپؑ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا قرابت ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ وہؐ میرے بھائی ہیں اور میں ان کا وارث و خلیفہ ہوں اور سب سے پہلے ایمان لایا ہوں اور میں ہی ان کی بیٹی فاطمہ کا شوہر ہوں۔ ان دونوں نے آپؑ سے کہا کہ یہی قابل فخر قرابت اور قریبی منزلت ہے اور یہی وہ صفت ہے جس کو ہم نے توریت میں پایا ہے۔ پھر وہ دونوں کہنے لگے کہ آپ کا رب عزوجل کہاں ہے؟ تو علی علیہ السلام نے ان دونوں سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں تم دونوں کو اس سے آگاہ کروں جو تمہارے نبی موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ہوا اور اگر تمہاری خواہش ہو تو میں اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جو ہوا اس سے آگاہ کروں۔ وہ دونوں کہنے لگے کہ آپؑ ہم کو ہمارے نبی موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے متعلق بتایئے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ چار فرشتے آئے ایک فرشتہ مشرق سے، دوسرا مغرب سے، تیسرا فرشتہ آسمان کی جانب سے اور چوتھا زمین کی طرف سے، مشرق والے فرشتہ نے مغرب کی طرف سے آنے والے فرشتہ سے کہا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے رب کی طرف سے آیا ہوں اور مغرب والے نے مشرق والے فرشتہ سے کہا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا کہ میں اپنے رب کی طرف سے آیا ہوں۔ آسمان سے اترنے والے فرشتہ نے زمین پر سے آنے والے فرشتہ سے کہا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے رب کے پاس سے آیا ہوں اور زمین سے آنے والے فرشتہ نے آسمان سے نازل ہونے والے فرشتہ سے کہا کہ تم کہاں سے آئے ہو تو اس نے بھی یہ کہا کہ میں اپنے رب کی طرف سے آیا ہوں۔ پس یہ وہ واقعہ ہے جو تم دونوں کے نبی موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ہوا لیکن جو کچھ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ہوا تو کتاب محکم میں اللہ کا قول ہے **مایکون من نجوای ثلثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم ولا ادنیٰ من ذلک ولا اکثر الا ھو معھم این ماکانوا** (سورۃ مجادلہ۔ آیت ۷) "تین آدمیوں میں کوئی خفیہ مشورہ ہوتا تو ان کا چوتھا اللہ ہوتا ہے۔ اور پانچ ہوتے ہیں تو ان کا چھٹا اللہ ہوتا ہے کہ اس سے کم یا زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں ہوں" ان دونوں یہودیوں نے کہا کہ تمہارے دونوں صاحبوں (ساتھیوں) کو کون سی چیز مانع ہوئی کہ آپ کو آپ کے اس مقام پر رکھیں جس کے آپ اہل ہیں۔ پس اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی بیشک آپؑ ہی صحیح خلیفہ ہیں۔ ہم آپؑ کی صفت اپنی کتابوں میں پاتے ہیں اور

جس کو ہم اپنے کنیوں (عبادت گاہوں) میں پڑھتے ہیں ۔ بے شک آپؑ ہی اس امر کے زیادہ حقدار ہیں اور اس شخص سے بڑھ کر ہیں جس نے تم پر غلبہ حاصل کر کے اس پر قبضہ کرلیا ۔ تو علی علیہ السلام نے فرمایا ان دونوں نے خود کو بڑھایا اور مجھ کو پیچھے کردیا ۔ اور ان دونوں حضرات کا حساب اللہ عزوجل پر ہے ۔ وہ دونوں کھڑے کئے جائیں گے اور ان سے بازپرس کی جائے گی ۔

(۱۶) ہم سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق فارسی ابوالحسین نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو سعید احمد بن محمد نسوی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو نصر احمد بن محمد بن عبداللہ صغدی نے مرو (ایک شہر کا نام) میں بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یعقوب بن حکم عسکری اور اس کے بھائی معاذ بن یعقوب نے بیان کیا ، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن سنان حنظلی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن عاصم نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرحمن بن قیس نے بیان کیا ، انہوں نے ابوہاشم رمانی سے ، انہوں نے زا ذان سے ، انہوں نے سلمان فارسی سے روایت کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ جس میں جاثلیق کا بعد وفات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں سو (۱۰۰) عیسائیوں کے ساتھ آئے اور اس کا حضرت ابو بکر سے چند مسائل کے بارے میں دریافت کرنا اور ان کا جواب نہ دے پانے کا تذکرہ ہے ، پھر اس کی رہنمائی امیرالمومنین علی ابن ابو طالب کی طرف کی گئی ۔ تو اس نے آپؑ سے مسائل کے بارے میں دریافت کیا پھر آپؑ نے اس کو جواب دیا ۔ پس جس چیز کے بارے میں اس کا سوال تھا وہ کہنے لگا کہ مجھے " وجھہ " رب تبارک و تعالیٰ کے بارے میں بتایئے تو علی علیہ السلام نے آگ اور ایندھن منگوایا پھر اس کو روشن کیا پھر جب وہ بھڑکنے لگی علی علیہ السلام کہنے لگے کہ اس آگ کا " وجھہ " کہاں ہے ؟ نصرانی نے کہا کہ یہی " وجھہ " ہے جو اس کے تمام حدود کی وجہ سے ہے ۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آگ جس کا انتظام کیا گیا اور جو مصنوعی ہے اس کا " وجھہ " نہیں پہچانا جاسکتا اور خالق نار کو اس کے مشابہ نہیں قرار دیا جاسکتا ۔ اور اللہ ہی کے لئے مشرق و مغرب ہے پس تم جس طرف رخ کرلو ادھر ہی " وجھہ اللہ " ہے اور ہمارے رب سے کوئی پوشیدہ چیز چھپی ہوئی نہیں ہے ۔ حدیث طویل ہے ہم نے ضرورت کے مطابق اخذ کرلیا ہے ۔

(۱۷) ہم سے ابو عبداللہ حسین بن محمد اشانی رازی عادل بلخ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن مہرویہ قزوینی نے بیان کیا ، انہوں نے داؤد بن سلیمان فراء سے ، انہوں نے علی بن موسیٰ الرضا (امام علی رضا) علیہ السلام سے ، انہوں نے اپنے پدر گرامی سے ، انہوں نے اپنے آباء کرام سے ، انہوں نے امیرالمومنین حضرت علی علیہم السلام سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب موسیٰ بن عمران نے اپنے رب سے سرگوشی کی اور کہا کہ اے میرے رب ! کیا تو مجھ سے دور ہے ؟ میں تجھے پکار رہا ہوں یا قریب ہے کہ میں تجھ سے سرگوشی کروں تو اللہ جل جلالہ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ جس نے مجھ کو یاد کیا میں اس کا جلیس و ہمنشین ہوں ۔ موسیٰؑ کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار

میں اس کیفیت میں ہوں کہ تیری جلالت کو ظاہر کروں اور تیرا ذکر کروں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! تم ہر حال میں میرا ذکر کرو۔

(۱۸) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن اسمعیل برکی نے انہوں نے علی بن عباس سے، انہوں نے حسن بن راشد سے انہوں نے یعقوب بن جعفر جعفری سے، انہوں نے ابوابراہیم موسی بن جعفر (امام موسی کاظم) علیہما السلام سے حدیث بیان کی کہ انہوں فرمایا کہ انؑ کے ساتھ کچھ لوگوں کا ذکر کیا گیا کہ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ آسمان زیریں پر نازل ہوتا ہے۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ نازل نہیں ہوتا ہے اور نہ وہ محتاج نزول ہے۔ اس کا نظارہ قرب و بعید میں برابر ہے۔ کوئی قریب اس سے دور نہیں اور کوئی بعید اس سے قریب نہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں بلکہ ہر ایک اس کا محتاج ہے۔ اور وہ صاحب فضل و احسان ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہ غالب حکمت والا ہے۔ لیکن واصفین (وصف بیان کرنے والے) کا یہ کہنا کہ تبارک و تعالیٰ نازل ہوتا ہے تو یہ قول اس کا ہے جو اس کو نقص اور زیادتی سے منسوب کرتا ہے یہ متحرک اس کا محتاج ہے جو اس کو حرکت دے یا وہ اس کے ذریعہ حرکت کرے پس جس نے اللہ کے مختلف گمان کئے وہ ہلاک ہوا۔ پس تم اس کی صفات کے بارے میں ہوشیار ہو اس امر سے کہ کہیں تم اس کی تعریف کرتے وقت شک میں مبتلا ہوجاؤ اور اس کی تعریف نقص، زیادتی یا تحرک یا زوال یا اٹھنا بیٹھنا سے کرو کیونکہ اللہ وصف بیان کرنے والوں کی صفت اور نعت بیان کرنے والوں کی نعت وصف اور وہم و گمان کرنے والے کے تواہم سے بلند شان والا ہے۔ اور تم اس غالب رحیم ہر وقت قیام اور سجدہ کرنے والوں کے ساتھ رخ کرتے وقت بھروسہ کرو۔

(۱۹) اور انہی اسناد کے ذریعہ حسن بن راشد سے، انہوں نے یعقوب بن جعفر سے، انہوں ابو ابراہیم (امام موسی کاظم) علیہ السلام سے کہ انہوں نے کہا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ قائمؑ ہے پھر اس کو اس کی جگہ سے ہٹادوں اور نہ میں اس کو کسی جگہ میں محدود کردوں جس میں وہ ہو اور نہ میں اس کی یہ تعریف کرتا ہوں کہ وہ کسی سہارے اور اعضاء و جوارح کے ذریعہ کسی شے میں حرکت کرتا ہے۔ میں اپنا منہ کھولے بغیر کسی لفظ سے اس کی تعریف نہیں کرتا ہوں لیکن جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود فرمایا کن فیکون " (ہو جا پس وہ ہوگیا) اپنی مشیت و ارادہ سے نفس میں بغیر کی تردد کے۔ وہ فرد ہے، صمد ہے، وہ اپنی سلطنت میں کسی شریک کا محتاج نہیں اور نہ کوئی اس کے لئے اس کے علم کے دروازوں کو کھولتا ہے۔

(۲۰) ہم سے محمد بن احمد سنانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ اسدی کوفی نے بیان کیا، انہوں نے موسیٰ بن عمران نخعی سے، انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے، انہوں نے علی بن سالم سے

انہوں نے ابو بصیر سے ۔ انہوں نے ابو عبداللہ الصادق (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا وصف زمان ، مکان ، حرکت ، انتقال و سکون سے نہیں کیا جاسکتا بلکہ وہ زمان ، ومکان اور حرکت و سکون کا خالق ہے ، اللہ کے متعلق جو کچھ کہتے ہیں وہ اس سے کہیں بلند و بالا ہے ۔

(۲۱) ہم سے ابوالحسین محمد بن ابراہیم بن اسحاق عزائی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو سعید احمد بن محمد بن ریح نسوی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبدالعزیز بن اسحاق نے خبر دی ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن محمد حسنی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن علی ابن خلف عطار نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے بشر بن حسن مرادی نے بیان کیا ، انہوں نے عبدالقدوس سے جو ابن حبیب ہیں بیان کیا انہوں نے ابو اسحاق سبیعی سے ، انہوں نے حارث اعور سے ، انہوں نے علی بن ابو طالب علیہ السلام سے روایت کی کہ وہ بازار میں تشریف لائے کہ ان کی پشت کے پیچھے ایک آدمی تھا جو کہہ رہا تھا قسم بخدا وہ سات پردوں میں چھپا ہوا ہے ۔ تو حضرت علیؑ نے اس کی پشت پر ضرب لگائی ۔ پھر فرمایا کہ وہ ذات کون ہے جو سات پردوں میں پوشیدہ ہے ؟ اس نے جواب دیا کہ اے امیرالمومنین ! وہ اللہ ہے ۔ آپؑ نے فرمایا کہ تو نے خطا کی ، تیری ماں تیرے غم میں روئے ۔ اللہ عزوجل اور اس کی مخلوق کے درمیان کوئی حجاب نہیں کیونکہ وہ جہاں کہیں ہوں وہ ان کے ساتھ ہے ۔ وہ شخص کہنے لگا کہ اے امیرالمومنینؑ میری اس بات کا کفارہ کیا ہے ؟ آپؑ نے فرمایا کہ تم جان لو کہ جہاں کہیں تم ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے ۔ وہ کہنے لگا کہ کیا میں مسکینوں کو کھانا کھلاؤں ؟ آپؑ نے فرمایا نہیں تم نے اپنے رب کے غیر کی قسم کھائی ہے ۔

(۲۲) ہم سے ابوالحسن محمد بن ابراہیم بن اسحاق فارسی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو سعید رمیحی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبدالعزیز بن اسحاق نے خبر دی انہوں نے کہا مجھ سے محمد بن عیسیٰ بن ہارون واسطی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ذکریا مکی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ کو سیف جعفر بن محمد کے غلام نے خبر دی ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے سردار جعفر بن محمد نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا انہوں نے اپنے جد علیہم السلام کے حوالے سے بیان کیا کہ حسن بن علی بن ابو طالب علیہم السلام نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کے آگے سے ایک شخص گزرا تو ان کے کسی ہمنشین نے اس کو منع کیا پس جبکہ آپؑ نماز سے فارغ ہو کر واپس آئے تو اس سے کہا کہ تم نے اس شخص کو کیوں منع کیا ؟ اس نے کہا کہ اے فرزند رسولؐ وہ آپؑ کے اور محراب کے درمیان رکاوٹ بن گیا تھا تو آپؑ نے فرمایا کہ تو ہلاک ہو ۔ اللہ عزوجل مجھ سے زیادہ قریب ہے بہ نسبت اس کے کہ کوئی میرے اور اس کے درمیان حائل ہو ۔

باب (۲۹) اسماء الٰہیٰ و اسماء مخلوقین کے معانی کے درمیان فرق

(۱) ہم سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے بیان کیا۔ انہوں نے مختار بن محمد بن مختار ہمدانی سے، انہوں نے فتح بن یزید جرجانی سے، انہوں نے ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا کہ اللہ لطیف، خبیر، سمیع، بصیر، واحد، احد اور صمد ہے کہ جو نہ خود کسی سے پیدا ہوا (جنا گیا) اور نہ اس نے کسی کو پیدا کیا (جنا) اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔ وہ اشیاء کا پیدا کرنے والا، جسموں کو مجسم کرنے والا، اور صورتوں کو مصور کرنے والا ہے۔ اگر وہ ایسا ہوتا جس طرح لوگ کہتے ہیں تو خالق مخلوق سے اور پیدا کرنے والا پیدا شدہ سے پہچانا نہیں جاتا۔ مگر وہ خالق ہے۔ مخلوق کے اور اس ذات کے درمیان فرق ہے جس نے اس کو جسم، صورت اور خلق کیا۔ اس لئے کہ کوئی شے اس کے مشابہ نہیں اور نہ وہ کسی شے کے مشابہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپؑ نے درست فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو آپؑ پر قربان فرمائے۔ مگر آپؑ نے فرمایا کہ وہ احد صمد ہے اور یہ بھی فرمایا کہ وہ کسی شے سے مشابہ نہیں۔ حالانکہ اللہ واحد ہے اور انسان بھی واحد ہے۔ تو کیا وہ (دونوں) واحدیت میں متشابہ نہیں ہوئے؟ آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ اے فتح! تم نے ایک امر محال کا تذکرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ تم کو ثابت قدم رکھے۔ یہ تشبیہ معانی میں ہے۔ لیکن اسماء میں ایک ہیں اور وہ مسمیٰ (نام رکھا ہوا) پر دلالت کرتے ہیں۔ اور یہ کہ انسان کو اگرچہ واحد کہا گیا تو دراصل اس کے متعلق بتایا گیا کہ وہ ایک جثہ (جسم و بدن) ہے دو نہیں۔ حالانکہ انسان بذات خود ایک نہیں ہے اس لئے کہ اس کے اعضاء مختلف ہیں اور اس کے رنگ الگ الگ ہیں ایک جیسے نہیں ہیں اس کے الگ الگ اجزاء ہیں جو برابر کے نہیں ہیں، اس کا خون اس کے گوشت کا غیر ہے اور گوشت اس کے خون کا غیر ہے، اس کے پٹھے اس کی رگوں کا غیر ہیں، اس کے بال اس کی کھال سے مختلف ہیں۔ اس کی سیاہی اس کی سفیدی سے مختلف ہے اور اسی طرح تمام مخلوق کا حال ہے۔ انسان باعتبار اسم واحد ہے، معنیٰ کے اعتبار سے واحد نہیں ہے اور اللہ جل جلالہ وہ معنیٰ کے اعتبار سے واحد ہے، اس کے علاوہ کوئی واحد نہیں ہے نہ اس میں اختلاف ہے نہ فرق ہے، نہ زیادتی ہے نہ کمی ہے۔ پھر یہ کہ انسان خلق کردہ، مصنوع اجزاء اور متفرق جوہروں سے مرکب ہے اس کے علاوہ وہ انسانی معاشرہ میں ایک شے ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپؑ کے قربان جاؤں آپؑ نے میری مشکل حل فرما دی، اللہ آپؑ سے ہر غم کو دور فرمائے۔ لیکن آپؑ کا یہ فرمانا کہ وہ لطیف خبیر ہے۔ آپؑ میری خاطر اس کی بھی توضیح و تشریح فرما دیجئے جس طرح کہ آپؑ نے واحد کی وضاحت فرمائی ہے کیونکہ مجھے علم ہے کہ اس کا لطف باعتبار فضل مخلوق کے لطف کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ میں چاہتا ہوں کہ آپؑ میری خاطر اس کی تشریح فرمادیں۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ اے فتح! ہم نے لطیف، خلق لطیف اور شے لطیف کے ساتھ اس کے علم کے لئے کہا ہے۔ اللہ تم کو توفیق عطا فرمائے اور تم کو ثابت قدم رکھے کیا

تم کو نظر نہیں آتا کہ نہایت لطیف و غیر لطیف میں اس کی کاریگری کا اثر و نشان اور چھوٹے جانداروں میں جیسے مچھر۔ جرجس کی خلق لطیف میں اور ان جانداروں میں جو ان دونوں سے چھوٹے ہوں جن کو آنکھیں واضح طور پر نہیں دیکھ سکتیں بلکہ ان کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے نر و مادہ اور پہلے پیدا شدہ اور بعد میں پیدا ہونے کا فرق معلوم نہیں ہوسکتا۔ پس جب ہم نے ان چھوٹی ہستیوں میں اس کے لطف کو باہم جفتی کی رہنمائی، موت سے بھاگنا اور جو سمندروں کی تہوں میں اور درختوں کی چھال، بیابانوں اور چٹیل بے آب و گیاہ میدانوں میں ان کے لئے درست و بہتر ہوتا ہے۔ جمع ہوجانا اور ایک دوسرے کی بولی کو سمجھنا اور ان کے بچوں کا ان کی بولی کو سمجھنا اور ان کی غذا کو اپنے بچوں کو طرف منتقل کرنا پھر ان کا سرخ رنگ کا زرد رنگ کے ساتھ اور سفیدی کا سرخ کے ساتھ ملا ہوا ہونا اور وہ جن کی پوری خلقت کو ہماری آنکھیں نہیں ظاہر کرسکتی ہیں اور نہ ان کو ہماری آنکھیں دیکھ سکتی ہیں اور نہ ہمارے ہاتھ ان کا لمس محسوس کرسکتے ہیں تو ہم جان گئے کہ اس مخلوق کا خالق لطیف ہے، اور اس نے ان چیزوں کی پیدائش میں لطف سے کام لیا جن کا نام ہم نے رکھا ہے، اس میں اس کو نہ مشق کرنی پڑی اور نہ اسباب و آلات کی۔ اور ہم نے یہ بھی سمجھ لیا کہ وہ ہر شے کا صانع ہے تو پھر اس نے کس چیز سے ان کو بنایا۔ اللہ خالق، لطیف، جلیل نے ان کو بغیر کسی شے کے خلق کیا اور بنایا۔

(۲) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یعقوب کلینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے حسین بن خالد سے، انہوں نے ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام سے روایت بیان کی کہ آپؑ نے فرمایا کہ سمجھ لو، خدا تم کو نیکی سکھائے یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قدیم ہے اور قدیم وہ صفت ہے جو عقلمند کی رہنمائی کرتی ہے اس پر کہ کوئی شے اس سے قبل نہیں ہے اور نہ کوئی شے اس کی ہمیشگی و دوام میں اس کے ساتھ ہے تو ہم پر صفت کے اعجاز کی معیت میں عام عقلاء کے اقرار کے ساتھ ظاہر ہوا کہ اللہ سے پہلے کوئی شے نہیں اور نہ کوئی شے اس کی بقاء و دوام میں اس کے ساتھ ہے اور اس کا قول باطل ہوا جس نے یہ خیال کیا کہ وہ اس کے قبل ہے یا اس کے ساتھ کوئی شے ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی چیز اس کی بقاء میں اس کے ساتھ ہوتی تو یہ درست نہ ہوتا کہ وہ اس کا خالق ہے اس لئے کہ وہ اس کے ساتھ ہمیشہ سے ہے پھر وہ کیوں کر اس کا خالق ہوسکتا ہے جو ہمیشہ سے اس کے ساتھ ہے اور اگر کوئی شے اس سے قبل تھی تو وہ شے اول ہوتی نہ کہ یہ اور اول کے لئے یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ وہ اس اول کا جو دوسرا ہوگیا ہے، اس کا خالق ہو۔

پھر آپؑ نے اللہ تعالیٰ و تبارک کی تعریف ان اسماء سے کی جو مخلوق کے خلق، عبادت گزاری اور ابتداء کے مواقع پر اس کو پکارنے کے لئے کہے جاتے ہیں تو اس نے خود کو **سمیع، بصیر، قادر، قائم، ظاہر، باطن لطیف، خبیر، قوی، عزیز، حکیم، علیم** اور ان سے مشابہ دیگر ناموں سے موسوم کیا۔ پس جبکہ غلو کرنے والوں

اور تکذیب کرنے والوں نے اس کے ناموں میں سے دیکھا اور ہم سے سنا کہ ہم اللہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ کوئی چیز اس جیسی نہیں ہے اور مخلوق میں کوئی شے اس کی ہیئت و کیفیت میں نہیں ہے تو وہ کہنے لگے کہ ہمیں بتایئے کہ جب آپ کا یہ خیال ہے کہ اللہ کی مثل کوئی نہیں ہے اور نہ کوئی اس کے مشابہ ہے تو آپ نے اس کو اس کے اسماء حسنیٰ میں کس طرح شریک کرلیا پھر تم نے ان تمام اسماء سے موسوم بھی کیا؟ تو بیشک یہ اس پر دلیل ہے کہ تم تمام حالات میں یا بعض حالات میں اس کی مثل ہو۔ اس لئے کہ اسماء طیبہ نے تم کو جمع کردیا ہے۔ ان سے کہا گیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بندوں پر اپنے اسماء میں سے کچھ ناموں کو مختلف معانی کے ساتھ لازمی قرار دیا ہے۔ اور یہ اسی طرح جمع ہوتا ہے جس طرح کہ ایک اسم دو مختلف معنوں میں ہوتا ہے اور اس پر دلیل لوگوں کا جائز قول ہے جو ان کے نزدیک شائع و مشہور ہے اور اسی کے ذریعہ اللہ نے مخلوق کو مخاطف کیا اور اسی کے ذریعے ان سے کلام کیا جو عقل و فہم رکھتے ہیں تاکہ ان پر حجت ہوجائے جو انہوں نے اس چیز کے ضائع کرنے میں کھویا ہے۔ اور کبھی آدمی کے لئے کہا جاتا ہے کہ کتا، گدھا، سانڈ، سکرۃ، علقمہ اور شیر اور یہ سب کے سب الفاظ اس کے خلاف اور حالات کے اعتبار سے ہیں۔ یہ الفاظ و اسماء جن معانی کے لئے بنائے گئے تھے، واقع نہیں ہوئے اس لئے کہ انسان نہ شیر ہے اور نہ کتا ہے تو تم اس کو سمجھو۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔

اور ہم اللہ کو بغیر علم حادث کے عالم موسوم کرتے ہیں جس کے ذریعہ اس کو اشیاء کا علم ہوا اور اسی کے ذریعہ اس نے اپنے امر کے زمانہ مستقبل میں اور اس رویہ و فکر کے جس میں وہ خلق کو پیدا کرتا ہے، کی حفاظت پر مدد چاہی اور اسی طرح ماضی میں اپنی مخلوق کی فنا پر مدد چاہی اس سے کہ اگر اس کو یہ علم نہ ہوتا اور وہ مدد نہ کرتا تو وہ جاہل ضعیف ہوتا۔ جس طرح کہ ہم علماء خلق کو دیکھتے ہیں کہ وہ علم حادث کی وجہ سے علم سے مسمیٰ کئے گئے جبکہ وہ اس سے پہلے جاہل تھے اور کبھی کبھی ان سے اشیاء کا علم جدا ہوجاتا ہے تو وہ جہل کی طرف منتقل ہوجاتے ہیں (جاہل کہلاتے ہیں) اور اللہ کا نام عالم اس لئے ہے کہ وہ کسی شے سے ناواقف نہیں۔ علم کے اسم نے خالق اور مخلوق کو یکجا کردیا ہے اور جیسا کہ تم نے دیکھا معنی کے لحاظ سے مختلف ہے۔ اور ہمارے رب کا نام سمیع، ہے نہ وہ کسی ایک حصہ سے آواز کو سنتا ہے، اور نہ اس کے ذریعہ سے دیکھتا ہے جس طرح کہ ہم اپنے کسی ایک حصہ سے سنتے ہیں، اس کی طاقت نہیں رکھتے ہیں کہ اس کے ذریعہ دیکھ سکیں لیکن اس نے بتادیا کہ اس پر آوازیں پوشیدہ نہیں ہیں نہ اس حد پر جو ہم سے موسوم کی گئی ہے۔ لیکن ہم "سمیع" کے نام پر متحد ہوگئے اور معنی کے اعتبار سے مختلف۔ اسی طرح "بصیر" ہے۔ وہ بغیر کسی ایک حصہ کے دیکھتا ہے جس طرح کہ ہم اپنے ایک جزء سے دیکھتے ہیں جس سے اس کے غیر کے بارے میں ہم فائدہ نہیں اٹھاسکتے۔ لیکن اللہ بصیر ہے وہ دیکھے ہوئے شخص وہ وجود سے بے خبر نہیں ہے، یہاں بھی ہم نے اسم کو یکجا کردیا اور معنی میں اختلاف ہوا۔ اور وہ "قائم" ہے اس معنی میں نہیں کہ وہ وسط آسمان (یاہوا) میں اپنی ایک ٹانگ پر

کھڑا اور قیام کئے ہوئے ہے جس طرح کہ اشیاء کھڑی ہوتی ہیں ۔ لیکن اس نے بتایا کہ وہ قائم ہے اور آگاہ کر رہا ہے کہ وہ حافظ (ذمہ دار) جس طرح کہ تمہارا کہنا ، فلاں آدمی ہمارے کام کا ذمہ دار ہے ، اور اللہ تو ہر نفس نے جو کمایا ہے اس پر قائم ہے ۔ اور وہ نیز باقی لوگوں کے کلام میں قائم ہے ۔ وہ قائم بھی کفایت کے متعلق آگاہ کرتا ہے ۔ جس طرح کسی آدمی کے لئے تمہارا یہ کہنا کہ تم فلاں امر کے لئے کھڑے ہوجاؤ یعنی اس کی کفایت کرو اور ہم میں سے ہر قائم اپنی ٹانگ پر کھڑا ہے تو ہم اسم میں تو جمع ہوگئے اور معنی میں یکجا و متحد نہیں ہوئے لیکن لطیف کا اسم وہ قلت ، کمزوری اور چھوٹا ہونے کے اعتبار سے نہیں ہے ۔ بلکہ یہ اشیاء میں نفاذ (پورا اترنے) کے لئے ہے اور ناممکن بنانے کے لئے اس کا ادراک کیا جاسکے ۔ جیساکہ تمہارا یہ کہنا کہ مجھ سے یہ امر لطیف ہوا اور فلاں شخص اپنے مذہب (رائے) اور قول میں باریک بات کا جاننے والا ہے ، یہ تم کو بتائے گا کہ اس نے قول کو دقیق اور پیچیدہ بنایا ہے جس نے عقل کو مغلوب کرلیا اور طلب فوت ہوگئی اور وہ تہہ تک پہنچے ، سہل و نرم طریقہ کی طرف مائل ہوا جس کا وہم ادراک نہیں کرسکتا ۔ پس اسی طرح اللہ کا لطف ہے اس کی ذات بابرکت و بلند ہے ۔ اس سے کہ اس کا ادراک کسی حد سے کیا جائے یا کسی وصف سے محدود کردیا جائے ۔ ہماری لطافت حقیر و قلیل ہے ۔ ہم اسم میں جمع متحد ہیں اور معنی کے اعتبار سے مختلف ہیں ۔ لیکن خبیر وہ ہے کہ کوئی شے اس سے پوشیدہ نہیں اور نہ کوئی شے اس سے تجاوز کرے جو اشیاء پر تجربہ و آزمائش سے متعلق نہ ہو جو اس کو علم کے طور پر تجربہ اور اعتبار فائدہ پہنچائے اور اگر یہ دونوں نہ ہوں تو اس کو علم ہی نہ ہو اس لئے کہ جو ایسا ہوگا وہ جاہل ہوگا ۔ اور اللہ ہمیشہ سے اس چیز سے جو اس نے پیدا کی خبیر (واقف) ہے ۔ اور انسانوں میں خبیر و آگاہ وہ شخص ہے جو متعلم کے جہل سے آگاہی حاصل کرنے والا ہو ۔ ہم اسم میں تو یکجا ہیں اور معنی کے لحاظ سے مختلف ہیں ۔ لیکن ظاہر وہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس نے خود کو اشیاء کے اوپر سوار ہو کر اور ان پر بیٹھ کر اور ان کی کھیتیوں کو شگوفہ دار بنا کر بلند کیا بلکہ یہ اشیاء پر اس کے قہر و غلبہ اور قدرت کی وجہ سے ہوا ۔ اس آدمی کے قول کی طرح کہ میں اپنے دشمنوں پر ظاہر ہوا اور اللہ نے مجھ کو دشمن پر غالب کیا جو بتاتا ہے کہ اس سے فتح و غلبہ مراد ہے پس اسی طرح اللہ کا دشمنوں پر ظہور و غلبہ ہے ۔

اور ایک دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ اس شخص پر ظاہر ہے جس نے اس کا ارادہ کیا ۔ کوئی شے اس پر پوشیدہ نہیں اور یہ کہ وہ تمام مخلوق اشیاء کا مدبر ہے ۔ پھر کون سا ظاہر اللہ تعالیٰ سے زیادہ ظاہر واضح ہے ۔ اور بیشک تم اس کی بنائی ہوئی اشیاء کو معدوم نہیں کرسکتے جہاں کہیں تم دیکھو تم میں اس کے آثار ہیں جو تم کو بے نیاز کرتے ہیں اور ہمارا ظاہر بذات خود واضح اور اپنی حد میں معلوم ہے تو ہم نے اسم کو جمع کردیا اور معنی میں جمع نہیں کیا ۔ لیکن باطن ، اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ اشیاء کی تہہ تک پہنچنے کے لئے ان میں ڈوب جائے (غور و فکر کرے) بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اشیاء کی تہہ تک باعتبار علم و حفاظت اور تدبیر پہنچے جس طرح کسی قائل (کہنے والے) کا یہ کہنا کہ میں اس کی تہہ تک

پہنچنے کے لئے ان میں ڈوب جائے (غور و فکر کرے) بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اشیاء کی تہہ تک، باعتبار علم و حفاظت اور تدبیر پہنچ جس طرح کسی قائل (کہنے والے) کا یہ کہنا کہ میں اس کی تہہ تک پہنچ گیا یعنی میں نے اس کو تجربہ کیا اور اس کے پوشیدہ راز سے واقف ہو گیا۔ اور ہمارا باطن، کسی شے میں جذب ہونے اور اس سے پوشیدہ ہونے کے معنی میں ہے۔ تو ہم اسم میں مستور ہو گئے لیکن معنی میں مختلف ہوئے۔ پھر "قاہر" کے معنی علاج، نصیب، احتیال (حیلہ گری)، مدارات اور مکر کے نہیں ہیں جس طرح کہ بعض لوگ بعض اشخاص پر قہر و غلبہ کرتے ہیں۔ پھر ان میں سے مغلوب غالب اور غالب مغلوب ہو جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جو تمام مخلوق پیدا کی وہ اپنے فاعل (کرنے والے) کے سامنے سرنگوں و عاجز ہے اور اس نے جس چیز کا ارادہ کیا۔وہ اس کے لئے ناممکن نہیں ہے اور پلک نہیں جھپکتی ہے کہ وہ اس کے لئے کہا ہے کہ ہو جا پھر وہ ہو جاتی ہے اور ہم میں قاہر اسی طرح کے ہیں جس طرح ہم نے اس کا ذکر و صف کیا ہے تو ہم اس کے اعتبار سے مستور ہیں اور معنی کے اعتبار سے مختلف۔ اسی طرح تمام اسماء ہیں اگرچہ ہم نے تمام ناموں کا تذکرہ نہیں کیا نیز یہ کہ اعتبار و غور کے لئے کافی ہے وہ بات جو ہم نے تم تک پہنچائی ہے۔ اللہ ہمارا اور تمہارا رہنمائی و توفیق میں معاون و مددگار ہے۔

(۳) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یعقوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن محمد نے بیان کیا، ان سے صالح بن ابی حماد نے، ان سے حسین بن یزید نے، ان سے حسن بن علی بن ابو حمزہ نے، ان سے ابراہیم بن عمرو نے، ان سے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسم کو حروف کے ساتھ خلق کیا اور وہ خود عزوجل بذریعہ حروف معنوت و موصوف ہے اور لفظ کے ساتھ بغیر گفتگو کے ہے اور بغیر جسم وجسد کے شخص ہے اور تشبیہ کے ساتھ غیر موصوف ہے بغیر رنگے ہوئے رنگ کے ساتھ ہے، اس سے سمتوں کی نفی کی گئی ہے اس سے حدیں دور ہیں، ہر خیال و فکر کرنے والے کی حس سے پوشیدہ ہے۔ بغیر چھپے ہوئے پردہ میں ہے۔ پھر اس کو چار اجزاء پر ایک ساتھ کلمہ تامہ قرار دیا۔ ان میں سے کوئی ایک آخر سے پہلے نہیں ہے۔ اس کلمہ تامہ سے یہ سبب احتیاج خلق تین اسماء کو ظاہر کیا اور ان میں سے ایک کو حجاب میں رکھا اور وہاں تین اسماء میں سے جو ظاہر کئے گئے ایک اسم پوشیدہ و محفوظ ہے۔ پس ظاہر اللہ تبارک و تعالیٰ ہے اور اس نے ہر اسم کے لئے چار ارکان کو مسخر کر دیا۔ اس طرح بارہ رکن ہوئے۔ پھر ہر رکن کے لئے ان میں سے تیس اسماء خلق کئے جن کی نسبت سے وہ گنتی میں زیادہ ہو گئے۔ وہ رحمن، رحیم، ملک، قدوس، خالق، باری، مصور، حی، قیوم، لاتاخذہ سنتہ ولا نوم، علیم، خبیر، سمیع، بصیر، حکیم، عزیز، جبار، متکبر، علی، عظیم، مقتدر، قادر، سلام، مومن، مہیمن، باری، منشی، بدیع، رفیع، جلیل، کریم، رزاق، محیی، ممیت، باعث، وارث ہیں پھر یہی اسماء اور وہ جو اسماء حسنیٰ

میں سے ہیں تین سو ساٹھ نام پورے ہوگئے ۔ وہ ان تین اسماء کی طرف منسوب ہیں اور یہی تین اسماء ایک پوشیدہ و محفوظ اسم کے ارکان اور پردے ہیں اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے **قل ادعوا اللہ اواد عوا الرحمن ایاماً ماتدعوا فلہ الا سماء الحسنیٰ** (سورۃ بنی اسرائیل ۔ آیت ۱۱۰) " تم کہہ دو کہ اس کو اللہ کہو یا رحمن کہہ کر پکارو جس طرح بھی پکارو اس کے اچھے نام ہیں ۔"

(۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے احمد بن ادریس نے بیان کیا، انہوں نے حسین بن عبیداللہ سے، انہوں نے محمد بن عبداللہ اور موسیٰ بن عمرو اور حسن بن علی بن ابو عثمان سے، انہوں نے ابن سنان سے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن رضا (امام علی رضا) علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا اللہ قبل تخلیق مخلوقات اپنے نفس سے واقف تھا؟ آپؑ نے فرمایا ہاں، میں نے عرض کیا کہ وہ اس کو دیکھ اور سن رہا تھا۔ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ اس کا محتاج نہیں ہے کیونکہ وہ اس سے نہ سوال کرتا ہے اور نہ اس سے طلب رکھتا ہے وہ اس کا نفس ہے اور اس کا نفس وہ خود ہے۔ اس کی قدرت جاری و ساری ہے، وہ اس کا محتاج نہیں کہ اپنی ذات کا نام رکھے لیکن اس نے اپنے نفس کے لئے کچھ اسماء منتخب کئے جو دوسرے اس کو ان ناموں سے پکاریں۔ اس لئے کہ جب اس کے نام سے نہیں پکارا جائے گا تو وہ پہچانا نہیں جائے گا۔ سب سے پہلے اس نے اپنے لئے علی عظیم کو پسند کیا اس لئے کہ وہ تمام اشیاء سے بلند و بالا ہے۔ پھر اس کا مقصود اللہ ہے اور اس کا نام علی عظیم ہے جو تمام اسماء میں پہلا نام ہے وہ اس لئے علی ہے کہ ہر شے سے بلند ہے۔

(۵) اور ان ہی اسناد کے ساتھ محمد بن سنان سے انہوں نے کہا کہ میں نے اسم کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کیا ہے تو آپؑ نے فرمایا وہ موصوف کی صفت ہے۔

(۶) ہم سے علی بن احمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن اسمعیل سے، انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے، انہوں نے بکر بن صالح سے، انہوں نے علی بن حسن بن محمد سے، انہوں نے خالد بن یزید سے، انہوں نے عبدالاعلیٰ سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے، انہوں نے فرمایا" اللہ کا نام اللہ کا غیر ہے اور تمام اشیاء پر شے کا اسم بولا جاتا ہے وہ اللہ کے علاوہ مخلوق ہے۔ لیکن جس کی زبانیں تعبیر کرتی ہیں اور جن میں ہاتھوں کا عمل دخل ہوتا ہے تو وہ مخلوق ہیں۔ اور اللہ ہر غایت خواہ کی غایت و انتہا ہے اور بغیر غایت کے مقصد غایت ہے۔ غایت وصف کردہ ہے اور ہر موصوف مصنوع ہے اور اشیاء کا صانع حد مسمیٰ کے ساتھ غیر موصوف ہے، وہ پیدا نہیں ہوا کہ جس کا وجود اس کے غیر کی صناعت سے پہچانا جائے۔ وہ کسی غایت تک منتھی نہیں مگر وہ اس کا غیر ہے۔ وہ کبھی عاجز نہیں ہوتا جس نے اس حکم کو سمجھا اور یہی توحید خالص ہے پس اللہ کی اجازت سے اس کی رعایت کرو (حفاظت کرو)، اس کی تصدیق کرو اور اس کو اچھی طرح سمجھو جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ وہ اللہ کو کسی حجاب کے ساتھ یا کسی صورت یا مثال کے ساتھ پہچانتا ہے تو وہ مشرک ہے

اس لئے کہ حجاب و مثال اور صورت اس کا غیر ہیں ۔ حالانکہ وہ واحد و یکتا ہے ۔ وہ کس طرح واحد ہو سکتا ہے جو شخص یہ خیال کرے کہ اس نے اس کے غیر سے اس کو پہچانا ہے ۔ اللہ کو اسی نے پہچانا جس نے اس کو اللہ کے ذریعہ و مدد سے پہچانا ۔ اور جس نے اس کے ذریعہ سے نہیں پہچانا تو وہ اس کو نہیں پہچانتا ہے وہ تو اس کے غیر کو پہچانتا ہے ۔ خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی شے نہیں ہے کیونکہ اللہ اشیاء کا خالق بغیر کسی شے کے ہے اور اللہ کو اس کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے اور وہ ان اسماء کا غیر ہے اور اسماء اس کا غیر ہے ۔

(۷) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے محمد بن بشر نے ، انہوں نے ابو ہاشم جعفری سے ، انہوں نے کہا کہ میں ابو جعفر ثانی (امام موسیٰ کاظم) علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آپؑ سے دریافت کیا کہ مجھے بتلایئے کہ کتاب خدا میں رب تبارک و تعالیٰ کے اسماء و صفات ہیں تو کیا اس کے اسماء و صفات ہی اس کی ذات ہے ؟ ابو جعفر ثانی (امام موسیٰ کاظم) علیہ السلام نے فرمایا کہ اس فقرے کے دو مقصود ہیں ۔ اگر تمہارا کہنا یہ ہے کہ یہ اسماء و صفات اس کی ذات ہیں یعنی یہ کہ وہ عدد و کثرت والا ہے تو اللہ اس سے بلند و بالا ہے ۔ اور اگر تم نے یہ کہا کہ یہ صفات و اسماء ازلی ہیں تو یہ اس ازلی ہونے کے دو معنی ہیں پس اگر تم نے یہ کہا کہ یہ اسماء و صفات ہمیشہ سے اس کے علم میں ہیں اور وہ ان کا مستحق ہے تو یہ درست ہے ۔ اور اگر تمہارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان صفات و اسماء کی تصویر ، ان کی ہجیں اور ان کے حروف کے ٹکڑے ہمیشہ سے ہیں تو اللہ کی پناہ کہ کوئی شے جو اس کی غیر ہو اس کے ساتھ ہو ۔ بلکہ اللہ تھا اور کوئی نہ تھی ۔ پھر اس نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان ان صفات و اسماء کو وسیلہ بنا کر پیدا کیا کہ جن کے ذریعے وہ اللہ سے عجز و نیاز کا اظہار کرتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں اور یہی اس کا ذکر ہے ۔ اللہ تھا اور اس کا ذکر نہ تھا ، اور جس کا ذکر کیا گیا وہ قدیم اللہ ہے جو لم یزل ہے اور اسماء و صفات معانی کی مخلوقات ہیں ۔ اور ان کے معنیٰ و مراد وہی اللہ ہے جو لائق اختلاف و ائتلاف (مطابقت) نہیں ۔ اس میں تو متجزی اختلاف و مطابقت کرتا ہے ۔ پھر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ، اللہ مطابقت و ہم آہنگی کرنے والا ہے اور نہ اللہ کثیر و قلیل ہے لیکن وہ اپنی ذات میں قدیم ہے کیونکہ واحد ، کے علاوہ سب اجزاء والے ہیں اور اللہ واحد ہے وہ اجزاء والا نہیں ہے اور نہ اس کے بارے میں قلت و کثرت کا وہم کیا جاسکتا ہے ہر متجزی اور قلت و کثرت کا تواہم کردہ مخلوق ہوتا ہے جو اپنی خلقت پر اپنے خالق کی رہنمائی کرتا ہے ۔ لہٰذا تمہارا یہ کہنا کہ اللہ قدیر ہے ، تو تم نے آگاہ کیا کہ کوئی شے اس کو عاجز نہیں کرتی پھر تم نے اس کلمہ کے ذریعے عجز کی نفی کی اور عجز کو دوسروں کے لئے قرار دیا ۔ اور اسی طرح تمہارا یہ قول کہ وہ عالم ہے ، تو اس کلمہ سے تم نے جہل کی نفی کی اور جہل کو دوسروں کے لئے قرار دیا ۔ پس جب اللہ اشیاء کو فنا کرے گا تو صورتیں ، ہجے اور تقطیع حروف کو فنا کردے گا اور وہی ہمیشہ رہے گا جو ہمیشہ سے عالم ہے ۔

اس شخص نے کہا کہ ہمارا رب کس طرح "سمیع" کہا گیا؟ آپ نے فرمایا کہ اس کو سمیع اس لئے کہا گیا کہ جو کچھ کانوں کے ذریعے ادراک کیا جاتا ہے وہ اس پر پوشیدہ نہیں اور ہم نے اس سمع عقلی سے اس کا وصف بیان نہیں کیا جو سر میں ہے۔ اسی طرح ہم نے اس کا نام بصیر رکھا کیونکہ جو کچھ آنکھوں سے رنگ، شخص وغیرہ کے متعلق دیکھا جاتا ہے وہ اس سے پوشیدہ نہیں اور ہم نے اس کا وصف آنکھ کے باطنی حصہ کی نظر سے نہیں کیا۔ اور اسی طرح ہم نے اس کو "لطیف" کا نام دیا اس وجہ سے کہ اس کو لطیف شے مثلاً مچھر یا اس سے بھی چھوٹی اور حقیر ترین شے کا علم ہے، اس کی تزخی ہوئی جگہ، شعور، شہوت، افزائش نسل اور اس کی اپنی نسل سے محبت، ان کا ایک دوسرے کو کھانا اور ان کا اپنے بچوں کو پہاڑوں، میدانوں، وادیوں اور چٹیل میدانوں میں کھانا، پانی پہنچانا، ان سب باتوں کا اس کو علم ہے تو ہم نے سمجھ لیا کہ ان کا خالق بغیر کیفیت کے لطیف ہے اور کیفیت مخلوق پر طاری کردہ کیفیت کے لئے ہے اور اسی طرح ہمارے رب کا نام "قوی" رکھا گیا جو بغیر سخت گرفت کی قوت کے ہے جو مخلوق میں پائی جاتی ہے۔ اور اگر خدا کی قوت مخلوق کی مشہور گرفت کی قوت ہوتی تو تشبیہ واقع ہوتی اور زیادتی کا احتمال ہوتا۔ اور جس چیز میں زیادتی کا احتمال ہوتا تو نقصان و کمی کا بھی احتمال ہوتا۔ اور جو ناقص ہوتا ہے وہ غیر قدیم ہوتا ہے۔ اور جو غیر قدیم ہوتا ہے تو وہ عاجز ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ہمارا رب کسی کے مشابہ نہیں اور اس کی نہ کوئی ضد ہے اور نہ مثل ہے۔ نہ اس میں کیف ہے اور نہ نہایت ہے نہ حدیں نہ سمتیں ہیں۔ قلوب کے لئے ناممکن ہے کہ اس کی تمثیل بیان کرسکیں اور اوہام اس کی حدبندی کرسکیں اور ذہن و شعور کے لئے حرام ہے کہ اس کی کیفیت کو بیان کرسکیں۔ وہ اپنی مخلوق کے اسباب و آلات اور اپنی مخلوق کی سمتوں اور راستوں سے بہت بڑھ کر ہے اور وہ اس سے کہیں زیادہ بلند و بالا ہے۔

(۸) ہم سے احمد بن حسن قطان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن یحییٰ بن ذکریا قطان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے بکر بن عبداللہ بن حبیب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے تمیم بن بہلول نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوالحسن عبدی سے، انہوں نے سلیمان بن مہران سے، انہوں نے صادق جعفرؑ بن محمد سے انہوں نے اپنے والد محمدؑ بن علیؑ سے، انہوں نے اپنے والد علیؑ بن حسینؑ سے، انہوں نے اپنے والد حسینؑ بن علیؑ سے انہوں نے اپنے والد علیؑ بن ابوطالب علیہم السلام سے، انہوںؑ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ سو (۱۰۰) ہوتے مگر وہ ایک کے علاوہ۔ جس نے ان کو شمار کیا (سمجھا) وہ جنت میں داخل ہوا۔ وہ نام یہ ہیں۔ **اللہ، الالٰہ، الواحد، الاحد، الصمد، الاول، الآخر، السمیع، البصیر، القدیر، القاہر، العلی، الاعلیٰ، الباقی، البدیع، الباری، الاکرم، الظاہر، الباطن، الحی، الحکیم، العلیم، الحلیم، الحفیظ، الحق، الحسیب، الحمید، الحفی، الرب، الرحمن، الرحیم، الذاری، الرزاق، الرقیب، الرؤوف، الرائی، السلام، المومن، المہیمن، العزیز**

الجبار ، المتکبر ، السید ، السبوح ، الشهید ، الصادق ، الصانع ، الطاهر ، العدل ، العفو ، الغفور ، الغنی ، الغیاث ، الفاطر ، الفرد ، الفتاح ، الفالق ، القدیم ، الملک ، القدوس ، القوی ، القریب ، القیوم ، القابض ، الباسط ، قاضی الحاجات ، المجید ، المولیٰ ، المنان ، المحیط ، المبین ، المقیت ، المصور ، الکریم ، الکبیر ، الکافی ، کاشف الضر ، الوتر ، النور ، الوهاب ، الناصر ، الواسع ، الودود ، الهادی ، الوفی ، الوکیل ، الوارث ، البر ، الباعث ، التواب ، الجلیل ، الجواد ، الخبیر ، الخالق ، خیر الناصرین ، الدیان ، الشکور ، العظیم ، اللطیف ، الشافی ۔

(۹) ہم سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے بیان کیا ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے ابو الصلت عبدالسلام بن صالح ہروی سے ، انہوں نے علی بن موسیٰ الرضاؑ (امام علی رضا) علیہ السلام سے ، انہوں نے اپنے والد بزرگوارؑ سے ، انہوں نے اپنے آباءؑ سے ، انہوں نے علی (ابن ابی طالب) علیہم السلام سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کے ننانوے نام ہیں ، جس نے ان ناموں کی مدد سے دعا کی تو اس کی دعا مستجاب ہوئی اور جس نے ان کو صحیح طور پر سمجھا وہ جنت میں داخل ہوا ۔

محمد بن علی بن حسین مؤلف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول " بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جس کسی نے ان اسماء کا احصاء کیا وہ جنت میں داخل ہوا " کے معنی یہ ہیں کہ ان اسماء کا احصاء ۔ ان کا احاطہ کرنا اور ان کے معانی سے واقف ہونا ہے ۔ اور احصاء کے معنی شمار کرنا اور گنتی کرنے کے نہیں ہیں اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق ہے ۔ **واللہ ، الالہ** ، اللہ اور الہ عبادت کے مستحق ہیں اور عبادت واجب نہیں ہے مگر اس کے لئے ، اور تم کہتے ہو **لم یزل الھا** اس معنی میں کہ اسی کے لئے عبادت واجب ہے ۔ اور اسی وجہ سے جب مشرک گمراہ ہوئے تو انہوں نے فیصلہ کرلیا کہ عبادت بتوں کے لئے ضروری ہے جس کا نام انہوں نے **الھۃ** رکھا اور **الھۃ** کی اصل وہی عبادت ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی اصل **الالہ** ہے ۔ **الہ الرجل یا لہ الیہ** ایک ضرب المثل ہے یعنی جو مصیبت نازل ہوئی اس نے اس پر بہت جزع فزع کی ۔ اور **الھہ** یعنی اس کی فریاد رسی کی ۔ اور اس کی مثال کلام سے ہے اور **الامام** تو ایک کلمہ میں دو ہمزہ جمع ہوگئے جن کا کثرت کے ساتھ استعمال ہوا اور ان کو ثقیل و گران بنا دیا پھر انہوں نے اصلیت (بنیاد) کو حذف کردیا کیونکہ جو کچھ باقی بچا تھا انہوں نے اس پر دلالت کرتا ہوا پایا ۔ پھر دو لام (ل) جمع ہوگئے تو ان کے پہلے کو دوسرے میں مدغم کردیا ۔ تو وہ تمہارے کہنے میں لام (ل) منتقل ہوگیا ۔ یعنی اللہ (الواحد ، الاحد) الاحد کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی ذات میں ایک ہے جو نہ حصوں والا ہے نہ اجزاء و اعضا والا ہے نہ

اس پر شمار و اختلاف جائز ہے اس لئے کہ اشیاء کا اختلاف اس کی وحدانیت کی نشانیوں میں ہے جن سے وہ اپنی ذات پر دلالت کرتا ہے، کہا جاتا ہے کہ اللہ ہمیشہ سے واحد ہے اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ واحد ہے جس کی کوئی نظیر نہیں پس کوئی غیر اس کی وحدانیت میں شریک نہیں ۔ اس لئے کہ جس کی نظیریں اور شبیہیں ہوں تو وہ حقیقت میں واحد نہیں ہوتا ۔ اور یہ بھی مقولہ ہے کہ فلاں لوگوں میں ایک ہے یعنی اس کا کوئی مثل نہیں جس میں اس کا وصف بیان کیا جائے ۔ اور اللہ بغیر عدد کے واحد ہے اس لئے کہ اس کا شمار اجناس میں نہیں کیا جاتا ہے لیکن وہ واحد ہے جس کی کوئی نظیر نہیں ۔

اور بعض حکماء نے واحد اور احد کے بارے میں فرمایا ہے کہ کہا گیا ہے کہ وہ واحد ہے کیونکہ وہ تنہا و اکیلا ہے ۔ وہ اول ہے جس کے ساتھ کوئی دوسرا نہیں ۔ پھر اس نے مخلوق کو پیدا کیا جو سب کی سب ایک دوسرے کی محتاج ہیں ۔ حساب میں واحد کے عدد سے پہلے کوئی شے نہیں ہے ۔ بلکہ وہ ہر عدد کے پہلے ہے ۔ واحد کو جس طرح چاہیں گردش دیں اس کا جزء جزء کریں تو اس میں نہ زیادتی ہوگی اور نہ اس میں ذرا بھی کمی ہوگی ۔ تم کہو گے کہ واحد واحد ہونے میں واحد ہے نہ اس پر زیادتی ہوئی اور نہ لفظ واحد ہونے سے متغیر ہوا ۔ پس اس نے اس پر دلالت کی کہ کوئی شے اس سے قبل نہیں ۔ اور جب اس امر پر دلالت کی کہ کوئی شے اس سے قبل نہیں تو اس امر پر دلالت کی کہ وہ شے کو پیدا کرنے والا ہے ۔ اور جب وہ شے کا حادث کرنے والا ہے تو اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ شے کا فنا کرنے والا ہے ۔ اور جب وہ شے کا فنا کرنے والا ہے تو یہ بات ثابت ہوئی کہ کوئی شے اس کے بعد نہیں ہے ۔ پھر جب کوئی شے اس سے قبل و بعد نہیں ہے تو وہ ازل سے اکیلا ہے، اسی وجہ سے کہا گیا کہ وہ واحد ہے احد ہے، اور احد، میں ایک خصوصیت ہے جو واحد، میں نہیں ہے ۔ تم کہتے ہو کہ گھر میں کوئی ایک نہیں ہے ۔ تو ہوسکتا ہے کہ جانداروں میں سے یا پرندوں میں سے یا درندوں میں سے یا انسانوں میں سے گھر کے اندر کوئی ایک نہ ہو اور واحد بعض لوگ اور لوگوں کے علاوہ ہوں ۔ اور جب تم نے کہا کہ گھر میں کوئی نہیں ہے تو (احد) وہ آدمیوں کے لئے مخصوص ہے نہ کہ دوسرے تمام جانداروں کے لئے اور " واحد " کا لفظ ضرب، گنتی اور تقسیم میں اور حساب کی کسی شے میں داخل ہونے کے لئے ناممکن و محال ہے ۔ اور وہ احدیت کے ذریعے یگانہ و یکتا ہے ۔ اور " واحد " کا لفظ عدد و تقسیم اور ان دونوں کے علاوہ راستہ ہے جو حساب میں داخل ہے ۔ تم کہتے ہو ۔ ایک، دو، تین تو یہ عدد ہیں اور واحد عدد کی علت ہے جو عدد سے خارج ہے اور عدد نہیں ہے ۔ تم کہتے ہو کہ ایک دو یا تین اور اس کے اوپر تو یہ ضرب ہے اور تمہارا یہ کہنا کہ دو یا تین کے درمیان ایک ہے اور ہر ایک کے لئے دو میں سے نصف اور تیسرے میں سے ثلث ہے تو یہ تقسیم ہے ۔ اور احد ان سب کے لئے محال و ناممکن ہے ۔ احد و اثنان اور نہ احد احد میں اور نہ واحد احد میں نہیں کہا جاسکتا اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ احد دو کے درمیان ہے ۔ احد واحد اور ان دونوں کے علاوہ یہ تمام الفاظ وحدت سے مشتق ہیں ۔

(الصمد) صمد کے معنی سید کے ہیں اور جس نے اس معنی کو مراد لیا تو اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ ہمیشہ سے صمد ہے ۔ اور صمد، اس سید کے لئے بولا جاتا ہے جو اپنی قوم میں اطاعت کردہ ہو اور وہ اس کے علاوہ کسی امر کا فیصلہ نہیں کرتے ۔ اور شاعر نے کہا کہ ۔

علوته بحسام ثم قلت له خذها حذيف فانت السيد الصمد

ترجمہ :۔ میں نے اس کو تلوار سے مارا پھر میں نے اس سے کہا کہ حذیف اس کو تم لے لو کیونکہ تم سید صمد ہو (یعنی تم ایسے سردار ہو جس کی اطاعت کی جائے)

صمد کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ جس کی طرف حاجتوں میں قصد کیا جائے ۔ کہا جاتا ہے کہ " میں نے اس کام کا قصد کیا ۔ یعنی میں نے اس کی طرف پوری توجہ کی ۔ اور جس نے یہ معنی مراد لئے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ یہ کہے کہ وہ ہمیشہ سے مقصود ہے ۔ اس لئے کہ اس نے اللہ عزوجل کی تعریف ایسی صفت کے ساتھ کی ہے جو اس کے فعل کی صفات میں سے ہے اور وہ صحیح رائے والا بھی ہو " صمد " وہ ہے جس کا جسم نہ ہو اور نہ اس کے لئے کشادگی و کھوکھلا پن ہو ۔

(اس کتاب کے مؤلف فرماتے ہیں) میں نے اسی کتاب میں **قل ھو اللہ احد** کی تفسیر میں صمد کے دوسرے معنی بیان کئے ہیں کہ جس کا اعادہ اس باب میں ضروری نہیں سمجھا ۔

(**الاول والاخر**) اول و آخر ان دونوں کے معنی یہ ہیں کہ وہ اول بغیر ابتداء کے ہے اور آخر بغیر انتہا کے ہے ۔

(**السمیع**) سمیع کے معنی یہ ہیں کہ جب مسموع پایا جائے تو اس کے لئے ایک سامع ہو ۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ دعا کا سننے والا ہے یعنی دعا کا قبول کرنے والا ہے ۔ لیکن ایک سامع ایک مسموع کی طرف تجاوز کرتا ہے جس کا وجود ضروری ہے ۔ اور یہ معنی لم یزل کے لئے جائز نہیں اور باری تعالیٰ سمیع بالذات ہے ۔

(**البصیر**) بصیر کے معنی یہ ہیں کہ جب دکھائی ہوئی اشیاء کے لئے کوئی دیکھنے والا ہو ۔ اسی وجہ سے یہ کہنا درست ہے کہ وہ ہمیشہ سے بصیر ہے ۔ اور یہ درست نہیں کہ کہا جائے کہ وہ ہمیشہ دیکھنے والا ہے اس لئے کہ وہ دیکھی ہوئی شے کی طرف تجاوز کرتا ہے جس کے لئے وجود ضروری ہے ۔ لغت میں بصارت بصیر کا مصور ہے اور اللہ عزوجل ذاتی طور پر بصیر ہے ۔ ہمارا وصف کرنا اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے کہ وہ سمیع بصیر ہے ۔ نہیں ہے اس وصف کے ساتھ کہ وہ عالم ہے بلکہ اس کے معنی وہی ہیں کہ وہ مدرک ہے جس کا تذکرہ ہم نے پہلے کیا ہے اور یہ صفت ہر زندہ کی صفت ہے جس کے ساتھ کوئی آفت اور مصیبت نہ ہو ۔

(**القدیر، القاھر**) قدیر اور قاہر ان دونوں کے معنی یہ ہیں کہ اشیاء اس سے رکنے کی طاقت نہیں رکھتیں او

اس چیز سے جو وہ ان میں نافذ کرنا چاہتا ہے۔ اور کبھی کہا گیا کہ قادر وہ ہے جس کا فعل درست ہو جبکہ وہ فعل ممنوع کے حکم میں نہ ہو۔ اور "قہر" غلبہ ہے اور قدرت تمہارے قول کا مصدر ہے۔ **قدر قدرۃ** (وہ قدرت سے قادر ہوا) یعنی وہ مالک و غالب ہوا پس وہ قدیر و قادر مقتدر ہے۔ اور اس کی قدرت اس چیز پر ہے جو ابھی ایجاد نہیں ہوئی اور اس کا اقدار اس کی ایجاد پر ہے، وہ اس کا قہر اور ملکیت و قبضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "**مالک یوم الدین**" اور یوم الدین بعد میں ایجاد نہیں کیا گیا۔ اور کہا جاتا ہے کہ وہ عزوجل ہمیشہ سے قاہر ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اشیاء ممتنع الحصول اور اس سے جو وہ ان میں نافذ کرنا چاہتا ہے، طاقت نہیں رکھتی ہیں۔ وہ ہمیشہ ان پر مقتدر رہا اور وہ موجود نہیں تھیں جیسا کہ کہا گیا "**مالک یوم الدین**" اور یوم الدین بعد میں موجود نہیں ہوا۔

(**العلی الاعلیٰ**) علی کے معنی قاہر کے ہیں پس اللہ علی، ذوالعلی، والعلاء والتعالی ہے۔ یعنی وہ قدرت و قہر و اقتدار والا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مالک اقتدار بہت بلند ہوا اور ہر شے کے لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بلند ہوئی۔ **علا یعلو علوا** اور **علی یعلیٰ علاء** اور **معلاۃ** (بلندی) شرافت کا حاصل کردہ اور وہ معالی، سے ماخذ ہے۔ ہر شے کی بلندی اس کا اعلیٰ حصہ ہے۔ علو عین کے پیش اور زیر کے ساتھ ہے اور فلاں شخص لوگوں میں شریف ہے اور وہ اسم ہے ارتفاع اور صعود و ہبوط کے معنی اللہ تبارک و تعالیٰ سے نفی کردہ ہیں۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ مشابہہ و ہم مثل اشیاء سے اور ان باتوں سے جن میں جاہلوں کے وسوسے شامل ہوتے ہیں اور جن کی طرف راہ حق سے منحرف لوگوں کی فکر کے تیر چلتے ہیں، بلند و بالا ہے، پس وہ خدا اس سے بہت بلند و بالا ہے جو ظالم لوگ کہتے ہیں۔ مگر "اعلیٰ" تو اس کے معنی، علی اور قاہر کے ہیں، اس کی تائید خود قول الہیٰ سے ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے۔ **لاتخف انک انت الاعلیٰ** (سورہ طہٰ۔ آیت ۶۸) "تم خوف نہ کرو بے شک تم ہی قاہر رہو گے" اور مومنین کو قتال پر راغب کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین** (سورۃ آل عمران۔ آیت ۱۳۹) "اور تم سستی نہ دکھاؤ اور حزن نہ کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو تو۔" اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی تائید کررہا ہے **ان فرعون علافی الارض** (سورۃ قصص۔ آیت ۴) "یقیناً فرعون نے زمین (مصر) میں بہت سر اٹھایا" یعنی اس نے ان کو مغلوب کیا اور ان پر قدرت پائی۔ اور اسی معنی میں شاعر نے کہا

فلما علونا و ستوینا علیھم ترکنا ھم صرعیٰ لنسر و کاسر

پس جب ہم ان پر غالب آگئے اور اچھی طرح غلبہ و اقتدار پایا تو ہم نے ان کو پچھاڑا ہوا (مردہ) گدھ اور عقابوں کے لئے چھوڑ دیا۔

اور دوسرے معنی میں یہ ہیں کہ "وہ مشابہ اور ہم مثل اشیاء سے بلند ہے یعنی وہ ان سے محفوظ ہے۔ جیسا کہ اس نے خود فرمایا **وتعلیٰ عما یشرکون** (یونس ۱۸، سورۃ النحل ۱۔۳، المومنون ۹۲، القصص ۶۸، الروم ۴۰، الزمر ۶۷،

" اور وہ اس سے بلند ہے جس چیز سے وہ لوگ اس کا شریک بناتے ہیں ۔"

(الباقی) باقی کے معنی وہ وجود ہے جو بغیر حدث و فنا کے ہو ۔ اور بقاء فناء کی ضد ہے ۔ چیز ہمیشہ باقی رہی ۔ اور کہا جاتا ہے کہ ان میں سے کوئی باقی رہنے والا باقی نہ بچا اور نہ ان کا وقت اللہ سے محفوظ رکھنے والا ہے ۔ اس کی ہمیشگی صفات میں باقی بھی ہے جو نہ ظاہر (ہلاک) ہوتا ہے اور نہ فنا ہوتا ہے ۔

(البدیع) بدیع کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ بغیر کسی مثال کے اشیاء کا خالق وموجد ہے ۔ اور بغیر کسی مثال و پیروی و مشابہت کے اشیاء کا حادث کرنے والا ہے ۔ اور بدیع ، فعیل ، کے وزن پر مفعل کے معنی میں ہے ۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ کا قول ، **عذاب الیم** ہے ۔ اور **مولم** کے (دکھ دینے والا) معنی میں ہے ۔ اور عربوں کا مقولہ ہے " **ضرب و جیع** " (تکلیف دینے والا ضرب) ہے اور **موجیع** (درد پہنچانے والی) کے معنی میں ہے ۔ اسی معنی میں شاعر نے کہا ہے:

امن ریحانة الداعی السمیع یورقنی و اصحابی مجوع

کیا پھولوں کا گلدستہ کل دعا کا سننے والا ہے جو مجھ کو خوش و خرم کرتے ہیں اور میرے ساتھیوں کو دردناک حالت میں ہنسلا کرتے ہیں ۔

تو یہاں **الداعی المسمع** کے معنی **الداعی المسمع** کے ہیں ۔ اور " **یدع** " وہ شے ہے جو ہر کام میں پہلے ہو ۔ اور اسی سے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول ہے " **قل ماکنت بدعاً من الرسل** " (سورۃ احقاف ۔ آیت ۹) " اے رسول تم کہہ دو کہ میں کوئی پہلا رسول تو نہیں ہوں ۔" یعنی میں پہلا بھیجا ہوا رسول نہیں ہوں ۔ اور **بدعته** اسم ہے اس کا جو دین اور اس کے علاوہ چیزوں میں بدعت کی جائے اور کہا جاتا ہے " **لقد جئت با مر بدیع** تم ایک امر بدیع لے کر آئے یعنی ایک انوکھی ایجاد لے کر آئے ۔

(الباری) باری کے معنی یہ ہیں کہ وہ مخلوقات کو عدم سے وجود میں لانے والا ہے ۔ یعنی مخلوقات کا خالق ہے **براهم** ، **یبراهم** یعنی ان کو پیدا کیا اور ان کو پیدا کرتا ہے ۔ اور **بریت** مخلوق کو کہتے ہیں ۔ اور زیادہ تر عرب حمزہ کو چھوڑ کر **فعیلة** کے وزن پر لاتے ہیں جو **مفعولة** کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ **بریت** ، **بریت العود** ، سے ماخوذ ہے ۔ اور ان میں سے چند لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ **بری** سے ہے جو مٹی ہے یعنی ان کو مٹی سے خلق کیا ۔ انہوں نے کہا کہ اسی وجہ سے اس پر نکتہ چینی نہیں کی جاتی ہے ۔

(الاکرم) اکرم کے معنی کریم کے ہیں ۔ اور کبھی **افعل** ، **فعیل** کے معنی میں آتا ہے جیساکہ اللہ عزوجل کا قول " **وهوا هون علیه** " (الروم ۔ آیت ۲۷) " اور یہ اس پر زیادہ آسان ہے ۔" یعنی (**هین علیه**) اس پر آسان ہے اور قول الہیٰ کی طرح **لایصلها الا الاشقی** (سورۃ الیل ۔ آیت ۱۵) " اس آگ میں نہیں جلایا جائے گا مگر جو سب

سے زیادہ شقی ہوگا۔" اور اسی طرح ارشاد الہیٰ و سیجنبها الاتقی (سورۃ الیل۔ آیت ۱۷) " اور اس آگ سے بچالیا جائے گا جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔" یعنی الاشتعیٰ اور الاتقیٰ سے مراد مشقی اور تقی ہے۔ اور اسی معنی میں شاعر نے کہا ہے۔

ان الذی سمک السماء بنی لنا بینا دعائمة اعزواطول

یقیناً وہ ذات جس نے آسمان کو بلند کیا اس نے ہمارے لئے ایک گھر بنایا جس کے ستون بہت زیادہ مضبوط اور زیادہ لمبے ہیں۔

(الظاھر) اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ان نشانیوں کے ذریعہ ظاہر ہے جو اس نے اپنی قدرت کے شواہد اور اپنی حکمت کے آثار اپنی حجت کے واضح دلائل سے ظاہر کیا ہے کہ جن سے تمام مخلوق چھوٹی سے چھوٹی چیز کے پیدا کرنے اور آسان سے آسان اور حقیر ترین اشیاء کی خلقت سے عاجز ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا و لو جتمعوا له (سورۃ حج۔ آیت ۷۳) " بے شک تم لوگ اللہ کے علاوہ جن لوگوں کو پکارتے ہو اگر وہ سب جمع ہوجائیں تو وہ ایک مکھی پیدا نہیں کرسکیں گے۔" تو اس کی مخلوق میں سے کوئی شے نہیں ہے مگر وہ اس کی وحدانیت پر ہر جہت سے شاہد ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی ذات کے وصف سے انحراف و روگردانی کی۔ وہ تو اپنی آیات اور قدرت کے شواہد سے ظاہر ہے۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ ظاہر، غالب، قادر ہے جس پر چاہے۔ اور اس سے متعلق قول الہیٰ ہے " فاصبحوا ظاھرین " (الصف۔ ۱۴) یعنی وہ ان کے لئے غالب ہیں۔

(الباطن) باطن کے معنی یہ ہیں کہ وہ اوہام (قوت واہمہ) سے پوشیدہ ہے وہ بغیر احاطہ کے باطن ہے اس کو کوئی محیط (احاطہ کرنے والا) احاطہ نہیں کرسکتا اس لئے کہ اس نے فکر کو آگے بڑھا دیا پھر وہ اس سے چھپ گیا اور اس نے معلوم کو سبقت دے دی پھر اس کا احاطہ نہیں کرسکا۔ اس نے اوہام کو آگے بڑھایا لیکن وہ اس کی حقیقت تک نہ پہنچ سکے۔ بصارتیں حیران و سرگردان ہوگئیں لیکن اس کا ادراک نہیں کرسکیں۔ اس لئے کہ وہ ہر باطن کا باطن ہے اور " پوشیدہ " چیز کا پوشیدہ ہے۔ وہ بالذات پوشیدہ ہے لیکن علامات و آیات کی بناء پر ظاہر و بلند ہے۔ وہ بغیر حجاب کے باطن ہے اور بغیر قربت و نزدیکی کے ظاہر ہے۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ ہر شے کا باطن ہے یعنی وہ اس چیز سے جو چھپاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں اور یہ اس چیز سے جو اس نے پیدا کی اور عدم سے وجود میں لایا۔ جاننے والا، دیکھنے والا ہے۔ اور آدمی کا اندرون ان لوگوں کے ساتھ شمولیت کو جن کو وہ داخل کرتا ہے اور جو اس کو اپنے امر میں دخل اندازی کرنے کی اجازت دیتے ہیں اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ان کے رازوں اور پوشیدہ باتوں سے واقف ہے نہ یہ کہ وہ کسی شے میں چھپا ہوا ہے۔

(الحی) حی کے معنی فعال مدبر کے ہیں ۔ وہ ذاتی طور پر حی ہے اس پر موت و فنا جائز نہیں اور نہ وہ حیات کا محتاج ہے جس کے ذریعے وہ زندہ ہے ۔

(الحکیم) حکیم کے معنی یہ ہیں کہ وہ عالم ہے اور لغت میں حکمت علم ہے ۔ اس کے بارے میں ارشاد ربانی ہے **یوتی الحکمۃ من یشاؤ** (البقرۃ ۔ آیت ۲۶۹) " وہ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے " اور حکمت کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ خود محکم ہے ، اس کے افعال محکم ہیں جو فساد سے مبرا و محفوظ ہیں ۔ اور " **قد حکمتہ واحکمتہ** " دو لغت ہیں اور " **حکمۃ اللجام** " (لگام کے دونوں سرے جو گھوڑے کے دونوں جبڑوں کی طرف ہوں) اس وجہ سے نام رکھا گیا کیونکہ وہ اس کو شدید جرات سے روکتا ہے اور اس کے نیچے کے جبڑے کو احاطہ کئے ہوئے ہوتا ہے ۔

(العلیم) علیم کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی ذات سے ہی علیم ہے ، رازوں (نیت) کا جاننے والا ہے ۔ اور پوشیدہ خیالات سے واقف ہے ۔ اس پر کوئی پوشیدہ چیز چھپی ہوئی نہیں ہے ۔ اور اس سے ذرہ برابر شے پوشیدہ و غائب نہیں ۔ اس کو قبل پیدائش اشیاء ، بعد ایجاد اشیاء ان کے پوشیدہ وعلانیہ ، ان کے ظاہر و باطن تھا ۔ خداوند عالم کا علم اشیاء برخلاف مخلوق کے علم کے اس امر پر دلیل ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا علم ان مخلوقات کے تمام معانی کے برخلاف ہے اور اللہ عالم بالذات ہے اور عالم وہی ہے جس کا فعل محکم و متقن درست و صحیح ہو ۔ پس یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اشیاء کو علم کے ذریعہ جانتا ہے جس طرح کہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا قدیم ثابت نہیں کیا جاسکتا ۔ بلکہ کہا جائے گا کہ وہ ذات ہے جو عالم ہے ۔ اور اسی طرح اس کی تمام صفات ذاتی کے بارے میں کہا جائے گا ۔

(الحلیم) حلیم کے معنی یہ ہے کہ وہ اس شخص پر حلیم ہے جو اس کی نافرمانی کرے وہ ایسے نافرمانوں و گناہگاروں پر اپنی عقوبت میں جلدی نہیں کرتا ہے ۔

(الحفیظ) **الحفیظ الحافظ** ہے اور وہ **فعیل** کے وزن پر فاعل کے معنی میں ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اشیاء کی حفاظت کرتا ہے اور ان سے بلاء کو دور کرتا ہے ۔ حفظ کو علم کے معنی پر استعمال نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ ہم حفظ قرآن و حفظ علوم کو مجاز کے طور پر استعمال کرتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ جب ہم کو اس کا علم ہوا تو وہ ہم سے نہیں گیا جس طرح کہ ہم نے کسی شے کی حفاظت کی وہ ہم سے نہیں گئی ۔

(الحق) حق کے معنی **محق** (سچ بات کہنا) ہے اور اس کے ذریعہ باعتبار وسعت کے وصف بیان کیا جاتا ہے اس لئے کہ وہ مصدور ہے ۔ اور یہ " **غیاث المستغثین** " کے قول کی طرح ہے اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ جو اس سے مراد لئے جاتے ہیں کہ اللہ کی عبادت حق ہے اور اس کے غیر کی عبادت باطل ہے ۔ اور اس کی تائید قول الہیٰ کر رہا ہے **ذلک بان اللہ ھو الحق وان مایدعون من دونہ ھو الباطل** (الحج ۔ ۶۲) " اس وجہ سے بھی کہ بیشک

اللہ ہی حق ہے اور یہ کہ اس کے علاوہ جن کو لوگ پکارتے ہیں وہ باطل ہے " یعنی وہ باطل ہوتا ہے اور بہت دور ہو جاتا ہے اور وہ کسی ایک کے لئے ثواب اور نہ عقاب کا مالک ہوتا ہے ۔

(**الحسیب**) حسیب کے معنی یہ ہیں کہ وہ ہر شئے کا احصار کرنے والا ہے ، عالم ہے کوئی شے اس سے پوشیدہ نہیں ۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے بندوں کا حساب لینے والا ہے ، وہ ان کے اعمال کا محاسبہ کرتا ہے اور ان کو ان اعمال پر جزا دیتا ہے ۔ وہ **فعیل** کے وزن پر **مفاعل** کے معنی میں ہے جیسے **جلیس** اور **مجالس** ۔ تیسرے معنی یہ ہیں کہ وہ کافی ہے ۔ اور اللہ مجھ کو اور تم کو کافی ہے یعنی ہم کو کافی ہے ۔ اور یہ شے مجھ کو کافی ہے یعنی مجھ کو کافی ہوئی اور **احسبته** یعنی میں نے اس کو دیدیا یہاں تک کہ اس نے کہا کہ مجھے کافی ہے ۔ اور اسی وجہ سے ارشاد عزوجل ہے ۔ **جزاء من ربک عطاء حسابا**ً (النبا ۔ آیت ۳۶) " تمہارے رب کی طرف کافی انعام ہے " یعنی کافی ہے ۔

(**الحمید**) حمید کے معنی محمود کے ہیں اور وہ **فعیل مفعول** کے معنی میں ہے ۔ حمد ۔ ذم کے نقیض وصف ہے ۔ کہا جاتا ہے **حمدت فلاناً** " تم نے فلاں کی حمد کی " جبکہ تم اس کے فعل سے راضی ہوئے اور تم نے اس کو لوگوں میں پھیلا دیا ۔

(**الحفی**) حفی کے معنی عالم کے ہیں ۔ ارشاد ربانی ہے **یسئلونک کانک حفی عنها** (اعراف ۔ ۱۸۷) " لوگ تم سے دریافت کرتے ہیں کہ گویا تم قیامت سے واقف ہو " یعنی وہ تم سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں گویا کہ تم اس کے آنے کے وقت کو جانتے ہو ۔ اور اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ لطیف ہے ۔ **حفایة** مصدر ہے **الحفی** وہ لطیف ہے اور تمہاری نیکی و لطف کی بناء پر اعزاز و اکرام کرنے والا ہے ۔

(**الرب**) رب کے معنی مالک کے ہیں ۔ جو شخص کسی شے کا مالک ہو وہ اس کا رب ہے ۔ اسی وجہ سے قول الہیٰ ہے **ارجع الی ربک** (یوسف ۔ ۵۰) " تم اپنے مالک و آقا کے پاس واپس جاؤ ۔ " یعنی اپنے سردار اور مالک کی طرف پلٹ جاؤ ۔ جنگ حنین میں کسی نے کہا کہ قریش کے کسی آدمی کے مقابلہ میں مجھے زیادہ محبوب ہے کہ ہوازن کا کوئی شخص میرا رب بنے ۔ اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ وہ میرا مالک بنے اور میرا رب اور مالک ہو ۔ کسی مخلوق کے لئے الف و لام کے ساتھ " الرب " نہیں کہا جاتا کیونکہ الف و لام دونوں عموم پر دلالت کرتے ہیں ۔ مخلوق کے لئے تو (**رب کذا**) اس طرح کا مالک کہا جاتا ہے ، وہ اضافت کے ساتھ پہچانا جاتا ہے اس لئے کہ اس کا غیر مالک نہیں ہوتا پھر وہ جو اس کا مالک ہوتا ہے ، اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ۔ اور (**ربانیون**) ، خدا اور عبادت رب کی طرف ربوبیت کے معنی میں منسوب کئے گئے ۔ اور (**ربیون**) ، وہ لوگ ہیں جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ صبر کیا ۔

(**الرحمن**) رحمن کے معنی یہ ہیں کہ خدا اپنے بندوں پر بے پناہ رحمت کرنے والا ہے جو ان کو رزق و انعام میں عام کرتا ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اسماء الہیٰ میں سے ایک اسم ہے جس کی کتابوں میں کوئی نظیر نہیں ہے ۔ آدمی کے

لئے رحیم القلب کہا جاتا ہے ، رحمن نہیں کہا جاتا اس لئے کہ رحمن بلاء و مصیبت کے دور کرنے پر قادر ہوتا ہے اور رحیم اس پر قادر نہیں ہوتا ۔ اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ آدمی کے لئے رحمن کہنا جائز ہے اور اس سے ان کی مراد انتہائی رحمت ہے اور یہ غلط ہے ۔ رحمن تو سارے عالم کے لئے ہے اور رحیم خاص طور پر مومنین کے لئے ہے ۔

(الرحیم) رحیم کے معنی یہ ہیں کہ وہ مومنین پر رحم کرنے والا ہے اور ان کے انجام کار میں اپنی رحمت کے ساتھ مخصوص کرتا ہے ۔ جیساکہ ارشاد الہٰی ہے **وکان بالمومنین رحیما** " وہ مومنین پر رحیم ہے " رحمن و رحیم دو اسم ہیں جو رحمت سے **ندمان و ندیم** کے وزن پر مشتق ہیں ۔ رحمت کے معنی نعمت کے ہیں اور راحم نعمت دینے والا ہے جیساکہ اللہ عزوجل کا ارشاد اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے **وما ارسلناک الا رحمة للعالمین** (الانبیاء ۔ ۱۰۷) " ہم نے تم کو نہیں بھیجا مگر عالمین کے لئے رحمت بنا کر ۔" یعنی ان پر نعمت بنا کر ۔ قرآن کے لئے **هدی و رحمة** کہا جاتا ہے اور بارش کے لئے رحمت یعنی نعمت کہا جاتا ہے ۔ رحمت کے معنی **رقت** (نرمی) کے نہیں ہیں کیونکہ رقت اللہ تعالیٰ سے نفی کی گئی ہے ۔ رقیق القلب لوگوں کو رحیم کا نام بہ سبب کثرت رحمت دیا گیا ہے ۔ اور مقولہ ہے " **ما اقرب رحم فلان** " جبکہ وہ مہربانی و نیکی والا ہو ۔ اور رحمتہ رحمت ہے اور کہا جاتا ہے۔ **رحمته مرحمة و رحمة**

(الذاری) اس کے معنی خالق کے ہیں کہا جاتا ہے **ذرا الله الخلق و براهم** یعنی ان کو پیدا کیا ۔ اور کبھی کہا گیا کہ اسم **ذریت** اس سے مشتق ہے گویا ان کے خیال میں یہ ہے کہ وہ اللہ کی مخلوق ہیں جن کو آدمی سے خلق کیا ہے ۔ اکثر عرب نے اس کے ہمزہ کو ترک کیا ہے اور اس رائے و خیال کی وجہ سے ہمزہ کو ترک کیا ہے کہ ان کے منہ میں کثرت سے لڑکھڑاہٹ پیدا ہوتی ہے جس طرح سے انہوں نے **بریت** کا اور **بری** کا ہمزہ اور اس کے مشابہ الفاظ کا ہمزہ ترک کردیا ہے ۔ اور ان ہی میں سے کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ وہ **ذردت یا ذریت** سے ہے ۔ جس سے ان کی مراد زمین میں کثرت و افزائش مخلوق سے ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **وبث منهما رجالا کثیر اونساء** (النساء ۔ ۱) " ان دونوں (مرد و عورت) سے بہت سے مرد و زن پھیلادیئے ۔"

(الرازق) رازق کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور فاجر بندوں کو رزق دیتا ہے ۔ رزق " ر " کے زیر کے ساتھ عرب کی روایت ہے ۔ اگر ان کی مراد مصدر ہوتی تو وہ رزق " ر " کے زبر کے ساتھ کہتے ہیں یہ بھی مقولہ ہے **ارتزق الجند رزقة واحدة** " لشکر نے ایک ہی مرتبہ رسد پائی ۔" یعنی اہل لشکر نے اس کو ایک ہی بار میں لے لیا ۔

(الرقیب) اس کے معنی حفاظت کرنے والے کے ہیں اور یہ فعیل کے وزن پر **فاعل** کے معنی میں ہے ۔ اور **رقیب القوم** ان کا نگہبان اور محافظ ۔

(الرؤف) اس کے معنی رحیم اور مہربان نعمت کے ہیں۔
(الرائی) رائی کے معنی عالم کے ہیں اور **رویت علم** ہے۔ اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ نگہبان ہے اور رویت کے معنی دیکھنا یا دکھانے کے ہیں۔ علم کے معنی میں جائز ہے کہ وہ ہمیشہ سے جاننے والا ہے اور ابصار (دیکھنے، دکھانے) کے معنی میں مناسب نہیں۔
(السلام) اس کے معنی **مسلم** (سلامتی دینے والے) کے ہیں۔ اور وہ زیادتی و وسعت ہے اس لئے کہ **السلام** مصدر ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ سلامتی اس کی طرف سے بخشش ہوتی ہے۔ اور **والسلام و والسلامۃ الرضاع و الرضاعۃ وا للذاذ و اللذاذۃ** کی طرح ہے اور اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ اس صفت سے اس لئے موصوف کیا جاتا ہے کہ مخلوق جس عیب، نقص، زوال، انتقال (نقل مکانی) اور فناء و موت سے ملحق ہے وہ اس سے سلامت ہے۔ ارشاد الٰہی ہے " **لھم دار السلام عند ربھم** " (سورۃ الانعام ـ ۱۲۸) " ان کے لئے ان کے رب کے یہاں سلامتی کا گھر ہے۔" سلام تو اللہ عزوجل ہے اور اس کا گھر جنت ہے۔ اور اس کا نام سلام رکھنا اس لئے مناسب ہوا کہ اس کی طرف منتقل ہونے والا دنیا کے تمام امراض، دکھ، درد، موت، بڑھاپا وغیرہ سے اس میں محفوظ رہتا ہے۔ پس وہ آفات و مصائب سے سلامتی کا گھر ہے۔ ارشاد عزوجل ہے **فسلام لک من اصحاب الیمین** (سورۃ الواقعہ ـ ۹۱) " تو تم پر داہنے ہاتھ والوں کی طرف سے سلام ہو۔" وہ فرما رہا ہے کہ ان کی طرف سے تمہارے لئے سلامتی ہو۔ یعنی وہ تم کو ان کی طرف سے سلامتی کی خبر دے رہا ہے اور لغت میں سلامت و درستی و ہدایت کے معنی میں بھی ہے۔ اسی کی بناء پر ارشاد ربانی ہے **واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما** (سورۃ الفرقان ـ ۶۳) جب جاہل لوگ ان (اللہ کے خاص بندوں) سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ بندے ان کو سلام کہتے ہیں۔ یعنی ہدایت اور درستی کہا جاتا ہے کہ سلام کہنے سے صواب (درستی) نام رکھا گیا ہے کیونکہ وہ عیب اور گناہ سے محفوظ رکھتا ہے۔
(المومن) مومن کے معنی مصدق (تصدیق کرنے والا) کے ہیں اور لغت میں ایمان کے معنی تصدیق کے ہیں اس پر قول عزوجل حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کی حکایت بیان کرتے ہوئے دلالت کرتا ہے **وما انت بمومن لنا ولو کنا صادقین** (سورۃ یوسف ـ ۱۷) " اور آپؑ ہماری تصدیق کرنے والے نہیں ہیں اگر ہم لوگ سچے بھی ہوں۔" پس بندہ مومن ہے اور وہ اللہ کی توحید و آیات کا تصدیق کرنے والا ہے۔ اور اللہ مومن و مصدق ہے اس کا جو اس نے وعدہ فرمایا ہے اور اس کا تحقیق کرنے والا ہے۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ محقق ہے، اسی نے مخلوقات کے سامنے اپنی آیات کے ذریعہ اپنی وحدانیت کی تصدیق کی اور ان مخلوقات کو اپنی حقیقت (یا مخلوقات کی حقیقت) کو پہچنوایا اس کے لئے جو اس کی علامات سے ظاہر کیا اور اپنی بینات و عجائب تدبیر اور لطائف تقدیر سے واضح کیا۔ اور تیسرے معنی یہ ہیں کہ ان کو ظلم و جور سے محفوظ و امان میں رکھا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ باری تعالیٰ کا نام اس

لئے مومن رکھا گیا کیونکہ جو اس کا مطیع ہے وہ اس کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے اور بندہ کو " مومن " اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لاتا ہے تو اللہ اس کو اپنی امان میں پناہ دیتا ہے ۔ اور امام علیہ السلام نے فرمایا کہ مومن وہ ہے کہ جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ رہے ۔ اور امام علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ مومن وہ ہے کہ جس کو مسلمان اپنی دولت و جان کا امین بنائیں ۔

(**المھیمن**) اس کے معنی شاہد کے ہیں ۔ ارشاد الہیٰ کی طرح **ومھیمنا علیہ** (سورہ المائدہ ۔ ۴۸) " یعنی وہ اس پر شاہد ہے ۔" اور اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ اسم ہے جو امین سے بنایا گیا ہے ۔ اور امین ۔ اسماء الہیٰ میں سے ایک نام ہے ۔ پھر جس طرح **بیطر** اور **بیطار** سے **مبیطر** بنایا گیا ہے اسی طرح یہ بھی بنایا گیا ۔ گویا اس کی اصل ۔ **مویمن** ہے ، ہمزہ ھاء میں بدل گیا جس طرح **ارقت** اور **ایھات** کا ہمزہ بدل گئے اور **ھرقت و میھات** بولے جانے لگے ۔ امین اسماء الہیٰ میں سے ایک نام ہے ۔ جس نے الف کو لمبا (کھینچا) کیا ۔ تو اس کی مراد **یا امین** ہے تو اس کا اخراج ان کے قول کے مطابق ہے **ازید یا زید** کے معنی میں ۔ یہ بھی کہا گیا کہ **مھیمن** سابقہ کتب میں اسماء الہیٰ میں سے ہے ۔

(**العزیز**) عزیز کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شے اس کو عاجز نہیں کرتی ہے اور وہ جس کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی شے اس کو ناممکن نہیں بناسکتی ۔ وہ اشیاء پر غالب ہے ، وہ ایسا غالب ہے جو کبھی مغلوب نہیں ہوتا ۔ کبھی ضرب المثل کے طور پر کہا جاتا ہے **من عزبز** یعنی جو غالب آیا اس نے چھین لیا ۔ اور دو دشمنوں کی حکایت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد الہیٰ ہے **وعزنی فی الخطاب** (سورۃ ص ۔ ۲۳) " اور اس نے گفتگو میں مجھ پر غلبہ پایا ۔" یعنی بات چیت اور جواب دہی میں مجھ پر غالب ہوا ۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ بادشاہ ہے اور بادشاہ کے لئے " **عزیز** " کہا جاتا ہے جیساکہ برادران یوسفؑ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے " **یا ایھا العزیز** " (یوسف ۔ ۸۸) اس سے مراد " **یا ایھا الملک** " ہے ۔

(**الجبار**) جبار کے معنی اس قاہر کے ہیں ۔ جس کو دبایا نہیں جاتا ہے ۔ اور اسی کے لئے جبرو تکبر ہے اور قدرت و طاقت ہے یعنی بڑائی و بزرگی ہے ۔ اور اس کھجور کے درخت کو جس کی بلندی تک رسائی نہ ہوسکے **جبارہ** کہتے ہیں ۔ جبر یہ ہے کہ تم انسان کو زبردستی مجبور کرو جس کو وہ ناپسند کرتا ہے ۔ تم کہتے ہو میں نے اس کو اس طرح کے کام کے لئے مجبور کیا ۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ نہ جبر ہے نہ اختیار کی سپردگی ہے بلکہ دونوں امروں کے درمیان ایک امر ہے ۔ اس سے آنجنابؑ کی مراد یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو گناہوں پر مجبور نہیں کیا اور نہ امر دین کو ان کے سپرد فرمایا تاکہ وہ اس کے بارے میں اپنی آراء اور اندازوں کے ذریعے کچھ کہنے لگیں ۔ اسی لئے عزوجل نے حد بندی کی " وظیفہ مقرر کیا ، شرع بنائی ، فرض و سنت قرار دیا اور ان کے لئے دین کو مکمل کیا تو تحدید ،

توظیف ، شرع اور فرض و سنت اور اکمال دین کے ساتھ سپردگی و تفویض نہیں ہے ۔

(المتکبر) متکبر کبریاء سے ماخوذ ہے اور وہ تکبر اور تعظیم کا اسم ہے ۔

(السید) سید کے معنی ملک کے ہیں ۔ قوم کے بادشاہ اور بڑے آدمیوں کے لئے **سیدھم** (ان کا سردار بادشاہ) کہا جاتا ہے ۔ اور جو ان میں شریف ہوا وہی ان کا سردار ہوتا ہے ۔ قیس بن عاصم کے لئے کہا گیا کہ تو اپنی قوم کا کس وجہ سے سردار ہوا تو اس نے جواب دیا کہ داد و دہش ، مصیبتوں سے بچانے اور غلاموں و دوستوں کی مدد کرنے سے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ " علی سید العرب ہیں " تو حضرت عائشہ فرمانے لگیں کہ یارسول اللہ ! کیا آپ سید العرب نہیں ہیں ؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور علی عرب کے سردار ہیں پھر انہوں نے فرمایا کہ یا رسول اللہ سید کیا ہے ؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ سید وہ ہے جس کی اطاعت میری اطاعت کی طرح فرض کی گئی ہے ۔ میں نے اس حدیث کو کتاب معانی الاخبار کی سند سے لیا ہے تو اس حدیث کے معنی کے مطابق " السید " وہ بادشاہ ہے جس کی اطاعت واجب ہو ۔

(السبوح) یہ **فعول** پر مبنی اسم ہے ۔ عربی ادب میں **فعول** کے وزن پر **سبوح و قدوس** کے علاوہ کوئی اور لفظ نہیں ہے ۔ ان دونوں کے معنی ایک ہی ہیں ۔ اور اللہ کی ذات پاک و منزہ ہے ہر اس چیز سے جس کا ذریعہ اس کا وصف بیان کیا جائے اور وہ اس کے لائق و مناسب نہ ہو ۔ اس کا نصب اس لئے ہے کہ وہ فعل کی جگہ پر **تسبیحاللہ** کے معنی میں ہے جس سے مراد میں نے اللہ کی تسبیح کے لئے تسبیح کی ۔ اور یہ بھی درست ہے کہ اس کا نصب ظرف کی بناء پر ہو اور اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان لوگوں کی تسبیح کے ساتھ جنہوں نے اس کی تسبیح کی ۔

(الشھید) شہید کے معنی شاہد کے ہیں جو اس جگہ کا صانع اور مدبر ہے کہ جو اس کی کاریگری و تدبیر کا جائے وقوع ہے نہ یہ کہ ہر جگہ اس کی جائے وقوع ہے اس لئے کہ اللہ عزوجل ہے اور لامکان ہے ۔

(الصادق) صادق کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے وعدہ میں سچا ہے ۔ وہ اس شخص کے لئے ثواب میں کمی نہیں کرتا ہے جو اپنے عہد کو پورا کرتا ہے ۔

(الصانع) صانع کے معنی یہ ہیں کہ وہ ہر مصنوع کا صانع ہے یعنی تمام مخلوق کا خالق ہے اور تمام ایجادات کا موجد ہے ۔ یہ سب اس امر پر دلالت کر رہی ہیں کہ مخلوقات میں سے کوئی شے اس کے مشابہ نہیں ۔ کیونکہ ہم نے ان اشیاء مخلوق میں فعل کا مشاہدہ نہیں کیا جو اس کے فاعل کے مشابہ ہو ۔ اس لئے کہ وہ اجسام ہیں اور ان کے افعال غیر اجسام ہیں اور اللہ تعالیٰ اس سے ماوریٰ ہے کہ اس کے افعال کو مشابہ قرار دیا جائے ۔ اس کے افعال گوشت ، ہڈی ، بال ، خون ، پٹھے ، رگیں ، اعضاء و جوارح ، اجزاء ، نور ، ظلمت ، زمین ، آسمان ، پتھر ، درخت اور اس کے علاوہ تمام

اصناف مخلوقات اس کا فعل اور صفت و عمل ہیں ۔ اور یہ تمام مخلوقات اس کی وحدانیت کی دلیل ہیں ، اس کی یکتائی پر شاہد ہیں ۔ اور اس پر بھی گواہ ہیں کہ وہ اپنی مخلوق کے خلاف ہے اور یہ کہ اس کا کوئی شریک نہیں ۔

بعض حکماء نے اسی معنی میں نرجس (پھول) کی تعریف کی ہے ۔

عیون فی جفون فی فنون بدت فاجاد صنعتها الملیک

پلکوں کے درمیان مختلف اقسام کی آنکھیں ظاہر ہوئیں تو مالک و بادشاہ نے اس کی صنعت و کاریگری کو اچھے طریقے سے کیا

بابصار التغنج طامحات کان حدا قها ذھب سبیک

بذریعہ نازو انداز والی نگاہوں سے جن میں غزور و تمکنت تھا ۔ گویا ان کی پتلیاں صاف ستھرے سونے (کندن) کی طرح ہیں ۔

علیٰ غصن الزمرد مخبرات بان اللہ لیس لہ شریک

وہ زمرد کی شاخوں پر خبر دے رہی ہیں کہ یقیناً اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے ۔

(**الظاھر**) ظاہر کے معنی یہ ہیں کہ وہ مشابہت ، مثل ، ضد ، امثال ، حدود ، زوال وانتقال اور مخلوقات کے ان معانی و مفاہیم سے جو طول و عرض اطراف و اکناف ، ثقل و خفت ، نرمی و سختی ، دخول و خروج اور باہمی چسپیدگی و جدائی ہے بو ومزہ ، رنگ اور چھونے کی حس ، کھردراپن و نرمی ، حرارت و برودت ، حرکت و سکون ، اجتماع اور افتراق اور کسی مکان میں قیام سے وہ پاک و منزہ ہے ۔ اس لئے کہ یہ سب ہر پہلو سے پیدا شدہ ، نو ایجاد ، عاجز و ضعیف ہیں دلیل میں اس پر کہ ایک حادث (کرنے والے) نے ان کو پیدا کیا اور ایک صانع نے ان کو بنایا جو قادر ، قوی ہے ، ظاہر ہے ان کے معانی سے جو کسی ایک شے کے مشابہ نہیں اس لئے کہ وہ ہر لحاظ سے ایک صانع پر دلالت کرتی ہیں جس نے ان کو بنایا اور ایک ایجاد کرنے والی ہستی پر رہنمائی کرتی ہیں جن کو اس نے پیدا کیا اور تمام غائب اشیاء اور ان کے مشابہ اور ہم مثل اشیاء پر لازم ہے کہ وہ ایک صانع پر جن کو اس نے بنایا ہے ، رہنمائی کرنے والی ہوں ۔ اللہ کی ذات ان تمام باتوں سے کہیں بالاتر ہے ۔

(**العدل**) عدل کے معنی عدل و حق سے حکم کرنے کے ہیں ، عدل کے نام سے بہ سبب قدرت و قوت موسوم کیا گیا کیونکہ وہ مصدر ہے اور اس سے مراد عادل ہے اور لوگوں کا عدل اس کے قول ، فعل اور حکم پر چلنے اور پسند کرنے کا نام ہے ۔

(**العفو**) یہ **فعول** کے وزن پر " **عفو** " سے اسم مشتق ہے ، اور عفو کے معنی محو کرنا (مٹانا) ہیں ۔ " **عفاالشی** " کہا جاتا ہے کہ جبکہ وہ محو کردی جائے ، ختم ہوجائے اور بوسیدہ ہوجائے ۔ " **وعفوته انا** " جبکہ میں

نے اس کو مٹا دیا ۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے **عفا اللہ عنک لم اذنت لھم** (توبہ ۴۳) " اللہ تم سے درگزر فرمائے تم نے ان کو کس لئے اجازت دی " یعنی اللہ نے ان کے لئے تمہارے اذن کو محو کردیا ۔

(**الغفور**) یہ مغفرت سے اسم مشتق ہے اور وہ معاف کرنے والا بڑا بخشنے والا ہے ۔ اس کی اصل لغت میں ڈھانپنا اور چھپانا ہے ۔ تم کہتے ہو " **غفرت الشی** " جبکہ میں نے اس کو ڈھانپ دیا ۔ اور **ھذا اغفر من ھذا** بھی کہا جاتا ہے یعنی سب سے زیادہ چھپا ہوا ۔ اونی اور ریشمی کپڑوں کے اوپر پہنے ہوئے لباس جیسے زبر (روئیں دار کپڑا) سے چھپانا اس کا نام غفر رکھا گیا کیونکہ اس نے کپڑے کو چھپالیا اور سر کی ڈھال کو مغفر اس لئے کہا گیا کہ وہ سر کو چھپالیتا ہے ۔ غفور کے معنی اپنے بندے کو اپنی رحمت میں چھپانے والے کے ہیں ۔

(**الغنی**) غنی کے معنی یہ ہیں کہ وہ بذات خود اپنے غیر اور آلات و ادوات وغیرہ کی مدد سے بے نیاز ہے ۔ تمام اشیاء اللہ عزوجل کے علاوہ ضعف اور حاجت میں مشابہ ہیں اور بعض کا قیام بعض سے ہے اور ایک دوسرے سے مستغنی نہیں ہیں ۔

(**الغیاث**) غیاث کے معنی مغیث کے ہیں جو وسعت معنی کے لحاظ سے ہیں اس لئے کہ وہ مصدر ہے ۔

(**الفاطر**) فاطر کے معنی خالق کے ہیں **فطر الخلق** یعنی ان کو پیدا کیا اور اس نے اشیاء کی کاریگری کی ابتداء کی اور ان کی ایجاد کی تو وہ ان کا فاطر یعنی خالق و موجد ہے ۔

(**الفرد**) فرد کے معنی یہ ہیں کہ وہ ربوبیت و امر میں مخلوقات سے الگ اور یکتا ہے اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ تنہا موجود ہے جس کے ساتھ کوئی موجود نہیں ہے ۔

(**الفتاح**) فتاح کے معنی یہ ہیں کہ وہ حاکم ہے ۔ فرمان الہیٰ ہے **وانت خیر الفاتحین** (سورہ الاعراف ۔ ۸۹) " اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے ۔" اور یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے **وھو الفتاح العلیم** (سورۃ سبا ۔ ۲۶) " وہ تو ٹھیک فیصلہ کرنے والا جاننے والا ہے ۔"

(**الفالق**) فالق فلق سے اسم مشتق ہے ۔ اس کے معنی اصل لغت میں پھٹنا ، تڑخنا کے ہیں ۔ کہا جاتا ہے **سمعت ھذا من فلق فیہ** " میں نے یہ اس کے منہ کھولنے سے سنا " اور " **فلقت الفستقۃ فانفلقت** " (میں نے پستہ کو شگافتہ کیا تو وہ پھٹ گیا) اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر شے کو پیدا کیا پھر تمام مخلوقات پھٹ گئیں ۔ رحموں کو پھاڑا پھر حیوان پیدا ہوئے ۔ اس نے دانہ اور گٹھلی کو پھاڑا وہ دونوں نباتات سے پھٹیں ۔ اور اس نے زمین کو پھاڑا پھر جو کچھ اس سے باہر آیا وہ اس سے پھٹ گئی ۔ اور وہ اللہ کے قول کی طرح ہے ۔ **والارض ذات الصدع** (سورۃ الطارق ۔ ۱۲) " اور پھٹنے والی زمین کی قسم ۔" اس کو پھاڑ دیا پھر وہ پھٹ گئی ۔ اس نے تاریکی کو پھاڑا پھر اس سے صبح کا اجالا ہوگیا اور اس نے آسمان کو شگافتہ کیا تو وہ ٹپکنے سے بچ گیا ۔ اور اس نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے سمندر کو شگافتہ

کیا تو وہ پھٹ گیا تو ان کا فرقہ یا گروہ ایک بڑے ٹیلہ کی طرح تھا۔

(**القدیم**) قدیم کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ تمام اشیاء کا پہلے پہل کرنے والا ہے اور ہر شے کا سابقت دینے والا قدیم ہے جبکہ تعریف میں مبالغہ کیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ بنفسہ بغیر اول اور انتہا کے قدیم ہے اور تمام اشیاء کی ابتداء اور انتہا ہے اور ان اشیاء کی ابتداء میں ان کا یہ نام نہ تھا۔ لہذا یہ ایک وجہ سے قدیم اور دوسری وجہ سے محدث ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ قدیم کے معنیٰ موجود لم یزل کے ہیں اور جب یہ غیراللہ کے لئے بولا جائے گا تو وہ مجاز کے طور پر قدیم ہوگا اس لئے کہ اللہ کا غیر محدث ہے، قدیم نہیں ہے۔

(**الملک**) وہ مالک الملک ہے ہر شے کا مالک ہے تمام ملکوت (سلطنت) اللہ کی ملکیت ہے۔ ملکوت میں "ت" کی زیادتی کی گئی ہے جس طرح کہ **رھبوت** اور **رحموت** میں بڑھائی گئی ہے۔ عربوں کا مقولہ ہے "**رھبوت خیر من رحموت**" یعنی بجائے رحم کرنے کے خوف زدہ کرنا بہتر ہے۔

(**القدوس**) قدوس کے معنیٰ طاہر کے ہیں اور تقدیس، تطہیر و تنزیہ کے معنیٰ ہیں۔ اور ملائکہ کی حکایت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا قول ہے **نحن نسبح بحمدک ونقدس لک** (سورۃ البقرۃ۔ ۳۰) یعنی ہم تجھ کو طہارت کی طرف منسوب کرتے ہیں اور **نسبحک و نقدس لک**" کے ایک ہی معنیٰ ہیں۔ اور جنت دنیاوی میل کچیل، بیماری، دکھ، درد، اور اس کے مشابہہ چیزوں سے پاکیزگی کی جگہ ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ (قدوس) کتابوں میں اللہ کے ناموں میں سے ہے۔

(**القوی**) قوی کے معنیٰ مشہور ہیں اور وہ بغیر کسی کی مدد اور امداد چاہے قوی ہے۔

(**القریب**) قریب کے معنیٰ مجیب (قبول کرنے والا) کے ہیں اس کی تائید ارشاد الٰہیٰ کر رہا ہے **فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان** (سورۃ البقرۃ۔۱۸۶) "پس میں ان کے قریب ہوں جب کوئی مجھ سے دعا مانگتا ہے تو میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔" اور اس کے دوسرے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ دلوں کے وسوسوں کا عالم ہے۔ اس کے اور ان وسوسوں کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں اور نہ کوئی فاصلہ ہے۔ اس معنیٰ کی تائید ارشاد ربانی سے ہورہی ہے۔ **ولقد خلقنا الانسان ونعلم ماتوسوس به نفسه ونحن اقرب الیه من حبل الورید** (سورۃ ق۔ ۱۶) "اور بے شک ہم نے انسان کو خلق کیا ہے اور جو وسوسے اس کے نفس میں پیدا ہوتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں اور ہم اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔" پس وہ بغیر چھوئے اور ملے ہوئے قریب ہے اور اپنی مخلوق سے بغیر کسی راستہ اور دوری کے جدا و مختلف ہے بلکہ وہ باہم خلط ملط ہونے سے جدا ہے اور مشابہت میں ان کے خلاف ہے اور اسی طرح اس سے قربت مختلف طریقوں اور فاصلوں کی جہت سے نہیں ہے۔ وہ تو صرف اطاعت حسن و بندگی کی جہت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ قریب، نزدیک ہے اس کی نزدیکی بغیر کسی پستی کے ہے اس لئے کہ وہ فاصلوں کے قطع کرنے

سے قریب نہیں ہوتا اور نہ خواہش کے گزرنے سے بلند ہوتا ہے۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کیونکہ وہ پستی و بلندی سے قبل تھا اور وہ پہلے تھا اس سے کہ اس کا وصف بلندی قربت سے کیا جائے۔

(**القیوم**) قیوم اور قیام یہ دونوں **فیعول** اور **فیعال** کے وزن پر **قمت بالشی اذا ولیته بنفسک وتولیت حفظه واصلاحه وتقدیرہ** "جب تم بذات خود اس شے پر متصرف ہو اور اس کی حفاظت، اصلاح اور تقدیر کے ذمہ داری کے لئے تیار و مستعد ہونے سے لیا گیا ہے۔ اور اسی کی نظیر ان کا قول ہے **مافیھا من دیور ولا دیار** " اس میں کوئی موجود نہیں ہے۔"

(**القابض**) قابض قبض سے اسم مشتق ہے اور قبض کے چند معانی ہیں۔ ان میں سے ایک معنی ملک کے ہیں کہا جاتا ہے **فلان فی قبضی** " فلاں میرے قبضہ (ملکیت) میں ہے۔ اور **ھذہ الضیعة فی قبضی** " یہ جائیداد میری ملکیت ہے۔" ارشاد الہٰی ہے **والارض جمیعاً قبضته یوم القیامة** (سورۃ الزمر۔ ۶۷) " اور قیامت کے دن ساری زمین اس کے قبضہ میں ہوگی۔" یہ اللہ عزوجل کے قول کی طرح ہے **وله الملک یوم ینفخ فی الصور** (سورۃ الانعام۔ ۷۳) " اور جس دن صور پھونکا جائے گا اس کی بادشاہت ہوگی۔" اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **والامر یومئذ لله** (سورۃ الانفطار۔ ۱۹) " اور اس دن حکم صرف خدا کا ہوگا۔" اور فرمان الہٰی ہے **مالک یوم الدین** (سورۃ الفاتحہ۔ ۴) " وہ روز جزا کا حاکم ہے۔" اور اس کے دوسرے معنی کسی شے کو فنا کرنے کے ہیں اس وجہ سے ان کا قول میت کے لئے ہے " **قبض الله الیه** " اللہ نے اس کو مار دیا۔ اور اس سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ثم جعلنا الشمس علیه دلیلا ○ ثم قبضنه الینا قبضاً یسراً** (سورۃ الفرقان۔ ۴۵) " پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل بنادیا۔ پھر ہم نے معمولی قبضہ سے اپنی طرف کھینچ لیا۔" پھر سورج براجم (بنو تمیم کی ایک شاخ جس کے ایک سو آدمی قتل کردیئے گئے تھے) کی طرح نہیں کھینچا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا قابض اور آزاد کرنے والا ہے۔ اور اسی سے فرمان الہٰی ہے **والله یقبض و یبصط والیه ترجعون** (سورۃ بقرۃ۔ آیت ۲۴۵) " اور اللہ تنگ دست کرتا ہے اور وہی کشائش دیتا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔" وہ تو اپنے بندوں پر فضل کی کشائش کرنے والا ہے۔ اور وہ اپنی مہربانی و انعامات میں سے جو چاہتا ہے تنگی کردیتا ہے۔ اور قبض نیز انگلیوں کے جوڑ کا پکڑنا ہے اور اللہ تعالیٰ کا اس کا ذکر کرنا منفی ہے اور اگر وہ تنگی و کشادگی جس کا ذکر اللہ عزوجل نے براجم کی طاقت و قدرت سے کیا ہے تو جائز نہیں ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں قابض و باسط ہو کیونکہ یہ محال ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہر گھڑی ذکر نفسوں کو تنگ کرتا ہے اور رزق میں کشائش کرتا ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

(**الباسط**) باسط کے معنی نعمت دینے والا، فضل کرنے والا ہے اور اس نے ان پر اپنی نعمتوں کو کامل کیا۔

(**قاضی الحاجات**) قاضی "قضاء" سے اسم مشتق ہے۔ اللہ کے لئے قضاء کے معنی تین طرح سے ہیں پس

ان میں سے ایک وجہ حکم اور الزام (لازم کرنا) کے ہیں ۔ کہا جاتا ہے **قضی القاضی علیٰ فلان بکذا** " قاضی نے فلاں پر اس طرح سے حکم کیا " یعنی اس پر فیصلہ دیا اور اسی پر لازم کیا ۔ اور اسی کے بارے میں اللہ عزوجل کا قول ہے ۔ " **وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ** " (بنی اسرائیل ۔ ۲۳) " اور تمہارے پروردگار نے حکم دیا کہ اس کے سوا تم کسی کی عبادت نہ کرنا ۔" دوسری وجہ وہ خبر کے معنی میں ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " **و قضینا الیٰ بنی اسرائیل فی الکتاب** " (بنی اسرائیل ۔ ۴) " اور ہم نے کتاب (توراۃ) میں بنی اسرائیل کو خبر دیدی تھی یعنی ہم نے بزبان نبیؑ ان کو اس کی خبر دیدی تھی ۔" تیسری وجہ وہ " اتمام " ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے **فقضھن سبع سموات فی یومین** (حم السجدہ ۔ ۱۲) " پھر اس نے دو دنوں میں سات آسمان بنائے ۔" اور اسی کے بارے میں لوگوں کا قول ہے " **قضی فلان حاجتی** " " فلاں نے میری حاجت پوری کی " اس کی مراد یہ ہے کہ میں نے جس کا سوال کیا اسی نے میری ضرورت کو پورا کیا ۔

(**المجید**) مجید کے معنی کریم عزیز کے ہیں اور اللہ کا ارشاد ہے **بل ھو قرآن مجید** (البروج ۔ ۲۱) " بلکہ یہ تو قرآن مجید ہے یعنی کریم عزیز ہے ۔" اور لغت میں مجد شرف حاصل کرنے کو کہتے ہیں ۔ **مجد الرجل و امجد** دو لغت ہیں اور **امجدہ** " اس نے اس کی تعظیم کی " اس نے اس کے کاموں کو عزت دی ۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ مجید تعظیم کیا ہوا ہے اس کی پیدائش تعریف کی گئی یعنی اس کی عظمت کی گئی ۔

(**المولیٰ**) مولیٰ کے معنی ناصر کے ہیں وہ مومنین کی مدد کرتا ہے وہ ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد کی ذمہ داری لیتا ہے ۔ اور وہ ان کے ثواب و کرامت کے لئے مستعد ہوتا ہے اور **ولی الطفل** " وہ شخص ہے کہ جو اس کے معاملات کی اصلاح کا ذمہ دار ہوتا ہے ۔ اور اللہ مومنین کا سرپرست ہے وہ ان کا مولا و ناصر ہے ۔ اور مولیٰ دوسری صورت میں اولیٰ ہے ۔ اور اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** " میں جس کا مولا ہوں علی اس کا مولا ہے ۔" اس سے پہلے آپؐ نے فرمایا " **الست اولیٰ بکم منکم بانفسکم** " (نسخہ ج میں ہے **منکم** ہے اور بحار اور دوسرے نسخوں میں **بکم** ہے) کیا میں تم سے تمہارے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں ۔ تو لوگوں نے کہا یارسول اللہ ! ہاں ۔ تو آپؐ نے فرمایا میں جس کا مولا ہوں یعنی میں جس سے اس کے نفس کے مقابلہ میں اولیٰ ہوں تو علیؑ اس کا مولا ہے یعنی وہ اس کے نفس کے مقابلہ میں اولیٰ ہے ۔

(**المنان**) منان کے معنی عطا کرنے والا انعام و اکرام کرنے والا کے ہیں ۔ اور اس سے قول خداوندی ہے **فا منن او امسک بغیر حساب** " (سورۃ ص ۔ آیت ۳۹) " پس تو احسان کر یا روک لے بغیر کسی حساب کے " (یعنی کسی کو نہ دے) اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **ولا تمنن تستکثر** " (سورۃ المدثر ۔ آیت ۶) " اور تم احسان نہ کرو کہ زیادہ چاہو ۔"

(المحیط) محیط کے معنی یہ ہیں کہ وہ اشیاء کا احاطہ کرنے والا ان سب کا علم رکھنے والا ہے اور ہر وہ شخص جس نے کل شے پر گرفت رکھی یا اس کا علم اس کی انتہا تک پہنچا تو گویا اس نے اس کا احاطہ کیا ۔ یہ وسیع معنی کے اعتبار سے ہے اس لئے کہ احاطہ حقیقت میں کسی جسم کبیر کا جسم صغیر کے ذریعہ اس کے اطراف سے احاطہ کرنا ہے جیسے گھر اور اس کی اشیاء کی حفاظت کے لئے چہار دیواری اور شہروں کے لئے شہر پناہ یا فصیل کی تیاری ۔ اسی معنی کی بناء پر احاطہ کرنے والی شے کو ، حائط ، (دیوار) کہا گیا ۔ اور دوسرے معنی کا احتمال یہ ہے کہ وہ فطرت کے نتیجہ میں ہو تو اس کے معنی غالب مقتدر کے ہوں گے ۔ جیساکہ ارشاد الہیٰ ہے " **وظنوا انھم احیط بھم** " (یونس ۔ ۲۲) " اور ان لوگوں نے سمجھ لیا کہ ان کا احاطہ کرلیا گیا ہے " تو اس کا نام احاطہ رکھا گیا اس لئے کہ جب لوگوں نے اپنے دشمن کو گھیر لیا تو دشمن ان سے چھٹکارا پانے پر قادر نہ ہوا ۔

(المبین) مبین کے معنی ظاہر کے ہیں جس کی حکمت واضح ہو ۔ اس کی حکمت کا اس چیز سے جو اس کی بینات اور آثار قدرت سے واضح ہوا ، ظاہر کرنے والا ہے اور کہا جاتا ہے کہ " **بان الشی وابان واستبان** " کے ایک ہی معنی ہیں ۔

(المقیت) مقیت کے معنی حافظ (ذمہ دار) رقیب (نگہبان) کے ہیں اور کہا جاتا ہے " **بل ھو القدیر** " بلکہ وہ قدرت والا ہے ۔

(المصور) تصویر سے اسم مشتق ہے ۔ وہ جس طرح چاہتا ہے رحم مادر میں صورتیں بناتا ہے پس وہ ہر صورت کا مصور ہے ۔ رحم میں ہر صورت کا خالق ہے اور قوت بصارت سے اور ادراک کیا ہوا ہے اور نفس ہمیں مثال بنایا گیا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کا وصف صورتوں اور اعضا و جوارح سے بیان نہیں کیا جاسکتا ، نہ حدود اور مختلف حصوں سے تعارف کرایا جاتا ہے اور نہ وہ اوہام کی خواہشوں کی وسعت میں طلب کیا جاتا ہے ۔ لیکن وہ نشانیوں اور آیات سے پہچانا جاتا ہے ۔ اور علامتوں و دلالتوں سے محقق ہوتا ہے ۔ اور ان ہی کے ذریعے یقین کیا جاتا ہے ۔ قدرت ، عظمت ، جلال اور بزرگی سے موصوف کیا جاتا ہے اس لئے کہ اس کی شبیہ مخلوق میں نہیں اور نہ کوئی خلق خدا میں ہم مثل ہے ۔

(الکریم) اس کے معنی عزیز کے ہیں ۔ کہا جاتا ہے ۔ فلاں شخص فلاں سے مجھ کو اکرم ہے یعنی وہ اس سے زیادہ عزیز ہے اور ارشاد الہیٰ ہے **انہ لقرآن کریم** (سورۃ واقعہ ۔ آیت ۷۷) بیشک یہ بڑے رتبہ والا قرآن ہے ۔ اور اسی طرح کا اللہ کا دوسرا ارشاد ہے **ذق انک انت العزیز الکریم** (سورۃ دخان ۔ ۴۹) " تو اب مزہ چکھ بیشک تو تو بڑی عزت والا سردار ہے ۔" اس کے دوسرے معنی جواد مفضل کے ہیں (سخی فضل کرنے والا) کہا جاتا ہے ، **رجل کریم** ، یعنی سخی مرد اور **قوم کرام** یعنی سخی حضرات اور **کریم و کرم** ، **ادیم و ادم** کی طرح ہیں ۔

(الکبیر) کبیر سردار کو کہتے ہیں ۔ سردار قوم کو **کبیر ھم** (ان کا سردار) کہا جاتا ہے ۔ **الکبریاء تکبرو**

تعظم کا نام ہے۔

(الکافی) کفایۃ سے اسم مشتق ہے۔ جس نے اس پر بھروسہ کیا اس نے اس کی کفایت کی اور جو اس کے غیر کی طرف پناہ نہ لے۔

(کاشف الضر) کاشف کے معنی کشادہ کرنے والے کے ہیں وہ پریشان آدمی کی دعا کو قبول کرتا ہے اور برائی کو دور کرتا ہے۔ اور لغت میں کشف کے معنی تم کو کسی ایسی چیز سے جو اس کو چھپا رہی اور پردہ ڈال رہی ہے بلند کرتا ہے۔

(الوتر) وتر فرد کو کہتے ہیں۔ اور ہر وہ شے جو ایک ہو اس کے لئے وتر کہا جائے گا۔

(النور) نور کے معنی منیر (چمکنے والا) روشن کرنے والا کے ہیں۔ اور اسی سے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے **اللہ نور السموات والارض** (سورۃ النور۔ ۳۵) "اللہ تمام آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔" یعنی ان کو روشنی دینے والا، ان کا آمر اور ہادی ہے پس وہ اپنی مصلحتوں میں ہدایت پاتے ہیں جس طرح وہ نور و روشنی میں ہدایت پاتے ہیں اور یہ معنی میں وسعت کے اعتبار سے ہے کیونکہ نور ضیاء ہے۔ اور اللہ عزوجل اس سے بہت بلند و بالا ہے۔ اس لئے کہ انوار نو ایجاد ہیں اور ان کو ایجاد کرنے والا قدیم ہے کہ کوئی شے اس کے مشابہ نہیں۔ وسعت کے لحاظ سے کہا گیا کہ قرآن نور ہے کیونکہ لوگ اپنے دین میں اس کے ذریعہ ہدایت پاتے ہیں جس طرح سے وہ اپنے راستوں میں روشنی کے ذریعہ منزل تک پہنچتے ہیں اس معنی کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیر ہیں۔

(الوھاب) وہاب مشہور ہے اور وہ ہبہ، سے ہے۔ وہ جو چاہتا ہے اپنے بندوں پر بخشش کرتا ہے اور جس چیز سے چاہتا ہے ان پر احسان کرتا ہے۔ اسی سے ارشاد الہیٰ ہے **یھب لمن یشاء اناثاً ویھب لمن یشاء الذکور** (الشوریٰ۔ ۴۹) "وہ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے۔"

(الناصر) ناصر اور نصیر کے ایک ہی معنی ہیں۔ اور نصرت مدد کا حسن ہے۔

(الواسع) واسع غنی کو اور السعۃ الغنی (مالداری) کو کہتے ہے۔ کہا جاتا ہے "**فلان یعطی من ساعۃ**" فلاں شخص فراخی سے عطا کرتا ہے یعنی دولتمندی سے۔ اور وسع آدمی کی کوشش وطاقت اور اس کے ہاتھ کی قدرت ہے۔ اور کہا جاتا ہے "**انفق علیٰ قدر وسعک**" تم اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کرو۔

(الودود) ودود فعول کے وزن پر مفعول کے معنی میں ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے **ھیوب** کے معنی مہیب کے ہیں اس سے مراد الفت کیا ہوا اور محبوب ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ فعول فاعل کے معنی میں ہے۔ جیسے تمہارا غفور کہنا غافر کے معنی میں ہے یعنی اس کے صالح بندے چاہتے ہیں اور وہ ان کو پسند کرتا ہے۔ اور **ودوداد** مودت کا مصدر ہے۔ اور **فلان ودک و ودیدک** "فلاں تمہارا دوست اور محبت کرنے والا ہے" یعنی تمہارا محبوب اور تمہارا حبیب

ہے۔

(الہادی) اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ عزوجل ان کو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اللہ عزوجل کی طرف سے ہدایت کی تین وجوہات ہیں۔ ایک وجہ دلالت ہے کہ اس نے ان سب کی دین پر رہنمائی کی اور دوسری وجہ ایمان ہے اور ایمان اللہ عزوجل کی طرف سے ہدایت ہے جس طرح کہ وہ اس کی طرف سے نعمت ہے تیسری وجہ نجات ہے اور اللہ عزوجل نے واضح فرما دیا ہے کہ وہ مومنین کی ان کے مرنے کے بعد عنقریب ہدایت فرمائے گا۔ تو فرمایا **والذین قتلوا فی سبیل اللہ فلن یضل اعمالھم O سیھدیھم ویصلح بالھم** (محمد ۴۔۵) "اور جو لوگ خدا کی راہ میں شہید کئے گئے تو اللہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا، ان کو عنقریب ہدایت کرے گا اور ان کی حالت کو درست کردے گا۔" ہدایت موت و قتل کے بعد نہیں ہوتی مگر ثواب و نجات۔ اسی طرح اللہ عزوجل کا ارشاد ہے **ان الذین امنوا وعملوا الصالحات یھدیھم ربھم بایمانھم** (یونس۔۹) "بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالح کئے ان کا پروردگار ان کے ایمان کی وجہ سے ہدایت فرمائے گا۔" اور ہدایت گمراہی کی ضد ہے جو کافر کی سزا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے **ویضل اللہ الظالمین** (ابراہیم۔۲۷) "اور اللہ ظالموں کو گمراہی میں رہنے دیتا ہے۔" یعنی ان کو ہلاک کرتا ہے اور عقوبت میں ہتلا کرتا ہے۔ اور اس طرح کا ارشاد الہٰی یہ ہے **اضل اعمالھم** (محمد۔۱) "اس نے ان کے اعمال ضائع و برباد کر دیئے" یعنی ان کے اعمال فنا کردیئے اور ان کے کفر کی وجہ سے ان کے اعمال کو اکارت و باطل ٹھہرا دیا۔

(الوفی) وفی کے معنی یہ ہیں کہ وہ ان کے عہد کو پورا کرتا ہے اور اپنے عہد کو پورا کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ **رجل وفی وموف** "بہت وفا کرنے والا آدمی اور پورا کرنے والا" اور **قد وفیت بعہدک و اوفیت** دو لغت ہیں۔

(الوکیل) وکیل کے معنی متولی کے ہیں یعنی جو ہماری حفاظت پر قائم ہے۔ اور یہ وہی معنی ہیں جو ہمارے مال پر وکیل کے ہیں۔ اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ معتمد اور پناہ گاہ ہے اور **توکل** جس پر اعتماد ہو اور جس کی طرف پناہ لی جائے۔

(الوارث) وارث کے معنی یہ ہیں کہ جس کسی کو اللہ نے کسی چیز کا مالک بنایا ہے وہ مرجائے اور جو کچھ اس کے ملک میں باقی رہ جائے تو اس کا مالک اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہوتا۔

(البر) بر کے معنی صادق کے ہیں۔ کہا جاتا ہے "**صدق فلان و بر**" فلاں نے سچ بولا اور اچھے طریقہ سے پیش آیا۔ اور کہا جاتا ہے **برت یمین فلان** (فلاں شخص کی قسم سچی ہوگئی) جبکہ وہ سچی ہو اور **ابر ما اللہ** اور اس لو اللہ نے قبول کرلیا یعنی اس کو صدق پر جاری و نافذ کردیا۔

(الباعث) باعث کے معنی یہ ہیں کہ وہ قبروں سے مردوں کو اٹھائے گا اور ان کو جزا و بقا کے لئے زندہ کرے گا اور قیامت میں نشر کرے گا۔

(التواب) تواب کے معنی یہ ہیں کہ وہ توبہ کو قبول کرتا ہے اور گناہ سے درگزر فرماتا ہے جب کہ بندہ اس سے توبہ کرے۔ کہا جاتا ہے **تاب العبد الی الله عزوجل فهو تائب الیه** "بندہ نے اللہ عزوجل کی طرف ندامت سے توجہ کی تو وہ اس کی طرف متوجہ ہونے والا اور تائب ہے" اور **تاب الله وعلیه** (اللہ نے اس پر اپنا فضل کیا) یعنی اس نے اس کی توبہ قبول کی پس وہ "تواب" ہے۔ اور **التواب** توبہ ہے۔ اور کہا جاتا ہے **اتاب فلان من کذا** (فلاں شخص اس طرح سے شرمندہ ہوا) جب کہ وہ اس سے شرمندہ ہو اور کہا جاتا ہے **ماطعامک بطعام توبة** (تمہارا کھانا رسوائی کھانا نہیں ہے یعنی اس سے شرم نہیں کی جاتی اور نہ اس سے حیا کی جاتی ہے۔

(الجلیل) جلیل کے معنی سردار کے ہیں۔ سید قوم کے لئے جلیل و عظیم کہا جاتا ہے اور اللہ کا جلال جلیل ہے پس وہ جلیل ہے جلال و اکرام والا ہے۔ کہا جاتا ہے **رجل فلان فی عینی** (فلاں میری نگاہ میں جلیل ہے) یعنی بڑا ہے۔ اور **اجللته** کہا جاتا ہے (میں نے اس کی عظمت کی) یعنی میں نے اس کی تعظیم کی۔

(الجواد) جواد کے معنی محسن منعم زیادہ انعام اور احسان والے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے **جاد السخی من الناس** (وہ سخی لوگوں میں سے بخشش میں غالب ہوا وہ خوب بخشش کرتا ہے) اور **رجل جواد و قوم اجواد وجود** کہا جاتا ہے۔ (سخی آدمی اور شریف قوم) یعنی سخاوت کرنے والے، سخی کا لفظ اللہ عزوجل کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ سخاوت کی بنیاد نرمی پر ہے۔ **ارض سخاوته** (نرم زمین) **و قرطاس سخاوی** (نرم کاغذ) بولا جاتا ہے کہ جب کہ وہ نرم ہو اور سخی کو سخی اس لئے کہا گیا کہ وہ لوگوں کی ضرورتوں اور حاجتوں کے وقت نرم دلی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

(الخبیر) خبیر کے معنی عالم کے ہیں۔ الخبر اور الخبیر لغت میں ایک ہی ہیں۔ خبر کے معنی تمہارا کسی چیز کو جانتا ہے۔ کہا جاتا ہے **لی به خبر** یعنی مجھے اس کا علم ہے۔

(الخالق) اس کے معنی خلاق کے ہیں۔ اس نے مخلوقات کو باعتبار پیدائش اور دیگر مخلوقات کے خلق کیا۔ اور خلیقتہ، مخلوق کو کہتے ہیں۔ لغت میں خلق تمہارا کسی شے پر قدرت پانا ہے اور مثل ہے **انی اذا خلقت فریت لاکمن یخلق ولایفری** "بے شک جب میں نے خلق کیا تو دہشت زدہ رہ گیا نہ اس کی طرح جو خلق کرتا ہے اور حیرت زدہ نہیں ہوتا" اور ہمارے ائمہ علیہم السلام کے قول کے مطابق بندگان خدا کے افعال خلق تقدیر نہ کہ خلق تکوین سے پیدا کئے گئے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مٹی سے پرندوں کی صورت میں پیدا کرنا بھی خلق تقدیر تھا۔ اور پرندوں کی تکوین کرنے والا اور ان کا خالق حقیقت میں اللہ ہی ہے۔

(خیر الناصرین) خیر الناصرین اور خیر الراحمین کے معنی یہ ہیں کہ فاعل خیر سے جب کثرت سے خیر ہو تو اس کو خیر سے باعتبار کثرت موسوم کیا جاتا ہے۔

(الدیان) دیان وہ ذات ہے جو بندوں کو دیندار بناتا ہے اور ان کے اعمال کے ذریعے ان کو جزا دیتا ہے اور دین جزاء کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع نہیں ہوتی کیونکہ یہ مصدر ہے۔ دان، یدین، دینا اور ضرب المثل ہے کماتدین تدان یعنی جیسا بدلہ دوگے ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا۔ شاعر کہتا ہے:

کما یدین الفتیٰ یوماً یدان بہ　　من یزرع النوم لایقلعہ ریحاناً

" جس طرح آج جو جوان بدلہ دے رہا ہے اس کو ویسا ہی بدلہ دے جائے گا۔ کیونکہ جو لہسن کی کاشت کرتا ہے وہ اس سے خوشبودار پودا حاصل نہیں کرسکتا۔

(الشکور) شکور اور شاکر دونوں کے معنی یہ ہیں کہ وہ بندہ کے عمل کی تعریف کرتا ہے اور یہ وسعت کے لحاظ سے ہے کیونکہ لغت میں شکر عرفان احسان کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر احسان کرنے والا اور ان پر نعمت نازل کرنے والا ہے کیونکہ جب وہ ان اطاعت گزاروں کی اطاعتوں پر جزاء دینے والا ہے تو مجاز کے طور پر اس کے بدلہ میں ان کے لئے شکر قرار دیا جس طرح نعمت دینے والے کے بدلہ میں شکر کا نام دیا گیا۔

(العظیم) اس کے معنی سردار و بادشاہ کے ہیں۔ سیدالقوم ان کا عظیم و جلیل شخص ہوتا ہے۔ اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف عظمت سے بہ سبب غلبہ و قدرت اشیاء کی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے وصف بیان کرنے والا عظمت کرنے والا ہوتا ہے۔ اور تیسرے معنی یہ ہیں کہ وہ عظیم ہے اس لئے کہ تمام مخلوق اس کے سامنے ذلیل و عاجز و سرافگندہ ہے تو وہ عظیم قدرت والا اور عظیم الشان ہے۔ چوتھے معنی یہ ہیں کہ وہ مجید ہے کہا جاتا ہے عظیم فلان فی المجد عظامۃ " فلاں بزرگوں میں بڑائی کے اعتبار سے عظیم ہوا " اور عظامۃ مصدر ہے اور عظیم اور عظمتہ غرور و تکبر کی وجہ سے ہے۔ اور عظیم کے معنی موٹا، لمبا، چوڑا، بھاری کے نہیں ہیں اس لئے کہ یہ معانی مخلوق کے معانی ہیں اور بنانے اور ایجاد کرنے کی نشانیاں ہیں اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی ذات سے نفی کی گئی ہیں۔ اور روایت میں آیا ہے کہ وہ عظیم اس لئے کہا گیا کیونکہ وہ خلق کا خالق ہے اور عرش عظیم کا رب اور خالق ہے۔

(اللطیف) لطیف کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے بندوں سے لطف و مہربانی کرنے والا ہے پس وہ ان کے لئے لطیف ہے۔ ان پر مہربانی کرنے والا، نعمت دینے والا ہے اور لطف مہربانی اور عزت دینے کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے فلان لطیف بالناس انسان پر مہربانی کرنے والا ہے، ان سے حسن سلوک سے پیش آتا ہے اور اچھی طرح لطف کرتا ہے۔ اور اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی تدبیر اور فعل میں لطیف ہے۔ معقولہ ہے فلان لطیف العمل اور روایت میں آیا ہے کہ لطیف وہی اللہ ہے جو خلق لطیف کا خالق ہے جس طرح کہ وہ عظیم کے نام سے موسوم کیا گیا

کیونکہ وہ عظیم مخلوق کا خالق ہے۔

(الشافی) شافی کے معنی مشہور و معروف ہیں اور یہ لفظ شفاء سے بنا ہے جیساکہ اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیمؑ کی طرف سے فرمایا ہے **واذا مرضت فھو یشفین** (الشعراء ۸۰) " اور جب میں مریض ہوتا ہوں تو وہ مجھ کو شفا بخشتا ہے۔" پس یہ تمام اسماء حسنیٰ ننانوے ہیں۔

لیکن (تبارک) تو وہ برکت سے بنا ہے اور اللہ عزوجل صاحب برکت ، فاعل برکت اور اس کو مخلوق میں رکھنے والا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بیٹے ، بیوی اور شریک اور اس چیز سے جو ظالم لوگ کہتے ہیں بہت بلند ہے۔ اور کبھی کہا گیا کہ اللہ عزوجل کے ارشاد " **تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہٖ لیکون للعالمین نذیراً** " (الفرقان ۔ ۱) " خدا بہت برکت والا ہے جس نے اپنے بندہ پر قرآن کو نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے ڈرانے والا ہو۔" سے یہ مراد لیا گیا ہے کہ اللہ وہ ہے کہ جس کی بقاء دائمی ہے ، اور اس کی نعمتیں باقی رہیں گی اور اس کا ذکر اپنے بندوں پر برکت ہوگا اور اللہ کی نعمتوں کا ان بندوں کے پاس ہمیشگی کی طلب کرنا اور وہ وہی خدا ہے جس نے اپنے بندہ پر فرقان کو نازل کیا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے ڈرانے والا ہو۔ فرقان قرآن ہی ہے اس کا نام فرقان رکھا ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے اس کے ذریعے حق و باطل میں تفریق و تمیز کی ہے۔ اور اس نے اپنے جس بندہ پر اس کو نازل فرمایا ہے ، وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ان کو عبد سے اس لئے موسوم کیا کہ کہیں اس کو رب معبود نہ بنالیا جائے۔ اور یہ اس کے بارے میں غلو کرنے والے کی رو ہے۔ اور اللہ عزوجل نے واضح کردیا کہ اس قرآن کو اس پر نازل کیا تاکہ اس کے ذریعہ سے عالمین کو ڈرائے اور ان کو اس کے ذریعہ اللہ کی نافرمانی اور عذاب کے درد سے خوف دلائے۔ **والعالمون** سے لوگ مراد ہیں۔ جو آسمان و زمین کا مالک ہے اور جس نے اس کا بیٹا نہیں ٹھہرایا جیساکہ عیسائیوں نے کہا جبکہ انہوں نے اس کی طرف غلطی سے ولد کی نسبت دی اور اس کی توحید سے نکل گئے۔ اس کا سلطنت و اقتدار میں کوئی شریک نہیں ہے اس نے ہر شے کو خلق کیا اور ان کی تقدیر مقرر کی یعنی اس نے تمام اشیاء کو جانی پہچانی مقدار پر پیدا کیا۔ اور یہ کہ اس نے کسی شے کو بر سبیل سہو و غفلت اور نہ تعب و مشقت اور نہ اندازہ و گمان سے پیدا کیا بلکہ ان کو اس مقدار و انتہا پر خلق کیا کہ اس کی تدبیر کی درستی جانی جاتی ہے اور یہ کہ وہ بندوں کے دینی امور میں درستی واصلاح چاہتا ہے اور یہ کہ اس کی طرف سے اپنی مخلوق پر عدل ہے اس لئے کہ اگر وہ اس شے کو اس جانی پہچانی مقدار پر خلق نہ کرتا جس کا تذکرہ ہم نے کیا ہے تو اس میں تفاوت ، ظلم ، حکمت سے خارج ، تدبیر کی درستی کا عبث ہونا اور ظلم و فساد پایا جاتا ہے جس طرح کہ اس کی مخلوق کے اس فعل میں پایا جاتا ہے جو اپنے افعال میں مشغول رہتے ہیں اور ایسے کام کرتے ہیں کہ جس کی مقدار کو وہ نہیں جانتے پہچانتے ہیں۔ اور اس سے یہ مراد نہ لی جائے کہ اس نے اس سبب سے تقدیر کو خلق کیا کہ وہ اپنے فعل کی مقدار کو اس کے ذریعہ سے پہچانے پھر اس نے اس کے بعد افعال کو کیا کیونکہ یہ امر اس فعل میں

پایا جاتا ہے جو اپنے مقدار فعل کا علم نہیں رکھتا مگر اسی تقدیر اور اسی تدبیر سے ۔ اور اللہ سبحانہ ازل سے ہر شے کا عالم ہے اور اس نے اپنے قول **فقدرہ تقدیراً** اس نے شے کی تقدیر مقرر کی سے مراد لیا ہے یعنی اس نے یہ امر اس مقدار پر کیا جس کو وہ جانتا پہچانتا ہے ، اس بنیاد پر جس کو ہم نے واضح طور پر بیان کیا اور اس پر کہ وہ اپنے بندوں کے لئے اس کے افعال کو مقدر کر دیا تاکہ وہ ان کی مقدار ، وقت وجود کو سمجھ لیں اور ان کے اس مقام کو جس میں وہ حادث کئے گئے ہیں ۔ اس کے ذریعے پہچانیں ۔ پس جبکہ اس کا کلام نہیں پایا گیا مگر اس مقدار پر کہ وہ اس کو پہچانے تاکہ وہ حد صدق سے کذب کی طرف اور حد صواب (نیکی) سے خطا کی طرف اور حد بیان و توضیح سے خلاف حقیقت کی طرف نہ نکل جائے ۔ یہ اس امر کی دلالت ہے کہ اللہ نے اس کی حقیقت کو مقدر کیا ہے اور محکم کیا ہے اور اس کو پیدا کیا ۔ اس وجہ سے وہ محکم ہے جس میں کوئی خلل نہیں اور نہ تفاوت و فساد ہے ۔

(۱۰) ہم سے چند لوگوں نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ہمام نے انہوں نے علی بن حسین (یا حسن) سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن یحییٰ خزاعی نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ میں ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کے ساتھ ان کے کسی دوست کی عیادت کے لئے گیا تو میں نے ایک آدمی کو کثرت سے آہ ، کہتے ہوئے دیکھا تو میں نے اس سے کہا کہ اے میرے بھائی تم اپنے رب کا ذکر کرو اور اس سے فریاد چاہو تو حضرت ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ "آہ" اسماء الہیٰ میں سے ایک اسم ہے پس جس شخص نے "آہ" کہا تو اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے فریاد چاہی ۔

(۱۱) ہم سے ابوالحسن علی بن عبداللہ بن احمد اصبہانی اسواری نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے مکی بن احمد بن سعدویہ برذعی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابو اسحاق ابراہیم بن عبدالرحمن قرشی نے دمشق میں خبر دی اور میں سن رہا تھا اس نے کہا کہ ہم سے ابو عامر موسیٰ بن عامر مری نے بیان کیا ، اس نے کہا کہ ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا ، اس نے کہا کہ ہم سے زہیر بن محمد نے بیان کیا انہوں نے موسیٰ بن عقبہ سے بیان کیا ، اس نے اعرج سے ، اس نے ابوہریرہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں ۔ سو ہیں مگر واحد ۔ وہ ایک ہے اور فرد کو پسند کرتا ہے ۔ جس نے ان ناموں کو شمار کیا وہ جنت میں داخل ہو گیا ۔ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ اہل علم میں سے کسی نے کہا کہ ان اسماء کا پہلا بغیر **لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ** کے کھلتا ہے ، اسی کی سلطنت اور اسی کی حمد ہے ، اسی کے قبضہ ، قدرت میں خیر ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے ۔ کوئی معبود نہیں ہے مگر اللہ ، اس کے اسماء حسنیٰ ہیں : **اللہ ، واحد ، صمد ، اول ، آخر ، ظاہر ، باطن ، خالق ، باری ، مصور ، ملک ، قدوس ، سلام ، مومن ، مہیمن ، عزیز ، جبار ، متکبر ، رحمن ، رحیم ، لطیف ، خبیر ، سمیع ، بصیر ، علی ، عظیم ، باری ، متعالی ، جلیل ، جمیل ، حی ، قیوم ،**

قادر ، قاہر ، حکیم ، قریب ، مجیب ، غنی ، وہاب ، ودود ، شکور ، ماجد ، احد ، ولی ، رشید ، غفور ، کریم ، حلیم ، تواب ، رب ، مجید ، حمید ، وفی ، شہید ، مبین ، برہان ، رؤف ، مبدی ، معید ، باعث ، وارث ، قوی ، شدید ، ضار ، نافع ، وافی ، حافظ ، رافع ، قابض ، باسط ، معز ، مذل ، رازق ، ذوالقوۃ المتین ، قائم ، وکیل ، عادل ، جامع ، معطی ، مجتبیٰ ، محیی ، ممیت ، کافی ، ہادی ، ابد ، صادق ، نور ، قدیم ، حق ، فرد ، وتر ، واسع ، محصی ، مقتدر ، مقدم ، مؤخر ، منتقم ، بدیع ۔

(۱۲) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے علی بن رئاب سے انہوں نے چند حضرات سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے روایت کی، انہوں نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی عبادت وہم و گمان سے کی تو اس نے کفر کیا اور جس نے اسم کی عبادت کی اور معنی و حقیقت کی عبادت نہیں کی تو اس نے کفر کیا ۔ اور جس نے اسم اور معنی کی عبادت کی تو اس نے شرک کیا ۔ اور جس نے معنی کی عبادت اس پر ان اسماء کے واقع ہونے کے ساتھ کی جو صفات اس نے اپنی ذات کے وصف کے لئے بیان کی ہیں پھر اس کا دل مطمئن ہوگیا اور اس کی زبان پوشیدہ و ظاہری طور پر اس کے ذریعہ گفتگو کرتی ہو تو وہ امیرالمومنین علیہ السلام کے اصحاب ہیں ۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے، وہی صحیح طور پر مومن ہیں ۔

(۱۳) ہم سے محمد بن محمد بن عصام کلینی اور علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان دونوں نے فرمایا کہ ہم سے محمد بن یعقوب کلینی نے بیان کیا، انہوں نے علی بن ابراہیم سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے نصر بن سوید سے، انہوں نے ہشام بن الحکم سے، اس نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اسماء الہیٰ اور ان کے اشتقاق (ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے مشتق کرنا) کے متعلق دریافت کیا ۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ الہ سے مشتق ہے اور الہ کا تقاضہ ہے کہ اس کی عبادت کی جائے ۔ اور یہ اسم بغیر مسمیٰ کے ہے ۔ پس جس نے اسم کے بغیر معنیٰ کے عبادت کی تو اس نے کفر کیا اور ذرا بھی عبادت نہیں کی ۔ جس نے اسم اور معنی کی عبادت کی تو اس نے شرک کیا اور دو کی عبادت کی اور جس نے اسم کے بغیر معنی کی عبادت کی تو یہی توحید ہے ۔ اے ہشام کیا تم سمجھ گئے؟ تو انہوں نے کہا کہ آپؑ کچھ زیادہ فرمایئے آپؑ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کے ننانوے نام ہیں تو اگر وہ نام وہی مسمی ہو تو ہر ایک نام ایک الہ ہوگا ۔ لیکن اللہ عزوجل کے معنی ہیں جو اس پر ان اسماء کے ذریعہ دلالت کرتے ہیں اور تمام اسماء اس کے غیر ہیں ۔ اے ہشام الخبز (روٹی) کھائی ہوئی اشیاء کا نام ہے اور الماء (پانی) مشروب کا نام ہے اور ثوب (کپڑا) ملبوس کا نام ہے، النار (آگ) جلانے والی کا نام ہے ۔ اے ہشام! کیا تم اچھی طرح سمجھ گئے جس کے ذریعہ تم دفاع کرسکو اور

ہمارے دشمنوں اللہ کے ملحدوں اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والوں سے فیصلہ کن بات کر سکو۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ اے ہشام اللہ تم کو فائدہ پہنچائے اور ثابت قدم رکھے۔ ہشام نے بیان کیا کہ خدا کی قسم مجھ کو توحید کے بارے میں کسی نے مغلوب نہیں کیا یہاں تک کہ میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

(۱۴) ہم سے ابوالحسن علی بن عبداللہ بن احمد اسواری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے مکی ابن احمد بن سعدویہ برذعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو اسمٰعیل بن محمد بن فضل بن محمد بن مسیب بیہقی نے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے دادا نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے احمد بن محمد بن داؤد بن قیس صنعانی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے افلح بن کثیر نے بیان کیا، انہوں نے ابن جریج سے، انہوں نے عمرو بن شعیب سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے دادا سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث بیان کی کہ جبرئیلؑ اس دعا کے ساتھ نازل ہوئے جب کہ وہ مسکراتے ہوئے خوش و خرم آئے کہنے لگے کہ اے محمدؐ آپ پر سلام ہو، میںؐ نے کہا کہ اے جبرئیل تم پر بھی سلامتی ہو۔ وہ کہنے لگے کہ اللہ نے آپ کو ایک ہدیہ بھیجا ہے تو رسول اللہؐ نے فرمایا اے جبرئیل وہ ہدیہ کیا ہے؟ جبرئیل نے کہا کہ وہ عرش کے خزانوں کے کلمات ہیں جن کے ذریعے آپؐ کو مکرم کیا ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ وہ کلمات کیا ہیں؟ جبرئیل کہنے لگے کہ آپ کہیں يَامَنْ اَظْهَرَ الْجَمِيْلَ وَسَتَرَ الْقَبِيْحَ ، يَامَنْ لَمْ يُؤَاخِذْ بِالْجَرِيْرَةِ وَلَمْ يَهْتِكِ السِّتْرَ ، يَاعَظِيْمَ الْعَفْوِ ، يَاحَسَنَ التَّجَاوُزِ ، يَاوَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ ، يَا بَاسِطَ الْيَدَيْنِ بِالرَّحْمَةِ ، يَا صَاحِبَ كُلِّ نَجْوٰى وَيَا مُنْتَهٰى كُلِّ شَكْوٰى [يَا مُقِيْلَ الْعَثَرَاتِ] يَا كَرِيْمَ الصَّفْحِ ، يَا عَظِيْمَ الْمَنِّ ، يَا مُبْتَدِئًا بِالنِّعَمِ قَبْلَ اسْتِحْقَاقِهَا ، يَارَبَّنَا وَيَاسَيِّدَنَا وَيَامَوْلَانَا وَيَا غَايَةَ رَغْبَتِنَا اَسْئَلُكَ يَا اَللّٰهُ اَنْ لَا تُشَوِّهَ خَلْقِيْ بِالنَّارِ (اے وہ ذات کہ جس نے حسن خوبصورتی کو ظاہر کیا اور بدی و بدصورتی کو چھپایا اور اے وہ ذات کہ جس نے گناہ پر مؤاخذا نہیں کیا اور جس نے بے عزتی نہیں کی۔ اے عظیم درگزر کرنے والے، اے اچھی طرح چشم پوشی کرنے والے، اے وسیع مغفرت کرنے والے، اے رحمت کے لئے دونوں ہاتھوں کو کشادہ کرنے والے، اے ہر سرگوشی کو سننے والے، اور ہر شکوہ و شکایت کی حد انتہا، [اے لغزشوں میں سنبھالنے والے] اے گناہوں سے درگزر کرنے والے کریم، اے عظیم احسان کرنے والے، اے نعمتوں کی استحقاق سے پہلے ابتداء کرنے والے، اے ہمارے پروردگار اے ہمارے سردار، اے ہمارے مولا و آقا اور اے ہماری خواہش کی انتہاء و مقصود، اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری شکل و صورت کو آگ کے ذریعہ بدنما نہ بنانا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے جبرئیل ان کلمات کا ثواب کتنا ہے؟ انہوں نے کہا بہت دور کی بات ہے بہت دور کی بات ہے علم ختم ہو گیا۔ اگر ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے فرشتے مجتمع ہو کر قیامت تک اس کا ثواب بیان کریں تو ہزار حصوں

میں سے ایک حصہ کا وصف بیان نہیں کر سکیں گے ۔ پس جب بندہ **یامن اظہر الجمیل وستر القبیح** کہتا ہے تو اللہ اس کو دنیا میں اپنی رحمت سے ڈھانپ لیتا ہے اور آخرت میں اس کو حسین وجمیل بنا دیتا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ اس بندہ پر دنیاو آخرت میں ہزار پردوں سے پردہ پوشی کرتا ہے ۔ اور جب وہ **یامن لم یواخذ بالجریرۃ ولم یھتک الستر** کہتا ہے تو روز قیامت اللہ اس کا محاسبہ نہیں کرے گا اور اس کا پردہ چاک نہیں کرے اس دن جبکہ تمام پردے چاک کردیئے جائیں گے ۔ اور جب وہ **یاعظیم العفو** کہتا ہے تو اللہ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے ۔ اگرچہ اس کی خطائیں سمندر کے جھاگ کی طرح ہوں ۔ اور جب بندہ **یا حسن التجاوز** کہتا ہے تو اللہ اس سے درگزر کرتا ہے یہاں تک کہ چوری، شراب نوشی، دنیا کے خطرناک امور اور دیگر گناہان کبیرہ کو معاف کردیتا ہے ۔ اور جب وہ **یاواسع المغفرۃ** کہتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے لئے رحمت کے ستر دروازے کھول دیتا ہے تو وہ دریائے رحمت میں پیراکی کرتا ہے تاآنکہ وہ دنیا سے رخصت ہوجائے اور جب وہ **یا باسط الیدین بالرحمۃ** کہتا ہے تو اللہ اپنی رحمت کا ہاتھ اس پر کشادہ کردیتا ہے ۔ اور جب وہ **یاصاحب کل نجویٰ** کہتا ہے اور **یا منتھیٰ کل شکویٰ** کہتا ہے تو اللہ عزوجل اس کو بدلہ میں ہر مصیبت زدہ، صحت مند، مریض، نقصان کا مارا، مسکین و فقیر کے ثواب قیامت تک عطا کرتا ہے ۔ اور جب وہ **یا کریم الصفح** کہتا ہے تو اللہ اس کو انبیاء کی کرامت سے مکرم کرتا ہے ، جب وہ **یا عظیم المن** کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی اور تمام مخلوق کی آرزوئیں اس کو عطا کرے گا اور جب وہ **یامبتدئاً بالنعم قبل استحقاقھا** کہتا ہے تو اللہ اس کے اجر میں اس کی نعمتوں کے شکر کی تعداد کے برابر عطا کردے گا ۔ جب وہ **یا ربنا و یا سیدنا و یا مولانا** کہتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے ۔ میرے ملائکہ گواہ رہو کہ میں نے اس کو بخش دیا اور اس کو میں نے جنت، دوزخ، ساتوں آسمانوں، ساتوں زمینوں، سورج، چاند، ستارے، بارشوں کے قطروں، ہر طرح کی مخلوقات، پہاڑوں، کنکریوں اور نرم مٹیوں اور ان کے علاوہ عرش و کرسی کی تخلیق کے تعداد کے برابر اجر عطا کردیا ہے ۔ اور جب وہ **یامولانا** کہتا ہے تو اللہ اس کے قلب کو ایمان سے مملو (بھر دیتا) کردیتا ہے ۔ اور جب وہ **یاغایۃ رغبتنا** کہتا ہے تو اللہ قیامت کے روز اس کی پسند اور تمام مخلوق کی پسند کے مطابق اس کو عطا کرے گا ۔ اور جب وہ **اسئلک یااللہ ان لاتشوہ خلقی بالنار** کہے گا تو **جبار جل جلالہ** فرمائے گا کہ میرے بندہ نے مجھ سے آتش دوزخ سے رہائی کی درخواست کی ہے ۔ میرے ملائکہ گواہ رہنا کہ میں نے اس کو آتش جہنم سے آزاد کردیا اور اس کے والدین، بہنوں، بھائیوں، اس کے بیوی بچوں اور ہمسایوں کو بھی جہنم سے رہائی دی اور میں نے اس کو ہزار آدمیوں کی شفاعت کا حق دیدیا جن پر جہنم واجب تھا ۔ اور میں نے اس کو دوزخ سے پناہ دی ۔ پس اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ کلمات متقین کو سکھلانا اور منافقوں کو نہ سکھلانا ۔ کیونکہ ان کلمات کو ادا کرنے والوں کی پکار مستجاب و قبول ہے ۔ ان شاء اللہ اور یہ بیت المعمور والوں کی دعا ہے جب کہ وہ اس

کے گرد طواف کرتے ہیں۔

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے عالم، حی، قادر بالذات ہونے، بغیر علم و قدرت و حیات کے جو اس کا غیر ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ علم کے ذریعے عالم ہے تو اس کا علم دو باتوں میں سے ایک بات سے خالی نہیں ہوگا۔ یا تو وہ قدیم ہوگا یا حادث ہوگا۔ اگر وہ علم حادث ہوگا تو اللہ تعالیٰ علم کی پیدائش سے قبل غیر عالم ہوگا۔ اور یہ نقص (کمی) کی صفات میں سے ہے اور ہر منقوص (نامکمل) محدث ہوتا ہے اس سے جس کی ہم نے تقدیم کی ہے۔ اور اگر وہ قدیم ہے تو اللہ کے علاوہ قدیم ہونا ضروری ہوا اور یہ اجتماع کے ساتھ کفر ہے۔ اس طرح کی بات قادر اور اس کی قدرت اور حی اور اس کی حیات کے بارے میں ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے قادر، عالم، حی ہے، اس نے ثابت کیا ہے کہ وہ عالم، قادر، حی بالذات ہے۔ اور دلیل کے ذریعہ مطابق واقع ہے کہ اللہ عزوجل قدیم ہے اور جبکہ اس طرح ہو تو وہ عالم لم یزل ہے جبکہ اس کا وہ نفس کہ جس کے لئے علم ہے ہمیشہ سے ہے۔ اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ قادر، حی ہمیشہ سے ہے۔

باب (۳۰) قرآن کیا ہے؟

(۱) ہم سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے ان کے والد ابراہیم بن ہاشم نے، انہوں نے علی بن معبد سے، انہوں نے حسین بن خالد سے، انہوں نے کہا کہ میں نے رضا علی بن موسیٰ (امام علی رضا) علیہما السلام سے عرض کیا کہ فرزند رسول مجھے قرآن کے بارے میں بتایئے کہ آیا وہ خالق ہے یا مخلوق ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ وہ نہ خالق ہے اور نہ مخلوق ہے۔ لیکن وہ اللہ عزوجل کا کلام ہے۔

(۲) ہم سے جعفر بن محمد بن مسرور رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عبداللہ بن جعفر حمیری نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے، انہوں نے ریان بن صلت سے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپؑ قرآن کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ کلام اللہ سے تجاوز نہ کرو اور اس کے غیر سے طلب ہدایت نہ کرو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔

(۳) ہم سے حسین بن ابراہیم بن احمد مؤدب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن اسمعیل برکی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن سالم نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا کہ میں نے صادق جعفر بن محمد (امام جعفر صادق) علیہما السلام سے دریافت کیا اور عرض کیا کہ فرزند رسولؐ کہ آپؑ قرآن کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ آپؑ نے

جواب دیا کہ وہ اللہ کا کلام و قول، اللہ کی کتاب اور اس کی وحی اور اس کی تنزیل ہے۔ اور وہ کتاب عزیز ہے کہ باطل نہ اس کے سامنے سے اور نہ اس کے پیچھے سے آسکتا ہے۔ یہ حکیم و حمید کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

(۴) میرے والد بزرگوار رحمہ اللہ نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عیسیٰ بن عبید یقطینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ علی بن محمد بن علی بن موسیٰ رضا (امام علی نقی) علیہم السلام نے اپنے کسی شیعہ کے نام بغداد سے خط لکھا " اللہ کے نام سے جو رحمن رحیم ہے اللہ نے ہم کو اور تم کو فتنہ سے محفوظ رکھا ہے۔ اگر وہ کرے گا تو یہ سب سے بڑی نعمت ہوگی اور اگر وہ نہیں کرے گا تو یہ ہلاکت ہے۔ ہماری رائے ہے کہ قرآن کے بارے میں مناظرہ وجدال بدعت ہے جس میں سوال کرنے والا اور جواب دینے والا دونوں مشترک ہیں۔ سائل وہ شے لے لیتا ہے جو اس کے لئے نہیں ہے اور جواب دینے والا اس تکلیف کو برداشت کرتا ہے جو اس پر واجب نہیں ہے۔ اور اللہ کے علاوہ کوئی خالق نہیں ہے اور اس کے علاوہ مخلوق ہے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے تم اپنی طرف سے اس کو ایسا نام نہ دو کہ گمراہوں میں سے ہوجاؤ۔ اللہ نے ہم کو اور تم کو ان لوگوں میں سے قرار دیا ہے جو لپنے رب سے غیب کے ساتھ ڈرتے ہیں اور وہ قیامت کی گھڑی سے ڈرتے ہیں۔

(۵) ہم سے حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام مؤدب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن اسمٰعیل برکی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن احمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے سلیمان بن جعفر جعفری نے بیان کیا، انہوں نے ابوالحسن موسیٰ بن جعفر (امام موسی کاظم) علیہما السلام سے عرض کیا کہ فرزند رسولؐ آپ قرآن کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کیونکہ جو لوگ ہم سے پہلے تھے انہوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ ایک گروہ نے کہا کہ قرآن مخلوق ہے اور دوسرے گروہ نے کہا کہ وہ غیر مخلوق ہے۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں وہ نہیں کہتا جو لوگ کہتے ہیں۔ لیکن میرا یہ کہنا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔

(۶) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن اسمٰعیل برکی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جعفر بن سلیمان جعفری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن فضل ہاشمی سے، انہوں نے سعد خفاف سے، انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے، انہوں نے کہا کہ جب امیرالمومنین علی ابن ابو طالب علیہما السلام خوارج کے لئے کھڑے ہوئے اور ان کو وعظ و نصیحت سے سمجھایا اور ان کو جنگ سے ڈرایا تو ان سے فرمایا کہ تم مجھ سے کیوں انتقام لے رہے ہو؟ آگاہ ہو کہ کیا میں وہ پہلا شخص نہیں ہوں جو اللہ و رسول پر ایمان لایا؟ تو انہوں نے کہا کہ آپؑ ایسے ہی ہیں لیکن آپؑ نے اللہ کے دین میں ابو موسیٰ الاشعری کو حکم بنا دیا۔ تو علی علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم بخدا

میں نے کسی مخلوق کو حکم نہیں بنایا بلکہ میں نے قرآن کو حکم بنایا ہے ۔ اور اگر میرے امر پر مجھ کو مغلوب نہ کر دیا جاتا اور میری رائے کی مخالفت نہ کی جاتی تو میں اس امر پر راضی نہ ہوتا کہ میرے اور اللہ سے لڑنے والوں کے درمیان جنگ کے اسلحہ رکھ دیئے جائیں تاآنکہ اعلاء کلمتہ اللہ ہوتا اور دین خدا کی نصرت کرتا خواہ کافروں اور جاہلوں کو یہ بات ناگوار گزرتی ۔

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ کتاب مجید میں آیا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ، اس کی وحی اور اس کا قول اور اللہ کی کتاب ہے اور اس میں یہ نہیں آیا کہ وہ مخلوق ہے ۔ اس وجہ سے ہم نے مخلوق کے لفظ کا اطلاق اس پر ممنوع قرار دیا ہے کیونکہ لغت میں مخلوق مکذوب (جھوٹا) ہے ۔ اور کلام مخلوق بولا جاتا ہے یعنی جھوٹا کلام ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **انما تعبدون من دون اللہ اوثانا و تخلقون افکا** (العنکبوت ۔ ۱۷) " سوائے اس کے نہیں کہ تم اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش کرتے ہو اور جھوٹی باتیں گھڑتے ہو ۔" یعنی جھوٹ ۔ اور اللہ تعالیٰ نے منکرین توحید کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا " **ماسمعنا بھذا فی الملۃ الاخرۃ ان ھذا الا اختلاق** " (ص ۔ ۷) " ہم نے یہ بات پچھلی ملت میں نہیں سنی یہ اس کی من گھڑت ہے ۔" یعنی افتعال کے وزن پر جھوٹ تو جس نے یہ گمان کیا کہ قرآن مخلوق ہے اس معنی میں کہ وہ مکذوب ہے تو اس نے کفر کیا ۔ اور جس نے یہ کہا کہ وہ غیر مخلوق ہے اس معنی میں کہ وہ غیر مکذوب ہے تو اس نے سچ کہا اور حق کہا اور حق درست بات کہی اور جس نے یہ خیال کیا کہ وہ غیر مخلوق ہے اس معنی میں کہ وہ غیر محدث ، غیر منزل اور غیر محفوظ ہے تو اس نے غلطی و خطا کی اور غیر حق و نادرست بات کہی ۔ اور اہل اسلام کا اجماع ہے کہ قرآن حقیقت میں نہ کہ مجاز کے طور پر اللہ عزوجل کا کلام ہے ۔ اور جس نے اس کے علاوہ کہا تو اس نے خدا کی مرضی کے خلاف اور جھوٹ کہا ۔ ہم نے قرآن کو مفصل و باہم مربوط ، اور اس ایک حصہ کو بغیر حصہ کے اور بعض کو بعض سے قبل پایا ہے جیسے اس ناسخ کو جو منسوخ کے بعد آتا ہے ۔ پس اگر اس کی یہ صفت حادث نہیں ہوتی تو حدوث محدثات پر دلالت باطل ہوجاتی ، اور اس کے محدث کے اثبات کا ان محدثات کی نہایہ ، تفریق اور اجتماع میں دشوار ہوجاتا ہے اور دوسری چیز یہ ہے کہ عقول انسانی نے گواہی دی ہے اور امت اس پر مجتمع ہے کہ اللہ عزوجل اپنے آگاہ کرنے میں سچا ہے اور یہ معلوم ہے کہ کذب وہ ہے جو کسی چیز کے نہ ہوتے ہوئے ہونے کی خبر دے ۔ اللہ عزوجل نے فرعون اور اس کے قول **انا ربکم الاعلیٰ** " (سورۃ النازعات ۔ آیت ۲۴) کے بارے میں اور حضرت نوحؑ کے بارے میں کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو جو ان سے الگ تھلگ تھا آواز دی **یا بنیی ارکب معنا و لا تکن مع الکافرین** (ھود ۔ آیت ۴۲) " اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہوجا اور کافروں کے ساتھ نہ رہ ۔ پس اگر یہ قول اور یہ خبر قدیم تھی تو وہ فرعون سے قبل اس کے قول سے پہلے تھی جس کے بارے میں خبر دی اور یہی وہ کذب ہے ۔ اور اگر ان کا وجود نہ تھا مگر فرعون کے کہنے کے بعد تو وہ حادث ہوا کیونکہ وہ جب نہ تھے ، ہوئے ۔ اور آخری بات یہ ہے کہ

اللہ عزوجل نے فرمایا ہے **ولئن شئنا لنذھبن بالذی او حینا الیک** (بنی اسرائیل۔آیت ۸۶) اور اگر ہم چاہیں تو اس کو (قرآن) جو ہم نے تمہارے پاس وحی کے ذریعہ بھیجا ہے اٹھا لے جائیں۔اور اس کا قول **ماننسخ من ایۃ اوننسھا نات بخیر منھا او مثلھا** (البقرہ۔آیت ۱۰۶) "ہم کسی آیت کو منسوخ نہیں کرتے ہیں یا اس کو بھلاتے اور مٹاتے نہیں ہیں (جب تک) اس سے بہتر یا اس جیسی ہم نازل نہیں کردیتے ہیں۔اور وہ جو اس کی مثل ہے آیا جائز ہے کہ اس کے وجود کے بعد معدوم کردے تو وہ لامحالہ حادث ہے۔

(۷) اور اس کی تصدیق ہمارے شیخ محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی جامع میں بطور اخراج کی ہے اور اس کی ہم سے حدیث بیان کی ہے، محمد بن حسن صفار سے، انہوں نے عباس بن معروف سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبدالرحمن بن ابی نجران نے بیان کیا، انہوں نے حماد بن عثمان سے، انہوں نے عبدالرحیم قصیر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے عبدالملک کے ہاتھ ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کو خط لکھا "میں آپؑ کے قربان جاؤں لوگوں نے اشیاء کے بارے میں اختلاف کیا ہے جس کو میں نے آپ کو خط میں تحریر کیا میں آپؑ پر قربان ہوجاؤں اگر آپ مناسب سمجھیں تو میرے مکتوب میں دریافت کردہ اشیاء کی تشریح فرما دیں میں قربان جاؤں لوگوں نے عراق میں معرفت اور کفر و انکار میں اختلاف کیا ہے۔میں قربان جاؤں کیا معرفت و جحود دونوں مخلوق ہیں۔اور انہوں نے قرآن کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ایک گروہ کا خیال ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے غیر مخلوق ہے اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کا کلام مخلوق ہے۔اور کیا قبل فعل یا فعل کے ساتھ استطاعت تھی؟ کیونکہ ہمارے ساتھیوں نے اس میں اختلاف کیا ہے اور اس کے بارے میں روایتیں بیان کی ہیں۔اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے متعلق کیا صورت کے ذریعے یا نشق کے ذریعے وصف بیان کیا جاسکتا ہے؟ میں آپ کے قربان جاؤں اگر آپ مناسب سمجھیں تو توحید کے بارے میں صحیح رائے تحریر فرمایئے۔اور حرکات کے متعلق فرمایئے کہ وہ مخلوق ہیں یا غیر مخلوق ہیں؟ اور ایمان کے بارے میں تحریر فرمایئے کہ وہ کیا ہے؟ تو آپؑ نے عبدالملک بن اعین کے ذریعہ سے خط روانہ فرمایا کہ تم نے معرفت کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کیا ہے؟ اللہ تم پر رحم فرمائے۔سمجھو لو کہ معرفت اللہ کا عمل ہے جو قلب میں پیدا کی گئی ہے۔اور جحود بھی اللہ کا عمل ہے جو قلب میں پیدا کیا گیا۔ان دونوں میں بندوں کی کاریگری کا دخل نہیں اور کتاب میں ان کا اختیار ہے۔وہ اپنے ایمان کی رغبت و خواہش سے معرفت کا برتاؤ کرتے ہیں، اس کی وجہ سے وہ مومن عارف کہلاتے ہیں۔اور جن لوگوں نے اپنے کفر کی خواہش و پسند سے جحود کا انتخاب کیا تو وہ اس کی وجہ سے کافر جاحد گمراہ کہلائے۔اور یہ توفیق الہیٰ سے ہے اور اس رسوائی کی وجہ سے ہے کہ اللہ نے اپنی مدد ان سے روک دی ہے۔اختیار اور اکتساب کے ذریعہ اللہ نے ان پر عقاب کیا اور ان کی توبہ قبول کی۔اللہ تم پر رحم فرمائے تم نے قرآن اور لوگوں کا تمہاری طرف سے اختلاف کے بارے میں دریافت کیا ہے تو قرآن اللہ کا کلام ہے بغیر خلق کئے ہوئے ازلی نہ ہوتے ہوئے محدث ہے اور اللہ کے ساتھ

اس کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے کہیں زیادہ بلند وبالا ہے ۔ اللہ عزوجل تھا اور کوئی شے نہیں تھی کہ اللہ کے علاوہ معروف تھی نہ مجہول اللہ عزوجل تھا اور نہ متکلم تھا ، نہ مرید تھا ، نہ متحرک تھا اور نہ فاعل تھا ۔ ہمارا پروردگار جلیل وعزیز ہے کیونکہ تمام صفات اس سے حدوث فعل کے وقت پیدا ہوتی ہیں ۔ ہمارا پروردگار جلیل و عزیز ہے ۔ قرآن اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے اس میں تم سے پہلے کی خبر اور تم سے بعد کی خبر ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے ۔ اور تم نے فعل کی استطاعت و قدرت کے متعلق سوال کیا ہے ، اللہ تم پر رحم فرمائے ۔ بیشک اللہ نے بندہ کو خلق کیا اور اس کے لئے اوزار (اسباب) و صحت مقرر کی اور یہی وہ قوت ہے کہ جس سے بندہ فعل کے لئے متحرک و مستطیع ہوتا ہے اور کوئی متحرک نہیں ہوتا مگر وہ فعل کا ارادہ کرتا ہے اور یہ وہ صفت ہے جو اس شہوت کی طرف منسوب ہے جس کو اللہ عزوجل نے انسان کے اندر مرکب کرکے پیدا کی جب انسان میں شہوت کو تحریک ہوتی ہے تو وہ کسی چیز کی خواہش کرتا ہے پھر اس کا ارادہ کرتا ہے ۔ تب انسان کے لئے مرید کہا گیا ۔ جب وہ فعل کا ارادہ کرتا ہے اور اس سے فعل سرزد ہوتا ہے تو وہ استطاعت و حرکت کے ساتھ ہوتا ہے ۔ اس وجہ سے بندہ کو مستطیع متحرک کہا گیا ۔ پس جب انسان ساکن ہو کسی فعل کا ارادہ نہ کرنے والا ہو اور اس کے ساتھ اوزار (اسباب) ہو اور یہ دونوں وہ قوت و صحت ہیں جن کے ذریعے انسان کی حرکت اور اس کا فعل ہوتے ہیں تو اس کا سکون شہوت کے سکون کی وجہ سے ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ ساکن ہے پھر کون ہے اس کو موصوف کیا جاتا ہے ۔ جب انسان خواہش کرتا ہے اور اس کی وہ شہوت متحرک ہوتی ہے جو اس کے اندر مرکب کی گئی ہے وہ فعل کی خواہش پیدا کرتی ہے او اس میں قوت کبہ حرکت کرتی ہے اور وہ اس آلہ کو استعمال کرتا ہے جس سے وہ فعل سرزد کرتا ہے تو اس سے فعل اسی وقت سرزد ہوتا ہے جب حرکت ہوئی ہے اور وہ اس کا اکتساب کرتا ہے تب کہا جاتا ہے کہ وہ فاعل ، متحرک مکتسب اور مستطیع ہے ۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ان تمام صفات سے انسان کا وصف بیان کیا جاتا ہے ۔ اللہ تم پر رحم فرمائے تم نے توحید اور تم جیسے لوگوں کی رائے کے متعلق دریافت کیا ہے تو وہ اللہ جس کی مثل کوئی شے نہیں ہے ۔ اور وہ سمیع بصیر ہے ، بلند وبالا ہے ۔ اور وہ بلند ہے اس سے جو تعریف کرنے والے تشبیہ دینے والے اللہ کی تعریف کرتے ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر افتراء کرنے والی مخلوق سے کہیں بلند ہے ۔ اللہ تم پر رحم فرمائے تم اچھی طرح جان و کہ توحید کے بارے میں صحیح رائے ، مذہب وہ ہے جو قرآن میں اللہ عزوجل کی صفات کے بارے میں نازل ہوا ہے پس تم اللہ کے بارے میں بطلان اور تشبیہ کی نفی کرو ۔ پس جس میں کوئی نفی اور تشبیہ نہ ہو وہی اللہ ثابت موجود ہے ۔ اللہ کی ذات بلند وبالا ہے اس سے جو وصف بیان کرنے والے اس کا وصف بیان کرتے ہیں ۔ قرآن سے دوری نہ رکھو کیونکہ تم بیان و وضاحت کے بعد گمراہ ہوجاؤ گے ۔ اللہ تم پر رحم فرمائے ، تم نے ایمان کے بارے میں دریافت کیا ہے تو ایمان زبان سے اقرار کرنے ، قلب میں پیوست کرنے اور ارکان پر عمل کرنے کا نام ہے اور ایمان کا بعض کا بعض سے تعلق کا

نام ہے ۔ بندہ مومن سے قبل مسلم ہوتا ہے اور وہ مومن نہیں ہوتا جب تک کہ مسلمان نہ ہو تو اسلام ایمان سے پہلے ہوتا ہے اور وہ ایمان سے باہمی شرکت کرتا ہے ۔ پس جب بندہ گناہان کبیرہ میں سے کوئی گناہ کبیرہ کرتا ہے یا گناہان صغیرہ میں سے کوئی گناہ صغیرہ کرتا ہے جس کو اللہ عزوجل نے منع فرمایا ہے تو وہ ایمان سے خارج ہوجاتا ہے اور ایمان کا نام اس سے ساقط ہوجاتا ہے اور اسلام کا نام اس پر ثابت رہتا ہے پس اگر وہ توبہ کرلے اور طلب مغفرت کرے تو وہ ایمان کی طرف لوٹ جائے گا اور کفر و جحود و استحلال (جائز ٹھہرانا) کی طرف اس کو خارج نہیں کیا جائے گا ۔ اور جب وہ کسی حلال کو حرام کہے اور حرام کے لئے حلال کہے اور اسی کو دین بنالے تو وہ اس وقت ایمان اور اسلام سے خارج ہوجائے گا اور کفر کی طرف نکل جائے گا اور اس آدمی کی طرح ہوگا جو حرم میں داخل ہو پھر کعبہ میں داخل ہو کر پاخانہ کردے تو اس کو کعبہ اور حرم سے نکال دیا جائے گا پھر اس کی گردن ماردی جائے گی اور وہ جہنم میں جائے گا ۔

اس کتاب کے مصنف نے فرمایا ، اس حدیث سے مراد وہ ہے جو قرآن کے ذکر میں ہے اور اس میں یہ معنی کہ وہ غیر مخلوق یعنی غیر مکذوب ہے اور اس سے مراد یہ نہیں کہ وہ غیر محدث ہے اس لئے کہ اس کے متعلق محدث غیر مخلوق اور غیر ازلی اللہ کے ساتھ اس کا ذکر ہے کہا گیا ہے ۔

باب (۳۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم کے معنی

(۱) ہم سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم کو احمد بن محمد بن سعید غلام نبی ہاشم نے خبر دی ، اس نے علی بن حسن بن علی بن فضال سے ، اس نے اپنے والد سے ، اس نے کہا کہ میں نے رضا علی بن موسیٰ (امام علی رضا) علیہما السلام سے بسم اللہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ بسم اللہ کہنے والے کے قول کا مطلب یہ ہے کہ میں اللہ کی علامتوں و نشانیوں میں سے ایک علامت و نشانی اپنے نفس پر لگاتا ہوں جو کہ عبادت ہے ۔ اس نے کہا تب میں نے ان سے عرض کیا کہ سمت کیا ہے تو آپ نے فرمایا علامت کو کہتے ہیں ۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا انہوں نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے احمد بن محمد سے ، انہوں نے قاسم بن یحییٰ سے ، انہوں نے اپنے دادا حسن بن راشد سے ، انہوں نے عبداللہ بن سنان سے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ "ب" سے مراد بھاء اللہ ہے اور "س" سے مراد سناء اللہ ہے اور "م" سے مراد مجد اللہ اور بعض لوگوں نے "ملک اللہ" روایت کی ہے اور "اللہ" سے مراد تمام اشیا کا معبود ہے ۔ "الرحمن" سے اپنی تمام مخلوقات پر مہربان مراد ہے اور "الرحیم" خاص کر مومنوں کے لئے ہے ۔

(۳) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے عباس بن معروف سے، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے اور انہوں نے اس شخص سے جس نے اس کو ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بسم اللہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ "ب" بهاء الله، "سین" سناء الله، "م" ملك الله مراد ہے اس نے کہا کہ میں نے عرض کیا اللہ سے کیا مراد ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ الف سے مراد اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق پر وہ نعمتیں ہیں جو ہماری ولایت کی نعمت سے ہیں۔ "لام" سے مراد ہماری ولایت کو اپنی مخلوق پر لازم گردانتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ "ہ" سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ اس شخص کے لئے رسوائی لازم ہے جس نے محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہم کی مخالفت کی۔ اس نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ "الرحمن" آپؑ نے فرمایا کہ وہ تمام عالم کے لئے رحمن ہے، میں نے عرض کیا کہ "الرحیم" آپؑ نے جواب دیا کہ وہ مومنوں پر خاص طور پر رحیم ہے۔

(۴) مجھ سے میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے سلمہ بن خطاب سے، اس نے قاسم بن یحییٰ سے، اس نے اپنے دادا حسن بن راشد سے، اس نے ابوالحسن موسیٰ بن جعفر (امام موسیٰ کاظم) علیہم السلام سے حدیث بیان کی اس نے کہا کہ میں نے آنجنابؑ سے اللہ کے معنی دریافت کیئے۔ آپؑ نے فرمایا کہ وہ جو ہر چھوٹی و بڑی چیز پر غالب ہو۔

(۵) ہم سے محمد بن قاسم جرجانی مفسر رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو یعقوب یوسف بن محمد بن زیاد اور ابوالحسن علی بن محمد بن سیار نے بیان کیا جو شیعہ امامی تھے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حسن بن علی بن محمد (امام حسن عسکری) علیہم السلام سے اللہ عزوجل کے قول بسم الله الرحمن الرحيم کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ وہ ہے کہ تمام مخلوق جس کی طرف حاجات و شدائد میں عجز و نیاز سے پیش آئے جبکہ مخلوقات کی تمام امیدیں ہر اس شخص سے جو اللہ کے علاوہ ہے، منقطع ہو جائیں اور ماسوا اللہ کے تمام اسباب و ذرائع کٹ جائیں۔ اب وہ کہتا ہے کہ بسم اللہ یعنی میں اپنے تمام امور پر اس اللہ سے مدد چاہتا ہوں کہ جو لائق عبادت ہے۔ جب اس سے استغاثہ و فریاد کی جائے تو وہ فریاد رس ہے اور جب دعا کی جائے تو وہ قبول کرنے والا ہے۔ اور اسؑ کی ذات و ہستی وہی ہے جو ایک شخص نے صادق (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ اللہ کی ذات پر میری رہنمائی فرمایئے کہ وہ کیا ہے؟ کیونکہ مجھ پر نظریاتی جدال کرنے والوں نے کثرت سے چڑھائی کر رکھی ہے اور مجھ کو حیرت میں مبتلا کر دیا ہے۔ تو اس سے آپؑ نے فرمایا۔ اے عبداللہ! کیا تم کبھی کشتی میں سوار ہوئے ہو؟ اس نے عرض کیا ہاں۔ آپؑ نے فرمایا تو کیا سفینہ کی شکستگی سے تجھ کو دوچار ہونا پڑا اس طرح کہ کوئی کشتی تجھ کو بچا نہ سکتی ہو اور نہ پیراکی سے تو بچ سکتا ہو؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ آپؑ نے فرمایا کہ کیا تمہارے دل میں اس وقت یہ خیال آیا کہ کوئی شے

اس پر قادر ہے کہ تجھ کو ہلاکت سے نجات دلا دے ؟ تو اس نے کہا ہاں ۔ حضرت صادق (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ یہی شے وہ اللہ ہے جو نجات دینے پر قادر ہے جب کہ کوئی نجات دینے والا نہ ہو ۔ اور وہی فریاد رسی پر قادر ہے جبکہ کوئی فریاد رس نہ ہو ۔ پھر حضرت صادق (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے بعض شیعوں نے بسااوقات اپنے کسی کام کی ابتدء میں **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کہنا ترک کردیا ہے تو اللہ ان کو کسی ناپسندیدہ امر کے لئے آزمائش میں مبتلا کردیتا ہے تاکہ ان کو اللہ تعالیٰ کے شکر و ثنا کے لئے آگاہ و خبردار کردے اور ان کے **بسم اللہ الرحمن الرحیم** نہ کہنے کی تقصیر کے عیب و عار کو مٹا دے ۔

اس نے بیان کیا کہ ایک شخص نے علی بن حسین (امام زین العابدین) علیہما السلام سے دریافت کیا کہ مجھ کو **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کے معنی سے آگاہ فرمایئے تو علی بن حسین (امام زین العابدین) علیہما السلام نے فرمایا میرے والد بزرگوارؑ نے اپنے بھائی حسنؑ سے ، انہوں نے اپنے پدربزرگوار امیرالمومنین علیہما السلام سے حدیث بیان کی کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے امیرالمومنینؑ! مجھے **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کے معنی سے آگاہ فرمایئے ۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ تمہارا اللہ کہنا اسماء الہٰی میں عظیم ترین نام ہے اور یہ وہ نام ہے جو غیراللہ کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا اور نہ مخلوق کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے ۔ تو اس شخص نے کہا کہ "اللہ" کی تفسیر و توضیح کیا ہے ؟ آپؑ نے جواب دیا کہ اس کی ذات وہ ہے کہ تمام مخلوقات کی امیدیں حاجات و شدائد کے وقت غیراللہ سے منقطع ہوجائیں اور ماسویٰ اللہ کے تمام اسباب تمام ذرائع و اسباب کٹ جائیں اور وہ اس کی طرف متوجہ ہو ۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس دنیا میں ہر متکبر سردار اور بڑا بننے والا شخص خواہ کتنی بڑی دولت کا مالک اور سرکشی میں حد سے تجاوز کرنے والا ہو اور لوگ کثرت سے اس کی طرف اپنی حاجتوں کو رکھتے ہیں تو وہ سب کے سب بڑے متکبر لوگ ایسی حاجتوں کے محتاج ہوں گے جن پر ان کو قدرت حاصل نہ ہوگی ۔ اور اسی طرح یہ متکبر اشخاص ایسی حاجتوں کے محتاج ہوں گے جن پر ان کو قدرت حاصل نہ ہوگی تو وہ اپنی ضرورت و احتیاج کے وقت اللہ سے کٹ جاتا ہے ۔ یہاں تک کہ اس کے رنج و غم میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ شرک کی طرف پلٹ جاتا ہے ۔ کیا تم نے اللہ عزوجل کے قول کو نہیں سنا کہ وہ فرماتا ہے **قل ارءیتکم ان اتکم عذاب اللہ او اتتکم الساعۃ اغیراللہ تدعون ان کنتم صادقین ○ بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء تنسون ماتشرکون ○** (سورہ انعام ۔ آیت ۴۰-۴۱) "(اے رسول) تم کہو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اگر تم کو خدا کا عذاب آجائے یا تمہارے سامنے قیامت آجائے تو کیا تم اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو پکارو گے اگر تم سچے ہو ○ بلکہ تم اسی کو پکارو گے پھر وہ جس کے لئے اس کو پکارا ہے تو وہ اس کو دور کردے گا اگر اس نے چاہا اور تم جن کو شریک سمجھتے تھے بھول جاؤ گے ۔" پھر اللہ عزوجل اپنے بندوں سے ارشاد فرمائے گا ۔ اے میری رحمت کے طلبگارو! میں نے ہرحال میں حاجت کو اپنی طرف لازم کردیا ہے اور بندگی ادا کرنے کی ذلت کو ہر وقت لازم

قرار دیا ہے ۔ پس تم میری طرف ہر امر میں جو اثر انداز ہوتا ہے اور جس کے پورا ہونے اور اس کی غایت تک پہنچنے کی امید کرتے ہو ، پناہ لو ۔ اگر میں نے چاہا کہ تم کو عطا کروں تو میرا غیر تم کو اس کے روکنے پر قادر نہیں اور اگر میں تم کو روک دوں تو میرا غیر تم کو دینے پر قادر نہیں ہوگا ۔ پس میں ہی زیادہ حقدار ہوں کہ مجھ سے سوال کیا جائے اور میں ہی سب سے زیادہ لائق ہوں کہ جس کے سامنے عجز و فروتنی کے ساتھ دعا کی جائے ۔ لہذا تم پر چھوٹے و بڑے کام کے افتتاح کے موقع پر **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کہو ۔ یعنی میں اس امر پر اس اللہ سے مدد طلب کرتا ہوں جس کا غیر عبادت کا حقدار نہیں ۔ وہ فریاد رسی کرتا ہے جب اس سے فریاد کی جائے ، وہی دعا کا قبول کرنے والا ہے ۔ وہ رحمن ہے جو ہم پر رزق کی کشائش و فراوانی کے ساتھ رحم فرماتا ہے ۔ وہ ہمارے دین ، دنیا اور آخرت میں ہم پر مہربانی کرنے والا ہے ۔ اس نے ہم پر دین کو ہلکا اور سہل و آسان بنا دیا اور وہ اپنے دشمنوں سے متمیز (الگ) کر کے ہم پر رحم فرماتا ہے ۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو کسی درپیش امر نے آزردہ و غمگین کر دیا ہو تو وہ **بسم اللہ الرحمن الرحیم** پڑھے وہ اللہ سے اخلاص رکھتے اس کی طرف دل کے ساتھ متوجہ ہو تو دو باتوں میں سے ایک بات ہوگی یا تو دنیا میں اس کی حاجت پوری ہوگی یا اس کے لئے اس کے رب کے پاس چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس کے لئے ذخیرہ کیا جاتا ہے ۔ اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے خیر ہے اور مومنین کے لئے ہمیشہ باقی رہنے والا ہے ۔

باب (۳۲) حروفِ معجم (حروفِ تہجی) کی تفسیر

(۱) ہم سے محمد بن بکران نقاش رحمہ اللہ نے کوفہ میں بیان کیا ۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد ہمدانی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن حسن بن علی بن فضال نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا ۔ انہوں نے ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا (امام علی رضا) علیہم السلام سے روایت بیان کی کہ آپؑ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق کے پہچاننے کے لئے حروف تہجی کی کتابت کو تخلیق کیا ۔ اور جب کہ کسی آدمی کے سر پر لاٹھی ماری جائے تو خیال یہ ہے کہ وہ بعض کلام کو بیان نہیں کر سکتا تو اس کے لئے حکم ہے کہ اس پر حروف معجم (حروف تہجی) پیش کئے جائیں پھر اس کو اتنی دیت دی جائے جتنے حروف ہجا من سے اس نے ادا نہیں کئے ۔

اور مجھ سے میرے والد نے اپنے والد بزرگوار کے حوالے سے ، انہوں نے اپنے دادا کے حوالے سے ، انہوں نے امیرالمومنین علیہم السلام سے ، ا ، ب ، ت ، ث کے بارے میں حدیث بیان کی آپؑ نے فرمایا کہ الف سے اللہ کی نعمتیں " ب " سے **بھجۃ اللہ** (باقی و بدیع السموات والارض) " ت " سے قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ تمام امور اور " ث " سے مومنین کے اعمال صالحہ کا ثواب مراد ہے ۔

(ج ، ح ، خ) جیم سے جمال اللہ اور جلال اللہ " ح " سے گناہگاروں سے حلم اللہ (حی ، حق ، حلیم) اور " خ " سے

اللہ عزوجل کا گناہگاروں کے ذکر کو پوشیدہ و گمنام کرنا مراد ہے ۔
(د ، ذ) دین اللہ (جس کو اس نے اپنے بندوں کے لئے پسند فرمایا) اور " ذ " سے ذوالجلال واکرام مراد ہے ۔
(ر ، ز) " ر " سے روف الرحیم ۔ اور " ز " سے قیامت کے زلزلے اور مصائد و خطرات مراد ہیں ۔
(س ، ش) سناء اللہ اللہ کی بلند شان (اور اس کی سرمدیت) اور " ش " اللہ جو چاہے اور جو ارادہ کرے اور تم نہیں چاہتے ہو مگر وہ جو اللہ چاہتا ہے مراد ہے ۔
(ص ، ض) " ص " سے مراد لوگوں کو صراط پر مدد کرنے میں وعدہ کا سچا ہے اور ظالموں کی گھات میں بیٹھ کر پکڑنے والا ہے ۔ اور " ض " سے مراد وہ شخص گمراہ ہے جس نے محمدؐ وآل محمدؐ کی مخالفت کی ۔
(ط ، ظ) پس " ط " سے مراد مومنین کے لئے خیرو سعادت ہے اور وہ اچھا مرجع ہے ۔ اور " ظ " سے مراد ، مومنین کا اللہ کے بارے میں ظن بہتر ہے اور کافروں کا ظن و گمان اس کے بارے میں برا ہے ۔
(ع ، غ) " ع " عالم کا ہے اور " غ " غنی کا ہے جو بے نیاز ہے جو مطلق طور پر حاجت و ضرورت نہیں رکھتا ۔
(ف ، ق) " ف " ہے دانہ و گٹھلی کو شگافتہ کرنے والا اور جہنم کی افواج کی ایک جماعت مراد ہے ۔ اور " ق " سے مراد قرآن ہے جو اللہ نے جمع کیا ہے اور اس کا قرآن (پڑھنا) ہے ۔
(ک ، ل) " ک " کافی کا ہے اور " ل " کافروں کے اللہ پر جھوٹ کے بہتان کو لغو کرنا ہے ۔
(م ، ن) تو " م " اللہ کا یوم دین کا مالک ہونا ہے جس دن اس کے سوا کوئی دوسرا مالک نہیں ہوگا اور اللہ عزوجل فرمائے گا ۔ آج کس کا ملک اور ملکیت ہے ؟ پھر اس کے انبیا ، رسل اور اس کی حجتیں کہیں گی ، اللہ واحد کا ملک ہے جو قہار ہے ، تب اللہ جل جلالہ فرمائے گا ۔ **الیوم تجزی کل نفس بما کسبت لا ظلم الیوم ان اللہ سریع الحساب** " (سورۃ مومن ۔ آیت ۱۷) " آج ہر ایک کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا آج کے دن کسی پر ظلم نہیں ہوگا بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے " اور " ن " نوال الہیٰ (اللہ کی بخشش) مومنین کے لئے ہے اور کافروں کے لئے نکال (عبرت ناک سزا) الہیٰ ہے ۔
(و ، ہ) " و " ویل (ہلاکت) ہے یوم عظیم کے عذاب سے اس شخص کے جس نے اللہ کی نافرمانی کی ۔ اور " ہ " اللہ پر واجب ہے کہ جو اس کی نافرمانی کرے وہ اس کو حقیر و ذلیل کرے ۔
" لا " لام الف سے **لا الہ الا اللہ** مراد ہے جو کلمہ اخلاص ہے ۔ جس بندہ نے اس کو خلوص دل سے کہا اس پر جنت واجب ہو گئی ۔
" ی " اس سے مراد اللہ کا ہاتھ ہے جو اپنی مخلوق پر رزق کے بسط و کشاد کے لئے ہے ۔ اللہ کی ذات پاک و بلند ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں ۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو ان حروف کے ساتھ نازل فرمایا ؛

تمام عرب میں مستعمل و رائج ہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے " قل لن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل هذا القرآن لا یاتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیراً (بنی اسرائیل ۔ ۸۸) " (اے رسول) تم کہہ دو کہ تمام انسان اور جن مجتمع ہو کر اس قرآن کا مثل لے آئیں تو وہ اس جیسا نہیں لا سکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے معین و مددگار ہوں ۔"

(۲) ہم سے احمد بن محمد بن عبدالرحمن مقری حاکم (قاری حاکم) نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے ابو عمرو محمد بن جعفر مقری جرجانی نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے ابوبکر محمد بن حسن موصلی نے بغداد میں بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے محمد بن عاصم طریفی نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے ابو زید عیاش بن یزید بن حسن بن علی کحال (سرمہ ساز / ماہر امراض چشم) زید بن علی کے دوست نے بیان کیا، اس نے کہا کہ مجھ کو میرے والد یزید بن حسن نے بتایا، اس نے کہا کہ مجھ سے موسیٰ بن جعفرؑ نے اپنے والد بزرگوار جعفر بن محمدؑ سے، انہوں نے اپنے والد بزرگوار محمدؑ بن علیؑ سے، انہوں نے اپنے والد بزرگوار علیؑ بن حسینؑ سے، انہوں نے اپنے والد ماجد حسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ایک یہودی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام موجود تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ حروف ہجاء کا کیا فائدہ ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ تم اس کو جواب دو اور فرمایا کہ اے اللہ! انؑ کو جواب سوال کی توفیق عنایت فرما اور انؑ کو راہ راست کی ہدایت فرما۔ تو حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا کہ کوئی حرف نہیں مگر وہ اسماء الہیٰ کا اسم ہے۔ پھر فرمایا کہ " الف " سے مراد اللہ ہے کوئی معبود نہیں مگر وہ حی و قیوم ہے۔ " ب " اپنی مخلوق کی فناء کے بعد باقی رہنے والا۔ لیکن " ت " وہ تواب ہے اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ " ث " سے ثابت خالق ہے " یثبت الله الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوة الدنیا وفی الاخرة (ابراہیم ۔ ۲۷) " جو لوگ قول ثابت (کلمہ توحید) پر ایمان لائے تو اللہ ان کو دنیاوی زندگی میں ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھے گا۔ " ج " سے اس کی ثناء جلیل اور اس کے اسماء مقدس ہیں۔ " ح " سے مراد حق، حی، حلیم ہے " خ " سے وہ اپنے بندوں کے اعمال سے واقف و آگاہ ہے " " د " سے یوم الدین پر حساب لینے والا ہے۔ " ذ " سے ذوالجلال والاکرام مراد ہے۔ " ر " سے مراد وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ " ز " سے معبودوں کی زیب و زینت مراد ہے۔ " س " سے سمیع بصیر مراد ہے۔ " ش " سے مراد اپنے مومن بندوں کا شکریہ قبول کرنے والا ہے۔ " ص " سے مراد وہ اپنے وعد (خوشخبری) اور وعید (عذاب) میں صادق ہے۔ (ض) سے نقصان پہنچانے والا فائدہ کرنے والا مراد ہے۔ " ط " سے طاہر مطہر مراد ہے۔ " ظ " سے ظاہر، اپنی نشانیوں کو ظاہر کرنے والا مراد ہے۔ " ع " سے مراد وہ اپنے بندوں کا عالم ہے۔ " غ " سے مراد وہ اپنی تمام فریاد چاہنے والی مخلوق کا فریاد رس ہے۔ " ف " سے دانہ و گٹھلی کا شگفتہ کرنے والا مراد ہے " ق " سے مراد یہ

ہے کہ وہ اپنی تمام مخلوق پر قدرت رکھنے والا ہے۔ "ک" سے مراد وہ کافی ہے کہ جس کا کوئی ہمسر نہیں اور نہ اس کے بیٹا ہے اور نہ وہ خود کسی کا پیدا کردہ ہے۔ "ل" سے وہ اپنے بندوں پر لطف و کرم کرنے والا مراد ہے۔ "م" سے مراد مالک ملک ہے "ن" سے مراد اس کے نور عرش کا آسمانوں کا نور ہے۔ "و" سے مراد واحد، احد، صمد، لم یلد ولم یولد ہے "ہ" سے مراد وہ اپنی مخلوق کا ہدایت کرنے والا ہے۔ "لا" (ل الف) سے مراد **لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ** ہے لیکن "ی" سے مراد اللہ کا ہاتھ اپنی مخلوق پر کشادہ ہے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہی وہ قول ہے کہ جس سے وہ اپنی تمام مخلوق سے اپنے لئے راضی ہوا یہ سن کر وہ یہودی اسلام لے آیا۔

باب (۳۳) حروفِ جُمّل (حروفِ ابجد) کی تفسیر

(۱) ہم سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد ہمدانی بنی ہاشم کے غلام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جعفر بن عبداللہ بن جعفر بن عبداللہ بن جعفر بن محمد بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے کثیر بن عیاش القطان نے بیان کیا، اس نے ابوالجارود زیاد بن منذر سے، اس نے ابوجعفر محمد بن علی الباقر (امام محمد باقر) علیہم السلام سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت عیسیٰ بن مریم پیدا ہوئے تو وہ ایک دن کے ایسے معلوم ہوتے تھے کہ دو مہینوں کے ہوں، جب وہ سات مہینے کے ہوئے تو ان کی والدہ ان کا ہاتھ پکڑ کر مکتب میں لائیں اور ان کو استاد مکتب کے سامنے بٹھا دیا۔ استاد نے ان سے کہا کہ **بسم اللہ الرحمن الرحیم** پڑھو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بسم اللہ پڑھی پھر استاد نے ان سے ابجد کہنے کے لئے کہا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سر اٹھا کر استاد سے کہا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ ابجد کیا ہے؟ تو اس نے اپنا درہ (ڈانڈا) بلند کیا کہ ان کو مارے۔ حضرت عیسیٰ کہنے لگے کہ اے استاد تم مجھ کو سزا نہ دو اگر تم کو ابجد کا علم ہو ورنہ تم مجھ سے دریافت کرو میں اس کی وضاحت کردوں گا وہ کہنے لگا کہ اچھا تم اس کی تشریح کرو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ "الف" سے مراد اللہ کی نعمتیں ہیں۔ "ب" سے مراد **بھجۃ اللہ** (اللہ کی خوشی و سرور) ہے "جیم" سے جمال اللہ مراد ہے۔ "دال" سے دین اللہ ہے **(ھوز) ھا** سے جہنم کا خوف، "واؤ" سے اہل جہنم کی ہلاکت اور "ز" سے جھنم کی بے ہنگم آواز ہے (حطی) استغفار کرنے والوں کی خطاؤں کو معاف کردینا، (کلمن) اللہ کا کلام جس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں۔ (سعفص) پیمانہ کے بدلہ میں پیمانہ اور جزاء کے بدلہ میں جزا۔ (قرشت) لوگوں کو مختلف سمتوں سے جمع کیا اور محشور کیا۔ تو استاد نے کہا کہ اے عورت! تم اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑو اور اس کو علم ہے۔ اس کو کسی استاد کی ضرورت نہیں۔

(۲) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار

نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسین بن ابی خطاب اور احمد بن حسن بن علی بن فضال نے انہوں نے علی بن اسباط سے بیان کیا، اس نے حسن بن زید (یا حسین بن زید) سے بیان کیا، اس نے کہا کہ مجھ سے محمد بن سالم نے بیان کیا، انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے بیان کیا، اس نے کہا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ عثمان بن عفان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ابجد کی تفسیر کے بارے میں دریافت کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابجد کی تفسیر کا علم حاصل کرو کیونکہ اس میں تمام حیرت انگیز باتیں موجود ہیں۔ اس عالم کی ہلاکت کا سبب ہے جو اس کی تفسیر سے بے خبر اور جاہل رہا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ابجد کی تفسیر کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ "الف" سے اللہ کی نعمتیں مراد ہیں اور اس کے اسماء کے حروف میں سے ایک حرف ہے۔ "باء" سے **بهجة الله** (اللہ کی خوشی) مراد ہے۔ "جیم" سے اللہ کی جنت اور جلال و جمال الہیٰ مراد ہے۔ "دال" سے اللہ کا دین مقصود ہے۔ (**هوز**)، **ها**، **هاويه** (جہنم) کی ھاء ہے تو ہلاکت دیتا ہی ہے اس شخص کے لئے جو جہنم کی آگ میں گرے الواؤ، اہل جہنم کے لئے ہلاکت ہے۔ "ز" سے گوشہ جہنم مراد ہے پس ہم اللہ سے اس گوشہ یعنی جہنم کے گوشوں سے پناہ مانگتے ہیں لیکن (حطی) کی حاء سے مراد شب قدر میں استغفار کرنے والوں کی خطاؤں کو معاف کرنا ہے اور جو کچھ جبرئیل ملائکہ کے ساتھ طلوع فجر تک لیکر نازل ہوئے۔ "ط" سے ان کے لئے خیر و سعادت ہے اور وہ اچھا مرجع ہے۔ اور طوبیٰ ایک درخت ہے جس کو اللہ نے اگایا اور اپنی روح میں سے اس کے اندر پھونکا اور اس کی شاخیں جنت کی فصیل سے دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس میں سنہرے، سفید و شفاف پھل لگتے ہیں جو ان کے منہ سے قریب ہوتے ہیں۔ "یاء" سے مراد خدا کا ہاتھ اپنی مخلوق کے اوپر ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات اس سے بلند و بالا ہے جس سے وہ شرک کرتے ہیں۔ (کلمن) "کاف" سے مراد کلام اللہ ہے اللہ کے کلمات کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں اور تم اس کے علاوہ کوئی جائے پناہ ہرگز نہیں پاؤگے۔ "لام" کا مطلب اہل جنت کا آپس میں زیارت، تحیہ و سلام کے لئے مجتمع ہونا ہے اور اہل جہنم کا ایک دوسرے کو ان کے معاملات میں ملامت کرنا ہے۔ "میم" سے مراد اللہ کی سلطنت و حکومت ہے جو لازوال ہے اور اللہ کا دوام و ہمیشگی ہے جو فنا نہیں ہوگا اور "ن" سے مراد نون (دوات) قلم ہے اور وہ چیز جو لکھتے ہیں۔ قلم نور کا ہے اور کتاب نور کی ہے جو لوح محفوظ میں ہے اور مقربان بارگاہ الہیٰ اس کی گواہی دیتے ہیں اور اللہ کے ساتھ گواہ کافی ہے۔ لیکن، سعفص "ص" سے مراد پیمانہ کا پیمانہ ہے، نگینہ کا نگینہ ہے یعنی جزاء کے بدلہ میں جزاء ہے اور تم جس طرح نافرمانی کرتے ہو اسی طرح کا تم کو بدلہ دیا جائے گا۔ بے شک اللہ اپنے بندوں کے لئے ظلم نہیں چاہتا۔ "قرشت" سے مراد ہے کہ اللہ نے ان کو جمع کیا اور پھر ان کا قیامت کے دن حشرونشر کرے گا فوراً ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

باب (۳۴) اذان و اقامت کے حروف کی تفسیر

(۱) ہم سے احمد بن محمد بن عبدالرحمن مروزی حاکم مقری نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے ابو عمرو محمد بن جعفر مقری جرجانی نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے ابو بکر محمد بن حسن موصلی نے بغداد میں بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے محمد بن عاصم طریفی نے بیان کیا۔ اس نے کہا کہ ہم سے ابو زید عیاش بن یزید بن حسن بن علی کحال (ماہر امراض چشم / سرمہ ساز) زید بن علی کے غلام نے بیان کیا، اس نے کہا کہ مجھ کو ابو یزید بن حسن نے بتایا، اس نے کہا کہ مجھ سے موسیٰ بن جعفر نے اپنے والد بزرگوار جعفر بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد بزرگوار محمد بن علی سے، انہوں نے اپنے پدربزرگوار علی بن الحسین سے، انہوں نے اپنے پدربزرگوار حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے روایت بیان فرمائی کہ ہم مسجد میں تھے کہ مؤذن نے ستارہ اذان پر چڑھ کر **اللہ اکبر اللہ اکبر** کہا تو امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام گریہ فرمانے لگے۔ اور ہم بھی ان کی گریہ و زاری کی بناء پر رونے لگے۔ جب مؤذن اذان دے چکا تو والد گرامی نے فرمایا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ مؤذن کیا کہتا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اللہ، اس کا رسول اور اس کا وصی بہتر طور پر جانتے ہیں۔ تو آپ فرمانے لگے کہ اگر تم کو معلوم ہوجائے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو تم بہت کم ہنسو گے اور کثرت سے بکاء کرو گے۔ اس کے **اللہ اکبر** کہنے کے بہت زیادہ معانی و مطالب ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مؤذن کا **اللہ اکبر** کہنا اللہ کی قدامت، ازلیت، ابدیت، علم، قوت، قدرت، حلم و کرم، جود و عطا اور کبریائی پر دلالت کرتا ہے۔ پھر جب مؤذن **اللہ اکبر** کہتا ہے تو دراصل وہ یہ کہتا ہے کہ اللہ وہ ہے کہ جس کے لئے خلق اور امر ہے اور اس کی مشیت سے خلق ہے اور اسی کی وجہ سے ہر شے مخلوق کے لئے ہے اسی کی طرف مخلوق رجوع ہوتی ہے۔ وہ ہر شے سے پہلے اول ہے لم یزل ہے اور ہر شے کے بعد آخر ہے۔ لایزال ہے۔ وہ ہر شے پر ظاہر ہے مگر اس کا ادراک نہیں کیا جاسکتا اور ہر چیز کے بغیر وہ باطن ہے کہ جس کو محدود نہیں کیا جاسکتا۔ پس وہ باقی ہے اور اس کے سوا تمام اشیاء فانی ہے۔ اور **اللہ اکبر** کے دوسرے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ علیم و خبیر ہے اس کو تمام اشیاء کا علم ہے خواہ وہ پیدا ہوئیں اور قبل اس کے وہ پیدا ہوں۔ اور تیسرے معنیٰ **اللہ اکبر** کے یہ ہیں کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے اور جو چاہتا ہے اس پر قدرت رکھتا ہے وہ اپنی قدرت میں قوی ہے اور اپنی مخلوق پر مقتدر ہے، قوی بالذت ہے، اس کی قدرت تمام اشیاء پر قائم ہے۔ جب وہ کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہوجاتا ہے۔ اور چوتھا **اللہ اکبر** اس کے حلم و کرم کے معنیٰ میں ہے۔ وہ حلم کے ساتھ پیش آتا ہے گویا اس کو علم نہیں ہوا۔ وہ درگزر کرتا ہے گویا دیکھ نہیں رہا اور وہ عیب پوشی کرتا ہے۔ گویا اس کی نافرمانی نہیں کی گئی۔ وہ کرم، حلم، اور درگزری کی بناء پر سزا میں جلدی نہیں کرتا ہے۔ **اللہ اکبر** کے معنیٰ کی یہ دوسری وجہ ہے کہ وہ جواد ہے۔ بے انتہا انعام دینے والا اور افعال میں

کرم کرنے والا ہے ۔ اور اللہ اکبر کی ایک اور وجہ اس کی کیفیت کی نفی ہے گویا وہ یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ جلیل تر ہے اس لئے کہ وصف بیان کرنے اس کی اس صفت کی قدر کا ادراک کرسکیں کہ جس صفت کے ساتھ وہ موصوف ہے ، سوائے اس کے نہیں کہ وصف کنندگان اپنے اندازہ کے مطابق اس کا وصف بیان کرتے ہیں نہ کہ اس کی عظمت و جلالت کے مطابق ۔ اللہ کی ذات بہت بلند وبالا ہے اس سے کہ وصف بیان کرنے والے اس کی صفت کا ادراک کرسکیں اور ایک اور وجہ اللہ اکبر کی یہ ہے کہ وہ گویا کہہ رہا ہے کہ اللہ سب سے بلند اور جلیل تر ہے اور وہ اپنے بندوں سے بے نیاز ہے ۔ اس کو اپنے اعمال خلق میں کوئی احتیاج نہیں ہے ۔ لیکن مؤذن کا اشہدان لا الہ الا اللہ کہنا تو یہ آگاہ کرنا ہے کہ شہادت معرفت قلب کے بغیر مناسب و درست نہیں ۔ گویا وہ یہ کہہ رہا ہے کہ جان لو کہ اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے ۔ اور یہ کہ اللہ عزوجل کے سوا ہر معبود باطل ہے ۔ اور میں اپنی زبان سے اس چیز کا اقرار کررہا ہوں جو میرے دل میں اس علم سے متعلق ہے کہ کوئی معبود اللہ کے علاوہ نہیں ہے ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہیں ہے اور اہل شر کے شر سے کوئی نجات دینے والا نہیں ہے اور نہ کسی فتنہ گر کے فتنہ سے بچانے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے ۔ اشھدان لا الہ الا اللہ کا دوسری مرتبہ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی ہادی نہیں اور نہ اس کے علاوہ میرا کوئی رہنما ہے ۔ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں اس پر کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ، اور میں ساکنان سموات وارض اور جو کچھ ان میں ہے تمام فرشتوں کو اور جو کچھ ان میں پہاڑوں ، درختوں ، چوپاؤں ، درندوں اور ہر خشک و تر کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی خالق نہیں اور نہ کوئی رازق ، نہ کوئی معبود ، نہ ضرر پہنچانے والا ، نہ فائدہ پہنچانے والا ، نہ کوئی تنگی دینے والا ، نہ کوئی خوشحالی دینے والا ، نہ کوئی بخشش کرنے والا ، نہ کوئی روکنے والا ، نہ کوئی دفع کرنے والا ، نہ کوئی نصیحت کرنے والا ، نہ کوئی شافی ، نہ کوئی کافی اور نہ کوئی تقدیم کرنے والا اور نہ کوئی تاخیر کرنے والا ہے سوائے اللہ کے ۔ اسی کے لئے خلق اور امر ہے اور اسی کے قبضہ قدرت میں تمام خیر ہے ۔ اللہ رب العالمین کی ذات با برکت ہے ۔ لیکن اس کا اشھدان محمداً رسول اللہ کہنا تو وہ یہ کہہ رہا ہے کہ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اس کے بندہ ، رسول ، نبی ، صفی اور نجی ہیں جن کو تمام عالم انسانیت کے لئے ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ ان کو تمام ادیان پر غالب کردے اگرچہ مشرکین کو ناگوار ہی (کیوں نہ) گزرے ۔ میں گواہ بناتا ہوں ان کو جو آسمانوں اور زمینوں میں انبیاء ، مرسلین ، فرشتے اور تمام لوگ ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولین و آخرین کے سردار ہیں اور دوسری مرتبہ اشھدان محمداً رسول اللہ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ کہہ رہا ہے کہ کسی کو ایک دوسرے کی حاجت نہیں مگر اللہ کی طرف جو واحد قہار ہے اور ہر ایک اس کا محتاج ہے اور یہ کہ وہ اپنے بندوں سے اور تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے اور یہ کہ اس نے محمدؐ کو لوگوں کی طرف بشیر و نذیر ،

اس کے اذن سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا پس جس نے ان کا انکار کیا اور ان کو جھٹلایا اور ان پر ایمان نہیں لایا تو اللہ اس کو آتش جہنم میں جھونک دے گا ہمیشہ کے لئے جس سے اس کا چھٹکارا کبھی نہیں ہوگا لیکن موذن کا **حی علی الصلوۃ** کہنا اس سے مراد یہ ہے کہ تم سب اپنے بہترین اعمال اور اپنے رب کی دعوت کی طرف چلے آؤ تم اپنے رب کی مغفرت اور اس اپنی آگ کو بجھانے کی طرف سرعت کے ساتھ آؤ جو تم نے اپنی پشتوں پر جلا رکھی ہے اور اپنی گردنوں کو آزاد کرانے کی جلدی کرو جو تم نے اپنے گناہوں کی وجہ سے رہن رکھی ہیں تاکہ اللہ تم سے تمہاری برائیوں کو دور کردے اور تمہارے گناہوں کو معاف کردے ۔ اور تمہاری ، برائیوں کو نیکیوں اور اچھائیوں میں تبدیل کردے کیونکہ وہ ملک کریم ۔ صاحب فضل عظیم ہے ۔ اور اس نے ہم تمام مسلمانوں کو اپنی خدمت میں داخل ہونے کی اور اپنے سامنے پیش ہونے کی اجازت دی ہے ۔ اور دوسری مرتبہ **حی علی الصلوۃ** کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے رب کے ساتھ سرگوشی اور حاجتوں کو بیان کرنے کے لئے کھڑے ہوجاؤ ۔ اس سے کلام الہیٰ کے ذریعہ توسل حاصل کرو اور اس کے ذریعہ سفارش کے لئے کہو ۔ ذکر ، قنوت ، رکوع ، سجود اور خضوع و خشوع زیادہ سے زیادہ کرو ۔ اسی کی طرف اپنی حاجتوں کا رخ کرو ۔ اس نے ہم کو اس امر کی اجازت دی ہے ۔ لیکن موذن کا **حی علی الفلاح** کہنا تو وہ یہ کہہ رہا ہے کہ تم بقاء کی طرف قدم بڑھاؤ کہ جس کے ساتھ فنا نہیں ہے ۔ اور نجات کی طرف بڑھو کہ جس کے ساتھ ہلاکت نہیں ہے اور زندگی کی طرف آؤ کے جس کے ساتھ موت نہیں ہے اور فضل الہیٰ کی طرف آؤ جو کبھی ختم ہونے والا نہیں اور ایسی سلطنت کی طرف آؤ جس کو زوال نہیں ۔ اب سرور کی طرف آؤ کہ جس کے بعد حزن و ملال نہیں ۔ اور انس و محبت کی طرف آؤ جس کے ساتھ وحشت و تنہائی نہیں اور نور کی طرف آؤ کہ جس کے ساتھ تاریکی نہیں وسعت کی طرف آؤ کہ جس کے ساتھ تنگی نہیں ۔ خوشی کی طرف آؤ جو منقطع نہیں ہوگی ۔ مالداری کی طرف آؤ جس میں محتاجی نہیں اور صحت کی طرف آؤ کہ جس کے ساتھ بیماری نہیں ۔ عزت کی طرف جس کے ساتھ ذلت نہیں ۔ قوت کی طرف کہ جس کے ساتھ ضعف نہیں ۔ اور کرامت کی طرف آؤ جو کرامت کی طرف سے آئی ہے اور دنیا و عقبیٰ کی خوشی اور آخرت و اولیٰ کی نجات کی طرف جلدی سے بڑھو ۔ دوسری مرتبہ **حی علی الفلاح** کہتا ہے تو وہ دراصل یہ کہتا ہے کہ تم کو جس چیز کی طرف دعوت دی گئی ہے ، سبقت کرو ۔ اور کرامت کی زیادتی ، عظیم احسان ، بلند مرتبہ نعمت ، عظیم کامیابی اور ابد کی نعمت کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمسائیگی میں جو مقام صدق ہے مالک مقتدر کے سامنے پیش ہونے کے لئے سبقت کرو ۔ موذن کا **اللہ اکبر** کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عالیٰ و جلیل تر ہے اس امر سے کہ اس کی مخلوق میں سے کوئی یہ جان لے کہ وہ کرامت کیا ہے جو اس نے اپنے اس بندہ کے لئے رکھی ہے جس نے اس کو قبول کیا اور اس کی اطاعت کی اور اس کے والیان امر کی اطاعت کی اور اس کی معرفت حاصل کی اور اس کی بندگی کی اور اس کا یہی مشغلہ رہا اور اس کا ذکر کرتا رہا ۔ اور اس سے محبت و انس کرتا رہا اور اسی کی طرف اس کا قلب مطمئن

ہوا ، اس پر اعتماد کیا اور اسی سے خوف کیا اور امید بھی رکھی اسی کا مشتاق رہا اور اس کے حکم و فیصلہ سے موافقت کی ، اسی سے راضی رہا۔ دوسری مرتبہ **اللہ اکبر** کہنے سے اس کی مراد یہ ہے کہ اللہ بہت بڑا ، اعلیٰ و جلیل تر ہے اس امر سے کوئی اس کے اولیاء کے لئے اس کی کرامت کی حد اور اس کے دشمنوں کے لئے سزا کی حد اور اس کے عفو و بخشش اور نعمت کی حد کو اس شخص کے لئے جس نے اس کو قبول کیا اور اس کے رسول کو قبول کیا اور اس کے عذاب و عبرتناک سزا کی حد کو جس نے اس کا انکار کیا اور جھٹلایا ، جان سکے ۔ لیکن اس کے قول **لا الہ الا اللہ** کے معنی یہ ہیں کہ بندوں پر اللہ کی حجت بالغہ رسولوں کی رسالت ، بیان اور دعوت سے ہے اور وہ جلیل تر ہے اس سے کہ ان میں سے کوئی اس پر حجت ہو ۔ لہذا جس نے اس کو تسلیم کیا ، اس کے لئے نور اور کرامت ہے اور جس نے اس کا انکار کیا تو اللہ عالمین سے بے نیاز ہے اور وہ سب سے زیادہ جلدی حساب کرنے والا ہے ۔ اور اقامت میں **قد قامت الصلوٰۃ** کے معنی یہ ہیں کہ زیارت ، مناجات ، حاجات کے پورا ہونے ، آرزوں کے حاصل کرنے اور اللہ تک پہنچنے ، اس کی کرامت ، بخشش ، عفو اور رضامندی کا وقت آگیا ہے ۔

مصنف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ راوی حدیث ہذا نے تقیہ کی بناء پر **حی علی خیر العمل** چھوڑ دیا ہے ۔

(۲) ایک دوسری روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ صادق (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے **حی علی خیر العمل** کے معنی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ **خیر العمل** ولایت ہے اور دوسری حدیث میں **خیر العمل** جناب فاطمہ اور ان کی اولاد علیہم السلام کی نیکی اور سچائی ہے ۔

باب (۳۵) اللہ کی طرف سے ہدایت و گمراہی اور توفیق و عدم ترغیب کی تفسیر

(۱) ہم سے علی بن عبداللہ وراق اور محمد بن احمد سنانی اور علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عباس احمد بن یحیی بن ذکریا قطان نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے بکر بن عبداللہ بن حبیب نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے تمیم بن بہلول نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا ، انہوں نے جعفر بن سلیمان بصری سے ، انہوں نے عبداللہ بن فضل ہاشمی سے روایت کی ، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ جعفر بن محمد (امام جعفر صادق) علیہما السلام سے دریافت کیا کہ اللہ کے اس قول ، **من یھداللہ فھو المھتد ومن یضلل فلن تجدلہ ولیا مرشداً** (الکہف ۔ ۱۷) "جس کو اللہ ہدایت کرے تو وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو گمراہ کرے تو تم ہرگز اس کا کوئی سرپرست رہنما نہیں پاؤ گے ۔" کا کیا مطلب ہے ؟ تو آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ظالموں کو قیامت کے دن اپنے دار کرامت سے گمراہ کر دیگا ۔ اور اہل ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کو

اپنی جنت کی طرف ہدایت فرمائے گا جیسا کہ اس عزوجل نے ارشاد فرمایا **ویضل الله الظالمین و یفعل الله مایشاء** (ابراہیم ۔ ۲۷) " اور اللہ ظالموں کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے " اور اللہ عزوجل نے فرمایا **ان الذین امنوا وعملوا الصالحات یهدیهم ربهم بایمانهم تجری من تحتهم الانهار فی جنت النعیم** (یونس ۔ ۹) " یقیناً وہ لوگ کہ جو ایمان لائے اور جنہوں نے عمل صالح کئے ان کا پروردگار ان کے ایمان کی وجہ سے منزل تک پہنچا دیگا کہ آرام و راحت کے باغات کے نیچے نہریں ہوں گی ۔" عبداللہ بن فضل ہاشمی نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ اللہ عزوجل کے قول **وما توفیقی الا بالله** (ھود ۔ ۸۸) " اور میری توفیق و تائید نہیں ہے مگر اللہ کی طرف سے ہے " اور اس کے ارشاد **ان ینصر کم الله فلا غالب لکم وان یخذ لکم فمن ذاالذی ینصر کم من بعدہ** (آل عمران ۔ ۱۶۰) " اگر خدا نے تمہاری مدد کی تو تم پر کوئی غالب نہیں ہوگا اور اگر تم کو چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے ۔" کا کیا مطلب ہے ؟ تو آپؑ نے جواب دیا کہ جب کوئی بندہ امرالہیٰ کے مطابق اطاعت کرے تو اس کا فعل امرالہیٰ کے موافق ہوگا اور بندہ اس کی طرف سے موفق (توفیق یافتہ) کہلائے گا ۔ اور جب کوئی بندہ اللہ کی معاصی و نافرمانیوں کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے اور معصیت کے درمیان حائل ہوجاتا ہے ۔ پھر وہ ان کو چھوڑ دیتا ہے تو اس کا ترک معصیت کرنا توفیق الہیٰ کے ذکر کی وجہ سے ہوتا ہے اور جب اس کو اس کے اور معصیت کے درمیان چھوڑ دیتا ہے اور اس کے اور معصیت کے درمیان حائل نہیں ہوتا تو وہ اس معصیت کا ارتکاب کرلیتا ہے ۔ پھر اللہ اس کو چھوڑ دیتا ہے اور اس کی مدد نہیں کرتا اور نہ اس کو توفیق عطا کرتا ہے ۔

(۲) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن حسن بن ابان نے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے محمد بن ابو عمیر سے ، انہوں نے ابو عبداللہ الفراء سے ، انہوں نے محمد بن مسلم اور محمد بن مروان سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو توفیق الہیٰ سے جبرئیل کا اللہ کی طرف سے نازل ہونے کا علم ہوا ۔

(۳) ہم سے احمد بن حسن قطان نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسن بن علی سکری نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عبداللہ محمد بن زکریا بصیری نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے جعفر بن محمد بن عمارہ نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا ، انہوں نے جابر بن یزید جعفی سے ، انہوں نے ابوجعفر محمد بن علی باقر (امام محمد باقر) علیہما السلام سے روایت بیان کی ، اس نے کہا کہ میں نے **لاحول ولاقوۃ الا بالله** کے معنیٰ کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہم کو اللہ کی نافرمانی سے بچنے کے لئے اللہ کی مدد کے بغیر قدرت حاصل نہیں اور ہم کو اللہ کی توفیق کی مدد کے بغیر اس کی اطاعت کی قوت حاصل نہیں ۔

(۴) ہم سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس عطار رضی اللہ عنہ نے نیشاپور میں ۳۵۲ ہجری میں بیان کیا ۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن محمد بن قتیبہ نے انہوں نے حمدان بن سلیمان نیشاپوری سے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا (امام علی رضا) علیہما السلام سے (نیشاپور میں) دریافت کیا کہ " **فمن يرد الله ان يهديه يشرح صدره للاسلام** " (الانعام ۔ ۱۲۶) " پس جس کو اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے ۔ اس کے سینے کو اسلام کے لئے صاف و واضح کر دیتا ہے ۔ کا کیا مطلب ہے " آپؑ نے فرمایا کہ اللہ جس کو ایمان کے ذریعہ راحت دکھانا چاہتا ہے تو دنیا میں اپنی جنت اور آخرت میں دار کرامت کی طرف رہنمائی کرتا ہے ۔ اس کے سینہ کو اللہ کے سامنے جھکانے ، اور اس پر اعتماد بھروسہ اور اس کے وعدہ ثواب پر یقین رکھنے کے لئے کھول دیتا (کشادہ کر دیتا) ہے یہاں تک کہ وہ اس پر مطمئن ہو جاتا ہے اور جس کو وہ اپنی جنت اور آخرت میں دار کرامت سے بہ سبب کفر و عصیان گمراہ کرنا چاہتا ہے ، اس کا سینہ تنگ ، دشوار کر دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے کفر کے بارے میں شک کرنے لگتا ہے اور اس کا قلب اس کے اعتقاد کی وجہ مضطرب ہوتا ہے اس حد تک کہ وہ خیال کرتا ہے کہ آسمان پر چڑھ رہا ہے (یعنی دشوار و ناممکن کام کر رہا ہے) اس طرح اللہ ان لوگوں کو شیطانی پلیدگی میں مبتلا کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے ہیں ۔

باب (۳۶) ثنویہ اور زندیق کا رد

(۱) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوالقاسم علوی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن اسمعیل برمکی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن حسن نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابراہیم بن ہاشم قمی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے عباس بن عمرو فقیمی نے ہشام بن الحکم سے اس حدیث زندیق کے بارے میں بیان کیا جو ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کے پاس آیا تھا اور اس سے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ تمہارا یہ کہنا کہ (**انهما اثنان**) وہ دو ہیں اس امر سے خالی نہیں کہ وہ دونوں قوی قدیم ہوں یا دونوں ضعیف ہوں یا ان میں سے ایک قوی اور دوسرا ضعیف ہو ۔ اگر وہ دونوں قوی ہیں تو پھر وہ دونوں ایک دوسرے کو دفع کیوں نہیں کر دیتے اور تدبیر کے ذریعہ ایک و یکتا ہو جائے اور اگر تمہارا خیال یہ ہے کہ ان میں سے ایک قوی اور دوسرا ضعیف ہے تو ثابت ہوا کہ وہ واحد ہے جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ دوسرے میں عجز ظاہر ہے اور اگر تم نے یہ کہا کہ وہ دو ہیں تو یہ بات بھی اس سے خالی نہیں کہ وہ دونوں ہر جہت سے ایک دوسرے سے متفق ہوں یا ہر جہت سے ایک دوسرے سے جدا ہوں پس جبکہ ہم مخلوق کو نظم و ضبط کرنے والا ، جہازوں اور کشتیوں کو چلانے والا ، گردش لیل و نہار اور سورج و چاند کی گردش کو دیکھتے ہیں تو یہ امر و تدبیر کی صحت اور اتحاد امر اس پر دلالت کرتے ہیں کہ مدبر ایک ہے پھر یہ کہ اگر تم نے دو ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو تمہارے اوپر لازم

آئے گا کہ ان دونوں کے درمیان کشادگی (سرحد) ضرور ہو تاکہ وہ دور، دو جائیں تو پھر یہ کشادگی (سرحد) ان کے دونوں کے درمیان تیسری ہوجائے گی جو ان دونوں کے ساتھ قدیم ہوگی تو تمہارے اوپر لازم آئے گا کہ وہ تین ہوں ۔ پھر اگر تم نے تین ہونے کا دعویٰ کیا تو تم پر وہی لازم رہے گا جو ہم نے دو ہونے کے بارے میں کہا ہے یہاں تک کہ ان تینوں کے درمیان دو کشادگیاں (سرحدیں) ہوجائیں گی تو یہ پانچ ہوجائیں گے ۔ پھر تعداد کی انتہا ہوگی کہ کثرت میں انتہا نہ ہوگی ۔ ہشام نے کہا کہ زندیق (دہریہ یا مجوسی) نے سوال کیا کہ اس پر دلیل کیا ہے ؟ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ ان افعال کا وجود ہے جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ کسی صانع نے ان کو بنایا ہے ۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب تمہاری نظر ایک عالی شان عمارت پر پڑتی ہے تو تمہیں معلوم ہوجاتا ہے کوئی اس کا تعمیر کرنے والا ہے اگرچہ تم نے اس کو نہیں دیکھا اور نہ مشاہدہ کیا ۔ اس زندیق (دہریہ مجوسی) نے سوال کیا کہ وہ کیا ہے ؟ آپؑ نے فرمایا کہ وہ دوسری تمام اشیاء کے برخلاف ایک شے ہے تم میرے قول کی طرف رجوع کرو وہ شے ہے معنی کے لحاظ سے اثبات کے لئے اور یہ کہ وہ شے ہے شے ہونے کی حقیقت کے ساتھ ، اس کے علاوہ نہ وہ جسم ہے اور نہ صورت اور نہ اس کا احساس کیا جاسکتا ہے نہ تلاش کیا جاسکتا ہے اور نہ حواس خمسہ کے ذریعے ادراک کیا جاسکتا ہے ۔ عقلیں اس کا ادراک نہیں کرسکتی ہیں اور نہ مدت ہائے دراز اس میں نقص پیدا کرسکتی ہیں اور نہ زمانہ اس کو متغیر کرسکتا ہے ۔ سوال کرنے والے نے کہا کہ آپؑ فرماتے ہیں کہ وہ سمیع بصیر ہے ۔ آپؑ نے فرمایا ۔ وہ سمیع بصیر ہے ، وہ بغیر عضو کے سمیع ہے اور بغیر کسی آلہ کے بصیر ہے بلکہ وہ بذات خود سنتا اور بذات خود دیکھتا ہے ۔ میرا یہ کہنا نہیں ہے کہ وہ بذات خود سنتا ہے اور خود اپنے نفس سے دیکھتا ہے کیونکہ وہ شے ہے اور نفس دوسری شے ہے ۔ لیکن میری مراد میرے نفس سے ہے جبکہ میں جواب دہ ہوں اور تمہارے سمجھانے کے لئے جبکہ میں سوال کرنے والا ہوں ۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ وہ اپنے کل کے ساتھ سنتا ہے نہ اس کے کل کا کوئی جز ہے مگر میں نے تمہارے سمجھانے کے لئے اور اپنی طرف سے تعبیر کرنے کا ارادہ کیا اور اس بارے میں میری بازگشت اس لئے ہوئی کہ وہ بغیر ذات کے اختلاف اور نہ معنی کے اختلاف سے سمیع بصیر، عالم خبیر ہے ۔ سوال کرنے والے نے کہا پھر وہ کیا ہے ؟ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ رب ہے ، وہ معبود ہے اور وہ اللہ ہے ۔ اور میرا اللہ کہنا " ا " ، " ل " اور " ہ " کا اثبات نہیں ہے لیکن میں اپنے قول معنی کی طرف پلٹتا ہوں ۔ وہ شے ہے اشیاء کا خالق و صانع ہے اس پر یہ حروف واقع ہوئے ۔ اور یہی وہ معنی ہیں جس کو میں اللہ ، رحمن ، رحیم اور عزیز کا نام دیتا ہوں اور اس کے مشابہ اس کے ناموں سے ہیں اور وہی عزوجل معبود ہے ۔ سائل کہنے لگا کہ ہم اس کو موہوم نہیں پاتے بلکہ مخلوق پاتے ہیں ۔ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا ۔ اگر ایسا ممکن ہوتا جیسا کہ تم کہتے ہو تو توحید ہم سے بلند و بالا ہوئی اس لئے کہ ہم غیر موہوم کے اعتقاد رکھنے پر مکلف نہیں ہیں ۔ لیکن ہمارا یہ کہنا ہے کہ ہر موہوم کا حواس سے ادراک کیا جاسکتا ہے ۔ پس جس کو حواس پالیں اور اس کو تمثیل کے طور پر

پیش کردیں وہ تو مخلوق ہے ۔ اور صانع اشیاء کے اثبات کے لئے دو مذموم جہتوں سے خارج ہونا ضروری ہے ۔ ایک جہت نفی ہے ۔ جبکہ نفی ہو تو وہ ابطال (باطل) اور عدم ہے اور دوسری جہت تشبیہ ہے جبکہ مخلوق کی صفت سے تشبیہ ہو جو ظاہر ہے مرکب ہے اور مجموعہ ہے ۔ پس اثبات صانع سے مصنوع اشیاء کے وجود کے لئے کوئی چارہ کار نہیں ہوگا اور اشیاء مصنوع کا اس کی طرف حالت اضطرار میں متوجہ ہونا ۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ سب اشیاء مصنوع ہیں اور ان کا صانع ان کا غیر ہے ۔ اور نہ ان جیسا ہے اس لئے کہ اگر وہ ان کی مثل ہوتا تو وہ ظاہری طور پر ترکیب و تالیف اور ان چیزوں میں جو ان کے نوپید ہونے میں جاری ہوتے ہیں بعد اس کے کہ وہ نہیں ہوں گے اور چھوٹے سے بڑے ہونے میں سیاہی (جوانی) سے سفیدی (بڑھاپا) میں اور قوت سے ضعف تک منتقل ہونے میں ، ان کے مشابہ ہوتا ۔ موجودہ حالات میں ان کی تشریح برائے اثبات و وجود کی کوئی ضرورت نہیں ۔ سائل کہنے لگا کہ آپؑ نے اس کو محدود کردیا جبکہ اس کا وجود ثابت کردیا ۔ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اس کو محدود نہیں کیا ہے بلکہ اس کا اثبات کیا ہے اس لئے کہ اثبات اور نفی میں کوئی مرتبہ و منزلت نہیں ہے ۔ سائل کہنے لگا کہ آیا اس کے لئے انیت ومائیت ہے ؟ آپؑ نے فرمایا ہاں کوئی شے بغیر انیت و مائیت کے ثابت نہیں ہوتی ۔ سائل نے کہا تو کیا اس کے لئے کیفیت ہے ۔ آپؑ نے فرمایا کہ نہیں کیونکہ کیفیت صفت اور احاطہ کا سبب ہے ۔ لیکن جہت تعطیل (صفات الہیٰ کے نہ ماننے والوں کا مذہب) اور تشبیہ سے خارج ہونا ضروری ہے ۔ اس لئے کہ جس نے اس کی نفی کی ، اس کا انکار کیا اور اس کی ربوبیت کو اٹھا دیا اور اس کو باطل کردیا ۔ اور جس نے اس کے غیر سے تشبیہ دی تو اس نے اس کو اس مخلوق مصنوع کی صفت سے اثبات کیا جو ربوبیت کے مستحق نہیں ہیں مگر اثبات ذات کا بغیر کیفیت کے جس کا استحقاق اس کے غیر کو حاصل نہیں ضروری ہے اور جو اس کیفیت میں شریک نہیں اور جس کے ذریعے اس کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا اور اس کا غیر اس کا علم نہیں رکھتا ۔ سائل نے کہا کیا وہ خود اشیاء میں تعب و مشقت اٹھاتا ہے ؟ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کی ذات بلند ہے اس سے کہ وہ براہ راست اور معالجہ (مشق) کے ذریعہ مشقت برداشت کرے اس لئے کہ یہ اس مخلوق کی صفت ہے کہ جن کے لئے اشیاء مباشرت (براہ راست) اور معالجہ (مشق) کے ساتھ آتی ہیں ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ارادہ و مشیت کا نافذ کرنے والا ہے جس کے لئے چاہتا ہے کرنے والا ہے سائل نے کہا تو پھر اس کے لئے رضا مندی اور غضبناکی ہے ؟ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا ہاں یہ رضاء و غصہ مخلوقات کی طرح اس میں نہیں ہے ۔ اور یہ کہ رضا اور ناراضگی بہت زیادہ دخل رکھنے والے ہیں جو اس پر دخل انداز ہوتے ہیں پھر اس کو ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل کردیتے ہیں اور یہ صفت عاجز محتاج مخلوقین کی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ عزیز رحیم ہے ۔ اس کو خلق کردہ شے کی کوئی احتیاج نہیں اس نے سب کو خلق کیا جو سب کے سب اس کے محتاج ہیں ۔ اس نے اشیاء کو بغیر حاجت و سبب کے بطور اختراع و ایجاد خلق کیا ۔ سائل نے کہا کہ اس کا یہ فرمانا ۔

الرحمن علی العرش استوی (طہ ۔ ۵) " وہ رحمن ہے جو عرش پر (حکمرانی کے لئے) آمادہ و مستعد ہے " کا کیا مقصد ہے ؟ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے اس نے اپنی ذات کا وصف بیان کیا ہے اور اس طرح وہ عرش پر غلبہ پائے ہوئے ہے وہ اپنی مخلوق سے جدا ہے بغیر اس کے کہ عرش اس کو اٹھائے ہوئے ہو اور نہ یہ کہ عرش اس کو گھیرے ہوئے ہے اور نہ یہ کہ عرش اس کو محفوظ کئے ہوئے ہے ۔ لیکن ہمارا یہ کہنا ہے کہ وہ حامل عرش ہے اور اس کو مضبوطی سے روکے ہوئے ہے اور ہم اس کے بارے میں وہی کہتے ہیں جو اس نے فرمایا ہے **وسع کرسیه السموات والارض** (البقرۃ ۔ ۲۵۵) " اس کی کرسی تمام آسمانوں اور زمینوں کو گھیرے ہوئے ہے ۔" ہم نے عرش و کرسی کے متعلق وہی ثابت کیا ہے جس کو اس نے ثابت کیا ہے اور ہم نے اس امر کی نفی کی ہے کہ عرش و کرسی اس کو حاوی ہوں یا اللہ عزوجل کسی جگہ کا یا ایسی شے کا محتاج ہو جس سے اس نے خلق کیا بلکہ اس کی مخلوق اس کی محتاج ہیں ۔

سائل کہنے لگا کہ آپؑ کا ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کرنے اور ان کو زمین کی طرف جھکانے کے درمیان کیا فرق ہے ؟ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ اللہ کے علم ، احاطہ اور قدرت میں برابر ہیں لیکن اللہ عزوجل نے اپنے اولیاء اور بندوں کو آسمانوں کی طرف ہاتھوں کو بلند کرکے عرش کے قریب ہونے کا حکم دیا ہے اس لئے کہ اس کو معدن رزق قرار دیا ہے ۔ لہذا ہم نے وہی ثابت کیا ہے جس کو قرآن اور رسول اللہ کی احادیث نے ثابت کیا ہے جبکہ انہوںؑ نے بھی فرمایا ہے کہ تم اپنے ہاتھوں کو اللہ عزوجل کی طرف بلند کرو اور اس پر امت کے تمام فرقوں کا اجماع ہے ۔ سائل نے کہا کہ پھر آپؑ نے انبیاء و رسل کو کہاں سے اچھی طرح جانا ۔ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ جبکہ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ ہمارا ایک خالق صانع ہے جو ہم سے اور تمام مخلوق سے بلند و بالا ہے اور یہ صانع حکیم ہے تو یہ جائز نہیں کہ اس کی مخلوق اس کا مشاہدہ کرے ۔ نہ وہ ان کو چھوتا ہے اور نہ مخلوقات اس کو چھو سکتے ہیں نہ خدا ان کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے اور نہ وہ اس کے ساتھ رہتے ہیں ، نہ وہ ان سے جھگڑا کرتا ہے اور نہ وہ اس سے جھگڑتے ہیں تو ثابت ہوا کہ اس کے مخلوقات اور بندوں میں سفیر ہیں جو ان کے مصالح اور منافع میں اور ان چیزوں کے بارے میں جس میں ان کی بقاء اور جس کے ترک کرنے میں ان کی فناء ہے ، ان کی رہنمائی کرتے ہیں ۔ اس سے ثابت ہوا کہ حکیم علیم کی طرف سے اس کی مخلوق میں امرونہی کرنے والے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ کی طرف سے تعبیر کرنے والے حضرات ہیں اور وہی انبیاء ہیں اور اس کی مخلوق کے ستودہ لوگ ہیں ، دانا و حکمت والے ادب یافتہ ہیں جو حکمت کے ساتھ مبعوث کئے گئے ہیں جو لوگوں کے حالات میں شریک نہیں ہیں باوجودیکہ وہ ایک دوسرے سے خلق اور ترکیب میں مشترک ہیں ۔ اور وہ اللہ حکیم و علیم کی طرف سے حکمت ، دلائل و براہین اور مردوں کے زندہ کرنے اور پیدائشی اندھے اور مبروص شخص کے اچھا ہونے کے شواہد کے ساتھ تائید کرنے والے ہیں ۔ پھر اللہ کی زمین

حجت (مراد وصی رسول) سے خالی نہیں ہوتی جس کے پاس علم ہوتا ہے جو رسول کی گفتگو کے سچ ہونے اور اس کی عدالت کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

(۲) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمۃ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے احمد نے محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے محمد بن ابو عمیر سے، انہوں نے ہشام بن حکم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے عرض کیا کہ اس امر پر کیا دلیل ہے کہ اللہ واحد ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ تدبیر کا متصل ہونا اور عمل کا پورا ہونا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا** (انبیاء۔ ۲۲) "اگر آسمان و زمین میں اللہ کے علاوہ چند خدا ہوتے تو دونوں برباد ہوجاتے۔

(۳) ہم سے محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابوالقاسم سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو سمینہ محمد بن علی صیرفی نے انہوں نے محمد بن عبداللہ خراسانی خادم امام رضا علیہ السلام سے روایت کی اس نے کہا کہ ایک دہریہ امام رضا علیہ السلام کے پاس آیا۔ اس وقت آپؑ کے پاس کچھ لوگ موجود تھے تو اس سے ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام نے فرمایا کہ اے شخص اگر یہ قول تمہارا قول ہے حالانکہ جیسا تم کہتے ہو وہ ایسا نہیں ہے کیا ہم اور تم سب قانون مذہبی سے برابر نہیں ہیں؟ اور کیا جو ہم نے نماز پڑھی۔ روزہ رکھا اور زکوۃ و اقرار کیا ہے وہ ہم کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ پھر وہ خاموش ہوگیا۔ تو ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام نے فرمایا اور اگر قول ہمارا قول ہو اور وہ ہم جیسا کہ کہتے ہیں: کیا تم نے خود کو ہلاک نہیں کر لیا ہے اور ہم نے نجات پائی

پھر کہنے لگا کہ اللہ آپؑ پر رحم فرمائے میرے فائدے کے لئے بتایئے کہ وہ کیسا ہے اور کہاں ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ تجھ پر وائے ہو کہ تم جس طرف جارہے ہو وہ غلط ہے۔ اس نے تو این کو این کیا اور وہ تھا اور این نہ تھا۔ اس نے کیف کو پیدا کیا اور وہ تھا اور کیف نہ تھا اور وہ کیفوفیت سے اور اینونیت سے نہیں پہچانا جاتا ہے۔ نہ حواس خمسہ سے ادراک کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی شے کے ذریعہ قیاس کیا جاسکتا ہے۔

اس شخص نے کہا کہ جبکہ وہ لا شئی (کوئی چیز نہیں) تو اس وقت حواس خمسہ میں سے کسی ایک حاسۂ کے ذریعہ اس کا ادراک نہیں کیا جاسکتا۔ تو ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام نے فرمایا تجھ پر وائے ہو۔ جبکہ تیرے حواس اس کے ادراک سے عاجز ہوگئے تو تو نے اس کی ربوبیت سے انکار کردیا اور جب ہمارے حواس اس کے ادراک سے عاجز ہوگئے تو ہمیں یقین ہوگیا کہ وہ برخلاف اشیاء کے ہمارا رب ہے۔

وہ شخص کہنے لگا کہ مجھے بتایئے کہ وہ کب سے تھا؟ تو ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام نے فرمایا کہ تو مجھ کو بتا کہ وہ کب سے نہ تھا تو میں تجھ کو بتاؤں گا کہ وہ کب سے ہے۔

اس شخص نے کہا کہ اس پر دلیل کیا ہے؟ ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام نے فرمایا کہ جب میں نے اپنے جسم

کی طرف دیکھا تو میرے لئے اس میں عرض و طول میں زیادتی اور اس سے مکروہات و مصائب کا دفع کرنا اور منفعتوں کو اس کی طرف کھینچنا، ممکن نہ تھا۔ میں نے جان لیا کہ اس بنیاد کا ایک بانی ہے تو میں نے اس کا اقرار کیا اس کے ساتھ میں اس کی قدرت سے گردش فلک، بادلوں کا اٹھنا، ہواؤں کا چلنا اور شمس و قمر و نجوم کی گزرگاہ اور اس کے علاوہ عجیب و غریب اور مضبوط نشانیوں کو دیکھتا ہوں تو میں نے سمجھ لیا کہ ان کے لئے کوئی قدرت رکھنے والا اور پیدا کرنے والا ہے

اس شخص نے کہا کہ پھر اس نے کس وجہ سے پردہ کیا؟ ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام نے فرمایا کہ مخلوق سے پردہ ان کے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے ہے لیکن اس پر کوئی پوشیدہ چیز اوقات لیل ونہار میں چھپی ہوئی نہیں ہے۔

وہ کہنے لگا کہ پھر حس بصر (دیکھنے کی حس) اس کا ادراک کس وجہ سے نہیں کرتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ اس فرق کی وجہ سے جو اس کے اور اس کی اس مخلوقات کے درمیان ہے جن کا ادارک خود ان میں سے اور دوسروں میں سے ان کی بصارتوں کی حس کرتی ہے۔ پھر یہ کہ اس کی ذات اس سے جلیل تر ہے کہ بصر اس کا ادراک کرسکے یا وہم اس کا احاطہ کرسکے یا عقل غلبہ پاسکے۔

وہ کہنے لگا کہ پھر آپؑ میرے لئے اس کی حد بیان کیجئے۔آپؑ نے فرمایا کہ اس کی کوئی حد نہیں ہے۔

اس نے کہا کس لئے؟ آپؑ نے فرمایا: اس لئے کہ ہر محدود کی ایک انتہائی حد ہوتی ہے اور جب قیام کا احتمال ہوا زیادتی کا احتمال ہوا اور جب زیادتی کا احتمال ہوا تو نقصان و کمی کا بھی احتمال ہوا۔ پس وہ غیر محدود ہے نہ اس میں زیادتی ہے نہ نقصان و کمی ہے۔ نہ وہ حصوں میں تقسیم ہونے والا ہے اور نہ خیال وگمان میں آنے والا ہے۔

وہ شخص کہنے لگا کہ آپؑ مجھے اپنے قول کہ وہ لطیف، سمیع، بصیر، علیم، حکیم ہے کے متعلق آگاہ فرمایئے کہ کیا وہ کانوں کے ذریعہ سمیع، آنکھ کے ذریعہ بصیر، ہاتھوں کے عمل کے ذریعے لطیف اور صنعت کے ذریعہ حکیم ہے؟ تو ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم میں سے لطیف کسی صنعت کے بنانے کی حد تک ہے یا اے شخص تو نے ہم میں سے کسی آدمی کو کسی شے کو بناتے ہوئے نہیں دیکھا کہ جو اس کے بنانے میں نرمی (لطافت) برتتا ہے پھر کہا جاتا ہے کہ فلاں نے کتنی لطافت ہوتی ہے۔ تو پھر کس طرح خالق جلیل کے لئے نہیں کہا جاسکتا۔ وہ لطیف ہے اس لئے کہ اس نے لطیف وجلیل خلق کو خلق کیا اور جانداروں میں ارواح کو ترکیب دیا اور ہر جنس کا متضاد پیدا کیا جو صورت میں ایک دوسرے سے مختلف ہے اور کوئی ایک دوسرے کے مشابہ نہیں۔ پس خالق لطیف خبیر ان سب کی صورت کی ترکیب میں لطف ہے۔ پھر ہم نے درختوں کو دیکھا اور ان کو بہترین اشیاء ماکولات اور غیر ماکولات کو اٹھاتے ہوئے دیکھا تو ہم نے اس وقت کہا کہ ہمارا خالق لطیف ہے جو اپنی مخلوق کی صنعت میں لطیف ہونے کی طرح نہیں ہے۔ اور ہم نے یہ بھی کہا کہ وہ سمیع ہے جس پر اپنی مخلوق کے آوازیں عرش سے لیکر زمین تک معمولی ذرہ سے بڑی اشیاء تک خشکی اور تری میں پوشیدہ نہیں ہیں اور اس پر ان کی زبانیں مشتبہ نہیں ہوتیں تب ہم نے کہا کہ وہ سمیع بغیر کانوں کے ہے

اور ہم نے کہا کہ وہ بصیر بغیر آنکھ کے ہے ۔ اس لئے کہ وہ چٹان اور اندھیرے میں سیاہ ذرہ کے نشان کو دیکھ لیتا ہے اور تاریک رات میں چیونٹی کے رینگنے کو دیکھ لیتا ہے اور ان کے نقصانات وفوائد کو دیکھتا ہے اور ان کی افزائش نسل ، بچوں اور نسل کو دیکھتا ہے تو ہم اس وقت کہتے ہیں کہ وہ بصیر ہے نہ اس طرح کہ جیسے اس کی مخلوق دیکھتی ہے ۔ خادم امام رضا کہنے لگا کہ وہ ناراض نہیں ہوا اور مسلمان ہوگیا ۔ اور اس میں اس کے علاوہ کچھ اور باتیں بھی ہیں ۔

(۴) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو القاسم حمزہ بن قاسم علوی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن اسمٰعیل نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو سلیمان داؤد بن عبداللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن محمد نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عیسیٰ بن یونس نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ابن العوجا حسن بصری کے شاگردوں میں سے تھا تو وہ توحید سے منحرف ہوگیا اس سے کہا گیا کہ تم نے اپنے ساتھی کے مذہب کو ترک کردیا اور تم اس مسئلہ میں داخل ہوگئے جس کی کوئی بنیاد اور حقیقت نہیں ۔ انہوں نے کہا کہ میرا ساتھی گفتگو میں خلط ملط کرنے والا تھا (بکواسی تھا) کبھی وہ قدر کے بارے میں کہتا اور کبھی جبر کے بارے میں گفتگو کرتا تھا ۔ اور مجھے علم نہیں کہ وہ کس مذہب کا معتقد تھا ۔ پھر وہ حج سے بغاوت و انکار کرتے ہوئے مکہ آیا تو علماء اس کے مسئلوں پر گفتگو کرتے اور اس کے ساتھ نشست و برخاست کرنے کو اس کی زبان درازی اور ضمیر کی خرابی کی وجہ سے برا سمجھتے تھے ۔ پھر وہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ ان سے دریافت کرے ۔ وہ اپنے ہم خیال لوگوں کے ساتھ آپؑ کے پاس بیٹھ گیا ۔ پھر وہ کہنے لگا کہ اے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام یہ مجالس اماتوں کے ساتھ ہیں اور یہ ضروری ہے کہ جس کو کھانسی ہو اس کو کھانسنے دیا جائے (یعنی جو سوالات کرنا چاہتا ہے اس کو سوال کرنے کی اجازت دی جائے) کیا آپؑ مجھے گفتگو کرنے کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں ؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ جو چاہو کہو ۔ وہ کہنے لگا کہ آپؑ لوگ کب تک اس کھلیان کو پاؤں سے روندتے رہیں گے اور اس پتھر کی وجہ سے قلعہ بند رہیں گے ۔ اس گھر کی عبادت کرتے رہیں گے جو پکی اینٹوں اور مٹی سے لیپا پوتی کرکے بلند کیا گیا ہے ۔ اور اونٹ کی طرح اس کے گرد چکر لگاتے رہیں گے جبکہ تیزی کے ساتھ چلیں گے ؟ بیشک جس نے اس بارے میں سوچا اور اندازہ کیا اس نے جان لیا کہ اس فعل کی بنیاد کسی غیر حکیم نے رکھی ہے نہ کہ کسی صاحب نظر نے پس آپؑ فرمایئے کیونکہ آپ اس امر کے سردار و بلند آدمی ہیں ۔ اور آپؑ کے والدؑ اس کی اساس اور نظام ہیں ۔ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کو اللہ نے گمراہ کردیا ہو اور جس کا قلب اندھا ہوگیا ہو ۔ جس نے حق کو کڑوا سمجھا ہو اور اس کو خوشگوار نہ بنایا ہو اور شیطان اس کا سرپرست بن بیٹھا ہو جو اس کو ہلاکت کے چشموں پر وارد کرتا ہو پھر اس کو واپس نہ کرتا ہو اور یہ وہ گھر ہے کہ جس کے ذریعہ سے اللہ نے اپنی مخلوق کو اس کا فرمانبردار بنایا ہے تاکہ ان کی اطاعت کا اپنے اثبات کے بارے میں امتحان لے ۔ پھر ان کو اس کی تعظیم و

زیارت پر اکسایا ۔ اور اس کو انبیاء کا جائے ورود اور نماز گزاروں کا قبلہ بنایا ۔ یہ اس کی خوشنودی کا ایک حصہ ہے اور یہ ایک راستہ ہے جو بندوں کو اس کی بخشش کی طرف لے جاتا ہے ۔ جس کی بنیاد منطقہ کمال اور عظمت و جلال کے اجتماع پر رکھی گئی ہے ۔ اللہ نے اس کو زمین بچھانے سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا ۔ اور جس کے بارے میں حکم دیا گیا اور جس سے روکا گیا ہے اور دھتکارا گیا ہے وہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے ۔ اللہ ہی روح اور صورت کا پیدا کرنے والا ہے پھر ابن ابوالعوجا۔ نے کہا کہ اے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام آپ نے ذکر کیا پھر غائب پر مناسب تذکرہ کیا تو ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا تجھ پر وائے ہو ۔ وہ کیونکر غائب ہوسکتا ہے ۔ جو اپنی مخلوق کے ساتھ شاہد ہے اور وہ ان کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے ، وہ ان کی بات سنتا ہے اور ان کے افراد کو دیکھتا ہے اور ان کے رازوں کو جانتا ہے ۔ ابن ابوالعوجا۔ نے کہا کہ کیا وہ ہر جگہ ہے ؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ جب وہ آسمان میں ہو ، وہ کیونکر زمین میں ہوسکتا ہے ؟ اور جبکہ وہ زمین میں ہو تو کس طرح وہ آسمان میں ہوسکتا ہے ؟ ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ تونے اس مخلوق کا وصف بیان کیا ہے جو جب کسی جگہ سے منتقل ہوتا ہے اور کسی جگہ میں مشغول و مصروف ہوتا ہے تو وہ نہیں جانتا کہ وہ جس جگہ کی طرف چلا ہے اس جگہ میں کیا امر واقع ہوا جہاں وہ تھا ۔ لیکن عظیم شان والے ، حساب لینے والے بادشاہ اللہ سے کوئی جگہ خالی نہیں ہوتی اور نہ وہ کسی جگہ مصروف رہتا ہے اور نہ کوئی ایک جگہ دوسری جگہ سے اس سے قریب تر ہوتی ہے ۔ اور وہ شخص کہ جس کو اللہ نے محکم آیات اور واضح براہین کے ساتھ مبعوث فرمایا اور جس کی اپنی مدد سے تائید فرمائی اور جس کو اپنی رسالت کی تبلیغ کے لئے منتخب فرمایا ، ہم نے اس کے قول کی تصدیق کی بایں طور کہ اس کے رب نے اس کو مبعوث فرمایا اور اس سے کلام کیا ۔ تو ابن ابوالعوجا۔ نے کھڑے ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھ کو اس سمندر میں کس نے ڈال دیا ؟ اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ " مجھ کو اس سمندر میں کس نے ڈالدیا ۔ میں نے تم سے شراب کے خمار کے لئے کہا تھا تم نے مجھ کو انگاروں میں ڈالدیا ۔ اس کے ساتھیوں نے کہا کہ تو ان کی مجلس میں حقیر نظر آرہا تھا ۔ اس نے کہا کہ وہ اس شخص کے بیٹے ہیں جنہوں نے لوگوں کے سر (حج کے لئے) منڈوا دیئے جن کو تم بھی دیکھ رہے ہو ۔

(۵) ہم سے احمد بن حسن قطان نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن یحیی نے انہوں نے بکر بن عبداللہ بن حبیب سے بیان کیا ، اس نے کہا کہ مجھ سے احمد بن یعقوب بن مطر نے بیان کیا ، اس نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن بن عبدالعزیز کپڑے سیاہی نے نیشاپور میں بیان کیا ۔ اس نے کہا کہ میں نے اپنے والد کی کتاب میں ان کی تحریر میں پایا کہ ہم سے طلحہ بن یزید نے انہوں نے عبیداللہ بن عبید سے ، اس نے ابو معمر سعدانی سے بیان کیا کہ ایک آدمی امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے پاس آیا ۔ کہنے لگا کہ اے امیرالمومنین مجھے اللہ کی نازل کردہ کتاب میں شک پیدا ہوا ہے ۔

آپؑ نے اس سے فرمایا کہ تیری ماں تجھ کو روئے۔ تو نے کس طرح اللہ کی نازل کردہ کتاب میں شک کیا؟ اس نے کہا کہ میں نے کتاب کے بعض حصوں کو بعض کی تکذیب کرتے ہوئے پایا پھر میں اس میں کس طرح شک نہ کروں۔ علی ابن ابو طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب کا ایک حصہ دوسرے حصہ کی تصدیق کرتا ہے ایک دوسرے کی تکذیب نہیں کرتا ہے۔ لیکن تجھے رزق عقل نہیں دیا گیا۔ جس سے تو فائدہ اٹھاتا، تو بتا تجھ کو اللہ عزوجل کی کتاب میں کیا شک ہوا۔ اس شخص نے کہا کہ میں نے پایا کہ اللہ فرمایا ہے **فالیوم ننسھم کمانسوا لقاء یومھم ھذا** (اعراف ۔ ۵۱) " تو ہم بھی آج ان کو بھول جائیں گے جس طرح یہ آج کے دن کی ملاقات کو بھول گئے۔" اور نیز فرمایا **نسوا اللہ فنسیھم** " اللہ کو بھول گئے تو اس نے بھی ان کو بھلا دیا۔" اور اس نے فرمایا **وما کان ربک نسیاً** (مریم ۔ ۶۵) " اور تمہارا رب بھولنے والا نہیں ہے۔" تو کبھی وہ خبر دیتا ہے کہ وہ بھول جاتا ہے اور کبھی آگاہ کرتا ہے کہ وہ نہیں بھولتا ہے تو اے امیرالمومنین یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ تجھے اللہ کے بارے میں کچھ اور شک ہو تو وہ بھی بیان کر۔ وہ کہنے لگا کہ میں اللہ کو یہ کہتے ہوئے پاتا ہوں **یوم یقوم الروح والملٰئکۃ صفالا یتکلمون الامن اذن لہ الرحمن وقال صواباً** (النباء ۔ ۳۸) " جس دن روح (جبرئیل) اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے اس سے کوئی بات نہیں کرسکے گا مگر جس کو انتہائی مہربان اللہ اجازت دے اور درست بات کہے۔" اور اس نے کہا کہ ان کو بولنے کی اجازت دے گئی تو وہ کہنے لگے **واللہ ربنا ماکنا مشرکین** (الانعام ۔۲۳) " اور اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے ہم مشرک نہیں ہیں۔" اور اس نے کہا کہ " **ثم یوم القیمۃ یکفر بعضکم ببعض ویلعن بعضکم بعضا** " (العنکبوت ۔ ۲۵) " پھر قیامت کے دن تم میں سے ایک دوسرے کا انکار کرے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا۔" اور اس نے یہ بھی کہا کہ قرآن میں ہے **ان ذلک لحق تخاصم اھل النار** (ص ۔ ۶۴) " بیشک اہل جہنم کا آپس میں جھگڑا کرنا بالکل درست ہے۔" اور یہ بھی فرمایا کہ **لاتختصموالدی وقد قدمت الیکم بالوعید** " (ق ۔ ۲۸) " میرے سامنے جھگڑا نہ کرو اور میں نے پہلے ہی وعید (عذاب) کی خبر دیدی تھی۔" اور اس نے کہا **نختم علیٰ افواھھم و تکلمنا ایدیھم وتشھدارجلھم بما کانوا یکسبون** (یس ۔ ۶۵) " ہم ان کے لبوں پر مہر لگادیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے اس کے متعلق جو وہ کرتے رہے ہیں۔" کبھی وہ خبر دیتا ہے کہ وہ کلام کریں گے اور کبھی یہ خبر دیتا ہے کہ وہ بات نہیں کریں گے مگر جس کو رحمن اجازت دے اور یہ صحیح بات کہے اور کبھی یہ کہتا ہے کہ مخلوق گفتگو نہیں کرے گی اور ان کی گفتگو کے بارے میں کہتا ہے " قسم خدا کی وہ ہمارا رب ہے ہم مشرک نہیں ہیں۔ اور کبھی یہ بتاتا ہے کہ وہ جھگڑا کرتے ہیں۔ تو پھر اے امیرالمومنینؑ یہ کس طرح ہو سکتا ہے اور میں کس طرح شک نہ کروں اس بارے میں جو آپؑ سن رہے ہیں۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کچھ اور بیان کر " تجھ پر ہلاکت ہو جس کے بارے میں تو نے شک کیا ہے ۔
اس نے کہا کہ میں اللہ عزوال کو کہتے ہوئے پاتا ہوں " **وجوه یومیذ ناضرة الی ربها ناظرة** (القیمتہ ۔
۲۲۔۲۳) " اس روز بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے (اور) اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہے ہوں گے ۔" اور وہ یہ کہتا ہے
کہ " **لاتدرکه الابصار وهو یدرک الابصار وهو اللطیف الخبیر** " (الانعام ۔ ۱۰۴) " اس کو آنکھیں
نہیں دیکھ سکتی ہیں ۔ اور وہ (لوگوں کی) نگاہوں کو دیکھتا ہے ۔ وہ لطیف خبیر ہے ۔" اور وہ کہتا ہے کہ **ولقد راٰہ
نزلة اخری O عند سدرة الممنتیٰ O** (النجم ۱۳ ۔ ۱۴) " اور انہوں نے اس کو (جبرئیل) ایک بار (معراج)
اور دیکھا ہے سدرۃ المنتھیٰ کے نزدیک ۔ اور وہ یہ بھی فرماتا ہے **یومیذ لاتنفع الشفاعة الامن اذن له
الرحمن و رضی له قولا O یعلم مابین ایدیهم وما خلفهم ولا یحیطون به علماً** (طہ ۔ ۱۰۹ ۔
۱۱۰) " اس دن کسی کی شفاعت کام نہیں آئے گی مگر جس کو خدا نے اجازت دی ہو اور اس کا قول اس کو پسند آئے ۔ جو
کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے وہ جانتا ہے اور یہ لوگ اپنے علم کے ذریعہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتے ۔"
اور اے امیرالمومنینؑ جس کی نگاہیں اس کا ادراک کرلیں تو گویا اس کے علم نے احاطہ کرلیا ۔ تو بھلا یہ کس طرح ہو سکتا
ہے ؟ پھر میں جو آپ سن رہے ہیں کیوں کر نہ شک کروں ۔ آپؑ نے فرمایا تو ہلاک ہو جس کے بارے میں تو نے شک
کیا ۔ اور بتا ۔ وہ کہنے لگا کہ میں اللہ تعالیٰ کو کہتا ہوا پاتا ہوں " **وما کان لبشر ان یکلمه الله الا وحیاً او من
ورای حجاب اویرسل رسولاً فیوحی باذنه مایشاء** (الشوریٰ ۔ ۵۱) " اور کسی آدمی کے لئے یہ ممکن نہیں
کہ خدا اس سے بات کرے مگر وحی کے ذریعہ یا پردہ کے پیچھے سے ۔ یا کوئی رسول (فرشتہ) بھیج دے ۔ پس وہ اپنے اذن و
اختیار سے جو چاہتا ہے پیغام بھیجتا ہے ۔ اور اس نے فرمایا " **کلم الله موسیٰ تکلیما** " (النساء ۔ ۱۶۴) " اللہ نے
موسیٰ سے کلام کیا ۔" اس نے یہ بھی کہا **ونا دهما ربهما** (الاعراف ۔ ۲۲) " اور ان دونوں کے پروردگار نے ان کو
آواز دی ۔" اور اس نے یہ بھی فرمایا **یایها النبی قل لازوا جک وبناتک** (الاحزاب ۔ ۵۹) " اے نبی تم اپنی
بیویوں اور لڑکیوں سے کہدو ۔" اور اس نے یہ فرمایا **یایها الرسول بلغ ماانزل الیک من ربک** (المائدہ ۔
۶۷) " اے رسول جو تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے پہنچا دو ۔" اے امیرالمومنین یہ کس طرح ہو سکتا ہے اور
جو آپ نے سنا اس میں شک کیوں نہ کروں ؟ آپؑ نے فرمایا کہ تجھ پر ہلاکت واقع ہو جس بارے میں تجھے شک ہے اور
بیان کر ۔ وہ کہنے لگا کہ میں اللہ تعالیٰ کو کہتا ہوا پاتا ہوں **هل تعلم له سمیاً** (مریم ۔ ۶۵) " کیا تم اس کے کسی ہمنام
کو جانتے ہو ۔" اور کبھی انسان کو سمیع و بصیر اور ملک و رب کا نام دیتا ہے ۔ تو کبھی وہ بتاتا ہے کہ اس کے بہت سے
نام مشترک ہیں اور کبھی کہتا ہے کہ کیا تم اس کے ہمنام کو جانتے ہو تو اے امیرالمومنینؑ یہ کس طرح ہو سکتا ہے اور
میں کس طرح شک نہ کروں جو آپ سن رہے ہیں ۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ تجھ کو جس بارے میں شک ہوا ہے تجھ کو

ہلاک کرے، (اور) بیان کر۔ اس نے کہا کہ میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کو کہتے ہوئے پایا کہ **ومایعزب عن ربک من مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء** (یونس ۔ ۶۱) " اور تمہارے رب سے نہ زمین میں نہ آسمان میں ذرہ برابر شے غائب رہ سکتی ہے ۔ اور وہ فرماتا ہے **ولاینظر الیھم یوم القیمۃ ولایزکیھم** (آل عمران ۔ ۷۷) " اور اللہ قیامت کے دن ان کی سرف رحمت کی نظر سے نہ دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا ۔" اور وہ فرماتا ہے " **کلا انھم عن ربھم یومیذ لمحجوبون** " (التطفیف ۔ آیت ۱۵) " ہرگز نہیں بیشک وہ اس دن اپنے پروردگار کی رحمت سے روک دیئے جائیں گے ۔" وہ کس طرح نظر رحمت کرے گا جو اس سے پوشیدہ ہوں گے اور اے امیرالمومنینؑ یہ کیسے ہوسکتا ہے اور میں کس طرح شک نہ کروں اس بارے میں جو آپ سن رہے ہیں ۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ تو ہلاک ہو جس بارے میں تو شک میں مبتلا ہوا، مزید بیان کرو ۔ وہ کہنے لگا کہ میں اللہ عزوجل کو کہتے ہوئے پاتا ہوں ء **امنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا ھی تمور** (الملک ۔ ۱۶) " کیا تم اس ذات سے جو آسمانوں پر (حکمراں) ہے بے خوف ہو کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے پھر وہ جوش میں آکر الٹنے پلٹنے لگے ۔" اس نے یہ بھی فرمایا کہ **الرحمن علی العرش استوی** (طہ ۔ ۵) " وہ رحمان ہے جو عرش پر تیار ہو ۔" اور اس نے یہ بھی فرمایا **وھوالله فی السموات وفی الارض یعلم سرکم و جھر** " (الانعام ۔ ۳) " وہی اللہ آسمانوں میں اور زمین میں ہے ۔ وہ تمہاری خفیہ اور علانیہ باتوں کو جانتا ہے ۔" اس نے کہا **والظاھرو الباطن** (الحدید ۔ ۳) " وہی ظاہر اور پوشیدہ ہے ۔" اور اس نے فرمایا " **وھو معکم این ماکنتم** " (الحدید ۔ ۴) " اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی ہو ۔" اور اس نے کہا کہ **ونحن اقرب الیه من حبل الورید** (ق ۔ ۱۶) " اور ہم تو اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں ۔" پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے اور میں اس بارے میں کس طرح شک نہ کروں جو آپ سن رہے ہیں ۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ہلاک ہو جس بارے میں تجھ کو شک ہے مزید کچھ بتا ۔ اس آدمی نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کو کہتے ہوئے پاتا ہوں **وجاء ربک والملک صفاً صفاً** (الفجر ۔ ۲۲) " اور تمہارے پروردگار (کا حکم) اور فرشتے صف بہ صف آجائیں گے ۔ اس نے فرمایا **ولقد جئتمو نافرادی کما خلقناکم اول مرۃ** " (الانعام ۔ ۹۵) " اور تم ہمارے پاس تنہا آؤ گے جس طرح ہم نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ۔" اور اس نے کہا **ھل ینظرون الا ان یاتیھم الله فی ظلل من الغمام والملیکۃ** " (سورۃ بقرہ ۔ آیت ۲۱۰) " کیا وہ انتظار کررہے ہیں کہ سفید بادلوں کے سائبان میں اللہ اور (عذاب) کے فرشتے ان پر آجائیں ۔" اس نے یہ بھی کہا **ھل ینظرون الا ان تاتیھم الملئکۃ اویاتی ربک اویاتی بعض آیت ربک یوم یاتی بعض آیات ربک لاینفع نفساً ایمانھا لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیرا** (الانعام ۔ ۱۵۹) " کیا وہ دیکھ رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا تمہارا رب آئے یا تمہارے پروردگار کی کچھ نشانیاں آجائیں ۔ جس دن

تمہارے رب کی چند نشانیاں آجائیں گی تو جو شخص پہلے سے ایمان نہیں لایا ہو یا ایمان کی حالت میں کوئی نیکی نہ کی ہو تو اس کا ایمان اس کو نفع نہیں پہنچائے گا ۔" پھر کبھی وہ کہتا ہے " **یوم یاتی ربک** " قیامت کے دن تمہارا رب آئے گا " اور کبھی کہتا ہے ۔ **یوم یاتی بعض ایات ربک** " قیامت کے دن تمہارے رب کی چند نشانیاں آئیں گی " تو اے امیرالمومنین یہ کیسے ہو سکتا ہے اور میں کس طرح شک نہ کروں اس بارے میں جو آپؑ سن رہے ہیں ۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا تو ہلاک ہو جس بارے میں تجھ کو شک ہو بیان کر ۔ وہ آدمی کہنے لگا کہ میں اللہ جل جلالہ کو کہتے ہوئے پاتا ہوں **بل هم بلقای ربهم کافرون** (السجدہ ۔ ۱۰) " بلکہ یہ لوگ اپنے رب کے سامنے حضوری سے انکار کرتے ہیں ۔ اور مومنین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے ۔ **الذین یظنون انهم ملقوا ربهم و انهم الیه راجعون** (البقرۃ ۔ ۴۶) " جو جانتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور یقیناً وہ اس کی طرف جائیں گے ۔" اور اسی نے فرمایا " **تحیتهم یوم یلقونه سلم** " (الاحزاب ۔ ۴۴) " جس دن اس کی بارگاہ میں حاضری ہوگی تو ان کی خاطر و تواضع سلامتی سے ہوگی ۔" اور اسی نے فرمایا **من کان یرجوالقاء الله فان اجل الله لات** (العنکبوت ۔ ۵) " جو شخص اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہے تو بے شک اللہ کی مقرر کی ہوئی لات ضرور آنے والی ہے ۔" اور یہ بھی کہا **فمن کان یرجوا لقاء ربه فلیعمل عملاً صالحاً** " (الکہف ۔ ۱۱۰) " تو جو شخص اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے کی امید رکھتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ وہ نیک اعمال کرے ۔" تو وہ کبھی یہ خبر دیتا ہے کہ وہ اس کے سامنے حاضر ہوں گے اور کبھی یہ کہتا ہے کہ اس کو نگاہیں نہیں دیکھ سکتی ہیں اور وہ نگاہوں کو دیکھتا ہے اور کبھی کہتا ہے کہ وہ علم کے ذریعہ اس کا احاطہ نہیں کرسکتے ۔ تو اے امیرالمومنینؑ یہ کس طرح ہو سکتا ہے اور مجھے شک نہ ہو اس بارے میں جو آپؑ سن رہے ہیں ۔ آپؑ نے فرمایا کہ تو ہلاک ہو تو بیان کر جس بارے میں تجھ کو شک ہوا ہے ۔ وہ کہنے لگا کہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کو یہ کہتے ہوئے پاتا ہوں **ورا المجرمون النار فظنوا انهم مواقعوها** (الکہف ۔ ۵۲) " اور گنہگار لوگ جہنم کی آگ کو دیکھیں گے تو جان لیں گے کہ وہ اس میں ڈالے جائیں گے ۔" اور یہ بھی کہا **یومئذ یوفیهم الله دینهم الحق ویعلمون ان الله هوا لحق المبین** (النور ۔ ۲۵) " اس دن ان کو پوری پوری سزا یا بدلہ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ اللہ ہی حق ہے ظاہر کرنے والا ہے ۔" اور اس نے کہا کہ **وتظنون بالله الظنونا** (الاحزاب ۔ ۱۰) " اور تم اللہ پر طرح طرح کے گمان کر رہے تھے ۔" پھر وہ ایک مرتبہ یہ خبر دیتا ہے کہ وہ گمان و خیال کرتے ہیں اور کبھی کہتا ہے کہ وہ جانتے ہیں ۔ اور ظن شک ہے پھر اے امیرالمومنینؑ یہ کس طرح ہو سکتا ہے اور میں شک نہ کروں اس چیز میں جو آپ سن رہے ہیں ۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا جس بارے میں تم کو شک ہے بیان کرو ۔ اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کو کہتا ہوا پاتا ہوں **ونضع الموازین القسط لیوم القیمة فلا تظلم نفس شیئاً** (الانبیاء ۔ ۴۷) " اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو (اچھے برے اعمال تولنے کے لئے) رکھیں گے پھر کسی پر کچھ بھی

ظلم نہیں کیا جائے گا ۔" اور اس نے یہ بھی کہا **فلا نقیم لھم یوم القیمة وزنا** (الکھف ۔ ۱۰۵) " پس ہم قیامت کے دن ان کے لئے میزان حساب نہیں رکھیں گے ۔" اور یہ بھی اس نے فرمایا " **فاولئک یدخلون الجنة یرزقون فیھا بغیر حساب** " (المومن ۔ ۴۰) تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اس میں ان کو بے حساب رزق دیا جائے گا ۔" اور اس نے یہ بھی فرمایا " **والوزن یومئذ الحق فمن ثقلت موازینه فاولئک ھم المفلحون O ومن خفت موازینه فاولئک الذین خسروا انفسھم بما کانوا بایتنا یظلمون** (الاعراف ۔ ۸-۹) " اور اس دن اعمال کا تولنا بالکل درست ہے پھر جن کے (نیک اعمال کے) پلے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور جن کے پلے ہلکے ہوں گے تو یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنا نقصان اس وجہ سے کیا کہ انہوں نے ہماری نشانیوں کے ساتھ ظلم کیا ۔" اے امیرالمومنینؑ یہ کس طرح ہوسکتا ہے اور میں کسی طرح شک نہ کروں جس کے بارے میں آپ سن رہے ہیں ۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ بیان کرو جس بارے میں تجھ کو شک ہوا ۔ تو ہلاک ہو ۔ اس نے کہا کہ میں اللہ کو یہ کہتے ہوئے پاتا ہوں **قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم ثم الی ربکم ترجعون** " (سجدہ ۔ ۱۱) " (اے رسول) تم کہہ دو کہ وہی ملک الموت جو تم پر مقرر کیا گیا ہے ، تم کو موت دے گا پھر تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جاؤ گے ۔" اور اس نے یہ بھی فرمایا **اللہ یتوفی الانفس حین موتھا** (الزمر ۔ ۴۲) " اللہ ہی لوگوں کی روح کو ان کی موت کے وقت کھینچ لیتا ہے ۔" اور یہ بھی فرمایا **توفته رسلنا وھم لا یفرطون** " (الانعام ۔ ۶۱) " ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کو مار دیتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے ہیں ۔" اور اس نے یہ فرمایا **الذین تتوفھم الملئکة طیبین** (النحل ۔ ۳۲) " وہ لوگ کہ جن کی روحیں فرشتے قبض کرتے ہیں وہ پاک و طیب ہوتے ہیں ۔" اور یہ بھی فرمایا **الذین تتوفھم الملئکة ظالمی انفسھم** (النحل ۔۲۸) " یہ وہ لوگ ہیں کہ جب فرشتے ان کی روح قبض کرتے ہیں یہ لوگ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں ۔" تو اے امیرالمومنین یہ کس طرح ہوسکتا ہے ۔ اور جو آپؑ سن رہے ہیں تو پھر میں شک کس طرح نہ کروں اگر آپؑ نے مجھ پر رحم نہیں فرمایا بعد شرح صدر نہیں فرمایا اس مسئلہ میں جو آپؑ کے سامنے (ہاتھوں) جاری ہوگا تو میں ہلاک ہوجاؤں گا ۔ پس اگر رب تبارک و تعالیٰ حق ہے ، کتاب حق ہے اور رسول حق ہیں تو میں ہلاک ہوگیا اور گھاٹے میں رہا اور اگر رسول باطل ہیں تو پھر مجھے کوئی خوف نہیں اور میں نجات پاگیا ۔

اب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہمارا رب پاک و پاکیزہ ہے اور بہت ہی بابرکت و اعلیٰ ہے ۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ ایسا دائم و ہمیشہ رہنے والا ہے جس کو زوال نہیں اور ہم اس کے بارے میں شک نہیں کرتے ہیں اور کوئی شے اس جیسی نہیں ہے وہ سمیع بصیر ہے اور یہ کہ کتاب حق ہے ، رسول حق ہیں اور ثواب و عقاب حق ہے پس اگر تجھ کو رزق ایمان زیادہ دیا گیا یا تجھ کو اس سے محروم رکھا گیا ہے تو سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے ، اگر وہ چاہے تو تجھ

کو رزق دے اور چاہے تو محروم رکھے ۔ لیکن تجھ کو علم نہیں دیا گیا ہے اس بارے میں جس میں تو نے شک کیا ہے ۔ اور اللہ کے سوا کوئی قوت نہیں ہے ۔ اگر اللہ نے تیرے ساتھ خیر و نیکی کا ارادہ کیا تو وہ تجھ کو اس کے علم سے آگاہ کرے گا اور تجھ کو ثابت قدم رکھے گا اور اگر اس نے شر کا ارادہ کیا تو گمراہ اور ہلاک ہوجائے گا ۔ لیکن یہ کہنا " **نسوا اللہ فنسیھم** " انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اس نے ان کو بھلا دیا ۔ تو اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کو دنیا میں بھلا دیا اور اس کی اطاعت پر عمل پیرا نہیں ہوئے تو اللہ نے ان کو آخرت میں بھلا دیا یعنی اس نے ان کے لئے اپنے ثواب میں سے کچھ بھی نہیں دیا تو وہ خیر و نیکی سے بالکل فراموش کر دیئے گئے ۔ اور اسی طرح اللہ عزوجل کے اس قول کی تفسیر تشریح ہے " **فالیوم نسیھم کما نسوا لقاء یومھم** " نسیان سے مراد یہ ہے کہ ان کو ثواب نہیں پہنچایا جس طرح کہ ان اولیاء کو ثواب سے نوازا جو اس دنیا میں اطاعت گزار ، ذکر الہیٰ کرنے والے جبکہ وہ اس پر ایمان لائے اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور غیب کے باوجود اس سے خوف کرتے رہے ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا " **وما کان ربک نسیا** " تو ہمارا رب بہت بلند ہے وہ اس جیسا نہیں ہے جو بھول جاتا ہو اور نہ وہ غافل ہوتا ہے بلکہ وہ حفیظ علیم ہے اور کبھی عرب نسیان کے بارے میں کہتے ہیں کہ فلاں نے ہم کو بھلا دیا پھر وہ ہم کو یاد نہیں کرتا ہے یعنی وہ ہمارے لئے خیر کا حکم نہیں کرتا ہے اور نہ خیر کے ساتھ ہمارا ذکر کرتا ہے تو کیا تیری سمجھ میں آیا جو اللہ عزوجل نے ذکر فرمایا وہ کہنے لگا ہاں آپؑ نے میرے شک کو دور کر دیا اللہ آپ سے غم کو دور رکھے ۔ آپؑ نے میرے لئے گرہ (مشکل) کو حل (کھولدیا) کردیا ۔ لہذا اللہ آپؑ کے اجر کو عظیم بنائے ۔ پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ۔ لیکن اللہ کا یہ فرمان " **یوم یقوم الروح و الملئکۃ صفا لہ یتکلمون الامن اذن لہ الرحمن وقال صوابا** " اور اس کا یہ بھی فرمانا " **واللہ ربنا ماکنا مشرکین** " اور اس کا یہ فرمانا " **یوم القیمۃ یکفر بعضکم ببعض ویلعن بعضکم بعضا** " اور اس کا یہ قول " **ان ذلک لحق تخاصم اھل النار** " اور اس کا یہ قول " **ولاتختصموا لدی وقد قدمت الیکم بالوعید** " اور اس کا فرمانا " **الیوم نختم علیٰ افواھم وتکلمنا ایدیھم و تشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون** " پس یہ سب اس دن کے مختلف اوقات و مقامات میں ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے ۔ اللہ عزوجل اس دن تمام لوگوں کو جمع کرے گا جو متفرق مقامات میں ہوں گے اور ایک دوسرے سے کلام کریں گے ۔ اور ایک دوسرے کے لئے مغفرت کی استدعا کریں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جو اہل حق کے سرداروں میں سے ہوں گے جنہوں نے دنیا میں اطاعت و اتباع کی ہوگی ۔ اور ان گنہگار لوگوں پر لعنت کریں گے جن سے بغض و عداوت کا اظہار ہوا اور جنہوں نے دنیا میں ظلم و سرکشی پر ایک دوسرے کی مدد کی ۔ مستکبرین اور مستضعفین ایک دوسرے کو کافر کہیں گے اور ایک دوسرے پر لعنت کریں گے ۔ اس آیت میں کفر سے مراد برات ہے ۔ کہتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے اظہار برات کرتے ہیں ۔ اور سورہ ابراہیم میں اسی جیسا شیطان کا قول انی

کفرت بما اشر کتمون من قبل (ابراہیم ۔ ۲۲) " میں نے اظہار برات کیا اس بارے میں جو پہلے سے تم نے مجھ کو شریک کیا ۔" اور اللہ کے خلیل ابراہیم کا قول " کفرنا بکم " (الممتحنہ ۔ ۴) " ہم بری الذمہ ہوئے تم سے " یعنی ہم نے تم سے اظہار برات کیا ۔ پھر وہ ایک دوسرے مقام پر جمع ہوں گے جہاں وہ روئیں گے پس اگر یہ آوازیں دنیا والوں پر ظاہر ہوجائیں تو تمام مخلوقات اپنے ذرائع زندگی سے غافل ہوجائیں اور ان کے دل پھٹ جائیں مگر جس کو اللہ چاہے ، پھر وہ خون کے آنسو بہاتے رہیں ۔ اس کے بعد وہ دوسرے مقام پر جمع ہوں گے تو وہ گفتگو کریں گے اور کہیں گے " واللہ ربنا ماکنا مشرکین " " قسم خدا کی ہمارے رب ! ہم مشرک نہیں تھے ۔" پھر اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے منہ (زبان) پر مہر لگادے گا اور ہاتھ ، پیر اور کھالیں بولنے لگیں گے پھر وہ ان کے ہر گناہ کی گواہی دیں گے ۔ پھر ان کی زبانوں سے مہروں کو ہٹادیا جائے گا تو وہ اپنے اعضاء سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کس وجہ سے گواہی دی ؟ تو وہ کہیں گی کہ ہم کو اس اللہ نے گویائی دی جس نے ہر شئے کو قوت نطق عطا کی (حم السجدہ ۔۲۱) پھر وہ دوسرے مقام پر جمع ہوں گے اور ان کو گفتگو کرنے کے لئے کہا جائے گا ۔ تو وہ ایک دوسرے سے راہ فرار اختیار کریں گے ۔ اسی کے بارے میں اللہ عزوجل کا قول ہے " یوم یفر المرء من اخیہ O وامہ وابیہ O وصاحبتہ وبنیہ O (عبس ۔۳۴ تا ۳۶) " اس دن آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنے بیوی بچوں سے بھاگے گا ۔" تو ان سے بولنے کے لئے کہا جائے گا تو وہ کلام نہیں کرسکیں گے مگر جس کو مہربان خدا اجازت دے اور درست کہے ۔ پھر تمام رسول علیہم السلام کھڑے ہوں گے اور اس مقام پر گواہی دیں گے ۔ اسی لئے اللہ کا قول ہے " فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنابک علی ھولاء شھیداً O (النساء ۔ ۴۱) " اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم امت کے گواہ کو لائیں گے اور تم کو ان سب پر گواہ کی حیثیت سے بلائیں گے ۔" اس کے بعد وہ ایک اور دوسرے مقام پر جمع ہوں گے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام ہوگا اور وہ مقام محمود ہے ۔ اس مقام پر اللہ تبارک و تعالیٰ ایسی ثناء کرے گا جو اس سے قبل کسی نے نہیں کی ہوگی پھر تمام ملائکہ ثناء کریں گے اور کوئی فرشتہ ایسا نہ ہوگا جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثناء نہ کی ہو اس کے بعد تمام رسول ایسی ثناء کریں گے کہ اس سے قبل کسی نے نہیں کی ہوگی ۔ پھر تمام مومنین و مومنات ثناء کریں گے جس کی ابتداء صدیقین ، شھدا و صالحین سے ہوگی ۔ اس کے بعد ساکنان ارض و سماوات ان کی تعریف کریں گے ۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کا قول ہے " عسی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً (بنی اسرائیل ۔ ۷۹) " (اے محمدؐ) قریب ہے کہ تمہارا رب تم کو مقام محمود پر پہنچا دے ۔" تو یہ اس شخص کی خوش بختی ہے جس کا اس مقام پر کوئی حصہ ہو اور بدبختی ہے اس کی جس کا اس مقام سے کوئی حصہ اور نصیبہ نہ ہو ۔ پھر وہ ایک اور مقام پر جمع ہوں گے اور ایک دوسرے کے مال و دولت کو چھین لیں گے ۔ یا حملہ آور ہوں گے ۔ یہ سب کچھ حساب کتاب سے قبل ہوگا ۔ پس جبکہ حساب میں مواخذہ کیا جائے گا ہر انسان جو کچھ اس کے پاس ہوگا اس میں مشغول

ہوجائے گا ۔ ہم اس روز اللہ سے برکت کا سوال کرتے ہیں وہ آدمی کہنے لگا کہ آپ نے میری مشکل حل کردی ۔ اے امیرالمومنینؑ اللہ تعالیٰ آپؑ کی کشائش فرمایئے ۔ آپؑ نے میرے مسئلہ کو حل کردیا ۔ اللہ آپؑ کو اجر عظیم عطا فرمائے ۔

حضرت علی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس قول " **وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ** " اور اس کا یہ فرمانا **لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار** " اور اس کا یہ فرمانا " **ولقدراٰہ انزلۃ اخری عندسدرۃ المنتھیٰ** " اور اس کا یہ قول " **یومئذ لاتنفع الشفاعۃ الامن اذن لہ الرحمن ورضی لہ قولایعلم مابین ایدیھم وما خلفھم ولایحیطون بہ علماً** کے بارے میں فرمایا کہ " **وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ** " سے مراد یہ ہے کہ جس مقام پر اولیا. اللہ حساب سے فارغ ہونے کے بعد ایک نہر پر پہنچیں گے جس کا نام نہر حیوان ہوگا تو وہ اس میں غسل کریں گے اور اس کا پانی پئیں گے تو ان کے چہرے چمک دمک کے ساتھ خوب صورت نظر آئیں گے اور ان سے ہر قسم کی پریشانی و دشواری دور ہوجائے گی ۔ پھر ان کو جنت میں داخل ہونے کا حکم دیا جائے گا تو اس جگہ سے وہ اپنے پروردگار کی طرف دیکھیں گے کہ وہ ان کو کس طرح بدلہ واجر دیتا ہے ۔ اور ان میں سے کچھ لوگ جنت میں داخل ہوجائیں گے ۔ تو اللہ تعالیٰ کا ملائکہ کے سلام کے بارے میں یہ قول ہے " **سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین** " (سورۃ زمر ۔ آیت ۷۳) " تم پر سلام ہو تم اچھے رہے پس تم جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہوجاؤ ۔ پھر اس وقت وہ دخول جنت اور عدہ رب کو دیکھنے پر یقین کریں گے ۔ اسی بناء پر اللہ کا قول ہے " **الی ربھا ناظرۃ** " اور اللہ کی طرف دیکھنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس کے ثواب کو دیکھیں گے ۔ مگر اس کے قول " **لاتدرکہ الابصار و ھویدرک الابصار** " میں **لاتدرکہ الابصار** کا مطلب یہ ہے کہ اس کا انسانی اوہام و عقول احاطہ نہیں کرسکتے اور **وھو یدرک الابصار** سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کا احاطہ کرسکتا ہے اور وہ لطیف خبیر ہے ۔ اور یہ ایک مدح ہے جس کے ذریعہ ہمارے رب نے اپنی ذات کی مدح فرمائی ہے اور انتہائی بلندی کے ساتھ پاک و پاکیزہ ہوا ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا اور ان کی زبان پر حمد الہیٰ جاری ہوئی کہنے لگے کہ " **رب ارنی انظر الیک** " (الاعراف ۔ ۱۴۳) " اے میرے پروردگار تو مجھ کو اپنی جھلک دکھا دے کہ میں تجھ کو دیکھنا چاہتا ہوں ۔ تو ان کا یہ مسئلہ ایک امر عظیم تھا اور انہوں نے ایک امر جلیل کا سوال کیا تھا تو ان کو دشواری میں بتلا کیا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم مجھ کو دنیا میں ہرگز نہیں دیکھ سکتے تاآینکہ تم کو موت آئے تو تم مجھ کو آخرت میں دیکھو گے ۔ (یعنی اس کے ثواب یا عظمت و سلطان کا دیدار یا رویت قلبی) لیکن اگر تم دنیا میں دیکھنا چاہتے ہو تو پہاڑ کی طرف دیکھو ۔ اگر وہ اپنے مقام پر ٹھہرا رہا تو تم میرا دیدار کرسکو گے پھر اللہ سبحانہ نے اپنی بعض نشانیوں کو ظاہر کیا اور ہمارے پروردگار نے پہاڑوں پر اپنی تجلی دکھائی ، پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ریزہ ریزہ ہوگیا اور موسیٰ بے ہوش ہوگئے ۔ یعنی مرگئے ۔ گویا ان کا انجام موت تھا پھر اللہ نے ان کو زندہ کیا اور انؑ کو بھیجا (اٹھایا) اور انؑ کی توبہ قبول کی

حضرت موسیٰ کہنے لگے کہ اے پروردگار تیری ذات پاک پاکیزہ ہے میں تیری طرف متوجہ ہوا اور میں پہلا مومن ہوں ۔ یعنی میں ان میں سے پہلا ایمان لانے والا شخص ہوں جو اس پر ایمان لایا کہ تجھ کو ہرگز دیکھا نہیں جاسکتا ۔ اور اللہ کے اس قول **ولقدراٰہ نزلۃ اخری عند سدرۃ المنتھیٰ** " سے مراد یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر دیکھا جہاں مخلوق خدا میں سے کسی کا گزر نہیں ہوسکتا ۔ اور آخر آیت میں اس کا یہ کہنا کہ " **وما زاغ البصر وماطغی لقدرای من آیات ربہ الکبریٰ** (النجم ۔ ۱۷۔۱۸) " ان کی آنکھ کسی دوسری طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے آگے بڑھی ۔ انہوں نے اپنے پروردگار کی بڑی نشانیاں دیکھیں ۔" انہوں نے جبرئیل علیہ السلام کو اس کی صورت میں دو مرتبہ دیکھا ۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس نے جبرئیل کو پیدا کیا جو ان روحانیوں میں سے ہیں کہ جن کے خلق کے وصف کا ادارک سوائے رب العالمین کے کوئی نہیں کرسکتا ۔

لیکن اللہ کے قول " **یومئذ لاتنفع الشفاعۃ الامن اذن لہ الرحمن و رضی لہ قولاً یعلم مابین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بہ علماً** " سے مراد یہ ہے کہ مخلوق اللہ عزوجل کے علم کے مقابلہ میں احاطہ نہیں کرسکتی کیونکہ اس بابرکت وبلند ذات نے چشمہائے قلب پر پردہ ڈال دیا ہے ۔ نہ کوئی عقل و فہم اس کی کیفیت سے واقف ہوسکتی ہے اور نہ کوئی قلب اس کو حدود سے ثابت ہوسکتا ہے ۔ پھر نہ کوئی اس کا وصف بیان کرسکتا ہے جس طرح کہ اس نے اپنے وصف کو بیان کیا ہے ۔ اس جیسی کوئی شے نہیں ہے وہ سمیع بصیر ہے وہی اول و آخر ہے ۔ وہی ظاہر و باطن ہے ، وہ خالق ، باری ، مصور ہے ۔ اس نے اشیاء کو خلق کیا ۔ اشیاء میں سے کوئی چیز اس کی طرح نہیں اس کی ذات بابرکت اور بلند و بالا ہے ۔ تو وہ شخص کہنے لگا کہ آپؑ نے میری مشکل حل کردی اللہ آپؑ کی مشکل حل فرمائے آپؑ نے میرے مسئلہ کو حل کردیا تو اللہ تعالیٰ اے امیرالمومنین اجر عظیم عطا فرمائے ۔

اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوند عالم کا یہ فرمانا " **وما کان بشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا اومن وراء حجاب اویرسل رسولاً فیوحی باذنہ مایشاء** " اور اس کا یہ فرمانا " **وکلم اللہ موسیٰ تکلماً** " اور اس کا یہ بھی فرمانا " **ونا داھما ربھما** " اور اس کا یہ ارشاد **یا ادم اسکن انت و زوجک الجنۃ** " لیکن اس کے اس قول " **ما کان لبشران یکلمہ الی آخرہٖ** " کا مطلب یہ ہے کہ کسی بشر کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اللہ سے بغیر وحی کے کلام کرے اور ایسا واقعہ ہونے والا نہیں ہے مگر پردہ کے پیچھے سے ، یا کسی فرشتہ کو بھیجے پھر وہ اس کی اجازت سے جو چاہے وحی کرے ۔ اس واسطے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے لئے علو کبیر (بہت بلند) فرمایا ہے ۔ رسول پر آسمانی رسولوں (فرشتوں) کے ذریعہ وحی کی جاتی تھی تو فرشتے رسولان ارضی تک پہنچتے تھے ۔ اور رسولان ارضی اور اس کے درمیان گفتگو بغیر اس کلام کے ہوتی تھی جو آسمانی رسولوں کے ذریعہ بھیجا جاتا تھا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے جبرئیل کیا تم نے اپنے رب کو دیکھا ہے ؟ تو جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ

بے شک میرا رب دیکھا نہیں جاسکتا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم وحی کہاں سے لیتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں اسرافیل سے لیتا ہوں، آپؐ نے فرمایا کہ اسرافیل کہاں سے لیتے ہیں؟ جبرئیل کہنے لگے کہ وہ اس فرشتے سے لیتے ہیں جو روحانیین سے بلند ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ فرشتہ کہاں سے لیتا ہے؟ جبرئیل نے کہا کہ اس کے دل میں تیزی کے ساتھ بغیر کسی تامل کے اوپر سے آتی ہے تو یہی وحی ہے اور یہ اللہ عزوجل کا کلام ہے اور اللہ کا کلام ایک قسم کا نہیں ہوتا وہ رسولوں سے بات کرتا ہے تو وہ اسی کی طرف سے ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ وہ قلب میں ڈالتا ہے۔ اور اسی کی طرف سے رسولوں کو خواب دکھاتا ہے اور اسی کی طرف سے وحی وتنزیل ہے جو تلاوت کی جاتی ہے اور پڑھی جاتی ہے۔ وہی کلام اللہ ہے۔ تو تو اکتفا کر اس پر جو میں نے تجھ سے کلام الٰہیٰ سے بیان کیا۔ بے شک اللہ کے کلام کے معنیٰ ایک جیسے نہیں ہیں کیونکہ اسی کے ذریعہ آسمانی فرشتے رسولان ارضی کو پہنچاتے ہیں وہ شخص کہنے لگا کہ آپؐ نے میری مشکل کو دور فرمایا اللہ تعالیٰ آپؐ سے مشکلوں کو دور فرمائے۔ آپؐ نے میرے مسئلہ کو حل فرمایا تو اے امیرالمومنینؑ اللہ آپؐ کو اجرعظیم عطا فرمائے۔

حضرت علی علیہ السلام نے اللہ کے اس قول " **هل تعلم له سميا** " کے بارے میں فرمایا کہ اس کی تاویل تو یہ ہے کہ کیا کوئی شخص اس بات کو جانتا ہے کہ اس کا نام اللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ کا غیر ہے۔ تو تجھے اپنی رائے سے تفسیر قرآن کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے تاآینکہ تم علماء سے سمجھ لو۔ کیونکہ اکثر تنزیل انسانی کلام کے مشابہ ہوتی ہیں اور وہ اللہ کا کلام ہے اور اس کی تاویل یہ ہے کہ وہ انسانی کلام سے مشابہ نہیں ہوتا جس طرح کہ مخلوق میں سے کوئی شے اس کے مشابہ نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فعل ذرا بھی افعال انسانی کے مشابہ نہیں ہوتا اور نہ اس کا کلام انسانی کلام جیسا ہوتا ہے۔ اور اس کا کلام انسانی کلام کے بالکل مشابہ نہیں ہوتا۔ پھر یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام اس کی صفت ہے اور انسانی کلام ان کے افعال سے متعلق ہے۔ اس لئے اللہ کا کلام انسانی کلام کے مشابہ نہیں ہوسکتا۔ ورنہ تو ہلاک وگمراہ ہوجائے گا۔ وہ شخص کہنے لگا کہ آپؐ نے میری مشکل کو حل کردیا اللہ آپؐ کو کشائش عنایت فرمائے اور آپؐ نے میرے مشکل مسئلہ کی گرہ کھول دیا تو اے امیرالمومنین اللہ آپؐ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

حضرت علی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس قول " **وما يعزب عن ربک من مثقال ذرة فی الارض ولا فی السماء** " کے بارے میں فرمایا کہ ہمارا رب اسی طرح کا ہے کہ جس سے کوئی شے غائب وپوشیدہ نہیں ہے۔ اور یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ جس نے اشیاء کو خلق کیا۔ اس کو علم نہ ہو کہ اس نے کیا خلق فرمایا اور وہ تو سب سے بڑا پیدا کرنے والا علم والا ہے۔ اور اس کے اس قول **لاینظر الیهم یوم القیامة** " کے بارے میں فرمایا کہ وہ بتارہا ہے کہ ان کو خیر میں سے کچھ نہیں پہنچے گا اور عرب کا مقولہ ہے " **والله ماینظر الینا فلان** " (قسم خدا کی فلاں ہماری طرف نہیں دیکھتا ہے) اس سے وہ یہ مراد لیتے ہیں کہ اس سے ہم کو خیر میں سے کچھ نہیں پہنچتا۔ تو اسی طرح یہاں

اللہ کی اپنی مخلوق کے ساتھ نظر سے مراد ہے، اس کی ان کی طرف نظر سے مراد رحمت ہے۔ اور اس کے قول **کلا انهم عن ربهم یومئذ لمحجو بون** " سے یہ مراد ہے کہ روز قیامت وہ اپنے رب کے ثواب سے محروم ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ آپؑ نے میری مشکل حل کردی اللہ تعالیٰ آپؑ کی مشکل حل فرمائے۔ آپؑ نے میرے دشوار مسئلہ کو حل فرمایا۔ اللہ آپؑ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے قول "**أمنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا هی تمور** " اور اس کے قول " **وهوالله فی السموات و فی الارض** " اور اس کے قول **الرحمن علی العرش استویٰ** " اور اس کے قول " **وهو معکم اینما کنتم** " اور اس کے قول " **ونحن اقرب الیه من حبل الورید** " کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اسی طرح سبوح قدوس ہے۔ اس کی ذات بلند و بالا ہے اس سے کہ جو کچھ مخلوقات سے سرزد ہو۔ اس سے سرزد ہو وہ تو لطیف خبیر ہے وہ جلیل تر ہے اس لئے کہ اس سے کوئی شے ایسی واقع ہو جو اس کی مخلوق سے واقع ہو۔ اور اس کا علم عرش پر چھایا ہوا ہے، وہ ہر راز و سرگوشی کا گواہ ہے اور وہ ہر شے پر کفایت کرنے والا ہے۔ اور تمام اشیاء کا مدبر ہے سو اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے اس سے کہ وہ عرش پر ہو۔

اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے قول " **وجاء ربک والملک صفاً صفاً** " اور اس کے قول **ولقد جئتمونا فرادیٰ کما خلقنا کم اول مرة** " اور اس کے قول " **هل ینظرون الا ان یاتیهم الله فی ظلل من الغمام والملئکة** " اور اس کے قول **هل ینظرون الا ان تاتیهم الملئکة اویاتی ربک اویاتی بعض آیات ربک** " تو یہ سب حق اور درست ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ اللہ کی آمد ایسی نہیں ہے جیسے کہ مخلوق کی آمد ہوتی ہے۔ اور میں نے تجھ کو بتایا ہے کہ کتاب اللہ کی کچھ باتوں کی تاویل تنزیل کے خلاف ہوتی ہے اور وہ کلام انسانی کے مشابہ نہیں ہوتا۔ اور میں تجھ کو اس کے بارے میں تھوڑا سا بتاؤں گا جو ان شاء اللہ تجھ کو کافی ہوگا۔ اس سے ملتا جلتا حضرت ابراہیمؑ کا قول ہے **انی ذاهب الی ربی سیهدین** (الصافات۔ ۹۹) " میں اپنے رب کی طرف جارہا ہوں وہی میری ہدایت فرمائے گا۔" تو ان کا اپنے رب کی طرف جانا عبادت کی طرف متوجہ ہونے، اجتہاد اور قربت الی اللہ کے لئے ہے۔ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اس کی تاویل تنزیل کے خلاف ہے۔ اور اللہ نے فرمایا **وانزلنا الحدید فیه باس شدید** (الحدید۔ ۲۵) " اور ہم نے لوہے کو نازل فرمایا جس میں بہت زیادہ سختی ہے۔" اس سے مراد ہتھیار وغیرہ ہیں۔ اور اللہ کے اس قول " **هل ینظرون الا ان تاتیهم الملئکة** " کے بارے میں تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان مشرکین و منافقین کے بارے میں خبر دے رہا ہے جنہوں نے اللہ و رسول کو نہیں مانا ہے پھر فرمایا کہ " **هل ینظرون الا ان تاتیهم الملئکة** " جبکہ انہوں نے اللہ اور اس کے

رسول کی بات کو تسلیم نہیں کیا۔ " **اویاتی ربک اویاتی بعض ایات ربک** " سے مراد یہ ہے کہ یہ عذاب ان پر دنیا میں آئے گا جس طرح اس نے قرون اولیٰ پر عذاب کیا تھا۔ تو یہ ایک خبر ہے جو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان مشرکین وغیرہ کے بارے میں دے رہا ہے۔ پھر اس نے فرمایا " **یوم یاتی بعض آیات ربک لاینفع نفساً ایمانھا لم تکن امنت من قبل اوکسبت فی ایمانھا خیراً** " (الانعام ۔ ۱۵۹) " جس دن تمہارے پروردگار کی بعض نشانیاں آجائیں گی تو جو شخص پہلے سے ایمان نہیں لایا ہوگا یا اپنے ایمان کی حالت میں اس نے کوئی نیکی نہ کمائی ہو تو اب اس کا ایمان لانا فائدہ نہیں پہنچائے گا۔" تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس سے قبل کہ یہ نشانی آئے اور یہ نشانی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے اور صاحبان عقل و فہم اور تفکر و تدبر کرنے والے حضرات کافی سمجھتے ہیں کہ جبکہ پردہ اٹھ جائے گا۔ تو جو وعدہ کیا گیا ہے وہ اس کو دیکھیں گے۔ اور دوسری آیت میں اس نے فرمایا **فاتھم اللہ من حیث لم یحتسبوا** (الحشر ۔ ۲) " مگر جہاں سے ان کو خیال بھی نہیں تھا خدا نے ان کو آلیا۔" یعنی ان پر عذاب بھیج دیا۔ اور اسی طرح ان کی عمارتوں کو عذاب کے ذریعے تباہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا " **فاتی اللہ بنیانھم من القواعد** " (النحل ۔ ۲۶) پھر خدا کا حکم ان کی عمارت کی جڑ بنیاد کی طرف آپڑا۔ تو اس کا آنا ان کی عمارت کی جڑ بنیاد کی طرف۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان پر عذاب بھیجا گیا۔ اور اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے آخرت کے بارے میں فرمایا کہ اس روز اس کے امور جاری ہوں گے جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی جس طرح کہ دنیا میں اس کے امور جاری ہوتے جو چھپتا نہیں ہے اور ڈوبنے والوں کے ساتھ ڈوبتا نہیں ہے۔ پس جو کچھ میں نے بیان کیا ہے تو اس کو کافی سمجھ اس بارے میں جو تیرے دل میں اللہ کی طرف سے قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔ تو اس کے کلام کو انسانی کلام کی طرح نہ ٹھہرا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند و بالا ہے۔ اس سے جو تعریف کرنے والے اس کی تعریف کرتے ہیں مگر جو خود اس نے اپنے قول " **لیس کمثلہ شی وھو السمیع البصیر** " (الشوریٰ ۔ ۱۱) کوئی چیز اس کی مثل نہیں وہ سمیع بصیر ہے۔" میں فرمایا۔ وہ شخص کہنے لگا کہ اے امیرالمومنین آپؑ نے میری مشکل حل کردی اللہ آپؑ کی مشکل حل فرمائے اور آپؑ نے میری گرہ کھول دی۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کے قول " **بل ھم بلقاء ربھم کافرون** " اور اللہ نے مومنین اور ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو یہ خیال و گمان رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں کے بارے میں اور اس کے قول کے بارے میں جو ان لوگوں کے علاوہ ہیں " **الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ** " (التوبہ ۔ ۷۷) اپنی ملاقات (قیامت) کے دن تک (ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا) اس وجہ سے کہ جو انہوں نے اس سے وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا۔ اور اس کے قول " **فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً** " لیکن اس کے قول " **بل ھم بلقاء ربھم کافرون** " سے مراد دوبارہ زندہ کرنا ہے تو اللہ نے اس کا نام " **لقاء ٗ**

اپنی ملاقات رکھا۔ اور اسی طرح مومنین کا ذکر کیا۔ " **الذین یظنون انھم ملاقوا ربھم** " کہ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ یعنی وہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ زندہ کئے جائیں گے، میدان حشر میں جمع کئے جائیں گے۔ ان کا حساب کتاب ہوگا اور ثواب و عقاب سے ان کو جزا دی جائے گی، پس یہاں " ظن " خاص طور پر یقین کے معنی میں ہے۔ اسی طرح اس کا یہ قول ہے " **فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً** " جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہے تو وہ نیک عمل کرے۔ اور یہ بھی اس کا قول ہے " **ومن کان یرجو القاء اللہ فان اجل اللہ لات** " سے مراد یہ ہے کہ جو شخص اپنے مبعوث ہونے پر ایمان رکھتا ہے تو اللہ کا وعدہ ثواب وعقاب پورا ہونے والا ہے۔ پھر یہ کہ یہاں " لقاء " سے رؤیت مراد نہیں ہے بلکہ " بعث " (دوبارہ زندہ ہونا) مراد ہے، لہٰذا تو سمجھ لے کہ کتاب اللہ میں ہر جگہ لقاء سے مراد بعث ہے۔ اور اسی طرح اس کے قول **تحیتھم یوم یلقونہ سلام** " سے مراد یہ ہے کہ ان کے دل سے ایمان زائل نہیں ہوگا جس دن وہ زندہ کئے جائیں گے۔" وہ کہنے لگا اے امیرالمومنین آپؑ نے میری پریشانی دور فرما دی اللہ تعالیٰ آپؑ کی مشکلوں کو حل فرمائے۔ آپؑ نے تو میرے مسئلہ کو حل فرما دیا۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے قول " **ورای المجرمون النار فظنوا انھم مواقعوھا** " سے مراد یہ ہے کہ انہیں یقین ہوگیا کہ وہ اس میں داخل ہونے والے ہیں۔ اور اسی طرح اس کے قول " **انی ظننت انی ملاق حسابیہ** " کا مطلب یہ ہے کہ وہ کہہ رہا ہے کہ مجھے یقین ہے کہ میں دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا پھر میرا حساب کیا جائے گا۔ اور اسی طرح اس کا قول **یومیذ یو فیھم اللہ دینھم الحق ویعلمون ان اللہ ھوالحق المبین** " ہے۔ لیکن منافقین کے بارے میں اس کا قول " **تظنون باللہ الظنونا** " تو یہ ظن " ظن شک " ہے۔ ظن یقین نہیں ہے۔ اور ظن کی دو قسمیں ہیں ایک ظن شک ہے اور دوسرا ظن یقین ہے۔ جو ظن امر معاد سے متعلق ہو تو وہ ظن یقین ہے اور جو ظن امور دنیا سے متعلق ہو تو وہ ظن شک ہے۔ تو جو کچھ میں نے تجھ سے بیان کیا ہے تو تو اس کو سمجھ۔ وہ شخص کہنے لگا کہ اے امیرالمومنین آپؑ نے میری مشکل دور فرمادی اللہ تعالیٰ آپؑ کی مشکل کو دور فرمائے۔

اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے اس کے اس قول " **ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ فلا تظلم نفس شیئاً** " کے بارے میں فرمایا کہ وہ میزان عدل ہے جس کے ذریعہ روز قیامت انسانوں سے مواخذہ کیا جائے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مخلوقات میں سے ہر ایک کو میزان کے ذریعہ بدلہ دے گا۔

اور اس حدیث کے علاوہ موازین سے مراد انبیاء اولیاء علیہم السلام ہیں۔ لیکن اس کے قول **فلا نقیم لھم یوم القیمۃ وزناً** " کے بارے میں تو یہ خصوصی امر ہے۔ لیکن اس کے قول " **فاولئک یدخلون الجنۃ**

یرزقون فیھا بغیر حساب " کے بارے میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میری کرامت واجب ہوگئی یا میری مودت کہا ۔ اس شخص کے لئے جو میرے جلال کی وجہ سے مجھ سے ڈرتا یا محبت کرتا ہے ۔ بے شک ان کے چہرے قیامت کے دن نورانی ہوں گے ۔ وہ نور کے منبروں پر ہوں گے ۔ سبز لباس میں ہوں گے دریافت کیا جائے گا کہ یا رسول اللہ یہ لوگ کون ہیں ، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ انبیاء اور شہداء میں سے نہیں ہوں گے لیکن وہ جلال الہیٰ سے محبت رکھتے ہوں گے اور بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے ۔ ہم اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض گزار ہیں کہ وہ ہم کو بھی اپنی رحمت سے ان میں شامل فرمائے ۔ مگر اس قول " **فمن ثقلت موازینہ وخفت موازینہ** " سے مراد حساب ہے ۔ نیکیوں اور برائیوں کا وزن کیا جائے گا اور نیکیاں میزان کا بوجھ ہیں اور برائیاں میزان کا ہلکا پن ہیں ۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ اس کے قول " **قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم ثم الی ربکم ترجعون** " اور اس کے قول " **اللہ یتوفی الانفس حین موتھا** " اور اس کے قول " **توفتہ رسلنا وھم لایفرطون** " اور اس کے قول " **الذین تتوفیھم والملئکۃ ظالمی انفسھم** " اور اس کے قول " **تتوفیھم الملئکۃ طیبین یقولون سلام علیکم** " تو یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے امور کی تدبیر کرتا ہے اور اپنی مخلوق میں سے جس کو جس طرح چاہتا ہے وکیل بنا دیتا ہے ۔ لیکن ملک الموت کو اللہ تعالیٰ خاص طور پر اپنی مخلوق میں سے جس پر چاہتا ہے مقرر کردیتا ہے ۔ اور خصوصاً ملائکہ کے رسولوں کو اپنی جس مخلوق پر چاہتا ہے وکیل مقرر کردیتا ہے ۔ اور وہ ملائکہ جن کا نام اس نے رکھا ان کو بھی خاص طور پر اپنی جس مخلوق پر چاہا وکیل بنایا وہی اللہ تبارک و تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے امور کا انتظام کرتا ہے ۔ ہر صاحب علم کو قدرت حاصل نہیں کہ وہ ہر شخص کے لئے تمام علم کی تفسیر کرسکے ۔ اس لئے کہ ان میں سے کچھ قوی ہے اور کچھ ضعیف ہے اور اس لئے بھی کہ اس میں سے کچھ لوگوں کو بار علم اٹھانے کی طاقت ہے اور کچھ لوگ اس کا بار اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے بار علم اٹھانا سہل کردے اور اپنے مخصوص اولیاء کی بار علم اٹھانے میں مدد فرمائے ۔ اور تمہارے لئے اتنا کافی ہے کہ تم یہ جان لو کہ اللہ ہی زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہے ۔ اور یہ کہ وہ اپنی مخلوق ملائکہ وغیرہ کے ہاتھوں جس کو چاہے جان لے لیتا ہے ۔ وہ شخص کہنے لگا کہ آپؑ نے میری مشکل حل کردی ۔ اے امیرالمومنین ! اللہ آپؑ کی مشکلوں کو حل فرمائے اور اللہ آپؑ کے ذریعے تمام مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے ۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا کہ اگر اللہ نے تیرے سینے کو کشادہ کردیا ہے تو جو کچھ میں نے تجھ سے بیان کیا ہے پس تو قسم بخدا کہ جس نے دانہ کو شگفتہ کیا اور زندگی کو پیدا کیا ہے ، مومن ہے تو وہ شخص کہنے لگا کہ اے امیرالمومنینؑ مجھ کو کیسے معلوم ہو کہ میں واقعی مومن ہوں ۔ تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کا علم

کسی کو نہیں ہوتا مگر جس کو اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے آگاہ کردیا ہو اور اس کو جنت کی شہادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہو۔ یا اللہ نے اس کے سینے کو کھول دیا ہے تاکہ جو کچھ کتاب خدا میں اللہ نے اپنے رسولوں اور نبیوں پر نازل فرمایا ہے وہ جان لے۔ وہ کہنے لگا کہ اے امیرالمومنینؑ! اس کی طاقت کون رکھتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ جس کے سینے کو کھول دے اور اس کو توفیق عطا فرمائے۔ پس تیرے اوپر اپنے پوشیدہ اور علانیہ امور میں قربتہ اللہ عمل کرنا واجب ہے کیونکہ کوئی شے عمل کے برابر نہیں ہوتی۔

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ صانع ایک ہے اور زیادہ نہیں ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ بیشک اگر وہ دو ہوتے تو ان دونوں میں یہ بات پائی جاتی کہ ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کو کسی کام کے روکنے پر قادر ہوتا یا قادر نہ ہوتا۔ اگر اس طرح ہوتا تو ان دونوں پر ایک دوسرے کو روکنا جائز و مناسب ہوتا۔ اور جس پر یہ بات درست ثابت ہوتی تو وہ محدث (نوپید) ہوتا جس طرح مصنوع نوپید ہوتا ہے اور اگر وہ دونوں اس پر قادر نہ ہوتے تو ان پر عجز و نقص لازم ہوا اور عجز و نقص دونوں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ تو صحیح بات یہ ہوئی کہ قدیم واحد ہے۔

دوسری دلیل ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک اس پر قادر ہو کہ دوسرے سے کسی چیز کو پوشیدہ رکھے۔ پس اگر اس طرح ہوا تو جس پر پوشیدگی کا اطلاق ہوا وہ حادث ہے۔ اور اگر وہ قادر نہیں تھا تو وہ عاجز ہے اور عاجز حادث ہے جیساکہ ہم نے بیان کیا۔ اور یہ گفتگو دونوں قدیم کی صفت کے باطل ہونے پر حجت ہے جس کو ہم نے ثابت کیا۔ لیکن مانی اور ابن دیصان نے اپنی خرافات و بیہودہ باتوں میں امتزاج (باہم مخلوط و گڈمڈ) کے بارے میں رائے قائم کی ہے اور مجوسیوں نے "اہرمن" کے بارے میں جن حماقتوں کو دین بنایا ہے تو وہ فاسد ہے جس سے اجسام کا قدیم فاسد ہوتا ہے اور ان دونوں کے اس جملہ میں داخل ہونے سے فساد پیدا ہوتا ہے۔ ان دونوں کے بارے میں میں نے اس کلام پر اکتفا کیا ہے اور میں نے ان دونوں میں سے ہر ایک کو جس کے بارے میں سوال کیا جائے جدا نہیں کیا ہے۔

(۶) ہم سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس میں نیشاپوری، عطار رضی اللہ عنہ نے ۳۵۲ میں نیشاپور میں بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری نے بیان کیا، اس نے کہا کہ میں نے فضل بن شاذان کو کہتے ہوئے سنا کہ مسلک ثنویہ کے ایک شخص نے ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا (امام علی رضا) علیہما السلام سے سوال کیا اور میں موجود تھا تو وہ شخص انؑ سے کہنے لگا کہ میں کہتا ہوں کہ صانع عالم دو ہیں تو اس کے ایک ہونے کی کیا دلیل ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ تیرا یہ کہنا کہ وہ دو ہیں اس کی دلیل ہے کہ وہ ایک ہے اس لئے کہ تو دوسرے کو ایک کے ثابت ہونے کے بعد پکارتا ہے۔ تو واحد پر اجماع ہے اور ایک سے زائد اس بارے میں اختلاف رکھتے ہیں۔

باب (۳۷) اَلرَّدُّ ان لوگوں کے خلاف جنہوں نے یہ کہا کہ وہ تین کا تیسرا ہے اور کوئی معبود نہیں ہے مگر ایک معبود کے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا ہم سے احمد بن ادریس اور محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے محمد بن احمد سے بیان کیا، انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے، انہوں نے محمد بن حماد سے، انہوں نے حسن بن ابراہیم سے، انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے، انہوں نے ہشام بن حکم سے، انہوں نے عیسائی لاٹ پادریوں میں سے ایک لاٹ پادری سے، جس کو "**بریھہ**" کہا جاتا تھا، بیان کیا جبکہ وہ لاٹ پادری ستر(۷۰) سال تک رہا۔ وہ اسلام کی جستجو میں تھا اور وہ ایسے شخص کی تلاش میں رہا کرتا تھا جو اس کی کتابوں کو پڑھ کر اس سے بحث کرتا تھا اور وہ مسیح کو ان کی صفات، دلائل اور نشانیوں سے پہچانتا تھا۔ ہشام بن حکم نے کہا کہ وہ اس امر میں مشہور و معروف ہوگیا یہاں تک کہ وہ عیسائیوں، مسلمانوں، یہودیوں، مجوسیوں میں بھی شہرت پاگیا کہ جس کی وجہ سے عیسائی اس پر فخر کرتے اور کہتے کہ اگر عیسائیت میں، "**بریھہ**" کے سوا کچھ نہ ہوتا تو وہ بھی ہمارے لئے کافی ہوتا۔ وہ اس کے باوجود طالب حق اور اسلام تھا۔ اس کے پاس ایک عورت تھی جو اس کی خدمت کرتی تھی، کافی عرصہ تک وہ اس کے ساتھ رہی۔ بریھہ اس عورت کو رازداری کے ساتھ عیسائیت کی کمزوری اور اس کے صفت محبت پر گفتگو کرتا رہتا تھا۔ ہشام بن حکم نے کہا کہ یہ بات میں نے اسی سے جانی پھر بریھہ کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ وہ مسلمانوں کے فرقوں اور اسلام میں اختلاف رکھنے والوں کے بارے میں پوچھ گچھ کرتا رہا کہ تم میں سب سے زیادہ عالم کون ہے؟ اور ان کے ائمہ، صالح لوگوں اور علماء و عقلاء کے بارے میں سوال کرتا رہا اور ہر ایک فرقہ کی تحقیق کرتا رہا تو اس نے کسی گروہ میں کچھ نہیں پایا کہنے لگا کہ اگر تمہارے ائمہ، ائمہ حق ہوتے تو ان کے پاس کچھ نہ کچھ حق ہوتا۔ تو اس سے شیعہ فرقہ کی تعریف کی گئی اور اس سے ہشام بن حکم کی تعریف کی گئی۔ یونس بن عبدالرحمن نے کہا کہ مجھ سے ہشام نے بیان کیا کہ میں باب کرخ پر اپنی دکان پر بیٹھا ہوا تھا اور کچھ لوگوں مجھ سے قرآن پڑھ رہے تھے کہ عیسائیوں کی ایک بڑی تعداد جس میں قسیسین کے علاوہ تقریباً سو (۱۰۰) آدمی جن کے لباس سیاہ اور سر پر قدیمی ٹوپیاں تھیں آگئے۔ ان میں جاثلیق اکبر، بریھہ بھی تھا تاآنکہ انہوں نے میری دکان کے گرد قیام کیا۔ اور بریھہ کے بیٹھنے کے لئے کرسی رکھی پھر اسقف اور راہب حضرات اپنی لاٹھیوں کے سہارے کھڑے ہوگئے۔ ان کے سروں پر قدیمی وضع کی ٹوپیاں تھیں۔ تو بریھہ کہنے لگا کہ مسلمانوں میں سے کوئی ایک شخص بھی باقی نہیں بچا کہ جس سے میں نے نصرانیت کے بارے میں علم کلام کے ذریعہ مناظرہ نہ کیا ہو۔ لیکن ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ اور اب میں تم سے اسلام کے بارے میں مناظرہ کرنے کے لئے آیا ہوں۔ یونس بن عبدالرحمن نے کہا کہ ہشام ہنس کر کہنے لگا اے بریھہ! اگر تم مجھ سے ان نشانیوں اور علامات کو چاہتے ہو جو مسیح کی

نشانیوں کی طرح ہوتیں تو میں نہ مسیح ہوں نہ ان کی مثل ہوں اور نہ ان کے قریب قریب ہوں وہ تو ایک پاک روح .
نفسانی رذالتوں سے بلند و بالا ہے ۔ جن کی نشانیاں ظاہر ہیں اور جنؑ کی علامتیں قائم و برقرار ہیں ۔ بریھہ کہنے لگا کہ اس
کلام اور وصف نے مجھ کو تعجب میں مبتلا کر دیا ۔ ہشام نے کہا کہ اگر تم دلیل چاہتے ہو تو پھر یہی سہی ۔ بریھہ نے کہا کہ
میں تم سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے نبیؐ اور مسیحؑ کے درمیان بدنی (جسمانی) اعتبار سے کیا نسبت ہے؟ ہشام
نے جواب دیا کہ ابن عم اس کا (مادری) جد ہے اس لئے کہ وہ اولاد اسحاقؑ سے ہے اور محمدؐ اولاد اسمعیلؑ ہیں ۔ بریھہ نے
سوال کیا کہ تم اس کو اس کے باپ کی طرف کس طرح منسوب کرتے ہو؟ ہشام نے جواب دیا کہ اگر تم نے اس کا
نسب اپنے عقیدہ کے مطابق دریافت کیا تو میں نے تم کو بتا دیا اور اگر تم نے ہمارے عقیدہ کے مطابق چاہا ہے تب بھی
میں نے تم کو آگاہ کر دیا ہے ۔ بریھہ کہنے لگا کہ میں اس کا نسب اپنے عقیدہ کے مطابق جاننا چاہتا تھا اور میرا خیال یہ تھا کہ
جب وہ اس کو ہماری نسبت سے منسوب کرے گا تو میں اس پر غالب آجاؤں گا تو میں نے اس سے کہا کہ تم اس کو جس
نسبت کے ساتھ منسوب کرتے ہو نسبت دو ۔ ہشام نے جواب دیا بہت بہتر ۔ تم کہتے ہو کہ وہ قدیم میں سے ایک قدیم
ہے تو ان دونوں میں سے کون باپ ہے اور کون بیٹا ہے ۔ بریھہ نے جواب دیا کہ جو زمین پر آیا وہ بیٹا ہے ۔ ہشام نے
کہا کہ جو زمین پر اترا وہ باپ ہے ۔ بریھہ نے کہا کہ بیٹا باپ کا فرستادہ و پیغمبر ہے ہشام نے کہا کہ بے شک باپ بیٹے سے
زیادہ دانا و عاقل ہے ۔ اس لئے کہ مخلوق باپ کی خلق کردہ ہے ۔ بریھہ نے کہا کہ خلق باپ اور بیٹے کی خلق ہے ۔ ہشام
نے کہا کہ ان دونوں کو کس چیز نے روکا اس امر سے کہ وہ دونوں زمین پر نازل ہوں جس طرح کہ ان دونوں نے
مشترک طور پر خلق کیا؟ بریھہ نے کہا کہ وہ کس طرح مشترک ہو سکتے ہیں جبکہ وہ دونوں ایک شے ہیں ۔ وہ نام کی وجہ
سے جدا جدا ہیں ۔ ہشام نے کہا وہ نام کے اعتبار سے ایک ہیں ۔ بریھہ کہنے لگا کہ یہ بات نادانی کی ہے ہشام نے کہا کہ یہ
کلام تسلیم شدہ ہے ۔ بریھہ نے کہا کہ بیٹا باپ سے متصل ہے ، ہشام نے کہا کہ بیٹا باپ سے جدا ہے ۔ بریھہ نے کہا کہ
یہ بات لوگوں کی عقل و فکر کے خلاف ہے ۔ ہشام نے کہا کہ اگر لوگوں کی عقل ہمارے موافق اور ہمارے خلاف شاہد
بن جائے تو اس نے تجھ کو مغلوب کر دیا ۔ اس لئے کہ باپ ہو اور بیٹا نہ ہو تو اے بریھہ تم اس طرح کہو گے ۔ اس نے
کہا کہ میں تو اس طرح نہیں کہتا ۔ تو ہشام کہنے لگے کہ تم نے ان لوگوں کی گواہی کس لئے چاہی جن کی شہادت کو تم
اپنے لئے قبول نہیں کرتے ہو ۔ بریھہ نے کہا کہ باپ (اب) بھی اسم ہے اور بیٹا (ابن) بھی اسم ہے جس کے ذریعہ قدیم
قادر ہوتا ہے ۔ ہشام نے کہا کہ کیا دونوں نام قدیم ہیں جس طرح کہ باپ اور بیٹا قدیم ہیں؟ بریھہ نے کہا کہ نہیں بلکہ
اسماء (حادث) نوپید ہیں ۔ ہشام نے کہا کہ پھر تو تم نے باپ کو بیٹا اور بیٹے کو باپ بنا دیا ۔ اگر بیٹے نے باپ کے بغیر
ان اسماء کو حادث کیا تو وہ باپ ہے اور اگر باپ نے بغیر بیٹے کے ان اسماء کو حادث کیا ہے تو وہ باپ ہے ۔ اور بیٹا
باپ ہے اور یہاں بیٹا نہیں ہے ۔ بریھہ کہنے لگا کہ ابن روح کا نام ہے جبکہ زمین پر نازل ہوئی ۔ ہشام کہنے لگے کہ وہ

روح جب تک زمین پر نہیں آئی تو اس کا نام کیا تھا ؟ بریھہ نے کہا کہ اس کا نام بیٹا تھا خواہ وہ زمین پر آئی یا نہیں آئی ۔ ہشام نے کہا کہ اس روح کے نازل ہونے سے قبل وہ کل کی کل واحد تھی اور اس کے دو نام تھے ۔ بریھہ نے کہا وہ روح کل کی کل واحد تھی ۔ ہشام نے کہا کہ تم اس پر راضی ہو کہ اس روح کے بعض کو بیٹا اور بعض کو باپ بنا دو ۔ بریھہ نے کہا نہیں اس لئے کہ اسم اب اور اسم ابن ایک ہے ۔ اسقفوں نے اپنی زبان میں بریھہ سے کہا کہ تمہارے ساتھ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ تم تھک گئے ہو تو بریھہ حیران ہوا اور چلا گیا تاکہ قیام کر سکے ۔ تو ہشام نے اس سے رابطہ کیا اور کہنے لگے کہ تم کو اسلام لانے سے کیا چیز روکتی ہے ؟ کیا تمہارے دل میں غصہ کی وجہ سے کوئی تکلیف ہے ؟ تو اس کو بیان کرو ورنہ میں تم سے عیسائیت کے بارے میں ایک مسئلہ دریافت کروں گا جس پر تیری رات گزر کر صبح ہو جائے گی اور تمہارے لئے میرے غیر کے پاس جانے کی ہمت نہ ہوگی ۔ اسقفوں نے کہا کہ (اے بریھہ) آپ اس مسئلہ کے بارے میں گفتگو نہ کریں کہ کہیں یہ مسئلہ آپ کو شک میں مبتلا نہ کر دے لیکن بریھہ نے کہا کہ اے ابوالحکم تم اس مسئلہ کو بیان کرو ۔ ہشام نے کہا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ بیٹا ہر وہ چیز جانتا ہے جو باپ کے پاس ہے ؟ اس نے کہا ہاں ۔ ہشام نے پھر سوال کیا کہ کیا باپ ہر وہ چیز جانتا ہے جو بیٹے کے پاس ہے ؟ بریھہ نے کہا ہاں ۔ ہشام نے کہا کہ کیا تم بتاؤ گے کہ بیٹا ہر اس چیز کے حل پر قادر ہے جس پر باپ کو قدرت حاصل ہے ؟ اس نے کہا ۔ ہاں ۔ ہشام نے سوال کیا کہ کیا تم بتاؤ گے کہ باپ ہر اس چیز پر قدرت رکھتا ہے جس پر بیٹا قادر ہے ؟ اس نے کہا ۔ ہاں ۔ ہشام نے کہا تو پھر ان دونوں میں سے ایک اپنے ساتھی کا بیٹا کس طرح ہو سکتا ہے ۔ جبکہ وہ دونوں ہم مثل ہیں اور ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی پر کس طرح ظلم کرے گا ؟ بریھہ نے کہا ان دونوں سے ظلم سرزد نہیں ہو سکتا ۔ ہشام نے کہا کہ ان دونوں کے درمیان حق تو یہ ہے کہ بیٹا باپ کا باپ ہو اور باپ بیٹے کا بیٹا ہو ۔ اے بریھہ ! اس مسئلہ پر رات بھر سوچو اور عیسائی حضرات اس تمنا کے ساتھ رخصت ہوئے کہ وہ ہشام اور اس کے ساتھیوں کو دوبارہ نہ دیکھیں ۔ یونس بن عبدالرحمن نے کہا کہ بریھہ وہاں سے آرزدہ و غمگین لوٹا تا آنکہ وہ اپنے گھر میں داخل ہوا تو اس کی ملازمہ نے کہا کہ تجھے کیا ہوا کہ تم کو غمزدہ و آرزدہ دیکھ رہی ہوں ؟ تو بریھہ نے اس کو ساری گفتگو سنادی جو اس کے اور ہشام کے درمیان ہوئی تھی ۔ تو اس عورت نے بریھہ سے کہا کہ تجھ پر وائے ہو کیا تم حق پر یا باطل پر رہنا چاہتے ہو ؟ بریھہ نے کہا کہ حق پر ۔ تو اس نے اس سے کہا کہ تم کو جہاں بھی حق ملے تو تم اس کی طرف میل و رغبت کرو ۔ اس لجاجت (ضد میں آکر جھگڑا کرنے سے بچو کیونکہ لجاجت شک ہے اور شک بدبختی ہے اور شک والے جہنم میں ہیں ۔ یونس بن عبدالرحمن نے بیان کیا کہ بریھہ تنہا صبح سویرے ہشام کی طرف گیا اور ہشام سے کہنے لگا کہ کیا تمہارے پاس ایسا شخص ہے کہ جس کی رائے تم سے اچھی کوئی نتیجہ نکالتے ہو اور جس کے قول کی طرف تم رجوع کرتے ہو اور جس کی اطاعت و فرمانبرداری کو دین سمجھتے ہو ؟ ہشام نے کہا ۔ ہاں ۔ بریھہ نے کہا کہ اس کی تعریف کیا ہے ؟ ہشام نے کہا کہ کیا اس کے نسب یا دین کی تعریف

معلوم کرنا چاہتے ہو؟ بریھہ نے کہا کہ اس کے تمام صفات نسبی اور صفات دینی کو ۔ ہشام نے کہا لیکن نسب کے اعتبار سے ان کا نسب تمام نسبوں سے بہتر ہے ، وہ سردار عرب ، برگزیدہ قریش اور بنی ہاشم کے فاضل ہیں ۔ جس نے بھی ان سے اپنے نسب کے بارے میں نزاع کیا ان کو اپنے سے افضل پایا کیونکہ قریش افضل عرب ہیں اور بنی ہاشم افضل قریش ہیں اور بنی ہاشم کے فاضل ترین لوگوں میں ان کے مخصوص و یکتا ، دینداروں کے سردار ہیں اور اسی طرح سردار کا بیٹا غیر کے بیٹے سے افضل ہے ۔ اور یہ شخص سردار کی اولاد میں سے ہے ۔ بریھہ نے کہا اب اس شخص کے دین کے بارے میں کچھ بتاؤ ۔ ہشام کہنے لگے کہ ان کا ضابطہ حیات یا ان کے جسم و بدن کی صفت اور ان کی طہارت و پاکیزگی بیان کروں ۔ بریھہ نے کہا کہ ان کے جسمانی صفات اور طہارت کے متعلق بتاؤ ہشام نے کہا کہ وہ معصوم ہیں ، نافرمانی نہیں کرتے ہیں ، وہ سخی ہیں بخل نہیں کرتے ہیں وہ شجاع ہیں بزدلی نہیں کرتے ہیں اور جو کچھ علم سے ودیعت کیا گیا ہے اس کے پہنچانے میں ظلم نہیں کرتے ہیں ، وہ دین کے محافظ ہیں اور جو کچھ عترت انبیاء میں سے ان پر فرض کیا گیا ہے وہ اس پر قائم ہیں ۔ اور وہ علم انبیاء کے جامع ہیں ، وہ غضب کے وقت حلم سے کام لیتے ہیں اور ظلم کے وقت انصاف کرتے ہیں وہ خوشنودی کے وقت مددگار ثابت ہوتے ہیں ۔ دوست دشمن میں انصاف کرتے ہیں ۔ وہ دشمن کے بارے میں زیادتی و ظلم نہیں کرتے ہیں اور نہ اپنے دوست کے فائدہ کو روکتے ہیں ۔ وہ کتاب خدا پر عمل کرتے ہیں اور اہل طہارات کی حیران کن باتوں کے متعلق گفتگو کرتے ہیں اور ائمہ اصفیاء کے اقوال بیان کرتے ہیں ۔ ان کے لئے حجت میں کوئی نقیض نہیں وہ کسی مسئلہ سے بے خبر نہیں ، وہ ہر سنت میں فتویٰ دیتے ہیں اور ہر گھپ اندھیرے کو روشن کردیتے ہیں ۔

بریھہ نے کہا کہ تم نے مسیح کی اس کی صفات میں تعریف کی ہے اور دلیلوں اور نشانیوں سے اس کو ثابت کیا ہے مگر یہ کہ وہ شخص اس کے شخص سے جدا ہے اور وصف اس کے وصف کے ساتھ قائم ہے پس اگر وصف صادق آجائے تو ہم اس شخص پر ایمان لے آئیں گے ۔ ہشام کہنے لگے کہ اگر تم ایمان لے آؤ گے تو راہ راست پر آجاؤ گے اور اگر تم حق کی پیروی کرو گے تو ملامت نہیں کئے جاؤ گے ۔ پھر ہشام نے کہا کہ اے بریھہ ! کوئی حجت ایسی نہیں ہے جو اللہ نے اپنی اول مخلوق پر قائم کی ہے مگر اس کو درمیانی مخلوق اور آخری مخلوق پر قائم رکھا ہے ۔ پھر نہ حجتیں باطل ہوتی ہیں اور نہ ملتیں ختم ہوتی ہیں اور نہ سنتیں مٹتی ہیں ۔ بریھہ نے کہا کہ یہ حق کے کتنا مشابہ ہے اور سچائی سے کتنا قریب ہے ۔ اور یہ حکماء کی صفت ہے کہ وہ ایسی حجت قائم کرتے ہیں جس کے ذریعہ وہ شبہ کی نفی کرتے ہیں ۔ ہشام نے کہا بالکل درست ۔ پھر وہ دونوں چل کر مدینہ آئے اور ان دونوں کے ساتھ عورت (خادمہ بریھہ) بھی تھی ۔ ان دونوں کا ارادہ ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے شرف ملاقات کا تھا ۔ ان دونوں کی ملاقات موسیٰ بن جعفر (امام موسی کاظم) علیہما السلام سے ہوئی تو ہشام نے پورا واقعہ بیان کیا ۔ جب اس نے بات ختم کی تو موسیٰ بن جعفر (امام موسی کاظم)

علیہما السلام نے فرمایا کہ اے بریھہ! تمہارا اپنی کتاب کا علم کیسا ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس کا عالم ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ تمہارا تاویل کتاب پر کتنا بھروسہ ہے؟ اس نے کہا کہ مجھ کو میرے علم کتاب نے مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے۔ ہشام نے کہا پھر موسیٰ بن جعفر (امام موسی کاظم) علیہما السلام نے انجیل پڑھنا شروع کیا۔ بریھہ نے کہا کہ مسیح بھی اسی طرح پڑھتے تھے۔ اور اس قرات کے ساتھ سوائے مسیح کے کسی نے نہیں پڑھا۔ پھر بریھہ نے کہا کہ میں صرف آپ سے یا آپ جیسے شخص کی تلاش میں پچاس سال تھا۔ یونس بن عبدالرحمن نے بیان کیا کہ پھر وہ اور اس کی خادمہ بہترین طور پر ایمان لائے۔

یونس بن عبدالرحمن نے بیان کیا کہ پھر ہشام، بریھہ اور وہ عورت ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہشام نے پورا واقعہ بیان کیا اور اس گفتگو کو بھی بیان کیا جو موسیٰ (بن جعفر) علیہ السلام اور بریھہ کے درمیان ہوئی تھی۔ تو ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا "**ذرية بعضها بن بعض والله سميع عليم**" (آل عمران - ۳۴) "بعض کی اولاد کو بعض سے (برگزیدہ کیا ہے) اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔"
تب بریھہ نے عرض کیا کہ میں آپ کے قربان جاؤں کہ آپ کو توریت، انجیل، اور انبیاء کی کتابیں کہاں سے ملیں؟ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ہمارے پاس انبیاء کی وراثت ہے جن کو ہم اسی طرح پڑھتے ہیں جس طرح وہ پڑھتے تھے اور ہم وہی کہتے ہیں جس طرح وہ کہتے تھے بیشک اللہ اپنی زمین میں ایسی حجت نہیں بناتا ہے کہ جس سے کسی شے کے متعلق سوال کیا جائے تو وہ جواب میں کہے کہ مجھے معلوم نہیں۔ تو بریھہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے وابستہ ہوگیا تاآنکہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کی وفات ہوگئی پھر وہ موسیٰ بن جعفر (امام موسی کاظم) علیہما السلام سے وابستہ ہوگیا یہاں تک کہ وہ ان کے زمانہ حیات میں مرگیا تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے غسل دیا، کفن پہنایا اور قبر میں اتارا اور فرمایا کہ یہ مسیح کے حواریوں میں سے ایک حواری ہیں جو اپنے اوپر اللہ کے حق کو پہنچانتا ہے۔ یونس بن عبدالرحمن نے بیان کیا کہ بریھہ کے اکثر ساتھیوں نے اس امر کی تمنا کی کہ وہ بھی اس جیسے ہوجائیں۔

باب (۳۸) اللہ کی عظمت کا ذکر

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن ہاشم وغیرہ نے انہوں نے خلف بن حماد سے بیان کیا۔ اس نے حسین بن زید ہاشمی سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ بھینگی عطارہ زینب رسول اللہؐ کی بیویوں کے پاس عطر بیچنے کے لئے آئی کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے تو اس سے فرمایا کہ جب تم ہمارے یہاں آتی ہو تو ہمارے گھر مہک جاتے ہیں تو وہ کہنے لگی کہ یارسول اللہؐ آپؐ کے گھر آپؐ کی خوشبو سے زیادہ مہک جاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب تم عطر بیچو تو اچھے طریقے سے بیچو اور دھوکا فریب نہ کرو کیونکہ یہی سب سے بڑی پرہیزگاری اور مال کی بقاء کا ذریعہ ہے۔ تو وہ کہنے لگی کہ میں بیچنے کے لئے کچھ بھی نہیں لائی بلکہ میں آپؐ سے عظمت الہیٰ کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوئی ہوں تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کا جلال بڑی شان والا ہے۔ میں اس کے جلال کے متعلق تھوڑا سا تم سے بیان کرتا ہوں۔ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے بعد رسول اللہؐ نے فرمایا کہ یہ زمین اس میں جو کچھ ہے اور جو کچھ اس کے اوپر ہے جس کے نیچے چٹیل میدان ہیں دائرہ کی طرح ہے اور یہ دونوں اور جو بھی ان دونوں میں اور دونوں کے اوپر ہے اس کے نزدیک ہے کہ جس کے نیچے بے آب و گیاہ میدان میں حلقہ کی طرح ہے اور تیسری یہاں تک کہ ساتویں تک منتہی ہوتی ہے۔ پھر آپؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی **خلق سبع سموات ومن الارض مثلھن** (الطلاق ۔ ۱۲) "جس نے سات آسمان پیدا کئے اور انہیں کی برابر زمینیں بھی ۔" اور یہ زمین و آسمان ساتوں اور جو بھی ان میں ہے اور جو ان کے اوپر ہیں وہ مرغ کی پشت پر چٹیل میدان کے حلقہ کی طرح ہیں ۔ اور مرغ کے دو پر ہیں جس کا ایک پر مشرق میں ہے اور دوسرا پر مغرب میں ہے اور اس کے پاؤں مشرق و مغرب کی سرحدوں میں ہیں ۔ اور یہ ساتوں زمین و آسمان اور مرغ اور جو بھی اس میں ہے اور اس پر ہے ایک چٹان پر ہے جو چٹیل میدان میں ایک حلقہ کی طرح ہے ۔ اور یہ ساتوں اور مرغ، چٹان جو بھی ان میں اور ان کے اوپر ہیں وہ چٹیل میدان میں حلقہ کی طرح بڑی مچھلی کی پشت پر ہیں ۔ اور یہ ساتوں زمین و آسمان، مرغ، چٹان اور مچھلی تاریک سمندر کے نزدیک چٹیل میدان میں حلقہ کی طرح ہیں اور یہ ساتوں، مرغ، چٹان، مچھلی اور تاریک سمندر ہوا کے نزدیک چٹیل میدان میں حلقہ کی طرح ہیں ۔ اور یہ ساتوں زمین و آسمان مرغ، چٹان، مچھلی، تاریک سمندر اور ہوا زمین کے نزدیک چٹیل میدان میں حلقہ کی طرح ہیں ۔ پھر آپؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی **لہ مافی السموات وما فی الارض وما بینھما وماتحت الثری** (طہٰ ۶) "جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان اور جو کچھ زمین کے نیچے ہے، اسی کا ہے ۔ اس کے بعد رسول اللہؐ کی روایت منقطع ہو گئی (اور اسی روایت کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے پورا کیا) اور

یہ ساتوں زمین و آسمان ، مرغ ، چٹان ، مچھلی ، تاریک ، سمندر ، ہوا اور زمین میں جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ ان کے اوپر ہے ، آسمان کے نزدیک چٹیل میدان میں حلقہ کی طرح ہیں ۔ اور یہ اور سب سے نچلا آسمان اور جو کچھ اس میں اور اس کے اوپر ہے اس ذات کے پاس ہیں جو اس کے اوپر ہیں ، چٹیل میدان میں حلقہ کی طرح ہے اور یہ دونوں آسمان تیسرے کے نزدیک چٹیل میدان میں حلقہ کی طرح ہیں ۔ اور یہ تیسرا اور جو بھی ان میں اور ان کے اوپر ہے ، چوتھے کے قریب چٹیل میدان میں حلقہ کی طرح ہے یہاں تک کہ ساتویں پر منتہی ہوئے ۔ اور یہ ساتوں اور جو بھی ان میں اور ان پر ہیں سمندر کے قریب جو زمین والوں کو نظر نہیں آتا ۔ چٹیل میدان میں حلقہ کی طرح ہیں ۔ اور ساتوں اور بحر مکفوف (نظر سے پوشیدہ) برف اور اولوں کے پہاڑوں کے نزدیک چٹیل میدان میں حلقہ کی طرح ہیں پھر آپؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی ۔ " **وینزل من السماء من جبال فیھا من برد** " (النور ۔ ۴۳) اور آسمان سے برف کے پہاڑوں سے بارش برساتا ہے ۔ اور یہ ساتوں ، بحر مکفوف (نظر سے پوشیدہ) اور برف جمے ہوئے بادلوں کے پہاڑ نور کے پردوں کے قریب چٹیل میدان میں حلقہ کی طرح ہیں اور یہ ستر ہزار (۷۰۰۰۰) حجاب ہیں جو آنکھوں کے نور کو ختم کر دیتا ہے ۔ اور یہ ساتوں ، بحر مکفوف (نظر سے پوشیدہ) برف اور جمے ہوئے بادلوں کے پہاڑ اور پردے (حجابات) اس ہوا (فضا) کے نزدیک ہیں جس میں قلوب متحیر ہوجاتے ہیں اس حلقہ کی طرح ہیں جو چٹیل میدان میں ہو ۔ اور ساتوں بحر مکفوف (نظر سے پوشیدہ) برف اور جمے ہوئے بادلوں کے پہاڑ حجابات اور ہوا کرسی میں چٹیل میدان میں حلقہ کی طرح ہیں پھر آپؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی **وسع کرسیه السموات والارض ولا یودہ حفظھما وھو العلی العظیم** " (البقرۃ ۲۵۵) " اس کی کرسی تمام آسمانوں اور زمینوں کو گھیرے ہوئے ہے اور ان دونوں کی نگہداشت اس پر گراں نہیں ہے اور وہ بلند و عظیم ہے ۔" اور یہی ساتوں بحر مکفوف (نظر سے پوشیدہ) ، برف اور جمے ہوئے بادلوں کے پہاڑ ، حجابات اور ہوا کرسی عرش کے قریب چٹیل میدان میں حلقہ کی طرح ہیں ۔ پھر آپؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی " **الرحمن علی العرش استوی** " (طہ ۔ ۵) " وہ رحمن ہے جو عرش پر مستعد ہے ۔" ہر وہ چیز جس کو (فرشتے) اٹھائے ہوئے ہیں یہی کہتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ کے علاوہ کسی کی قوت و طاقت نہیں ہے ۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عیسیٰ نے انہوں نے حسن بن محبوب سے ، انہوں نے عمرو بن شمر سے ، انہوں نے جابر بن یزید سے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے اللہ کے اس قول کے بارے میں دریافت کیا ۔ " **افعیینا بالخلق الاول بل ھم فی لبس من خلق جدید** " (سورۃ ق ۔ آیت ۱۵) تو کیا ہم پہلی بار خلق کرکے تھک گئے ہیں بلکہ یہ لوگ نئی تخلیق کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں ۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اے جابر اس آیت کی تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اس مخلوق اور عالم کو فنا کردے گا اور اہل جنت ، جنت میں اور اہل جہنم ، جہنم میں چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اس

عالم کے بجائے ایک نیا عالم بنائے گا اور ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا جس میں مذکر و مونث نہیں ہوں گے جو خدا کی عبادت کریں گے اور اس کی توحید کے قائل ہوں گے۔ اور ان کے لئے اس زمین کے علاوہ ایک زمین پیدا کرے گا جو ان کا بار اٹھائے گی۔ اور اس آسمان کے علاوہ ایک آسمان پیدا کرے گا جو ان پر سایہ فگن ہوگا۔ شاید تمہارا خیال یہ ہو کہ اللہ نے اسی ایک عالم کو پیدا کیا ہے اور یہ بھی تمہارے ذہن میں ہو کہ اللہ نے تمہارے علاوہ کوئی اور بشر پیدا نہیں کیا۔ ہاں قسم بخدا اللہ نے دس لاکھ عالم اور دس لاکھ آدم پیدا کئے تم تو ان عالموں کے آخر میں ہو اور تم سب آدمی ہو۔

(۴) ہم سے احمد بن حسن قطان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن یحییٰ بن ذکریا نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے بکر بن عبداللہ بن حبیب نے انہوں نے تمیم بن بہلول سے بیان کیا، انہوں نے نصر بن مزاحم منقری سے، انہوں نے عمرو بن سعد (یا عمرو بن سعید مدائنی) سے، انہوں نے ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے، انہوں نے ابو منصور سے، انہوں نے زید بن وصب سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؑ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے پہلے آپ نے حمد و ثناء الہیٰ فرمائی پھر فرمایا کہ بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ کے فرشتوں میں سے اگر کوئی ایک فرشتہ زمین پر اترے تو اپنی عظیم الخلقت اور پروں کی کثرت کی وجہ سے زمین اس کے لئے گنجائش نہیں پیدا کرسکے گی۔ اور ان ہی فرشتوں میں سے کسی ایک کی اگر جن و انس کی تعریف کی زحمت دی جائے تو اس کے اعضاء کے جوڑوں کے بعد کی وجہ سے اور اس کی ترکیب صورت کے حسن کو بیان نہیں کرسکیں گے۔ اور کس طرح اس کے ملائکہ میں سے کسی ایک کا وصف بیان کرسکتے ہیں جبکہ اس کے دونوں شانوں اور دونوں کانوں کی لو کے درمیان سات سو سالوں کا درمیانی فاصلہ حائل ہو۔ اور ان ہی فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ایسا ہے جو اپنے پروں میں سے ایک سے جسمانی کے بغیر افق کو مسدود کرسکتا ہے اور ان میں سے ایک فرشتہ ایسا ہے کہ آسمان اس کی کمر تک آتے ہیں اور ان میں سے کوئی ایسا ہے جس کے قدم ہوا کے زیریں کی فضاء میں بغیر قرار گاہ کے ہیں اور تمام امتیں اس کے دونوں زانوں (گھٹنوں) تک پہنچتی ہیں۔ اور ان فرشتوں میں ایک فرشتہ ایسا ہے جس کے انگوٹھے کے گڑھے میں تمام پانیوں کو ڈالدیا جائے تو وہ اس میں سما جائے گا اور انہی میں سے ایک فرشتہ ایسا ہے کہ اگر جہاز (سفینے) اس کے آنسوؤں میں ڈالدیئے جائیں تو وہ ہمیشہ بہتے رہیں۔ پس اللہ کی ذات بابرکت ہے جو تمام خالقوں میں بہتر و اچھا ہے۔

اور آپ علیہ السلام سے حجب (پردوں) کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ اول حجابات سات ہیں، ہر حجاب کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت ہے، ہر دو حجابوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور تیسرا حجاب (یا دوسرا حجاب) میں ستر حجاب ہیں کہ ہر دو حجاب کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور اس کی لمبائی پانچ سو سال کی ہے۔ ان تمام حجابات کے درمیان ستر ہزار فرشتے ہیں کہ ہر فرشتہ کی قوت تمام جن و انس کی قوت کے برابر ہے

انہی کی وجہ سے ظلمت ، نور ، آگ ۔ دھواں ، بادل ، بجلی ، بارش ، کڑک (کرج) ، روشنی ، ریت ، پہاڑ ، غبار ، پانی اور سمندر ہیں اور یہ مختلف حجابات ہیں کہ ہر حجاب کی موٹائی ستر ہزار سال کی مسافت کے برابر ہے پھر جلال کے شامیانے (غبار یا دھواں) ہیں اور وہ بھی ستر شامیانے (غبار یا دھواں) میں ستر ہزار فرشتے ہیں ہر ایک شامیانے (غبار یا دھوئیں) پانچ سو سال کا فاصلہ ہے ۔ اس کے بعد عزت کے شامیانے ہیں ، پھر کبریا کے شامیانے ہیں اس کے بعد عظمت ، قدس ، جبروت ، فخر کے شامیانے ہیں ۔ پھر نور ابیض ہے ۔ اس کے بعد وحدانیت کے شامیانے ہیں اور وہ ستر ہزار سال میں ستر ہزار کی مسافت پر ہیں ۔ اس کے بعد حجاب اعلیٰ ہے ۔ اب حضرت علی علیہ السلام کا کلام ختم ہوا اور آپؑ خاموش ہوگئے تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ ابوالحسنؑ (علی ابن ابی طالبؑ) جس دن میں آپؑ کو نہ دیکھوں اس دن میں زندہ نہ رہوں ۔

(۴) ہم سے ابوالحسن علی بن عبداللہ بن احمد اسواری نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے مکی بن احمد بن سعدویہ برذعی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم کو عدی بن احمد بن عبدالباقی نے اذنہ (مشرقی پہاڑی کا مقام) سے خبردی ، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوالحسن احمد بن محمد بن البراء نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالمنعم ابن ادریس نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے انہوں نے وہب سے ، انہوں نے ابن عباس اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ایک مرغ ہے جس کی ٹانگیں سب سے پست ترین ساتوں زمین کی جڑ میں ہیں ۔ جب وہ ان سے پرواز کرنا چاہتا ہے تو وہ زمینوں کو پھیلا دیتا ہے اور ان سے نکل کر آسمان کے افق تک پہنچتا ہے پھر افق آسمان سے پرواز کرکے قریب عرش پہنچتا ہے اور " **سبحانک ربی** " کہتا ہے ۔ اور اس مرغ کے دو بازو ہیں جب وہ ان کو پھیلاتا ہے تو مشرق و مغرب سے آگے نکل جاتے ہیں ۔ اور جب وہ رات کے آخری حصہ میں اپنے بازوؤں کو پھیلاتا ہے اور پروں کو پھڑپھڑاتا ہے اور بلند آواز کے ساتھ تسبیح کرتا ہے تو کہتا ہے ۔ " **سبحان اللہ الملک القدوس سبحان الکبیر المتعال القدوس ، لا الہ الا ھو الحی القیوم** " تو مرغہائے زمین تسبیح کرنے لگتے ہیں اور اپنے پروں کو پھڑپھڑاتے ہیں اور بانگ لگاتے ہیں ۔ جب یہ مرغ آسمان خاموش ہوجاتا ہے تو مرغہائے زمین بھی خاموش ہوجاتے ہیں اور جب یہ مرغ صبح سے کچھ پہلے اپنے پروں کو پھیلاتا ہے تو وہ مشرق و مغرب سے تجاوز کرجاتے ہیں اور پروں کو حرکت دیتا ہے ۔ اور **سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ العزیز القھار سبحان اللہ ذی العرش المجید سبحان اللہ رب العرش الرفیع** " کی تسبیح کی باآواز بلند گردان کرتا ہے ۔ پس جب وہ عمل کرتا ہے تو مرغہائے زمین بھی تسبیح کرنے لگتے ہیں ۔ پس جب وہ جوش میں آتا ہے تو زمینی مرغ بھی جوش میں آکر اللہ عزوجل کی تسبیح و تقدس سے جواب دیتے ہیں اور اس مرغ کے پر انتہائی سفید ہیں کہ ایسی سفیدی میں نے کبھی نہیں دیکھی ۔ اور اس کے سفید پروں کے نیچے سبز بالوں کے روئیں ہیں کہ ایسی سبزی میں نے کبھی نہیں دیکھی ۔ (مجھے اشتیاق رہا کہ میں اس مرغ کے پروں کو دیکھوں) ۔

(۵) اور ان ہی اسناد کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایک فرشتہ ایسا ہے کہ جس کے اوپر کا نصف بدن آگ کا ہے اور آدھا نچلا حصہ برف کا ہے نہ آگ برف کو پگھلاتی ہے اور نہ برف آگ کو بجھاتا ہے۔ اور وہ کھڑے ہو کر باآواز بلند کہتا ہے اس اللہ کی ذات پاک و پاکیزہ ہے جس نے اس آگ کی حرارت کو روک دیا کہ وہ اس برف کو پگھلاتی نہیں ہے اور اس برف کی ٹھنڈک کو روک دیا کہ وہ آگ کی حرارت کو بجھا نہیں دے۔ اے اللہ! اے برف اور آگ کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے والے تو اپنے مومن بندوں کے دلوں کو اطاعت پر جمع کردے۔

(۶) اور ان ہی اسناد کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں کہ جن کے تمام اعضاء جسمانی اللہ عزوجل کی تسبیح کرتے ہیں اور ہر طرح سے مختلف آوازوں میں اس کی حمد کرتے ہیں۔ اور بکاء وخشیہ الہیٰ کی وجہ سے نہ تو وہ سر اوپر اٹھاتے ہیں اور نہ وہ نیچے جھکاتے ہیں۔

(۷) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے انہوں نے موسیٰ بن عمران نخعی سے، انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید سے، انہوں نے اسمٰعیل بن مسلم سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو نعیم بلخی نے انہوں نے مقاتل بن حیان سے انہوں نے عبدالرحمن بن ابو ذر سے انہوں نے ابی ذر غفاری رحمتہ اللہ علیہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا اور ہم سب ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ پھر یہ کہ ہم سورج کو دیکھ رہے تھے کہ وہ نظر سے غائب ہوگیا۔ تو میں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ وہ کہاں غائب ہوجاتا ہے آپؐ نے فرمایا کہ آسمان میں پھر وہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پہنچ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ بلند ترین ساتویں آسمان تک بلند ہو کر عرش کے نیچے پہنچ جاتا ہے پھر وہ سجدہ کرتا ہے، اس کے ساتھ موکلین سموات بھی سجدہ کرتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے۔ اے میرے پروردگار! تو مجھ کو میرے مغرب یا جائے طلوع سے کسی جگہ طلوع ہونے کا حکم دیتا ہے" اسی بناء پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے " **والشمس تجری لمستقر لها ذالک تقدیر العزیز العلیم** " (یٰس - ۳۸) " اور (ایک نشانی) آفتاب ہے جو اپنے ٹھکانے پر چل رہا ہے اور یہی غالب صاحب علم کی تقدیر ہے۔" یعنی یہی رب غالب کی اپنی سلطنت میں کارگیری ہے جو اپنی مخلوق سے واقف ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر جبرئیل نور عرش کے چمکدار لباس دنوں کی ساعتوں کی مقدار کے مطابق موسم گرما میں طویل ہونے یا موسم سرما میں مختصر ہونے یا ان کے درمیان خریف و ربیع میں لے کر آتے ہیں۔ فرمایا پھر وہ ان لباسوں کو اسی طرح پہن لیتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی کپڑے پہنتا ہے۔ پھر وہ ان کپڑوں کے ساتھ فضاء آسمانی میں چلا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے مطلع سے طلوع ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گویا اس کو تین راتوں تک محبوس کردیا گیا پھر وہ لباس ضوء نہیں پہنایا جاتا اور اس کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ مغرب سے نکلے اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے ۔ **اذا الشمس کورت واذا النجوم انکدرت** (التکویر ۔۱۔۲) "جب سورج کی روشنی ختم کردی جائے گی اور جب ستارے ماند پڑجائیں گے ۔ اور اسی طرح چاند اپنے مطلع و فجر سے آسمان کے افق میں اور اس کے مغرب میں اور ساتویں آسمان تک بلند ہوگا ۔ اور زیرعرش سجدہ کرے گا پھر جبرئیل نور کرسی سے لباس لیکر آئیں گے ۔ کہ یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے " **جعل الشمس ضیاء والقمر نوراً** " (یونس ۔۵) "سورج کو ضیاء اور قمر کو نور بنایا ۔" ابو زر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ چھوڑ دیا پھر ہم نے نماز مغرب ادا کی ۔

(۸) ہم سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن حسن بن ابان نے ان سے محمد بن اورمہ سے ، اس نے زیاد قندی سے ، انہوں نے درست سے ، انہوں نے ایک آدمی سے ، اس نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ایسا ہے کہ جس کی کان کی لو اور گردن کے درمیان کا فاصلہ پرندہ کی پرواز سے پانچ سو سال کا ہے ۔

(۹) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن ادریس نے انہوں نے محمد بن احمد سے ، انہوں نے سیاری سے ، انہوں نے عبداللہ بن حماد سے ، انہوں نے جمیل بن دراج سے بیان کیا ، اس نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا آسمان میں سمندر ہے ؟ آپؑ نے فرمایا کہ ہاں ہے ۔ میرے والدؑ نے اپنے والد اور دادا (نانا) علیہم السلام کے ذریعہ مجھ کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ساتوں آسمانوں میں سمندر ہیں جن کے ایک سمندر کی گہرائی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے ۔ ان میں ملائکہ ہیں کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو خلق فرمایا ، قیام کی حالت میں ہیں اور پانی ان کے گھٹنوں تک ہے ۔ کوئی فرشتہ ایسا نہیں جس کے ایک ہزار چار سو پر نہ ہوں ، ہر پر میں چار چہرے ہیں ۔ ہر چہرہ میں چار زبانیں ہیں جن میں پر ، چہرہ ، زبان اور منہ ایسا نہیں ہے جو اللہ عزوجل کی ایسی تسبیح نہ کرتے ہوں کہ جو کسی انسان کے مشابہ نہیں ۔

(۱۰) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے حسین بن حسن بن ابان سے بیان کیا ، اس نے محمد بن اورمہ سے ، اس نے احمد بن حسن میثمی سے ، اس نے ابوالحسن شعیری (اشعری) سے ، اس نے سعد بن طریف سے ، اس نے اصبغ بن نباتہ سے ، اس نے کہا کہ ابن الکواء امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ کہنے لگا کہ اے امیرالمومنینؑ خدا کی قسم اللہ عزوجل کی کتاب میں ایک آیت ہے جس نے میرے قلب مین فساد برپا کردیا ہے اور میرے دین میں شکوک پیدا کردیئے ہیں ۔ تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تیری ماں تجھ کو روئے اور تجھ کو گم کردے ، وہ کونسی آیت ہے ؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے

" **والطیر صافات کل قد علم صلاته وتسبیحه** " (النور ۔ ۴۱) " اور پرندے پر پھیلاتے ہوئے سب کے سب اپنی نماز اور تسبیح کو جانتے ہیں ۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ابن الکواء اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرشتوں کو مختلف صورتوں میں خلق فرمایا ہے مگر یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایک فرشتہ مرغ کی صورت کا ہے جس کی آواز بیٹھی ہوئی ہے اور رنگ سفید سیاہی مائل والا ہے ۔ جس کی دونوں ٹانگیں ساتویں زمین کے نچلے حصہ میں ہیں اور جس کی کلغی عرش کے نیچے موڑ پر ہے ۔ اس کے دو پر ہیں ایک مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں ہے ۔ ایک آگ کا ہے اور دوسرا برف کا ہے جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو وہ اپنے دونوں پیروں پر کھڑا ہوجاتا ہے پھر عرش کے نیچے سے اپنی گردن کو بلند کرتا ہے اس کے بعد وہ اپنے بازوؤں کو پھڑپھڑاتا ہے جس طرح تمام مرغ تمہارے گھروں میں بازو پھڑپھڑاتے ہیں ۔ نہ تو آگ سے برف پگھلتی ہے اور نہ برف سے آگ بجھتی ہے ۔ پھر وہ بانگ لگاتا ہے **اشھدان لا اله الا الله وحدہ لا شریک له واشھدان محمداً سید النبین و ان وصیه سید الوارصین** اور یہ کہ اللہ سبوح قدوس ، فرشتوں اور روح کا رب ہے ۔ آپؑ نے فرمایا پھر تمام مرغ تمہارے گھروں میں اپنے بازو پھڑپھڑا کر اس کا جواب دیتے ہیں ، اسی لئے اللہ کا فرمانا ہے اور پرندے پر پھیلائے سب کے سب اپنی نماز اور تسبیح کو جانتے ہیں یعنی مرغہائے زمین ۔

(۱۱) مجھ سے میرے والد رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے بیان کیا ، انہوں نے حسن بن علی سے ، اس نے یونس بن یعقوب سے ، اس نے عمرو بن مروان سے ، اس نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے ، انہوںؑ نے فرمایا کہ اللہ کے نصف فرشتے سردی کے اور نصف فرشتے آگ کے ہیں اور ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری رہتے ہیں ۔ اے ٹھنڈک اور آگ کو جمع کرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت پر مضبوطی سے قائم رکھ ۔

میں ان روایات کو جو عظمت الہیٰ کے ذکر میں ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ کتاب عظمت میں بیان کروں گا ۔

باب (۳۹) اللہ تبارک و تعالیٰ کا لطف و کرم

(۱) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے بیان کیا، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے سعید بن جناح سے، انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ انہوںؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مچھر سے زیادہ چھوٹا کسی کو پیدا نہیں کیا۔ اور جرجس مچھر سے زیادہ چھوٹا ہے اور تم جس کو ولغ کہتے ہو وہ جرجس سے بھی چھوٹا ہے اور جو ہاتھی میں ہے وہ اس میں ہے اور اس کو ہاتھی پر پروں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔

باب (۴۰) معرفت توحید کی کمترین جزاء

(۱) ہم سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے علی بن ابراہیم بن ہاشم سے بیان کیا، انہوں نے مختار بن محمد بن مختار ہمدانی سے، انہوں نے فتح بن یزید جرجانی سے، انہوں نے ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام سے بیان کیا کہ میں نے انؑ سے ادنیٰ معرفت کے متعلق دریافت کا تو آپؑ نے فرمایا کہ اس کا اقرار کرنا ہے کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور کوئی اس کا مشابہ اور مثل نہیں ہے۔ اور یہ کہ وہ قدیم ہے مثبت موجود ہے گم شدہ نہیں ہے اور یہ کہ کوئی شے اس جیسی نہیں ہے۔

(۲) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے نضر بن سوید سے، انہوں نے عاصم بن حمید سے جس کو اس نے پہلے کہنے والے تک سند پہنچائی۔ انہوں نے کہا کہ علی بن الحسین (امام زین العابدین) علیہما السلام سے توحید کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کو معلوم تھا کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے جو معاملات کی تہہ تک پہنچنے والے ہوں گے تو اس نے **قل هو الله احد ○ الله الصمد** نازل فرمائی اور سورہ حدید کی آیات "**وهو عليم بذات الصدور**" تک نازل فرمائیں۔ پس جس شخص نے اس کے علاوہ کسی اور کا اشتیاق ظاہر کیا وہ ہلاک ہوا۔

(۳) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن اسمٰعیل برمکی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے حسین بن حسن نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بکر بن زیاد نے انہوں نے عبدالعزیز بن مہتدی سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے رضا (امام علی رضا) علیہ السلام سے توحید کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ جس نے

قل هو الله احد پڑھا اور اس پر ایمان لایا تو اس نے توحید کی معرفت حاصل کر لی ۔ میں نے عرض کیا کہ اس کو کس طرح پڑھا جاتا ہے ؟ آپؑ نے فرمایا جس طرح لوگ پڑھتے ہیں اور اس جواب میں اضافہ فرمایا " **کذالک الله ربی ، کذالک الله ربی ، کذالک الله ربی** " (اسی طرح اللہ میرا رب ہے)

(۴) میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم دونوں سے محمد بن یحییٰ عطار اور احمد بن ادریس نے ایک ساتھ بیان کیا انہوں نے محمد بن احمد سے ، انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے ، انہوں نے محمد بن علی طاہی سے ، انہوں نے طاہر بن حاتم بن ماھویہ سے ، انہوں نے کہا کہ میں نے طیب یعنی ابوالحسن موسیٰ (امام علی رضا) علیہما السلام کو خط میں لکھا کہ وہ کیا چیز ہے کہ جس کے بغیر معرفت خالق کی جزاء نہیں دی جائے گی تو آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا **لیس کمثله شئی** (کوئی چیز اس جیسی نہیں ہے) اور وہ ہمیشہ سے سمیع ، علیم اور بصیر ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ۔

(۵) ہم سے محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابوالقاسم سے ، انہوں نے محمد بن علی قرشی سے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا ، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے بیان کیا ، اس نے جویبر سے ، انہوں نے ضحاک سے ، انہوں نے ابن عباس سے بیان کیا کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؐ مجھے علم کے بعید از فہم باتوں سے آگاہ فرمایئے ۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم نے سرمایہ علم میں اضافہ کے لئے کیا کارکردگی دکھائی کہ اس کے غرائب (نئے ، انوکھے) علم کے متعلق دریافت کر رہے ہو ؟ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم کی حکمت کیا ہے ؟ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کی معرفت اس کے حق معرفت کے ساتھ ہے ۔ اعرابی نے کہا کہ معرفت خدا اس کے حق معرفت کے ساتھ کیا ہے ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کو بغیر مثل ، شبیہ اور مثل کے پہچانو اور یہ کہ وہ واحد ، احد ، ظاہر ، باطن ، اول ، آخر ہے نہ کوئی اس کا ہمسر اور مثل ہے پس یہی اس کی معرفت کا حق ہے ۔

باب (۴۱) اللہ عزوجل کی معرفت اسی کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے

(۱) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یعقوب کلینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن اسمعیل نے انہوں نے فضل بن شاذان سے بیان کیا، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے، انہوں نے منصور بن حازم سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے چند لوگوں سے مناظرہ کیا اور ان سے کہا کہ اللہ اس سے جلیل تر اور بزرگ تر ہے کہ اس کی مخلوق کے ذریعہ معرفت حاصل کی جائے بلکہ بندگان خدا اللہ کے ذریعہ پہچانے جاتے ہیں تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تم پر رحم فرمائے۔

(۲) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے بیان کیا، انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے، انہوں نے علی بن عقبہ بن قیس بن سمعان بن ابو ربیحہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام تھے سے جس نے اس کو سند تک پہنچایا۔ اس نے کہا کہ امیرالمومنین علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ آپؑ نے کس چیز سے اپنے رب کو پہچانا؟ آپؑ نے فرمایا اس چیز سے جس نے مجھ کو اپنے نفس کی معرفت کرائی۔ کہا گیا کہ اس نے کس طرح آپؑ کو اپنے نفس کی معرفت کرائی؟ تو آپؑ نے جواب دیا کہ کوئی صورت اس کے مشابہ نہیں اور وہ جو اس کے ذریعہ احساس نہیں کیا جاتا ہے اور نہ لوگوں سے اس کا قیاس کیا جاسکتا ہے۔ وہ اپنے بعد میں قریب ہے، اور اپنے قرب میں بعید ہے۔ وہ ہر شے سے بالاتر ہے کوئی شے اس سے بالا نہیں ہے۔ وہ ہر شے کے آگے ہے اور نہیں کہا جاسکتا کہ کوئی شے اس کے آگے ہے، وہ اشیاء میں داخل ہے اس طرح نہیں جس طرح کوئی چیز دوسری چیز میں داخل ہوتی ہے۔ اور وہ اشیاء سے خارج ہے نہ اس طرح کہ جیسے کوئی چیز دوسری چیز سے خارج ہو۔ پاک ہے وہ ذات جو اس طرح ہو اور جس کا غیر اس طرح نہ ہو۔ اور وہ ہر شے کا ابتداء کرنے والا ہے۔

(۳) مجھ سے میرے والد رحمہ اللہ نے بیان فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے بیان کیا، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے، انہوں نے محمد بن حمران سے، انہوں نے فضل بن سکن سے، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ انہوںؑ نے فرمایا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کو اللہ کے ذریعہ رسول کو رسالت کے ذریعہ اور اولی الامر کو معروف، عدل اور احسان کے ذریعے پہچانو۔

(۴) ہم سے ابوالحسن محمد بن ابراہیم بن اسحاق فارسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد ابو سعید نسوی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابونصر احمد بن محمد بن عبداللہ صغدی نے مرو (ایک جگہ کا نام) میں بیان کیا

انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یعقوب بن حکم عسکری اور اس کے بھائی معاذ بن یعقوب نے بیان کیا، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن سنان حنظلی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن عاصم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرحمن بن قیس نے بیان کیا، انہوں نے ابوہاشم رمانی سے، انہوں نے زاذان سے انہوں نے سلمان فارسی سے ایک طویل حدیث میں جس میں وہ جاثلیق کے سو (۱۰۰) عیسائیوں کے ساتھ مدینہ میں آمد کا اور اس سوال کا جو ابوبکر سے کیا گیا اور جس کا جواب اس کو نہ دے سکے تذکرہ کیا ہے پھر اس کی رہنمائی امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی طرف کی گئی تو اس نے انؑ سے چند مسائل دریافت کئے جس کا انہوں نے اس کو جواب دیا۔ ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ آپؑ مجھے بتایئے کہ آپؑ نے اللہ کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ذریعہ پہچانا یا آپؑ نے محمدؐ کو اللہ عزوجل کے ذریعہ پہچانا؟ تو علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اللہ کی معرفت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ حاصل نہیں کی مگر میں نے محمدؐ کو اللہ کے ذریعہ پہچانا کیونکہ اس نے انؐ کو خلق فرمایا اور ان میں طول و عرض کے حدود و ایجاد کئے تو میں نے جان لیا کہ وہ مدبر مصنوع استدلال کے ساتھ ہے اور اسی کی طرف سے الہام اور ارادہ ہے جس طرح اس نے ملائکہ کو اپنی اطاعت کا الہام کیا اور ان کو اپنی ذات کی معرفت بغیر کسی شبہ اور کیفیت کے کرائی۔

حدیث کافی طویل ہے ہم نے ضرورت کے مطابق اس میں سے کچھ بیان کردیا ہے اور مکمل حدیث میں نے کتاب "النبوۃ" کے آخری حصہ میں تحریر کی ہے۔

(۵) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے محمد بن یعقوب سے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ آپؑ کے قول اللہ کو اللہ کے ذریعہ پہچانو، کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اشخاص، الوان (بہت سے قسم کے رنگ) اور جوہروں کو خلق کیا پھر ظاہری بدنوں اور ارواح کے جوہروں کو پیدا کیا اور خود اللہ عزوجل نہ جسم کے اور نہ روح کے مشابہ ہے اور نہ کسی روح حساس الدراک میں اثر ہے اور نہ سبب ہے۔ وہ ارواح و اجسام کے خلق کرنے میں یکتا ہے۔ پس جس نے اس سے ابدان و ارواح کی مشابہتوں کی نفی کی تو اس نے اللہ کو اللہ کے ذریعہ پہچانا۔ اور جس نے اس کو روح، بدن یا نور سے مشابہ قرار دیا تو اس نے اللہ کو اللہ کے ذریعہ نہیں پہچانا۔

(۶) ہم سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے زیاد بن منذر سے، انہوں نے ابوجعفر محمد بن علی باقر (امام محمد باقر) علیہم السلام سے، انہوں نے اپنے والدؑ سے، انہوں نے اپنے جد سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے امیرالمومنینؑ سے عرض کیا کہ آپؑ نے کس چیز (ذریعہ) سے اپنے رب کو پہچانا؟ آپؑ نے جواب دیا کہ ارادہ کے فسخ (ٹوٹنے) ہونے اور پختہ ارادہ کے ٹوٹنے سے، میں نے جب بھی ارادہ کیا وہ میرے اور میرے ارادہ کے

درمیان حائل ہوگیا اور جب میں نے عزم کیا تو قضا الہیٰ نے میرے عزم کی مخالفت کی، مجھے معلوم ہوا کہ کوئی مدبر میرے علاوہ ہے۔ وہ آدمی کہنے لگا کہ پھر آپؑ نے اس کی نعمتوں کا شکر کس طریقہ سے ادا کیا؟ آپؑ نے فرمایا کہ میں نے مصیبت کی طرف دیکھا کہ جس کو اس نے مجھ سے دور کر دیا اور میرے غیر کو مبتلا کر دیا تو میں نے جان لیا کہ اس نے مجھ پر انعام کیا ہے پھر میں نے اس کا شکر ادا کیا۔ وہ شخص کہنے لگا کہ آپؑ کس لئے اس کے دیدار کو پسند کرتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا کہ جبکہ میں نے اس کو دیکھا کہ اس نے میرے لئے اپنے ملائکہ، رسولوں اور نبیوں کے دین کو منتخب فرمایا ہے تو مجھے پتہ چلا کہ اس نے اسی کے ذریعہ مجھے عزت و اکرام بخشا ہے۔ اس نے مجھ کو فراموش نہیں کیا تو میں نے اس کے دیدار کو چاہا۔

(۷)　ہم سے احمد بن محمد بن عبدالرحمن مروزی مقری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عمرو محمد بن جعفر مقری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن موصلی نے بغداد میں بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عاصم طریفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عیاش بن یزید بن حسن بن علی الکحال جو زید بن علیؑ کے غلام تھے نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے بیان کیا، انہوںؑ نے فرمایا کہ چند لوگوں نے حضرت امام صادق (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم دعا کرتے ہیں مگر وہ قبول نہیں کی جاتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ تمہاری دعا اس لئے قبول نہیں کی جاتی کہ تم اس کو پکارتے ہو جس کو پہچانتے نہیں ہو۔

(۸)　ہم سے حسین بن احمد بن ادریس رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن ہاشم نے ان سے محمد بن ابو عمیر نے، انہوں نے ہشام بن سالم سے، انہوں نے بیان کیا کہ ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ آپؑ نے اپنے رب کو کس ذریعہ سے پہچانا؟ آپؑ نے فرمایا کہ عزم کے فسخ ہونے اور ارادہ کے ٹوٹنے سے، میں نے عزم کیا تو اس نے میرے عزم کو فسخ کر دیا اور میں نے ارادہ کیا تو اس نے میری قصد و ارادہ کو توڑ دیا۔

(۹)　ہم سے حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام المودب (معلم اخلاق و ادب) رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن اسمعیل برکی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عبدالرحمن خزاز کوفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سلیمان بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن حکم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن سالم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں محمد بن نعمان احوال کے پاس موجود تھا کہ ایک آدمی نے ان سے کہا کہ تم نے اپنے رب کو کس طرح پہچانا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کی توفیق، ارشاد، تعریف اور ہدایت سے، پھر میں وہاں سے چل کر ہشام بن حکم سے ملا تو

میں نے ان سے کہا کہ اگر کوئی شخص مجھ سے دریافت کرے کہ میں نے اپنے رب کو کس طرح پہچانا تو میں کیا جواب دوں ؟ تو انہوں نے کہا کہ اگر کوئی شخص مجھ سے سوال کرے کہ میں نے اپنے رب کو کس طرح پہچانا تو میں کہوں گا کہ میں نے اللہ جل جلالہ کو اپنے نفس کے ذریعہ پہچانا کیونکہ وہ تمام اشیاء کے مقابلہ میں مجھ سے زیادہ قریب ہے اور اس بناء پر بھی کہ میں ان اشیاء کو مجتمع حصوں اور یکجا اجزاء میں پاتا ہوں ۔ بظاہر مرکب ہیں اور صفت کے اعتبار سے مختلف ہیں جو نقوش اور صورت گیری پر مبنی ہیں ۔ جو نقصان کے بعد زائد ہیں اور زیادتی کے بعد ناقص ہیں ۔ جن کے لئے مختلف حواس اور متفاوت اعضاء و جوارح پیدا کئے گئے جیسے دیکھنے ، سننے ، سونگھنے ، چکھنے اور چھونے سے متعلق ہیں جو ضعف ، نقص اور ذلت اور رسوائی پر فطری طور پر بنائے گئے ہیں ۔ ان میں سے کوئی ایک بھی اس کے احساس کردہ کا ادارک نہیں کرسکتا اور نہ اس پر طاقت و قدرت رکھتا ہے ۔ اور ان میں سے ہر ایک فائدوں کے حاصل کرنے اور مضرتوں کے دفع کرنے کے وقت عاجز ہیں ۔ عقلی اعتبار سے کسی مجموعہ کا وجود ہو اور کوئی اس کا جامع نہ ہو اور کوئی صورت ثابت ہو اور اس کا مصور نہ ہو محال ہے تو میں نے سمجھ لیا کہ ان کا کوئی خالق ہے جس نے ان کو خلق کیا اور کوئی صورت گر ہے جس نے ان کی صورت گری کی جو ان کی تمام جہتوں کے برخلاف ہے ۔ اللہ عزوجل نے فرمایا **و فی انفسکم افلا تبصرون** (الذاریات ۔ ۲۱) "اور کیا تم اپنے نفسوں میں نہیں دیکھتے ہو ۔"

(۴) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر ابوالحسین اسدی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن مامون قریشی نے انہوں نے عمر بن عبدالعزیز سے بیان کیا ، انہوں نے ہشام بن حکم سے ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوشاکر دیصانی نے کہا کہ میرا ایک مسئلہ ہے ۔ تم میرے لئے اپنے صاحب سے اجازت لے لو کیونکہ میں نے چند علما سے اس مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا مگر وہ تسلی بخش جواب نہیں دے سکے تو میں نے کہا کیا تم مجھ کو اس مسئلہ کے متعلق بتاسکتے ہو شاید میرا جواب تم کو پسند آئے ۔ تو انہوں نے کہا کہ میں ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) سے ملنا چاہتا ہوں میں نے اس کے لئے اجازت طلب کی اور وہ اندر آگیا اس نے انؑ سے سوال کرنے کی اجازت چاہی ۔ آپؑ نے اس سے فرمایا کہ تم نے جو کچھ سوچا ہے پوچھ لو ۔ تب اس نے کہا کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ کوئی آپؑ کا صانع ہے ؟ آپؑ نے فرمایا کہ میں نے اپنے نفس کو دو جہتوں میں سے کسی ایک جہت سے خالی نہیں پایا ۔ یا یہ کہ میں نے اس کو بنایا ہے اس کو میرے غیر نے بنایا ہے ۔ اگر میں نے اس کو بنایا ہے تو دو مقصودوں میں سے کسی ایک مقصد سے خالی نہیں پاتا ہوں ۔ یا یہ کہ میں نے اس کو بنایا ہے اور وہ موجود تھا یا یہ کہ میں نے اس کو بنایا اور وہ معدوم تھا ۔ اگر میں نے اس کو بنایا اور وہ موجود تھا تو اس کے وجود کی وجہ سے میں اس کے بنانے سے مستغنی (بے نیاز) تھا اور اگر وہ معدوم تھا تو تم جانتے ہو کہ معدوم کسی شے کو ایجاد نہیں کرسکتا تو اس سے تیسرا مقصود ثابت ہوا کہ بے شک میرا ایک صانع ہے اور وہ اللہ ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ۔ پھر وہ

کھڑا ہو گیا اور کوئی جواب نہیں دیا۔

کتاب ہذا کے مصنف فرماتے ہیں کہ اس باب میں صحیح بات تو یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ ہم نے اللہ کو اللہ ہی سے پہچانا اس لئے کہ اگر ہم نے اس کو اپنی عقلوں کے ذریعے پہچانا تو وہ عزوجل ان کا عطا کرنے والا ہے اور اگر ہم نے اس کو اس کے انبیاء، رسل اور حجتوں علیہم السلام کے ذریعے پہچانا تو وہی عزوجل ان کا مبعوث کرنے والا، پیغام دے کر ارسال کرنے والا اور ان کو حجت قرار دینے والا ہے۔ اور اگر ہم نے اس کو اپنے نفسوں کے ذریعے پہچانا ہے تو اللہ عزوجل ان کا پیدا کرنے والا ہے تب اسی کے ذریعے ہم نے اس کی معرفت حاصل کی۔ اور امام صادق (امام جعفر صادق) علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر اللہ نہ ہوتا تو ہم پہچانے نہ جاتے اور اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ نہ پہچانا جاتا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر حجتیں نہ ہوتیں تو اللہ کو جس طرح پہچاننے کا حق ہے نہ پہچانا جاتا اور اگر اللہ نہ ہوتا تو حجتوں کو نہ پہچانا جاسکتا تھا اور میں نے بعض اہل کلام سے سنا کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص زمین کے بے آب و گیاہ حصہ میں پیدا ہوتا اور وہ کسی کو بھی اپنی ہدایت و رہنمائی کے لئے نہ پاتا یہاں تک وہ بوڑھا ہو جاتا اور عقل سے کام لیتا اور آسمان زمین کو دیکھتا تو وہ اس کی رہنمائی کرتی کہ ان دونوں کا کوئی صانع اور موجد (ایجاد کرنے والا) ہے۔ تو میں نے کہا کہ یہ تو کبھی نہیں ہوا۔ اور یہ تو اس چیز کے لئے خبر دینا ہے جو نہیں ہوئی۔ اگر وہ شے ہو گئی کسی طرح ہو گئی اور اگر ایسا ہو جائے تو یہ آدمی حجت خدا کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا جس نے اپنے نفس پر اللہ کا ذکر جاری کیا۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ہے کہ ان میں سے کچھ اپنے نفس کے لئے مبعوث کئے گئے اور ان میں سے کچھ اپنے اہل وعیال کے لئے۔ ان میں سے چند اہل محلہ کے لئے، ان میں سے چند اپنے شہر کے لئے اور ان میں سے چند لوگ تمام بنی نوع انسان کے لئے مبعوث کئے گئے۔ لیکن ابراہیم علیہ السلام کا زہرہ (ستارہ) پھر قمر اور سورج کو دیکھ کر استدلال کرنا اور ان کا یہ فرمانا جب وہ غروب ہو گئے کہ اے میری قوم میں اس سے بری ہوں جس سے تم شرک کرتے ہو، تو وہ (علیہ السلام) نبی تھے جن پر الہام ہوتا تھا مبعوث مرسل تھے اور اس کے تمام قول اللہ عزوجل ہی کے الہام پر مبنی تھے اسی بناء پر اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے کہ "یہ ہماری حجت ہے جو ہم نے ابراہیمؑ کو ان کی قوم پر عطا کی۔ اور ہر شخص ابراہیم علیہ السلام کی طرح نہیں ہوتا۔ اور اگر توحید میں تعلیم و تعریف الہیٰ سے صرف نظر یا استغنا کا اظہار کیا جائے تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا" پس جان لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں" اور **قل ھو اللہ احد** (آخر تک) اور وہ آسمانوں زمین کا موجد ہے اس کے بیٹا کیسے ہوسکتا ہے اور نہ اس کی کوئی بیوی ہے" آخر آیت تک اور وہ لطیف خبیر ہے۔" اور سورہ حشر کے آخر تک اور اس کے علاوہ دیگر توحید کی آیتوں میں۔

باب (۴۲) عالم کے فنا ہونے کا اثبات

(۱) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے بیان کیا، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے علی بن منصور نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ہشام بن حکم سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ ابو شاکر دیصانی ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ آپؑ روشن ستاروں میں سے ایک ہیں اور آپؑ کے آباء انتہائی روشن بدر کامل تھے ۔آپؑ کی والدہ انتہائی دانشمند چنبیلی کے پھول کی طرح خوشبودار نازک تھیں اور آپؑ کی اصل و حسب بہترین عناصر سے ہے اور جب علماء کا ذکر کیا جاتا ہے تو آپؑ کی وجہ سے چھنگلی یعنی معمولی لوگوں کو بھلادیا جاتا ہے تو اے بحر ناپیدا کنار و جوش زن مجھے بتائیے کہ حدوث عالم پر کیا دلیل ہے ؟ تو ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم اس پر قریب ترین اشیاء کے ذریعہ استدلال کرتے ہیں ابو شاکر دیصانی نے کہا کہ وہ کیا ہے ؟ آپؑ نے ایک انڈا منگوایا پھر اپنی ہتھیلی پر رکھ کر فرمایا کہ یہ ایک مضبوط قلعہ ہے جس کے اندر جھلی میں رقیق لطیف مادہ ہے اسی کے ساتھ بہنے والی سفید چاندی اور بہنے والا سونا ہے پھر وہ پھٹتا ہے اور اس سے مور (بچہ) جیسا نکلتا ہے ۔کیا کوئی شے اس میں داخل ہوئی ؟ تو وہ کہنے لگا نہیں ۔آپؑ نے فرمایا کہ یہی دلیل حدوث عالم پر ہے ۔اس نے کہا کہ آپؑ نے آگاہ فرمایا اور مختصر طور پر بتایا اور بہت اچھے طریقہ سے فرمایا ۔اور آپؑ نے بتادیا کہ ہم قبول نہ کریں مگر اس چیز کو جس کا ادراک ہم نے اپنی آنکھوں سے کیا ہے یا جس کو ہم نے اپنے کانوں سے سنا ہے یا ہم نے اپنی ناک سے سونگھا ہے یا اپنے منہ سے چکھا ہے یا ہم نے اپنے ہاتھوں سے چھوا ہے یا دلوں میں واضح تصور کیا جائے یا یقینی طور پر غور و فکر کر کے اس کا استنباط کرے ۔ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے حواس خمسہ کا ذکر کیا اور وہ بغیر دلیل کے کچھ فائدہ نہیں پہنچاتے جس طرح تاریکی بغیر چراغ کے دور نہیں ہوتی ۔

(۲) ہم سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا، انہوں نے عباس بن عمرو فقیمی سے بیان کیا، انہوں نے ہشام بن حکم سے کہ ابن ابو العوجاء حضرت صادق (امام جعفر صادق) علیہ السلام کی خدمت حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا کہ اے ابن ابو العوجاء کیا تم مصنوع (مخلوق) ہو یا غیر مصنوع ہو ؟ تو اس نے کہا کہ نہیں میں مصنوع نہیں ہوں تو حضرت صادق (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم مصنوع ہوتے تو تم کس طرح کے ہوتے تو ابن ابوالعوجاء نے کوئی جواب نہیں دیا ۔اور وہاں سے چلا آیا ۔

(۳) ہم سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان

کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن ہاشم نے بیان کیا اس نے علی بن معبد سے، اس نے حسین بن خالد سے، اس نے ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا (امام علی رضا) علیہ السلام سے بیان کیا کہ ایک آدمی نے آکر ان سے عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ عالم کے حادث ہونے پر کیا دلیل ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ تم نہ تھے پھر ہوگئے اور تم کو معلوم ہے کہ تم نے اپنے آپ کو پیدا نہیں کیا اور نہ تم کو اس نے پیدا کیا جو تم جیسا ہے۔

(۴) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے بیان کیا، انہوں نے محمد بن حماد سے، انہوں نے حسن بن ابراہیم سے، انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے، انہوں نے یونس بن یعقوب سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے علی بن منصور نے کہا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ہشام بن حکم نے کہا کہ مصر میں ایک زندیق تھا جس کو ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کے علم کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہ ان سے مناظرہ کرے لیکن وہ ملاقات نہ کرسکا۔ اس کو بتایا گیا کہ وہ مکہ میں ہیں تو وہ مکہ کی طرف روانہ ہوا اور ہم سب ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ وہ زندیق ہمارے قریب آیا اور ہم ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کے ساتھ طواف کررہے تھے کہ اس نے اپنا کندھا آپؑ کے شانے سے لگایا تو ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا نام عبدالملک ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ تمہاری کنیت کیا ہے؟ اس نے کہا کہ ابوعبداللہ ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ وہ کون بادشاہ ہے جس کے تم بندہ ہو کیا وہ آسمانی بادشاہوں میں سے ہے یا زمینی بادشاہوں میں سے ہے؟ اور تم مجھے یہ بھی بتاؤ کہ کیا تمہارا بیٹا آسمانی معبود کا عبد ہے؟ یا زمینی معبود کا عبد ہے؟ تو وہ خاموش رہا۔ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ تم جس بارے میں جھگڑنا چاہتے ہو کہو۔ ہشام بن حکم نے کہا کہ میں نے زندیق سے کہا کہ کیا تم اس کی تردید نہیں کرتے ہو؟ تو اس نے میری بات کا برا منایا۔ پھر ابوعبداللہ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ جب میں طواف سے فراغت پالوں تو پھر ہمارے پاس آنا۔ پس جب ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام طواف سے فارغ ہوگئے تو وہ زندیق آپؑ کے پاس آکر آپؑ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اور ہم اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؑ نے زندیق سے کہا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ زمین کا نچلا اور اوپری حصہ ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ آپؑ نے فرمایا کہ کیا تم اس کے نچلے حصہ میں داخل ہوئے ہو؟ وہ کہنے لگا کہ نہیں۔ آپؑ نے کہا کہ کیا تم کو اس کا ادراک ہے کہ زمین کے نیچے کیا ہے؟ کہنے لگا مجھے معلوم نہیں ہے مگر میرا خیال ہے کہ اس کے نیچے کچھ نہیں ہے۔ ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ گمان یقین کے عجز کا نام ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ کیا تم آسمان پر پہنچے ہو؟ وہ کہنے لگا کہ نہیں۔ آپؑ نے اس سے کہا کہ کیا تم جو کچھ آسمان میں ہے جانتے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ تم مشرق و مغرب میں آتے جاتے ہو تو ان دونوں کے پیچھے کیا ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم۔ آپؑ نے فرمایا کہ تم

پر تعجب ہے کہ تم نہ مشرق میں پہنچے نہ مغرب تک پہنچے ، نہ تم زمین کی تہہ تک پہنچے اور نہ تمہاری آسمان کی بلندی تک رسائی ہوئی اور تم کو وہاں کی کچھ خبر بھی نہیں معلوم ۔ تم پہچانتے ہو کہ ان کو کسی نے خلق نہیں کیا اور جو کچھ ان میں ہے اس کے منکر ہو ۔ کیا کوئی عاقل شخص جس چیز کو نہیں جانتا ہے ، جھٹلا سکتا ہے ؟ تو وہ زندیق کہنے لگا کہ آپؑ کے علاوہ کسی نے مجھ سے ایسا معلوم نہیں کیا ۔ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اس شک میں ہبتلا ہو کہ شاید وہ ہے اور شاید وہ نہیں ہے ۔ زندیق کہنے لگا اور شاید یہ ایسا ہی ہے ۔ اس کے بعد ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ اے شخص جو علم نہیں رکھتا وہ حجت نہیں رکھتا اس پر جو علم رکھتا ہے ۔ پس جاہل کے لئے عالم پر کوئی حجت نہیں ہے ۔ اے مصر کے بھائی تم مجھ سے فہم حاصل کرو کیونکہ ہم اللہ کے بارے میں کبھی شک نہیں کرتے ہیں ۔ کیا تم شمس و قمر لیل ونہار کو نہیں دیکھتے کہ وہ دونوں داخل ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے مشابہ نہیں ہوتے ، وہ دونوں جاتے ہیں اور پلٹتے ہیں اور کبھی مجبور ہوتے ہیں ۔ ان دونوں کا کوئی مقام نہیں مگر ان دونوں کا مقام ہے ۔ اگر وہ دونوں اسی پر قادر ہیں کہ چلیں پھر واپس نہ ہوں تو وہ کس لئے پلٹ جاتے ہیں ۔ اور اگر وہ دونوں مجبور ہیں تو رات دن کیوں نہیں ہوجاتی اور دن رات کیوں نہیں ہوجاتا ۔ قسم خدا کی یہ مجبوری اے اہل مصر کے بھائی ان دونوں کے دوام تک ہے ۔ اور جس نے ان دونوں کو مجبور کیا ہے وہ ان دونوں سے زیادہ حکمت والا اور بڑا ہے ۔

زندیق کہنے لگا کہ آپؑ نے سچ فرمایا ۔

پھر ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ اہل مصر کے بھائی جس کی طرف تم جاتے ہو اور جس کو تم وہم کے ذریعہ گمان کرتے ہو تو اگر دہران کی وجہ سے چلتا ہے تو وہ ان کو کس لئے نہیں لوٹاتا ہے ۔ اور اگر وہ ان کو لوٹاتا ہے تو ان کے ساتھ کیوں نہیں چلتا تو (قوم) لوگ مجبور ہیں ۔ اے مصر والوں کے بھائی آسمان بلند ہے اور زمین پست ہے آسمان زمین پر کیوں نہیں گر پڑتا اور زمین اپنے محیط (مقام) سے کس لئے باہر نہیں نکلتی ؟ پھر وہ باہم چپٹے ہوئے نہیں ہیں اور جو ان دونوں (آسمان و زمین) پر ہیں وہ بھی چپٹے ہوئے نہیں ہیں ۔ زندیق کہنے لگا کہ ان دونوں کو قسم بخدا ان کے رب اور مالک نے روک رکھا ہے پھر وہ زندیق ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کے ہاتھ پر ایمان لے آیا تو آپؑ سے حمران بن اعین نے عرض کیا کہ میں آپؑ کے قربان جاؤں اگر زندیق حضرات آپؑ کے ہاتھوں ایمان لائے تو کفار آپ کے والد کے ہاتھوں پر ایمان لائے ۔ پھر اس مومن نے جو ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کے ہاتھوں پر ایمان لایا تھا ، عرض کیا کہ آپؑ مجھے اپنا شاگرد بنالیجئے ۔ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے ہشام بن حکم سے فرمایا کہ تم اس کو لیجا کر تعلیم دو تو ہشام نے اس کو تعلیم دی تو وہ اہل مصر اور اہل شام کا معلم بن گیا اور اس کے حسن طہارت کی وجہ سے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام راضی و خوشنود ہوئے ۔

(۵) مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا ۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم سے

احمد بن ادریس اور محمد بن یحییٰ عطار نے بیان کیا۔ انہوں نے محمد بن احمد سے بیان کیا، انہوں نے سہل بن زیاد سے، انہوں نے محمد بن حسین سے، انہوں نے علی بن یعقوب ہاشمی سے، انہوں نے مروان بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ ابن ابوالعوجاء ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ کیا آپؑ یہ خیال نہیں رکھتے ہیں کہ اللہ ہر شے کا خالق ہے؟ تو ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا۔ہاں۔ پھر وہ کہنے لگا کہ میں خلق کرتا ہوں تو آپؑ نے فرمایا کہ تم کس طرح خلق کرتے ہو؟ وہ کہنے لگا میں کسی جگہ میں اس کو پیدا کرتا ہوں پھر میں اس سے ہٹ جاتا ہوں پھر وہ رینگنے والے جانور بن جاتے ہیں تو میں ان کا خالق ہوجاتا ہوں۔ ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا خالق شے نہیں جانتا کہ اس کی مخلوق کتنی ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ آپؑ نے فرمایا کہ کیا تم نر و مادہ کو پہچانتے ہو اور ان کی عمر کے متعلق تم کو علم ہے؟ تو وہ خاموش رہا۔

(۶) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یعقوب کلینی نے اپنی اسناد سے اس حدیث کو مرفوع کیا کہ ابن ابو العوجاء سے جس وقت ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے گفتگو کی تھی تو وہ دوسرے دن آیا اور خاموش بیٹھ گیا تو ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ گویا تم اس لئے آئے ہو کہ تم اعادہ کرو اس گفتگو کا جو ہمارے درمیان ہورہی تھی۔ اس نے کہا کہ اے فرزند رسول اللہ میرا ارادہ یہی تھا۔ تو ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ تم منکر خدا ہو اور گواہی دے رہے ہو کہ میں رسول اللہ کا فرزند ہوں۔ تو اس نے کہا کہ عادت مجھ کو اس پر اکساتی ہے۔ عالم (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہیں کیا چیز گفتگو کرنے سے روکتی ہے؟ وہ کہنے لگا کہ آپ کی جلالت اور رعب و خوف کی وجہ سے میری زبان آپؑ کے سامنے رواں نہیں ہوتی کیونکہ میں نے علماء کو دیکھا ہے اور متکلمین سے مناظرہ کیا ہے مگر کبھی مجھ پر ہیبت طاری نہیں ہوئی جس طرح کہ آپؑ کی ہیبت مجھ پر طاری ہوتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا ایسا ہوتا ہے۔ مگر میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں اور وہ متوجہ ہوگیا تو آپؑ نے اس سے سوال کیا کہ کیا تم مصنوع ہو یا غیر مصنوع ہو؟ عبدالکریم بن ابوالعوجاء نے جواب دیا کہ میں غیر مصنوع ہوں۔ عالم (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ تم بتاؤ کہ اگر تم مصنوع ہوتے تو کس طرح کے ہوتے؟ تو عبدالکریم کافی دیر تک خاموش رہا اور جواب نہ دے سکا۔ اور لکڑی کے تختے جو اس کے سامنے تھے دیکھتا رہا۔ اور وہ کہتا رہا کہ طویل ہے، عریض ہے، عمیق ہے، قصیر ہے، متحرک ہے، ساکن ہے، یہ سب اس کے خلق کی صفت ہے تو عالم (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ اگر تم غیر کی صفت صنعت کے بارے میں نہیں جانتے ہو تو اپنے آپ کو مصنوع قرار دو اس وجہ سے کہ تم خود آپ میں ان باتوں کو پاتے ہو جو ان امور سے پیدا ہوتے ہیں۔ تو آنجنابؑ سے عبدالکریم نے عرض کیا کہ آپؑ نے جو مسئلہ مجھ سے فرمایا۔ وہ آپؑ سے پہلے مجھ سے کسی نے نہیں پوچھا اور نہ آپؑ کے بعد اس جیسا مسئلہ پوچھے گا۔ تو ابوعبداللہ

(امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ فرض کرلو کہ تم نے جان لیا کہ تم سے ماضی کے بارے میں کسی نے سوال نہیں کیا تو تم کو علم ہے کہ اس کے بعد کے بارے میں تم سے سوال نہیں کیا جائے گا۔ باوجود اس کے اے عبدالکریم تم نے اپنے قول کو توڑ دیا کیونکہ تمہارا خیال یہ ہے کہ اشیاء اول سے برابر ہیں تو پھر تم نے کیسے مقدم اور موخر کیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ اے عبدالکریم میں تمہارے لئے زیادہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم نے دیکھا کہ اگر تمہارے کیسہ (پیالہ گدائی) میں جواہر ہوں اور کوئی شخص کہنے کہ کیا کیسہ میں دینار ہیں؟ تو تم کیسہ میں دینار ہونے کی نفی کرو اور وہ شخص کہے کہ مجھے دینار کی پہچان بتاؤ اور تم اس کی پہچان اور صفت نہ جانتے ہو۔ کیا تم کیسہ میں دینار ہونے کی نفی کرسکتے ہو حالانکہ تم کو اس کا علم نہیں؟ اس نے کہا۔ نہیں۔ تو ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ عالم کیسہ سے زیادہ بڑا، زیادہ طول و عریض ہے تو شاید عالم میں کوئی صفت (مخلوق) ایسی ہو کہ تم اس کی صفت صنعت کو بغیر کاریگری کے نہ جانتے ہو تو عبدالکریم نے گفتگو ختم کردی (علیحدگی اختیار کی) اور اس کے بعض ساتھوں نے اسلام قبول کیا اور باقی لوگ اس کے ساتھ رہے۔ پھر وہ تیسرے دن آکر کہنے لگا کہ میں پلٹ کرکے سوال کرتا ہوں؟ تو اس سے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ تم جس چیز کے بارے میں چاہو سوال کرلو۔ اس نے کہا کہ اجسام کے حدوث پر کیا دلیل ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ میں نے کسی چھوٹی چیز اور بڑی چیز کو نہیں پایا مگر جبکہ اس جیسی کوئی شے ملائی جائے تو وہ بڑی ہوجاتی ہے اور اس میں پہلی حالت سے زوال و انتقال ہے۔ اور اگر وہ شے قدیم ہے تو وہ زائل نہیں ہوتی اور نہ حالت بدلتی ہے اس لئے کہ جو زائل ہوتا ہے اور حالت بدلتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ موجود ہو اور بیکار و باطل ہو۔ پھر اس کا اپنے عدم کے بعد موجود ہونا حدث میں داخل ہونا ہے۔ اور اس کا پہلی حالت میں ہونا اس کا عدم میں داخل ہونا ہے اور کسی ایک شے میں ازل اور عدم کی صفت ہرگز جمع نہیں ہوسکتی۔ تو عبدالکریم نے کہا کہ فرض کرلیں کہ مجھے دونوں حالتوں اور دونوں زمانوں کے وقوع پذیر ہونے کا علم ہے جس کی بناء پر آپؑ نے ان کی حادث ہونے پر ذکر و استدلال کیا ہے۔ پس اگر اشیاء جسامت میں چھوٹی رہیں تو آپؑ کے لئے یہ کیسے ممکن ہوا کہ ان کے حادث ہونے پر استدلال کریں؟ تو عالم (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم اس عالم موضوع ہر گفتگو کررہے ہیں۔ اگر ہم اس کو ہٹا دیں اور دوسرا عالم رکھیں تو وہ لاشے ہوگا جو حادث ہونے پردلالت کرے گا اس کے ہٹانے اور اس کے غیر کو رکھنے کی وجہ سے۔ لیکن میں تم کو اس حیثیت سے جو تم نے اندازہ کرکے ہم پر لازم کیا ہے جواب دوں گا اور ہم کہیں گے کہ اشیاء اگر چھوٹی رہیں تو وہم و خیال میں رہے گا کہ کب اس سے کوئی شے اس کی طرح کی ملے تو وہ بڑی ہوجائے اور اس میں تغیر کی وجہ سے قدیم ہونے سے خارج ہوجائے جس طرح کہ اس کے تغیر میں ظاہر ہونے کی وجہ سے وہ حدوث میں داخل ہوگئی۔ اے عبدالکریم اب اس کے پیچھے تمہارے لئے کچھ نہیں ہے۔ پس گفتگو ختم ہوگئی اور وہ ذلیل و خوار ہوگیا۔

پس جب اگلا سال آیا تو اس نے آپؑ سے حرم میں ملاقات کی، اس کے بعض پیروکاروں نے آپؑ سے کہا کہ ابن ابوالعوجاء مسلمان ہوگیا ہے۔ تو عالم (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا وہ اس سے اندھا اور جاہل ہے وہ اسلام نہیں لائے گا۔ جب اس نے عالم (امام جعفر صادق) علیہ السلام کو جان لیا کہنے لگا کہ میرے سردار اور میرے آقا۔ تو اس سے عالم (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ اس مقام پر تم کو کیا چیز لے کر آئی ہے۔ وہ کہنے لگا کہ جسمانی عادت اور شہر کا طریقہ اور یہ دیکھنے کے لئے کہ لوگوں کو جنون ہے۔ سر منڈا رہے ہیں اور کنکریوں کو پھینک رہے ہیں تو عالم (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا اے عبدالکریم تم حد سے گزرنے اور گمراہی کی بناء پر ہلاکت میں مبتلا ہوئے پھر گفتگو فرماتے رہے اور اس سے کہنے لگے کہ حج کے بارے میں کوئی جھگڑا نہیں ہے اور اس کی رداء کو اپنے ہاتھ سے جھاڑا اور فرمایا کہ اگر تمہارے کہنے کے مطابق یہ امر ہو اور تمہارے قول کے مطابق ایسا نہ ہو تو تم نے نجات پائی اور تم نے بھی چھٹکارا پایا اور اگر یہ امر ہمارے کہنے کے مطابق ہو اور وہ اسی طرح جیسا کہ ہم نے کہا ہے تو ہم کو نجات حاصل ہوئی اور تم ہلاک ہوگئے۔ تو عبدالکریم اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ میرے دل میں درد ہو رہا ہے، مجھے واپس لے چلو تو وہ اس کو واپس لے گئے اور اس کی موت واقع ہوگئی۔ اللہ نے اس پر رحم نہیں کھایا۔

اس کتاب کے مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اجسام کے حادث ہونے پر دلیل یہ ہے کہ ہم نے خود کو اور تمام اجسام کو پایا ہے کہ وہ زیادتی اور نقصان اور جو صنعت و تدبیر سے ان پر اثر انداز ہوتا ہے اور صورتوں و ہیئتوں پر پورے طور پر اثرانداز ہونے سے جدا نہیں ہوتا۔ اور ہم کو لازمی طور پر علم ہوگیا کہ ہم نے ان کو نہیں بنایا ہے نہ وہ ہماری جنس سے ہیں اور نہ ہماری طرح ان کو بنایا گیا ہے اور نہ عقلی طور پر جائز ہے اور نہ وہمی طور پر تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ چیز جو حوادث سے جدا نہ ہو اور ان سے پہلے بھی نہ ہو وہ قدیم ہو۔ اور نہ یہ کہ یہ اشیاء اس طرح پائی جاتی ہیں جن کا مشاہدہ ہم تدبیر کے ذریعہ سے کرتے ہیں اور جن کا معائنہ باختلاف تقدیر کرتے ہیں۔ نہ صانع کی طرف سے نہ بغیر کسی مدبر کے حادث ہوجائیں۔ اور اگر یہ درست ہو کہ عالم میں جو کچھ ہے وہ صنعت کی پختگی اور ایک دوسرے کے تعلق اور ایک دوسرے کی ضرورت سے ہے، نہ کسی صانع نے اس کو بنایا اور نہ کسی موجد نے اس کو ایجاد کیا ہے۔ تو جو کچھ اس کے علاوہ مضبوطی و پختگی سے متعلق ہے اس جواز کے حقدار اور تصور و امکان کے زیادہ لائق و سزاوار ہے۔ اس بناء پر کتابت کا وجود بغیر کاتب کے اور تعمیر کردہ گھر بغیر تعمیر کرنے والے کے اور پائیدار صورت جس کا کوئی مصور نہ ہو درست ہوگا اور قیاس کے اعتبار سے ممکن نہیں کہ کوئی کشتی محکم نظم پر بنی ہوئی اور پختہ مہارت سے تیار کی ہوئی ہو اور کسی صانع نے اس کو نہ بنایا ہو یا کسی جامع نے اس کے اجزاء کو جمع نہیں کیا ہو۔ پس جبکہ اس کی سواری ہو اور غایت و عقل سے نکلنے کی اجازت ہو تو اول اسی جیسا ہوگا۔ بلکہ اس کے علاوہ جو کچھ ہم نے عالم اور کو کچھ عالم کے اندر ہے، کے بارے میں ذکر کیا ہے افلاک اور اختلاف اوقات، شمس و قمر اور ان دونوں کے طلوع و غروب ہونے اور سردی

وگرمی کے اپنے اوقات میں آنے اور سردی وگرمی میں پھلوں کے مختلف ہونے و مختلف النوع درختوں ، اور ان چیزوں کے آنے میں جن کا اپنی ابتداء کے وقت اور وقت معلومہ میں احتیاج و ضرورت ہوتی ہے کے ذکر سے تو اس میں شدید ترین مخالفت اور واضح تر تضاد ہے ۔ اور یہ واضح امر ہے اور تمام شکر و سپاس اللہ کے لئے ہے ۔

میں نے بعض اہل توحید و معرفت سے اجسام کے حدوث پر دلیل مانگی تو انہوں نے کہا کہ اجسام کے حادث ہونے پر یہ دلیل ہے کہ اجسام اپنے وجود میں تنہا نہیں ہوتے ان کے موجود ہونے کے کہ وہ اس کے وجود کے متوازی ہے یہ سبب ہونا ، کسی مکان و جگہ میں متوازی و مقابل ہوتا ہے اور جب جسم مختلف محاذات اپنے وجود کے جواز کے ساتھ دوسرے محاذات میں پایا جائے گا تو جان لیا جائے گا کہ وہ ان مخصوص محاذات میں کسی خاص مقصد و معنی کی وجہ سے ہے اور یہ معنی محدث (نوپید) کے ہیں ۔ پس جسم محدث ہے کیونکہ وہ محدث سے جدا نہیں ہوتا اور نہ اس کے پیش پیش ہوتا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کے جسم نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ کوئی جسم نہیں ہے مگر یہ کہ اس کے لئے مشابہت ہے یا وہ موجود ہے یا موہوم ہے ۔ اور اس کے لئے مختلف جہات میں سے کسی ایک جہت کی مشابہت نہیں ہے ۔ پس وہ محدث ہے جس کی وجہ سے اجسام کے حادث ہونے پر دلالت کی ۔ پس جبکہ اللہ عزوجل قدیم ہے تو ثابت ہوا کہ وہ جسم نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ کہنے والے کا یہ کہنا کہ جسم ہے ۔ حقیقت لغت میں ایک علامت ہے اس چیز کے لئے جو طویل ، عریض ، اجزاء و حصہ والا ہو جس میں زیادتی کا امکان ہو ۔ اگر کہنے والا یہ کہتا ہے کہ اللہ عزوجل جسم ہے تو وہ اس قول کی تصدیق کرتا ہے اور اس کے معنی کو پورا کرتا ہے تو ضروری ہوگیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ان تمام حقائق و صفات کے ساتھ ثابت کرے اور یہ بھی لازم ہوا کہ وہ حادث ہے جس کے ذریعہ سے اجسام کا حادث ہونا ثابت ہوجائے یا اجسام قدیم ہوجائیں ۔ اور اگر وہ اس سے رجوع نہ کرے مگر صرف تسمیہ کے طور پر تو وہ اسم کو اس کی غیر جگہ پر رکھنے والا ہوگا ۔ اور اس شخص کی طرح ہوگا جو اللہ عزوجل کا نام انسان ، گوشت اور خون رکھے ۔ پھر اس کے معنی و مدلول کو ثابت نہ کرسکے اور اسم پر معنی و مقصود کے وقت خلاف قرار دے ۔ اور اسماء الہیٰ کو تم اللہ سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یا ائمہ علیہم السلام سے حاصل کرسکتے ہو ۔

(۷) ہم سے احمد بن حسن قطان نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسن بن علی سکری نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ذکریا نے بیان کیا ان سے جعفر بن محمد بن عمارہ نے بیان کیا ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے جعفر بن محمد سے ، انہوں نے اپنے والد محمدؑ بن علیؑ سے ، انہوں نے اپنے والد علیؑ بن حسینؑ سے ، انہوں نے اپنے والد حسین علیہم السلام سے بیان کیا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ جسم کی چھ حالتیں ہیں ، صحت ، مرض ، موت ، حیات ، نیند اور بیداری ۔ اور اسی طرح روح کی بھی چھ حالتیں ہیں ۔ اس کی حیات اس کا علم ، اس کی موت اس کا جہل ہے ، اس کا مرض اس کا شک ہے ، اس کی محبت اس کا یقین ہے ، اس کی نیند اس کی غفلت ہے اور اس کی

بیداری اس کی حفاظت ہے ۔

مصنف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ اجسام کے حادث ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اجسام مجتمع ہوں گے یا جدا جدا ہوں گے ، متحرک ہوں گے یا ساکن ہوں گے ۔ اور اجتماع و افتراق اور حرکت و سکون حادث ہیں تو ہم نے جان لیا کہ جسم محدث ہے بہ سبب حدوث کہ جو اس سے جدا نہیں ہوتا اور نہ اس سے آگے بڑھتا ہے ۔ اگر قائل یہ کہے کہ تم نے کس وجہ سے کہا کہ اجتماع و افتراق دونوں بنائے ہوئے ہیں اور اسی طرح حرکت و سکون بھی یہاں تک کہ تم نے یقین کرلیا کہ جسم ان دونوں سے خالی نہیں ہوتا ؟ اس کو جواب دیا جائے گا کہ اس پر دلیل یہ ہے کہ ہم جسم کو پاتے ہیں کہ وہ جمع ہوتا ہے بعد اس کے کہ وہ جدا ہوتا ہے ۔ اور کبھی یہ بھی درست ہوگا کہ وہ جدا باقی رہے ۔ اگر وہ نہ ہو تو ایک وہ معنیٰ کے اعتبار سے حادث ہوا کہ وہ ہے اور نہ ہو بایں طور کہ وہ مجتمع ہوجانا بہتر ہے کہ وہ مفترق طور پر جس پر وہ ہے باقی رہے ۔ اس لئے کہ اس وقت اس نے اپنے نفس کو حادث نہیں کیا کہ اپنے نفس کے حدوث کی وجہ سے مجتمع ہوجائے ۔ اور نہ وہ اس وقت بیکار ہوا کہ وہ اپنے بیکار ہونے کا سبب بن جائے اور یہ بھی درست نہیں ہوگا کہ وہ مجتمع ہونے کے معنیٰ کے باطل ہونے کا سبب بن جائے ۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ اگر وہ ایک معنیٰ کے بطلان کی وجہ سے مجتمع ہوجائے اور دوسرے معنیٰ کے بطلان کے سبب وہ مفترق و جدا ہوجائے تو لازم ہوا کہ وہ ایک ہی حالت میں دونوں معنیٰ کے بطلان کی وجہ سے مجتمع و مفترق ہوجائے ۔ اور یہ کہ ہر شے میں مجتمع مفترق معنیٰ یکجا ہوں ۔ یہاں تک کہ یہ بھی ضروری ہوگا کہ اعراض (غیر دائمی) مجتمع متفرق ہوں اس لئے کہ وہ ان معانی (حرکت و سکون ، اجتماع و افتراق) سے خالی ہیں ۔ اور اس کا بطلان ظاہر ہے ۔ اور اس کے باطل ہونے پر دلیل یہ ہے کہ وہ ایک معنیٰ کے حادث ہونے پر مجتمع ہو اور ایک معنیٰ کے حادث ہونے کی وجہ سے متفرق ہو ۔ اور یہی بات حرکت و سکون اور تمام اعراض (غیر دائمی اشیاء) کے لئے ہے ۔

پس اگر کہنے والا یہ کہے کہ جب تم نے یہ کہا ہے کہ مجتمع یہ سبب وجود اجتماع کے مجتمع ہوجائے گا اور مفترق وجود افتراق کی وجہ سے ہوجائے گا تو تم نے کس وجہ سے انکار کیا کہ یہ مجتمع مفترق ہوجائے گا ۔ اس میں ان دونوں کے ہونے کی وجہ سے جس طرح کہ تم نے اس کو لازم کردیا اس شخص کے لئے جو یہ کہتا ہے کہ مجتمع بہ سبب نفی افتراق مجتمع ہوجائے گا اور نفی اجتماع کی وجہ سے مفترق ہوجائے گا اس سے کہا جائے گا کہ اجتماع اور افتراق دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور تمام ضدیں وجود میں ایک دوسرے کی مخالفت کرتی ہیں ۔ لہذا ان دونوں کے تضاد کی وجہ سے ان کا وجود ایک حال (حالت) میں ہونا درست نہیں ۔ اور ان دونوں کا حکم نفی کے بارے میں یہ نہیں ہے کیونکہ اضداد کی نفی (غیرموجودگی) کا ایک حالت میں انکار نہیں کیا جاسکتا ہے جس طرح کہ ان کے وجود کا انکار کیا جاتا ہے ۔ اس بناء پر جو ہم نے کہا ہے کہ جسم اگر افتراق کی غیر موجودگی کی وجہ سے مجتمع ہو اور اجتماع کی غیر موجودگی کے سبب مفترق ہو

تو ضروری ہوا کہ وہ مجتمع مفترق ان دونوں کی غیر موجودگی کی وجہ سے ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ سرخ رنگ، سیاہی و سفیدی باوجود تضاد کے غیر موجود ہوتی ہے اور یہ کہ ان دونوں کا وجود اور اجتماع اور حالت میں درست (جائز) نہیں تو ثابت ہوا کہ اضداد کی غیر موجودگی کا ایک حالت میں انکار نہیں کیا جاسکتا جس طرح کہ ان کے وجود کا انکار کیا جاتا ہے اور نیز اس قول کے کہنے والے نے اجتماع، افتراق اور حرکت و سکون کو ثابت کردیا۔ اور ضروری قرار دیا کہ ان سے جسم کا خالی ہونا جائز و درست نہیں۔ اس لئے کہ جسم جب ان اضداد سے خالی ہوگا تو لازم ہے کہ وہ مجتمع مفترق اور متحرک ساکن ہو تب اس جسم کے ان سے خالی ہونے کی وجہ سے وہ اسی حکم کے ذیل میں ہوگا۔ اور جب وہ اسی طرح کا ہوگا اور جسم ان حوادث (حادث و نوپید اشیاء) سے خالی نہ ہوگا تو اس کے لئے محدث (نوپید) ہونا لازمی ہوگا۔ اور اس پر بھی دلالت کرتا ہے کہ انسان کو کبھی اجتماع و افتراق اور حرکت و سکون کا حکم دیا جاتا ہے اور وہ کام کرتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کی تعریف کی جاتی ہے اور اس کا شکر ادا کیا جاتا ہے اور جب برا عمل و قول ہو تو اس کی مذمت کی جاتی ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ یہ جائز نہیں کہ جسم کی وجہ سے امیر بنایا جائے اور نہ اس کی وجہ سے روکا جائے اور نہ اس کی وجہ سے مدح کی جائے اور نہ اس کی مذمت کی جائے تو ضروری ہے کہ وہ جس کے ذریعہ حکم دیا گیا ہے اور اس سے روکا گیا ہے اور جس کی وجہ سے وہ مدح و مذمت کا مستحق ہوا اس کے غیر (دوسرا) کے لئے جائز نہیں کہ اس کے ذریعہ حکم دیا جائے اور نہ اس سے روکا جائے اور نہ وہ مستحق مدح و مذمت ٹھہرے تو اس کی وجہ سے اثبات اعراض (حادث ہونا) واجب ہوا۔

اگر وہ شخص یہ کہے کہ تم نے کس وجہ سے کہا کہ جسم اجتماع، افتراق، حرکت اور سکون سے خالی نہیں ہوتا اور تم نے کس لئے انکار کیا کہ وہ ہمیشہ ان سے خالی رہے؟ تو یہ اس کے حدوث پر دلالت نہیں کرتا تو اس سے کہا جائے گا کہ اگر ماضی میں اجتماع و افتراق اور حرکت و سکون سے خالی ہونا جائز ہوتا تو اب بھی ان سے خالی ہونا جائز ہوتا اور ہم اس کا مشاہدہ کرتے پس جبکہ یہ جائز و درست نہیں کہ اجسام غیر مجتمع اور مفترق پائے جائیں تو ہم نے سمجھ لیا کہ وہ ماضی میں اس سے خالی نہیں تھے۔ اس کے بعد اگر وہ کہے کہ تم نے اس کے زمانہ ماضی میں اس سے خالی ہونے کا انکار کس وجہ سے کیا۔ اگرچہ اب (حال میں) اس سے خالی ہونا درست و جائز نہ ہو؟ اس سے کہا جائے گا کہ زمان و مکان اس بارے میں اثر انداز نہیں ہوتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں ایک سال یا بیس سال سے اس سے خالی رہا اور یہ میرے لئے اس وقت کے بعد ممکن ہوگا یا میرے لئے شام میں نہ کہ عراق میں یا عراق میں نہ کہ حجاز میں ممکن ہوگا تو وہ شخص اہل عقل کے نزدیک پریشان حال اور جاہل ہوگا اور اس کی تصدیق کرنے والا بھی جاہل ہوگا۔ تو ہم نے سمجھ لیا کہ زمان و مکان اس بارے میں اثر انداز نہیں ہوتے۔ اور جب اس بارے میں ان کا حکم و اثراندازی نہیں ہوگا تو لازم ہوا کہ جسم کا حکم زمانہ ماضی میں اور زمانہ موجودہ میں ہو۔ اور جبکہ یہ درست و جائز نہیں کہ

جسم اس وقت میں اجتماع و افتراق اور حرکت و سکون سے خالی ہو تو ہم نے جان لیا کہ وہ اس سے کبھی خالی نہیں ہوتا اور یہ کہ وہ اگر ماضی میں خالی رہے تو اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اس وقت تک اس حالت میں باقی رہے جس پر وہ تھا۔ پس اگر مخبر ہم کو بتائے کہ بعض بلند سطح کے شہروں میں ایسے اجسام ہیں جو غیر مجتمع اور مفترق نہیں ہیں اور نہ وہ متحرک اور ساکن ہیں تو ہم اس بارے میں شک کریں گے اور ہم اس کو سچا نہیں مانیں گے۔ اور اس کا باطل ہونا اس قول کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔ نیز جس کسی نے اجسام کو غیر مجتمع اور مفترق ثابت کیا تو اس نے ان کے بعض سے غیر متقارب (دور ہونا) قریب نہ ہونا اور نہ ان کے بعض کو بعض سے دور ہونا ثابت کیا۔ اور یہ بات عقل میں نہیں آتی اس لئے کہ دو جسموں میں فاصلہ اور دوری ہونا ضروری ہے یا ان کے درمیان فاصلہ اور دوری نہ ہوا اور تیسری کوئی بات نہیں ہوسکتی۔ اگر ان دونوں جسموں کے درمیان فاصلہ و دوری ہو تو وہ مفترق ہوں گے اور اگر ان کے درمیان نہ مسافت اور نہ دوری ہو تو لازم ہے کہ وہ دونوں مجتمع ہیں۔ اس لئے کہ یہی حد اجتماع و افتراق ہے۔ اور یہ جب اس طرح سے ہوں تو جس نے اجسام کو غیر مجتمع اور مفترق ثابت کیا تو اس نے ان کو ماورائے عقل صفت پر ثابت کیا اور جو شخص اپنے قول سے عقلی طور پر خارج ہوگیا تو وہ قول باطل ہوگا۔

پھر اگر کہنے والا یہ کہے کہ تم نے کس وجہ سے کہا کہ اعراض حادث ہیں اور تم نے کس سبب سے انکار کیا کہ وہ جسم کے ساتھ قدیم ہیں؟ تو اس کو جواب دیا جائے گا اس لئے کہ جب مجتمع کو مفترق کیا گیا تو ہم نے پایا کہ اس سے اجتماع باطل ہوگیا اور اس کے لئے افتراق پیدا ہوگیا اسی طرح مفترق جب جمع کیا گیا تو اس سے افتراق باطل ہوگیا اور اس کے لئے اجتماع پیدا ہوگیا۔ اور قدیم تو بذات خود قدیم ہے اس کے لئے حدوث و بطلان درست نہیں تو ثابت ہوا کہ اجتماع و افتراق دونوں محدث (نوپید) ہیں اور یہی بات تمام اعراض کے لئے ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ اپنی ضدوں کی وجہ سے باطل ہوجاتے ہیں پھر اس کے بعد حادث کئے جاتے ہیں۔ اور جس پر حدوث و بطلان جائز ہوتا ہے وہ محدث ہی ہوتا ہے۔ نیز ازل سے موجود قدیم اپنے وجود میں کسی موجود کا محتاج نہیں ہوتا ہے۔ تو یقین کرلیا گیا کہ وجود عدم سے اولیٰ ہے اس لئے کہ اگر وجود عدم سے اولیٰ نہ ہوتا تو اس کا وجود بغیر موجد کے نہ ہوتا۔ اور یہ جب اس طرح ہوتا ہے تو ہم نے سمجھ لیا کہ قدیم پر بطلان جائز نہیں اس لئے کہ وجود عدم سے اولیٰ ہے۔ اور یہ کہ جس پر باطل ہونا جائز ہو وہ قدیم نہیں ہوتا۔

اگر وہ یہ کہے کہ تم نے کس لئے کہا کہ جو محدث (نوپید) ہے مقدم نہیں اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ محدث ہو، اس کا جواب دیا جائے گا کہ محدث اس کے بعد ہوا جبکہ وہ نہیں تھا۔ اور قدیم ہمیشہ سے موجود ہے۔ اور موجود لم یزل کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس چیز سے جو پہلے نہیں تھی۔ اور بعد میں ہوئی ہے متقدم (پیش پیش) ہو۔ اور جو محدث سے پیشتر نہ ہو تو وجود میں اس کا حصہ محدث کا حصہ ہے اس لئے کہ اس کے لئے تقدم نہیں جو محدث کے لئے

نہیں ہوتا۔ اور جب یہ اس طرح ہے اور محدث وجود و تقدم میں اپنے حصہ و نصیبہ کے ساتھ ہو تو وہ قدیم نہیں ہوگا بلکہ محدث ہوگا۔ تو وہ اس طرح اس کی علت میں شریک ہوگا اور وجود میں اس کے مساوی ہوگا تو ضروری ہوا کہ وہ محدث ہو۔

اگر وہ یہ کہے کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ جسم اعراض (غیر قائم بالذات) سے خالی نہ ہو اور ضروری نہ ہو کہ وہ عرض ہو تو تم نے انکار نہیں کیا کہ وہ حوادث سے خالی نہ ہو اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ محدث ہو؟ تو اس سے کہا جائے گا کہ ہمارا عرض کا وصف بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ عرض ہے جو صفات تقدیم و تاخر میں سے نہیں ہے وہ تو عرض کی جنس کے متعلق آگاہ کرنا ہے اور جسم جب ان اعراض سے مقتدم نہ ہو تو ضروری نہیں کہ وہ عرض کی جنس سے ہو تو اس لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ جسم ہو اگرچہ وہ اعراض کو عرض کے طور پر متقدم نہ کرے جبکہ وہ ان کو اس چیز میں باہم شریک نہ جس کے لئے اعراض اعراض ہیں۔ اور ہمارا قدیم ہونے کی تعریف کرنے کا مقصد دراصل اس کے متقدم اور وجود کے بارے میں آگاہ کرنا ہے نہ کہ اول ہونے کی طرف اور ہمارا محدث کے متعلق محدث کی تعریف کرنا دراصل اس کے متعلق یہ بتانا ہے کہ اس کی غایت و انتہا اور ابتداء و اولیت ہوتی ہے اور جب یہ اس طرح سے ہے تو جو اجسام سے متقدم نہ ہو تو ضروری ہے کہ وہ ایک غایت و انتہا تک موجود ہو۔ اس لئے کہ یہ درست نہیں کہ وہ موجود ہو نہ ایسے اول کی طرف جس نے موجود کو اول اور ابتداء کی طرف متقدم نہ کیا ہو۔ اور جب اس طرح ہوگا تو اس نے محدث کو اس میں شریک کرلیا جس میں وہ محدث ہوا اور اس کا ایک غایت تک وجود ہے پس اس وجہ سے ضروری و لازم ہوا وہ اپنے وجود کی غایت و نہایت کی وجہ سے محدث ہو اور اسی طرح اس مسئلہ میں تمہارے تمام سوالات کا جواب ہے۔

پس اگر کہنے والا کہے کہ جب جسم کا محدث ہونا ثابت ہوگیا تو اس کی کیا دلیل ہے کہ اس کا کوئی محدث ہے؟ اس سے کہا جائے گا کہ ہم نے تمام حوادث کو محدث کے ساتھ متعلق و وابستہ پایا ہے۔ اگر وہ یہ کہے کہ تم نے کس وجہ سے کہا کہ تمام محدثات بحیثیت محدث ہونے کے محدث سے وابستہ و متعلق ہیں؟ جواب دیا جائے گا کہ اگر وہ محدث نہ ہوتے تو وہ محدث کے محتاج نہ ہوتے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر وہ بغیر محدث موجود ہوتے یا معدوم ہوتے تو ان کا محدث سے متعلق ہونا درست نہ ہوتا۔ اور جب یہ اس طرح ہے تو ثابت ہوگیا کہ ان کا تعلق محدث کے ساتھ بہ حیثیت محدث ہے تو لازمی طور پر محدث کا حکم ان کا حکم ہے اس بارے میں کہ اس کے لئے کوئی محدث ضروری ہے۔ یہ اہل توحید کے دلائل ہیں جو کتاب اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام کے آثار صحیحہ کے موافق ہیں۔

باب (۴۳) اثبات حدیث ذعلب (ایک شخص کا نام)

(۱) ہم سے احمد بن حسن قطان اور علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن یحییٰ بن ذکریا قطان نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے محمد بن عباس نے بیان کیا، اس نے کہا کہ مجھ سے محمد بن ابی سری نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے احمد بن عبداللہ بن یونس نے اس نے کہا کہ مجھ سے سعد کنانی نے اس نے کہا کہ مجھ سے اصبغ بن نباتہ نے بیان کیا، اس نے کہا کہ جب علی علیہ السلام تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوئے اور لوگوں نے ان کی بیعت کرلی تو آپؑ عمامہ رسولؐ باندھ کر چادر رسولؐ اوڑھ کر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوتے پہن کر اور رسول اکرمؐ کی تلوار کو حمائل کر کے مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ منبر پر قدم جما کر باوقار انداز میں تشریف فرما ہوئے۔ پھر آپؑ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پھنسا کر اپنے شکم کے نچلے حصہ پر رکھا پھر فرمایا کہ لوگو! قبل اس کے کہ تم مجھ کو گم کر دو مجھ سے پوچھ لو۔ یہ علم کا خزانہ ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب ہے، یہ وہ ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو علم سے اچھی طرح بھرا ہے۔ مجھ سے پوچھ لو کیونکہ میرے پاس اولین اور آخرین کا علم ہے خدا کی قسم اگر مسند علم بچھا دی جائے اور میں اس پر بیٹھ جاؤں تو میں اہل توراۃ کو ان کی توریت سے مسائل بتاؤں گا کہ توریت بھی کہے گی کہ علی نے سچ کہا غلط نہیں کہا اور میں تم کو یہ بھی بتاؤں گا کہ میرے بارے میں اللہ نے کیا نازل فرمایا ہے اور اہل انجیل کو ان کی انجیل سے فتویٰ دوں گا یہاں تک کہ انجیل بھی کہے گی کہ علی نے سچ کہا اور اس میں جھوٹ کا شائبہ تک نہیں اور میں تم کو اس بارے میں بھی بتاؤں گا جو اللہ نے میرے بارے میں نازل فرمایا ہے۔ اور میں اہل قرآن کو ان کے قرآن سے مسائل شرعیہ بتاؤں گا یہاں تک کہ قرآن بھی کہے گا کہ علی نے سچ کہا اور غلط بیانی سے کام نہیں لیا اور میں یہ بھی بتاؤں گا کہ اللہ نے میرے بارے میں کیا نازل فرمایا۔ تم سب لوگ دن رات قرآن کی تلاوت کرتے ہو تو کیا تم میں کوئی ایک شخص یہ بھی جانتا ہے کہ اس میں کیا نازل ہوا ہے اور کتاب خدا میں اگر یہ آیت نہیں ہوتی تو میں تم کو بتاتا کہ وہ کس چیز کے بارے میں ہے اور جو ہوگا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔ اور وہ یہ آیت ہے **یمحوالله مایشاء ویثبت وعندہ ام لکتاب** (الاعد - ۳۹) " خدا جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور اس کے پاس اصل کتاب ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا " مجھ سے دریافت کرلو قبل اس کے کہ تم مجھ کو گم کر دو " اس خدا کی قسم کہ جس نے دانہ کو پھاڑا (شگفتہ کیا) اور انسان کو عدم سے وجود میں لایا اگر تم مجھ سے کسی آیت کے متعلق دریافت کرو کہ وہ کس رات میں اور کس دن نازل ہوئی، وہ مکی ہے یا مدنی ہے وہ حالت سفر میں نازل ہوئی یا (حضر) شہر میں نازل ہوئی۔ ناسخ ہے،

منسوخ ہے، محکم ہے، متشابہ ہے اس کی تاویل و تنزیل کیا ہے تو میں تم کو آگاہ کروں گا۔ تو ایک شخص ذعلب نامی کھڑا ہوگیا جو فصیح اللسان اور بلیغ خطبوں والا اور مضبوط دل والا (جری دل کا مالک) تھا۔ وہ کہنے لگا کہ فرزند ابو طالب ایک سخت مرحلہ کی انتہاء پر پہنچ گئے ہیں آج میں ان کو اپنے مسئلہ میں تمہارے سامنے ضرور شرمندہ و خجل کردوں گا۔ پھر کہنے لگا کہ اے امیرالمومنین! کیا آپؑ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ ذعلب تمہارا برا ہو میں وہ شخص نہیں ہوں کہ جو اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور میں نے اس کو نہیں دیکھا ہو۔ وہ کہنے لگا کہ آپؑ نے اس کو کس طرح دیکھا؟ ہمارے لئے اس کو بتایئے۔ آپؑ نے جواب دیا کہ تم پروائے ہو۔ اس کو آنکھوں نے نگاہوں کے مشاہدہ سے نہیں دیکھا مگر ایمان کی حقیقتوں کے ساتھ قلب دیکھ سکتے ہیں۔ ذعلب تم پروائے ہو میرے رب کا وصف بعد ہے، نہ حرکت سے، نہ سکون سے، نہ قیام سے جو بلندی پر کھڑے ہونے سے ہوتا ہے اور نہ آمد و رفت سے بیان کیا جاسکتا ہے۔ وہ لطافت میں ایسا لطیف ہے کہ بذریعہ لطیف اس کا وصف بیان نہیں کیا جاسکتا وہ ایسا عظیم العظمت ہے کہ بڑائی سے اس کی تعریف نہیں کی جاسکتی۔ وہ بزرگی میں اتنا بڑا ہے کہ بزرگی و بلندی سے اس کا وصف بیان نہیں کیا جاسکتا۔ وہ جلالت میں جلیل ہے جس کا وصف عداوت سے نہیں کیا جاسکتا۔ وہ رحمت میں مہربان ہے اس کی تعریف رقت و نرمی سے نہیں کی جاسکتی۔ وہ مومن ہے عبادت کے ذریعہ نہیں وہ مدرک ہے لیکن حواس وآلات کے ذریعہ نہیں، وہ قائل (کہنے والا) ہے مگر لفظ کی مدد سے نہیں، وہ اشیاء میں بغیر داخل ہوئے ہے، ان سے وہ بغیر جدائی کے خارج ہے۔ وہ ہر شے کے اوپر ہے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کوئی شے اس کے اوپر ہے، وہ ہر شے کے آگے ہے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کے آگے کوئی ہے، وہ اشیاء میں داخل نہیں ہے اس طرح جیسے کہ کوئی شے کسی شے میں داخل ہوتی ہے اور وہ اشیاء سے خارج ہے اس طرح جیسے کہ کوئی شے دوسری شے سے خارج ہوتی ہے تو ذعلب پر غشی طاری ہوگئی اور گر پڑا۔ بعد میں کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں نے آج تک اس جواب کی طرح نہیں سنا تھا خدا کی قسم اس جیسے جواب کو دوبارہ نہیں سن سکوں گا۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ قبل اس کے کہ تم مجھ کو گم کردو مجھ سے پوچھ لو (معلوم کرلو) تو اشعث بن قیس نے کھڑے ہو کر کہا کہ امیرالمومنین مجوسی سے کس طرح جزیہ لیا جاتا ہے جبکہ نہ ان پر کتاب نازل ہوئی اور نہ ان کی طرف کوئی نبی بھیجا گیا؟ آپؑ نے فرمایا۔ ہاں۔ اے اشعث! اللہ نے ان پر کتاب بھی نازل کی اور ان کی طرف رسول بھی بھیجا ان کا ایک بادشاہ تھا جس نے ایک رات شراب پی اور نشہ کی حالت میں اپنی بیٹی سے ارتکاب گناہ کیا تو جب صبح ہوئی تو اس کی قوم (رعایا) کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ اس کے دروازہ پر جمع ہوگئی اور کہنے لگی کہ اے بادشاہ تو نے ہمارے دین کو گندہ و نجس کردیا اور اس کو برباد و فنا کردیا۔ باہر نکل کہ ہم تجھ کو پاک کردیں اور تجھ پر حد جاری کردیں۔ بادشاہ نے ان سے کہا کہ تم سب جمع ہوجاؤ اور میری بات سنو اگر اس گناہ کے ارتکاب سے نکلنا ممکن ہو ورنہ تم کو پورا حق ہے سب لوگ جمع ہوگئے تو بادشاہ نے ان سے کہا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ اللہ نے ہمارے باپ آدم اور ہماری ماں حوا کو

بزرگ ترین مخلوق بنایا ہے۔ ان سب نے مجموعی طور پر کہا کہ اے بادشاہ تو نے سچ کہا۔ وہ کہنے لگا کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کی اپنی بیٹیوں سے اور بیٹیوں کی اپنے بیٹوں سے شادی نہیں کی۔ وہ سب کہنے لگے کہ تو نے سچ کہا یہی دین ہے اور اس کے وہ معتقد ہوگئے۔ تو اللہ نے ان کے سینوں سے جو کچھ علم تھا محو کردیا۔ ان سے کتاب اٹھالی وہ تو کافر ہیں جو بغیر حساب کے جہنم میں داخل ہوجائیں گے۔ اور منافقوں کا ان سے بھی زیادہ برا حال ہوگا۔ اشعث کہنے لگا کہ خدا کی قسم اس جیسا جواب میں نے نہیں سنا اور قسم بخدا کبھی دوبارہ نہ سن سکوں گا۔

پھر آپؑ نے فرمایا مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ تم مجھ کو گم کردو۔ تو مسجد کے آخری سرے سے ایک شخص لاٹھی ٹیکتا ہوا اٹھا اور لوگوں کو روندتا ہوا آپؑ کے قریب آکر کہنے لگا کہ امیرالمومنینؑ آپ مجھ کو ایسا عمل بتایئے کہ جب میں اس کام کو کروں تو اللہ مجھ کو جہنم کی آگ سے بچالے۔ آپؑ نے اس سے کہا اے شخص سنو اور سمجھ لو پھر اس پر پختہ یقین رکھو کہ دنیا تین آدمیوں کی وجہ سے قائم ہے، ایک بافہم عالم ہے جو اپنے علم کو استعمال کرتا ہے، دوسرے اس مالدار سے جو دینداروں پر اپنا مال خرچ کرنے سے بخل نہیں کرتا ہے اور تیسرے صابر فقیر سے۔ پس جب عالم اپنے علم کو چھپائے، مالدار بخل کرے اور فقیر صبر نہ کرے تو ان کے لئے تباہی وہلاکت ہے۔ اور عارف باللہ جان لیتے ہیں کہ زمانہ اپنے ابتداء کی طرف لوٹ گیا یعنی ایمان کے بعد کفر کی طرف۔ اے سوال کرنے والے تم کثرت مساجد اقوام کی جماعت سے ہرگز دھوکہ نہ کھانا، ان کے جسم مجتمع ہیں اور ان کے قلوب متفرق ہیں۔ اے سائل! لوگ تین طرح کے ہیں۔ زاہد، راغب اور صابر۔ لیکن زاہد کو جو چیز دنیا دیتی ہے وہ اس پر خوش نہیں ہوتا اور اس شے پر غمگین و حزین نہیں ہوتا ہے جو اس سے گم ہوجائے (ہاتھ سے نکل جائے) لیکن صابر وہ اپنے دل سے دنیا کی تمنا کرتا ہے اگر وہ اس سے کچھ پالیتا ہے وہ خود اپنے نفس کو اس سے ہٹالیتا ہے اس وجہ سے کہ وہ اس کے برے انجام کو جانتا ہے۔ لیکن راغب وہ ہے جس کو حلال وحرام سے غرض نہیں ہوتی۔ سائل نے انؑ سے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین اس زمانہ میں مومن کی پہچان کیا ہے؟ آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ مومن وہ ہے کہ جو حق اللہ نے اس پر واجب قرار دیا ہے، وہ اس پر نظر رکھتا ہے۔ پھر وہ اس سے تولا برتتا ہے اور جب اس کے مخالف پر نظر پڑتی ہے تو اس سے اظہار برات کرتا ہے اگرچہ وہ سب ایک دوسرے کے قریب ہوں۔ وہ سائل کہنے لگا کہ اے امیرالمومنینؑ خدا کی قسم آپ نے سچ فرمایا پھر وہ آدمی غائب ہوگیا اس کے بعد ہم نے اس کو نہیں دیکھا، لوگوں نے اس کو تلاش کیا لیکن وہ نہ ملا تو حضرت علی علیہ السلام مسکرائے پھر فرمایا کہ تم کو کیا ہوگیا یہ میرے بھائی خضر علیہ السلام تھے۔

آپؑ نے پھر فرمایا کہ مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ تم مجھ کو گم کردو۔ تو پھر کوئی شخص کھڑا نہیں ہوا۔ اس کے بعد آپؑ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء فرمائی اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا۔ پھر آپؑ نے حسن علیہ السلام سے فرمایا کھڑے ہوجاؤ اور منبر پر جاؤ اور ایسا کلام کرو کہ میرے بعد قریش تم سے ناواقف نہ رہیں اور یہ نہ کہیں

کہ حسنؑ ابن علی کچھ بھی اچھا نہیں کرتا۔ حسن علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے پدر گرامی میں کس طرح منبر پر پہنچ کر کلام کروں جبکہ آپؑ لوگوں میں مجھے سن رہے ہوں اور دیکھ رہے ہوں۔ آپؑ نے انؑ سے فرمایا میرے ماں باپ قربان۔ میں تم سے خود کو پوشیدہ کرلوں گا اور میں تم کو سنوں گا اور دیکھوں گا اور تم مجھ کو نہیں دیکھ پاؤ گے۔ تو حسن علیہ السلام نے منبر پر پہنچ کر اللہ کی بلیغ حمد فرمائی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مختصر مگر جامع درود بھیجا پھر فرمایا کہ لوگو! میں نے اپنے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ وہ فرماتے تھے میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں اور کوئی شخص شہر میں اس کے دروازہ ہی سے داخل ہوسکتا ہے۔ پھر آپؑ منبر سے اتر آئے تو حضرت علیؑ نے جلدی سے آگے بڑھ کر انہیںؑ اٹھالیا اور سینے سے لگالیا۔ پھر انہوںؑ نے حسین علیہ السلام سے فرمایا بیٹا تم منبر پر جاؤ اور ایسا کلام کرو کہ میرے بعد قریش تم سے ناواقف نہ رہیں اور یہ نہ کہیں کہ حسینؑ بن علیؑ کچھ نہیں جانتا۔ اور تمہارا کلام تمہارے بھائی کے تسلسل میں ہو۔ اس کے بعد حسین علیہ السلام نے منبر پر حمد و ثناء الہیٰ بیان فرمائی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مختصر و کامل درود بھیجا پھر فرمایا لوگو! میں نے اپنے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ علیؑ ہدایت کا شہر ہیں جو اس کے اندر آگیا وہ نجات پاگیا۔ اور جو شہر ہدایت سے پیچھے رہا وہ ہلاک ہوگیا۔ تو آپؑ نے آگے بڑھ کر انؑ کو سینے سے لگایا اور پیار کیا پھر فرمایا لوگو! گواہ رہنا کہ یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہیں اور یہ ان کی وہ امانت ہے جس کو انہوںؑ نے میرے سپرد کیا اور اس امانت کو میں تمہارے سپرد کررہا ہوں۔ لوگو! رسول اللہؐ ان دونوں کے بارے میں تم سے سوال کریں گے

(۲) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے محمد بن اسمٰعیل برکی نے بیان کیا، اس نے کہا کہ مجھ سے حسین بن حسن نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن داہر نے بیان کیا، اس نے کہا کہ مجھ سے حسین بن یحییٰ کوفی نے بیان کیا، اس نے کہا کہ مجھ سے قثم بن قتادہ نے بیان کیا، اس نے عبداللہ بن یونس سے، اس نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا، انہوںؑ نے فرمایا کہ امیرالمومنین علیہ السلام کے منبر کوفہ سے خطبہ کے درمیان ایک شخص کھڑا ہوگیا جس کو ذعلب کہتے تھے جو انتہائی فصیح و بلیغ اور جری دل کا مالک تھا۔ اس نے کہا امیرالمومنینؑ! کیا آپؑ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپؑ نے جواب دیا کہ ذعلب تمہارا برا ہو، میں اس رب کی عبادت نہیں کرتا ہوں جس کو میں نے نہیں دیکھا ہو۔ وہ کہنے لگا کہ امیرالمومنینؑ! آپؑ نے اس کو کس طرح دیکھ لیا؟ آپؑ نے جواب دیا کہ ذعلب تم پر وائے ہو۔ اس کو آنکھ نے نگاہوں کے مشاہدہ سے نہیں دیکھا بلکہ دلوں نے ایمان کی حقیقتوں کے ساتھ دیکھا ہے، اے ذعلب تم پر وائے ہو۔ میرا رب انتہائی لطیف ہے جس کا وصف لطف کے ذریعہ نہیں کیا جاسکتا، وہ بے انتہا عظمت والا ہے اس کی تعریف عظمتوں کے ذریعہ نہیں کی جاسکتی ہے۔ وہ تمام بزرگوں کا بزرگ ہے جس کا وصف بڑائی سے بیان

نہیں ہوسکتا ۔ وہ جلالت میں جلیل ہے جس کو ظلم و عداوت سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا، وہ ہر شے سے پہلے ہے ۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کوئی شے اس سے پہلے ہے اور وہ ہر شے کے بعد ہے پھر بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کوئی شے اس کے بعد ہے وہ چیزوں کا چاہنے والا ہے بغیر تلاش و فکر کے ۔ وہ چیزوں کا پانے والا ہے بغیر کسی مکر وفریب کے ۔ وہ تمام اشیاء میں بغیر ان سے ملے ہوئے موجود ہے ۔ اور نہ وہ فاصلہ کی وجہ سے ان سے جدا ہے وہ ظاہر ہے جسمانی اسباب کی تاویل کے بغیر ۔ وہ جلوہ فگن ہے بغیر رویت کے تعارف کرانے کے ۔ وہ قریب ہے بغیر کسی نزدیکی کے ۔ وہ موجود ہے عدم کے بعد نہیں ۔ وہ فاعل ہے کسی اضطرار (تردد و شک) کے بغیر ۔ وہ مقدر (اشیاء کو پیدا کرنے سے پہلے تحدید کرنے والا) ہے بغیر حرکت کے ۔ وہ مرید ہے قصد و ارادہ کے ساتھ نہیں ۔ وہ بغیر آلہ کے سننے والا ہے وہ بغیر کسی ذریعہ کے بصیر ہے ۔ جگہیں اس کو گھیر نہیں سکتیں اور نہ اوقات اس کا ساتھ دے سکتے ہیں ۔ اور نہ صفات اس کو محدود کر سکتی ہیں ۔ اور نہ اس کو مدت احاطہ نہیں کر سکتی اس کا وجود اوقات (زمانہ) سے پہلے ہے اور اس کا وجود عدم سے قبل ہے ، اور اس کا ازل سے ہونا ابتداء سے آگے ہے ۔ حواس و ادراک کے شعور کے ذریعے جان لیا گیا کہ اس کے لئے اس کے پہچاننے میں کوئی چیز آلہ کار نہیں ۔ اور جواہر کے شمار سے معلوم ہوا کہ اس کا کوئی جوہر نہیں ہے ۔ اشیاء کے درمیان باہمی ضد سے معلوم ہوا کہ اس کی کوئی ضد نہیں اور اشیاء میں مقارنت و اتصال کے ذریعہ پتہ چلتا ہے کہ کوئی اس کا قرین و ساتھی نہیں ۔ اس نے نور کو ظلمت کی ضد اور وضاحت کو ابہام کی ضد بنایا اور خشکی و سختی کو تری اور ٹھنڈک کو گرمی کی ضد بنایا وہ ان اشیاء کی باہم مخالف و دشمن چیزوں کو ملانے والا ہے ۔ ان کی قریبی اشیاء کو ایک دوسرے سے الگ اور جدا کرنے والا ہے ۔ جو اس کی تفریق سے اس کے مفرق پر دلالت کرتی ہے اور اس کی تالیف سے ان کے مؤلف پر رہنمائی کرتی ہے ۔ اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے **ومن کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تذکرون** (الذاریات ۔ ۴۹) " اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ۔" پس ان کے ذریعہ قبل و بعد میں تفریق پیدا کی تاکہ سمجھ لیا جائے کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد کوئی نہیں ہے ۔ ان کی طبیعت و فطرت سے گواہی دے رہا ہے کہ اس کے مغرز (فطرت و عادت بنانے والے یا مقرر کرنے والے) کے لئے کوئی طبیعت و فطرت نہیں ۔ ان کے تعین وقت سے یہ بتایا جارہا ہے کہ تعین وقت کرنے والے کے لئے کوئی وقت نہیں ہے ۔ ان کو ایک دوسرے سے پردہ میں رکھا تاکہ جان لیا جائے کہ اس کے اور مخلوق کے درمیان سوائے مخلوق کے کوئی حجاب نہیں ۔ وہ ہمارا رب تھا جبکہ کوئی مربوب نہ تھا اور وہ معبود تھا جب کوئی عبادت گزار نہ تھا، وہ عالم تھا جبکہ کوئی معلوم نہ تھا ۔ وہ سمیع تھا جبکہ کوئی مسموع نہ تھا ۔

پھر آپ نے شعر پڑھے ۔

ولم یزل سیدی بالحمد و معروفا　　　ولم یزل سیدی بالجود موصوفاً

میرا آقا ہمیشہ سے حمد سے معروف رہا اور میرا سردار ازل سے جود وسخاء کے ساتھ موصوف رہا ۔

وکنت اذلیس نور یستضاء به ولاظلام علی الافاق معکوفاً

اور تو اس وقت بھی تھا جبکہ نور روشن بھی نہ تھا اور نہ تاریکی جو آفاق پر چھائی ہوئی تھی۔

و ربنا بخلاف الخلق کلهم وکل ما کان فی الاوهام موصوفاً

اور ہمارا رب تمام مخلوق کے برخلاف تھا اور جو کچھ تھا خیال و وہم میں موصوف تھا۔

فمن یردہ علی التشبیه ممتثلاً یرجع اخاحصر بالعجز مکتوفاً

پس جو شخص تشبیہ پر پیروی کرتے ہوئے اس کو رد کرتا ہے وہ گھیراؤ کرنے والا عجز کے ساتھ کاندھوں کو جھکائے ہوئے واپس پلٹتا ہے۔

وفی المعارج یلقی موج قدرته موجا یعارض طرف الروح مکفوفاً

اور بلندیوں میں وہ اس کی قدرت کی موج کو دیکھتا ہے، ایسی موج جو اس کی روح کی پلکوں کو بند کردیتی ہے۔

فاترک اخا جدل فی الدین منعمقاً قد باشر الشک فیه الرای ما و وفاً

اے دین میں سطحی طور پر جدل کرنے والے اس عادت کو ترک کر کیونکہ اس کے بارے میں شک نے رائے کو ماؤف کردیا ہے۔

واصحب اخاتقة حباً لسیدہ وبالکرامات من ولاہ محفوفاً

اے شریف آدمی اپنے مولا و سردار کی محبت کو اپنالے اور اپنے مولا کی کرامات کا محتاج ہوجا۔

امسی دلیل الهدیٰ فی الارض منتشراً وفی السماء جمیل الحال معروفاً

اور وہ زمین میں ہدایت کی دلیل بن کر پھیل گیا ہے اور آسمانوں میں بہترین حالت کی وجہ سے معروف ہے۔

قثم بن قتادہ نے کہا کہ ذعلب غش کھا کر گر پڑا۔ جب اس کو کچھ افاقہ ہوا تو کہنے لگا کہ میں نے اس طرح کا کلام نہیں سنا تھا اور اب اس کے بارے میں کسی چیز کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ اس روایت میں کچھ الفاظ ایسے ہیں جن کا ذکر رضا (امام علی رضا) علیہ السلام نے اپنے خطبے میں کیا ہے۔ اور ائمہ علیہم السلام کے بارے میں ہمارے قول کی تصدیق ہے کہ انؑ میں سے ہر ایک کا علم ان کے والد بزرگوار سے حاصل ہوا ہے یہاں تک کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متصل ہوا ہے۔

باب (۴۴) سبخت یہودی کی حدیث

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور ابراہیم بن ہاشم نے انہوں نے حسن بن علی سے انہوں نے داؤد بن علی یعقوبی سے انہوں نے، بعض ہمارے اصحاب سے انہوں نے، عبدالعلی آل سام کے غلام سے روایت کی انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا انہوںؑ نے فرمایا کہ سبخت یہودی خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ اے محمدؐ میں تمہارے پاس تمہارے رب کے متعلق دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں اگر آپؐ نے میرے سوال کا جواب دیا تو میں آپؐ کی پیروی کروں گا ورنہ لوٹ جاؤں گا۔ تو آپؐ نے فرمایا تم جو چاہو دریافت کرو۔ وہ کہنے لگا کہ آپؐ کا رب کہاں ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ ہر جگہ ہے اور وہ کسی جگہ کے ایک حصہ میں محدود بھی نہیں ہے۔ وہ کہنے لگا کہ پھر وہ کیسا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ میں اپنے رب کا وصف کس طرح کیفیت کے ساتھ کروں جبکہ کیفیت اللہ کی مخلوق ہے اور اللہ کا وصف اس کی مخلوق کے ذریعہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ وہ کہنے لگا کہ آپؐ کے نبی ہونے کا علم کہاں سے ہوا؟ آپؐ نے فرمایا کہ پتھر، مٹی کے ڈھیلے اور ان کے علاوہ تمام اشیاء واضح عربی میں کلام کرتے ہیں کہ اے شیخ (اے سبخت) کہ وہ بے شک اللہ کے رسول ہیں۔ سبخت کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں نے آج جیسے واضح دن کو کبھی نہیں دیکھا۔ پھر کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔

(۲) ہم سے ابوالحسین محمد بن ابراہیم بن اسحاق فارسی نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے ابو سعید احمد بن محمد بن رمیح نسوی نے بیان کیا، اس نے کہا کہ مجھ سے احمد بن جعفر عقیلی نے قہستان میں بیان کیا، اس نے کہا کہ مجھ سے احمد بن علی بلخی نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے ابوجعفر محمد بن علی خزاعی نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن جعفر ازھری نے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے والد محمد بن علی سے، انہوں نے اپنے والد علی بن حسینؑ سے، انہوں نے اپنے والد حسین (بن علی ابن ابی طالب) علیہم السلام سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ امیرالمومنین علی بن ابو طالب علیہ السلام نے اپنے کسی ایک خطبہ میں فرمایا کہ وہ کون شخص ہے جو سبخت الفارسی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گفتگو کے درمیان موجود تھا؟ سب لوگوں نے کہا کہ ہم میں سے کوئی شخص موجود نہ تھا تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس گفتگو کے درمیان رسول اللہؐ کے ساتھ موجود تھا کہ سبخت آیا جو شاہان فارس میں سے تھا اور انتہائی فصیح شخص تھا۔ وہ کہنے لگا کہ اے محمدؐ تم کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہو؟ آپؐ نے فرمایا کہ **لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ** اور محمد اس کے بندہ اور رسول کی گواہی کی طرف بلاتا ہوں سبخت کہنے لگا کہ محمد! اللہ کہاں ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ اپنی آیات (نشانیوں) کے ساتھ ہر مکان (جگہ) موجود

ہے ، اس نے کہا کہ وہ کیسا ہے ؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ اس کے لئے نہ کیف ہے نہ این (کیفیت و جگہ) ہے اس لئے کہ اللہ عزوجل نے کیف کو کیفیت بخشی اور این کو این بنایا ۔ وہ کہنے لگا کہ پھر وہ کہاں سے آیا ؟ آپؑ نے فرمایا کہ اس کے لئے " جاء " (آیا) نہیں کہا جاسکتا بلکہ " جاء " ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرنے والے کے لئے کہا جاتا ہے اور ہمارے رب کو کسی مکان سے اور نہ زوال سے موصوف نہیں کیا جاسکتا ہے بلکہ وہ بغیر مکان کے ہمیشہ سے ہے اور لایزال ہے ۔ تو وہ کہنے لگا کہ اے محمدؐ آپ ہمارے رب کی بلاکیف عظیم ہونے سے توصیف کرتے ہیں تو پھر مجھ کو کس طرح علم ہو کہ اس نے آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا ہے ؟ اس دن ہمارے موجودگی میں ، پتھر ، مٹی ، پہاڑ ، درخت اور حیوان نہیں بچا تھا جس نے اپنی جگہ سے یہ نہ کہا ہو کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں ۔ اور میں نے بھی کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اس کے عبد اور رسول ہیں ۔ تو وہ کہنے لگا کہ اے محمدؐ یہ کون ہیں ؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ میرے بہترین اہل میں سے ہیں اور تمام مخلوق میں مجھ سے قریب تر ہیں ۔ ان کا گوشت میرے گوشت کا حصہ ہے ، ان کا خون میرے خون کا جزء ہے ، ان کی روح میری روح سے ہے اور یہ میری زندگی میں میرے وزیر ہیں اور میری وفات کے بعد میرے خلیفہ ہیں جس طرح کہ ہارونؑ موسیٰؑ کے لئے تھے ۔ مگر یہ کہ وہ میرے بعد نبی نہیں ہوں گے ۔ تو تم اس کی بات کو غور سے سننا اور اطاعت کرنا کیونکہ یہ حق پر ہیں ، پھر اس (یہودی) کا نام عبداللہ رکھا ۔

باب (۴۵) سبحان اللہ کے معنی

(۱) ہم سے عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب سجزی نے نیشاپور میں بیان کیا ، اس نے کہا کہ ہم کو ابوالحسن احمد بن محمد بن عبداللہ بن حمزہ شعرانی عماری عمار بن یاسر رحمہ اللہ کے بیٹے کے ذریعہ خبردی ، اس نے کہا کہ ہم سے ابو محمد عبداللہ بن یحییٰ بن عبدالباقی اذنی نے اذنہ میں بیان کیا ، اس نے کہا کہ ہم سے علی بن حسن معانی نے بیان کیا ، اس نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن یزید نے ، اس نے یحییٰ بن عقبہ بن ابوالعیزار سے ، اس نے کہا کہ ہم سے محمد بن حجار نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے یزید بن اصم نے بیان کیا ، اس نے کہا کہ ، ایک آدمی نے عمر بن خطاب سے سوال کیا کہ اے امیرالمومنین سبحان اللہ کی کیا تفسیر ہے ؟ انہوں نے کہا کہ اس باغ (یادیوار) میں ایک شخص ہے کہ جب اس سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ بتاتا اور آگاہ کرتا ہے اور جب وہ خاموش ہوجاتا ہے تو وہ ابتداء کرتا ہے ۔ پھر وہ شخص داخل ہوا تو وہ علی بن ابی طالب علیہ السلام تھے ۔ تو وہ کہنے لگا کہ ابوالحسنؑ سبحان اللہ کی کیا تفسیر ہے ؟ آپؑ نے فرمایا کہ وہ اللہ عزوجل کے جلال کی تعظیم اور ہر مشرک کے قول سے پاکی ہے ۔ جب کوئی بندہ اس کو کہتا ہے تو ہر فرشتہ اس پر درود بھیجتا ہے ۔

(۲) میرے والد رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم نے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے یونس بن عبدالرحمن سے ہشام بن حکم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے **سبحان اللہ** کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ اللہ عزوجل کو مخلوق کی مشابہت سے منزہ سمجھنا ہے۔

(۳) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن حسین سعد آبادی نے ان سے احمد بن ابی عبداللہ البرقی، عبدالعظیم بن عبداللہ الحسنی علی بن اسباط، سلیمان مولیٰ طربال، ہشام جوالیقی سے بیان کیا، اس نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے قول **سبحان اللہ** کے متعلق دریافت کیا کہ اس سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ اس کی ذات کو منزہ سمجھنا ہے۔

باب (۴۶) اللہ اکبر کے معنی

(۱) ہم سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے انہوں نے سہل بن زیاد آدمی سے، اس نے ابن محبوب سے، اس نے اس شخص سے جس نے اس سے بیان کیا اس نے کہا کہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا، اس نے کہا کہ ایک آدمی نے ان کے سامنے **اللہ اکبر** کہا تو آپؑ نے فرمایا کہ **اللہ اکبر** اللہ کس چیز سے بڑا ہے؟ تو اس نے کہا کہ ہر ایک شے ے۔ تو ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا تونے اس کو محدود کردیا۔ اس آدمی نے کہا کہ میں کس طرح کہوں؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ بڑا ہے اس سے کہ اس کا وصف بیان کیا جائے۔

(۲) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے بیان کیا، اس نے اپنے والد سے اس نے مروک بن عبید سے، اس نے جمیع بن عمرو سے بیان کیا، اس نے کہا کہ مجھ سے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ کون سی چیز اللہ سے بڑی ہے؟ میں نے جواب دیا کہ اللہ تمام اشیاء سے بڑا ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ کوئی شے درست ہو پھر وہ اس سے بڑی ہو؟ تو میں نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ سب سے زیادہ بڑا ہے اس سے کہ اس کا وصف بیان کیا جائے۔

باب (۴۷) اول اور آخر کے معنی

(۱) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے اذینہ سے، انہوں نے محمد بن حکیم سے، انہوں نے میمون البان سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے سنا کہ ان سے اللہ تعالیٰ کے قول **ھو الاول و الاخر** کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ وہ اول ہے کہ اس سے پہلے کوئی اول نہیں ہے اور نہ کوئی ابتداء ہے جو اس سے آگے ہو۔ اور وہ آخر ہے لیکن بغیر انتہا کے جس طرح کہ صفت مخلوق میں سمجھا جاتا ہے۔ لیکن وہ قدیم ہے اول ہے آخر ہے لم یزل اور لایزال (بغیر ابتداء و انتہا کے) ہے۔ اس پر حدوث واقع نہیں ہوتا اور وہ ایک حال سے دوسرے حال میں تبدیل نہیں ہوتا، وہ ہر شے کا خالق ہے۔

(۲) ہم سے حسین بن احمد بن ادریس رحمہ اللہ نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا، انہوں نے محمد بن عبدالجبار سے، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے، انہوں نے فضیل بن عثمان سے، انہوں نے ابن ابی یعفور سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اللہ عزوجل کے اس ارشاد " **ھو الاول والاخر** کا کیا مطلب ہے، میں نے یہ بھی کہا کہ اول کو تو ہم پہچانتے ہیں لیکن آخر کی تفسیر آپؑ ہمارے لئے بیان فرمایئے۔ آپؑ نے فرمایا کہ وہ شے نہیں ہے کہ جس کی ابتداء ہوتی ہے یا تغیر ہوتا ہے یا جس میں حالت کی تبدیلی و انتقال و زوال ہوتا ہے یا ایک رنگ سے دوسرے رنگ میں اور ایک ہیئت سے دوسری ہیئت میں اور ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف، زیادتی سے نقصان کی طرف تبدیل ہوجاتی ہے۔ مگر یہ کہ وہ عالمین کا رب ہے۔ وہ **لم یزل و لایزال واحد** ہے۔ وہ ہر شے سے پہلے اول ہے اور وہی آخر ہے جبکہ کچھ باقی نہ رہے گا۔ اس پر صفات و اسماء کا اختلاف نہیں ہوتا جس طرح کہ اس کے غیر پر ہوتا ہے جیسے اس انسان کی طرح کہ کبھی وہ مٹی ہوتا ہے، کبھی گوشت، کبھی خون اور کبھی شکستہ اور بوسیدہ (ریزہ ریزہ) ہوجاتا ہے اور کھجور کی مثل جو کبھی کچی ہوتی ہے، کبھی گدرا جاتی ہے، کبھی پک جاتی ہے اور کبھی خشک ہو کر چھوارہ بن جاتی ہے تو اس پر اسماء صفات بدلتے رہتے ہیں اور اللہ عزوجل اس کے بالکل برخلاف ہے۔

باب (۴۸) اللہ عزوجل کے قول " الرحمن علی العرش استویٰ " کے معنی

(۱) ہم سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے سہل بن زیاد آدمی سے بیان کیا، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے محمد بن مارد سے بیان کیا کہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے قول " **الرحمن علی العرش استوی** " وہ رحمن ہے جو عرش پر آمادہ و مستعد ہے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ وہ ہر شے سے برتر ہے تو وہ نہ کوئی شے ہے جو دوسری چیز سے اس سے قریب تر ہو۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے محمد بن حسین سے بیان کیا، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے، انہوں نے عبدالرحمن بن حجاج سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے قول **الرحمن علی العرش استویٰ** کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ وہ ہر شے کے مساوی نہیں ہے اور کوئی شے اس سے قریب تر نہیں ہے۔ اور کوئی بعید شے اس سے دور نہیں اور نہ کوئی قریب اس سے نزدیک ہے وہ ہر شے پر غالب ہے۔

(۳) ہم سے ابوالحسین محمد بن ابراہیم بن اسحاق فارسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد ابو سعید نسوی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو نصر احمد بن محمد بن عبداللہ صغدی سے مرو (بخارہ اور سمرقند کے درمیان کا ایک شہر) میں بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یعقوب بن حکم عسکری اور اس کے بھائی معاذ بن یعقوب نے بیان کیا، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن سنان حنظلی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن عاصم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرحمن بن قیس نے ابو ہاشم رمانی سے بیان کیا، انہوں نے زاذان سے، انہوں نے سلمان فارسی سے ایک طویل حدیث میں جس میں بعد وفات رسولؐ مدینہ میں جاثلیق کے ساتھ ایک سو عیسائیوں کے آنے کا تذکرہ ہے اور اس کا چند مسائل کو ابو بکرؓ سے دریافت کرنا اور ان کا جواب نہ دینا پھر امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالبؑ کی جانب اس کی رہنمائی کی گئی تو اس نے ان مسائل کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے ان کے جوابات مرحمت فرمائے۔ اس میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ آپ مجھے رب کے متعلق بتایئے کہ وہ کہاں ہے اور وہ کہاں تھا؟ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ رب کا وصف کسی جگہ سے نہیں کیا جاسکتا وہ جس طرح ہو اور جیسا بھی ہو وہ کسی مکان و جگہ میں نہیں ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ تک زائل نہیں ہوتا اور نہ کوئی جگہ اس کا احاطہ کرتی ہے بلکہ وہ ہمیشہ بغیر حد و کیف کے ہے وہ کہنے لگا کہ آپؑ نے بجا فرمایا۔ پھر مجھے یہ بھی بتایئے کہ کیا رب دنیا میں ہے یا آخرت میں؟ علی علیہ

السلام نے فرمایا کہ ہمارا رب ہمیشہ سے دنیا سے پہلے ہے اور ہمیشہ ابد تک رہے گا۔ وہ دنیا کا مدبر اور آخرت کا عالم ہے لیکن دنیا و آخرت اس کا احاطہ نہیں کرسکتے لیکن دنیا و آخرت میں جو کچھ ہے اس کا اس کو علم ہے۔ جاثلیق نے کہا کہ آپؑ نے درست فرمایا اللہ آپؑ پر رحمت فرمائے۔ پھر کہنے لگا کہ آپؑ اپنے رب کے متعلق بتایئے کہ کیا وہ بوجھ اٹھاتا ہے یا اٹھایا جاتا ہے؟ تو علی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارا رب بوجھ اٹھاتا ہے، اٹھایا نہیں جاتا۔ وہ نصرانی کہنے لگا کہ یہ کس طرح ہوتا ہے؟ حالانکہ ہم انجیل میں دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے عرش کو اس دن آٹھ مرتبہ اٹھائے گا، حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ملائکہ عرش کو اٹھاتے ہیں اور جیسا کہ تمہارا گمان ہے عرش تخت کی طرح نہیں ہے اور وہ ایک محدود شے ہے۔ جو مخلوق ہے، تدبیر کردہ ہے اور تمہارا رب عزوجل اس کا مالک ہے نہ کہ اس طرح جیسے کہ ایک شے دوسری شے پر ہوتی ہے، اس نے ملائکہ کو اس کے اٹھانے کا حکم دیا ہے تو وہ عرش کو اٹھاتے ہیں جو اس نے ان کو اس پر قادر بنایا ہے نصرانی کہنے لگا کہ آپؑ نے سچ کہا اللہ آپؑ پر رحمت فرمائے۔ حدیث طویل ہے ہم نے اپنی ضرورت کے مطابق اس میں سے کچھ حصہ لے لیا ہے اور میں نے اس کو کتاب نبوت کے آخر میں مکمل طور پر بیان کیا ہے۔

(۴) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے سہل بن زیاد سے بیان کیا، انہوں نے حسن بن موسیٰ خشاب سے، انہوں نے چند لوگوں سے جنہوں نے اس کو ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کی طرف مرفوع کیا کہ انؑ سے **الرحمن علی العرش استویٰ** کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ وہ ہر شے سے مساوی ہے لیکن وہ کوئی شے نہیں ہے جو دوسری شے سے اس کی طرف قریب تر ہو۔

(۵) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن حسن بن ابان نے حسین بن سعید سے بیان کیا، انہوں نے نصر بن سوید سے، انہوں نے عاصم بن حمید سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا کہ جس شخص نے یہ خیال کیا کہ اللہ عزوجل کسی شے سے یا کسی شے میں یا کسی شے کے اوپر ہے تو اس نے کفر کیا۔ میں نے عرض کیا کہ آپؑ میرے لئے تشریح فرمایئے۔ آپؑ نے فرمایا کہ میری مراد کسی شے کا اس کے لئے امداد (قبضہ) کرنا ہے یا اس کے لئے روکنا ہے یا کسی چیز کا اس سے سبقت کرنا ہے۔

(۶) اور دوسری روایت میں فرمایا کہ جس نے خیال کیا کہ اللہ کسی چیز سے ہے تو اس نے اس کو محدث (نوپید) قرار دیا۔ اور جس نے یہ خیال کیا کہ وہ کسی شے میں ہے تو اس نے اس کو محصور (گھیرا ہوا) ٹھہرایا اور جس شخص نے یہ گمان کیا کہ وہ کسی شے پر ہے تو اس نے اس پر محمول (اٹھایا ہوا) ہونے کا حکم لگایا۔

(۷) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن جعفر نے احمد بن

محمد سے بیان کیا، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے مقاتل بن سلیمان نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے جعفر بن محمد (امام جعفر صادق) علیہما السلام سے اللہ کے قول "**الرحمن علی العرش استویٰ**" کے بارے میں دریافت کیا" تو آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ وہ ہر شے سے مساوی ہے لیکن وہ شے نہیں ہے جو دوسری شے سے اس کی طرف قریب تر ہو۔

(۸) اور ان ہی اسناد کے ساتھ حسن بن محبوب اور حماد سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ اس نے دروغ بیانی سے کام لیا جس نے یہ خیال کیا کہ اللہ عزوجل کسی شے سے یا کسی شے میں یا کسی شے پر ہے۔

(۹) ہم سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے اپنے چچا محمد بن ابوالقاسم سے بیان کیا، انہوں نے احمد بن ابوعبداللہ سے انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے مفضل بن عمر سے، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا کہ جس نے یہ خیال کیا کہ اللہ عزوجل کسی چیز سے یا کسی چیز میں یا کسی چیز پر ہے تو اس نے شرک کیا۔ پھر فرمایا کہ جس نے یہ گمان کیا کہ اللہ کسی شے سے ہے تو اس نے اس کو محدث (نوپید) ٹھہرایا۔ اور جس نے یہ خیال کیا کہ وہ کسی شے میں ہے تو اس نے اس کو محصور سمجھا اور جس نے یہ خیال کیا کہ وہ کسی شے پر ہے تو اس نے اس کو محمول (اٹھایا ہوا) قرار دیا۔

کتاب ہذا کے مصنف فرماتے ہیں کہ دشواری میں مبتلا کرنے والا مسئلہ اللہ عزوجل کے اس قول سے متعلق ہے "**ان ربکم الله الذی خلق السموات والارض فی ستة ایام ثم استویٰ علی العرش یغشی الیل النهار یطلبه حثیثا**" (اعراف۔ ۵۴) یقیناً تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے آسمان و زمین کو چھ دن میں خلق کیا پھر وہ عرش پر غالب ہوا، وہ رات کو دن بناتا ہے جو اس کے پیچھے تیزی کے ساتھ تلاش کرتی پھرتی ہے۔ اور اس دشوار امر کے لئے کوئی حجت نہیں ہے اس لئے کہ اللہ عزوجل نے اپنے اس قول "**ثم استویٰ علی العرش**" سے مراد ہے کہ پھر اس نے عرش کو آسمانوں کے اوپر منتقل کیا اور وہ اس پر غالب و مالک ہے۔ اور اس کے قول "**ثم**" سے مراد یہ ہے کہ وہ عرش کو اس کی سابقہ جگہ سے اٹھاتا ہے اور درستگی کی طرف اس کو منتقل کرتا ہے۔ لیکن "استویٰ" کے یہ معنی بھی درست نہیں کہ وہ غالب ہوگیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا غلبہ ملک و اشیاء پر ہے جو ایک امر حادث نہیں بلکہ وہ ہمیشہ سے ہر شے کا مالک اور ہر شے پر غالب ہے۔ اور اللہ عزوجل نے "استویٰ" کو اپنے قول "ثم" کے بعد استعمال کیا ہے اور اس سے مجازی طور پر رفع (بلند کرنا) مراد لیا ہے اور وہ اس کے اس قول کی طرح ہے "**ولنبلونکم حتیٰ نعلم المجھدین منکم والصابرین**" (محمد ۳۱) " اور ہم تم کو ضرور ضرور آزمائیں گے تاکہ تم میں سے مجاہدین اور صابرین کو جان لیں۔" تو یہاں بھی "نعلم" کا ذکر "حتیٰ" کے بعد کیا ہے اور اس سے مراد خداوندی یہ ہے کہ تاکہ

مجاہدین جہاد کریں اور ہمیں اس کا علم ہے ۔ اس لئے کہ حتیٰ فعل حادث پر واقع ہوتا ہے اور اللہ عزوجل کا علم اشیاء حادث نہیں ہوتا ۔ اور اسی طرح قول الہٰی " **استویٰ علی العرش** " ہے جو " ثم " کے بعد ہے اور اس سے یہ مراد ہے کہ پھر اس نے اپنے غلبہ کی وجہ سے عرش کو بلند کیا اور اس سے مراد عرش نشینی اور اعتدال بدن نہیں ہے کیونکہ اللہ کے لئے جسم اور بدن والا ہونا درست نہیں ۔ اللہ تعالیٰ اس سے کہیں برتر و بالا ہے ۔

باب (۴۹) اللہ عزوجل کے قول "وکان عرشہ علی الماء" کے معنی

(۱) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے محمد بن اسمعیل برکی سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جذعان بن نصر ابو نصر کندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے سہل بن زیاد آدمی نے حسن بن محبوب سے بیان کیا، انہوں نے عبدالرحمن بن کثیر سے، انہوں نے داؤد رقی سے ، اس نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اللہ کے قول " **وکان عرشہ علی الماء** " (ھود ۔ ۷) کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اس کے بارے میں لوگوں کا کیا خیال ہے ؟ میں نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ عرش پانی پر ہے اور رب اس کے اوپر ہے ۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ انہوں نے غلط بیانی کی ۔ جس نے یہ خیال کیا اس نے اللہ کو محمول (اٹھایا ہوا) بنادیا اور اس کا وصف مخلوقین کی صفت سے کیا اور اس کے لئے لازم قرار دیا کہ وہ شے جو اس کو اٹھا رہی ہے وہ اس سے قوی تر ہے ۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپؑ پر قربان ہوجاؤں آپ میرے لئے وضاحت فرمایئے تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اپنے علم اور دین کو پانی پر اٹھایا قبل اس کے کہ زمین و آسمان یا جن وانس یا شمس و قمر ہوتے ۔ پھر جب اس مخلوق کو خلق کرنے کا ارادہ کیا تو ان کو اپنے سامنے پھیلا دیا پھر ان سے کہا کہ تمہارا رب کون ہے ؟ تو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، امیرالمومنین علیہ السلام اور ائمہ صلوات اللہ علیہم نے عرض کیا کہ تو ہمارا رب ہے ۔ اللہ نے ان سے بار علم و دین اٹھوایا پھر ملائکہ سے کہا کہ یہ میرے علم اور دین کے بار کو اٹھانے والے ہیں اور میری مخلوق میں میرے امانت دار ہیں اور یہی سوال و جواب کے دینے والے ہیں ۔ پھر نبی آدم سے کہا گیا کہ تم اللہ کی ربوبیت اور ان حضرات کی اطاعت کا اقرار کرو ، انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب ہم نے اقرار کیا ۔ پھر ملائکہ سے کہا کہ تم شہادت دو ۔ ملائکہ نے عرض کیا کہ ہم گواہ ہیں اس پر کہ وہ یہ نہیں کہیں گے کہ ہم اس سے غافل تھے یا یہ کہیں گے کہ پہلے ہمارے آباؤ اجداد نے شرک کیا اور ہم تو ان کے بعد کی نسل میں سے ہیں ۔ کیا تو ہمیں ان باطل پرستوں کے فعل کی وجہ سے ہلاک کردے گا ؟ اے داؤد رقی اس یثاق میں ہماری ولایت کی تاکید کی گئی ہے ۔

(۲) ہم سے تمیم بن عبداللہ بن تمیم قرشی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے میرے والد نے احمد بن علی

انصاری سے بیان کیا، انہوں نے ابو الصلت عبدالسلام بن صالح ہروی سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مامون (رشید) نے ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا (امام علت رضا) علیہم السلام سے دریافت کیا کہ اللہ کے اس قول کا مطلب کیا ہے " وھوالذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام وکان عرشہ علی الماء لیبلو کم ایکم احسن عملاً " (ھود - ۷) " اور اسی نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں خلق کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا تاکہ وہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون اچھے کام کرنے والا ہے۔" آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عرش، پانی اور ملائکہ کو قبل خلقت ارض و سما خلق کیا۔ اور ملائکہ اپنی ذات اور عرش و پانی سے اللہ پر استدلال کیا کرتے تھے۔ پھر اس نے عرش کو پانی پر ٹھہرایا تاکہ وہ اس کے ذریعہ ملائکہ پر اپنی قدرت کو ظاہر کرسکے تب انہوں نے جان لیا کہ وہ ہر شے پر قادر ہے۔ پھر اس نے اپنی قدرت سے عرش کو بلند کیا اور اس کو منتقل کیا اور اس کو سات آسمانوں کے اوپر رکھا اور آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔ اور وہ اپنے عرش پر حکمرانی کررہا تھا۔ وہ اس امر پر قادر تھا کہ زمین و آسمان کو پلک جھپکتے ہی خلق کردیتا مگر اللہ عزوجل نے ان کو چھ دن میں خلق کیا تاکہ وہ ملائکہ پر ظاہر کرسکے کہ وہ ایک شے کو دوسری شے کے بعد کیسے پیدا کرتا ہے اور بار بار کے تذکرہ سے ان کے حادث ہونے پر استدلال کرے۔ اللہ نے عرش کو کسی حاجت و ضرورت کی وجہ سے خلق نہیں کیا اس لئے وہ عرش اور تمام خلق کردہ اشیاء سے غنی و بے نیاز ہے، اس کا عرش پر ہونے سے وصف بیان نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ جسم نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے بہت بلند و بالا ہے۔ لیکن اس کا یہ فرمانا " لیبلوکم ایکم احسن عملاً " تو اللہ عزوجل نے مخلوق کو اپنی اطاعت و عبادت کا مکلف بنا کر خلق کیا ہے نہ کہ بر سبیل امتحان و تجربہ۔ کیونکہ وہ ہر شے کا ہمیشہ سے جاننے والا ہے۔ مامون (رشید) کہنے لگا کہ اے ابوالحسنؑ آپؑ نے میری مشکل حل کردی۔ اللہ آپؑ کی مشکل کو دور فرمائے۔

باب (۵۰) عرش اور اس کی صفات

(۱) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن اسماعیل برکی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن حسن نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میرے والد نے حنان بن سدیر سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے عرش و کرسی کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ عرش کی بہت سی مختلف صفات ہیں۔ عرش کے لئے قرآن کے مختلف مقامات کی وجہ سے ایک الگ صفت ہے تو اس کا قول " رب العرش العظیم " کا مطلب ملک عظیم ہے۔ اور اس کے قول " الرحمن علی العرش استویٰ " ہے تو وہ کہہ رہا ہے کہ وہ ملک پر حاوی ہے اور یہی اشیاء میں واقع ہونے والے حالات واحوال کا ملک ہے۔ پھر یہ کہ عرش متصل

ہونے میں کرسی سے بالکل بے نظیر و یگانہ ہے۔ کیونکہ وہ دونوں غیوب کے دریائے کبیرہ سے ہیں اور وہ دونوں بھی غیب ہیں۔ اور وہ دونوں غیب میں دونوں ساتھ ساتھ ہیں کیونکہ کرسی اس غیب کا وہ ظاہری دروازہ ہے جو مطلع ایجاد و ابتداء ہے اور جس سے تمام اشیاء موجود ہوئیں اور عرش وہ در باطن ہے جس میں حالت و کیفیت، وجود، قدر، حد اور این و مشیت اور صفت ارادت کا علم ہے، اور الفاظ و حرکات اور ترک کا علم ہے اور اختتام اور ابتداء کا علم ہے پس یہ دونوں علم کے قریبی دروازے ہیں کیونکہ ملک عرش ملک کرسی سے سوا ہے اور اس کا علم کرسی کے علم سے زیادہ غیب میں ہے تو اسی وجہ سے کہا " **رب العرش العظیم** " یعنی اس کی صفت کرسی کی صفت سے زیادہ عظیم ہے اور وہ دونوں اس وجہ سے ایک ساتھ ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپؑ کے قربان جاؤں کہ عرش فضل میں کرسی کا ساتھی کس طرح ہوگیا؟ آپؑ نے فرمایا کہ وہ اس کا ہمسایہ اس لئے ہوگیا کہ اس میں کیفیت و احوال کا علم ہے اور اس میں ابواب بداء و مقامات و مواضع ظاہر ہیں اور ان کی اصلاح و درستی کی حد ہے۔ پس یہ دونوں پڑوسی ہیں ان دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی کو بطور صرف کلام اٹھا رکھا ہے اور مثال کے ذریعہ علماء نے کلام میں استعمال کیا ہے اور ان دونوں کے دعوؤں کے سچے ہونے پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کی وجہ سے مخصوص کرتا ہے اور وہ قوی و عزیز ہے۔

صفات عرش کے اختلاف میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا " **رب العرش عما یصفون** " (انبیاء ۔ ۲۲ و الزخرف ۔ ۸۲) " اس کا رب پاک و پاکیزہ ہے اس سے جو وہ کہتے ہیں۔" اور یہ عرش وحدانیت کا وصف ہے اس لئے کہ لوگوں نے شرک کیا جیسا کہ میں نے تم سے کہا۔ اللہ نے (رب العرش کہا، وحدانیت کا پروردگار پاک ہے اس سے جو وہ وصف بیان کرتے ہیں) اور کچھ لوگوں نے اس کے دو ہاتھوں کا ذکر کیا اور کہنے لگے " **یداللہ مغلولۃ** " اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور کسی نے اس کے پیروں کا تذکرہ کیا تو کہنے لگے کہ اس نے اپنا پیر بیت المقدس کی چٹان پر رکھ دیا پھر وہ وہاں سے آسمان کی طرف چلا گیا۔ اور کچھ لوگوں نے اس کی انگلیوں کا تذکرہ کیا ہے اور کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے دل پر اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک محسوس کی ہے۔ پس ان جیسی صفات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا " **رب العرش عما یصفون** " وہ فرماتا ہے کہ وہ مثل اعلیٰ کا رب ہے اس سے جس کے ذریعہ انہوں نے اس کی تمثیل بیان کی ہے۔ اور اللہ کے لئے ایسی مثل اعلیٰ ہے کہ کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں اور نہ اس کی تعریف کی جاسکتی ہے اور نہ وہم و خیال میں آسکتا ہے۔ پس یہی مثل اعلیٰ ہے اور ان لوگوں نے اس کا وصف بیان کیا ہے جن کو اللہ کی طرف سے فوائد علم عطا نہیں ہوئے تو انہوں نے اپنے رب کا وصف معمولی امثال سے بیان کیا اور اس کو مشابہ سے تشبیہ اپنے جہل کی بناء پر دی۔ اسی وجہ سے کہا گیا کہ " **وما اوتیتم من العلم الا قلیلا** " " اور تمہیں علم میں سے بہت قلیل عطا کیا گیا ہے۔ اس کا کوئی شبیہ، مثل اور نظیر نہیں ہے اس کے اسماء حسنیٰ ہیں کہ جو اس کے غیر کے نام نہیں۔ اور یہ وہ نام ہیں جن کا وصف کتاب (قرآن) میں ہے۔ تو اس نے فرمایا " **فادعوہ بھا**

و ذروا الذین یلحدون فی اسمائہ " (الاعراف - ۱۸۰) " تم اس کو ان ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کفر و الحاد کرتے ہیں بغیر علم جہالت سے -" پس جو شخص بغیر علم اس کے اسماء میں الحاد و فرد کرتا ہے وہ شرک کرتا ہے حالانکہ اس کو شرک کا علم نہیں ہوتا اور وہ کفر کرتا ہے اور گمان یہ کرتا ہے کہ وہ نیکی کرتا ہے اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا " **ومایومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون** " (یوسف - ۱۰۶) " اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ مشرک ہیں -" تو یہی وہ لوگ ہیں جو اس کے اسماء میں بغیر علم کے الحاد کرتے ہیں اور ان ناموں کو ان کے مقامات کے خلاف استعمال کرتے ہیں - اے حنان! اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ایسے لوگوں کو اولیاء اور دوست بنایا جائے تو یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو اللہ نے فضیلت عطا فرمائی ہے اور ان کو ایسی چیز سے مخصوص کیا ہے جس سے ان کے غیر کو مخصوص نہیں کیا - تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا تو وہ اللہ کی اجازت سے اللہ کی طرف رہنمائی کرنے والے تھے یہاں تک کہ وہ ہدایت کرنے والے گزرتے رہے اس کے بعد آپؐ کی وصیت دلیل ہادی کی قائم مقام بنی - جس نے امر رب کے بارے میں اس کے علم ظاہر پر رہنمائی - پھر ائمہ راشدین نے ہدایت فرمائی -

باب (۵۱) عرش کو چوکور (مربع) بنایا گیا

(۱) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے علی بن اسمعیل سے بیان کیا، انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے، انہوں نے ابراہیم بن عمر یمانی سے، انہوں نے ابوطفیل سے انہوں نے ابوجعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے، انہوں نے علی بن حسین (امام زین العابدین) علیہما السلام سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ نے عرش کو چوکور بنایا ہے - عرش سے پہلے تین چیزیں، ہوا، قلم اور نور کو پیدا کیا، پھر اس کو مختلف انوار سے خلق کیا، پھر اس نور سے ایک سبز نور ہے جس سے سبزی سرسبز ہوئی اور ایک زرد نور ہے جس سے زردی سنہری بنی - اور ایک سرخ نور ہے جس سے سرخی سرخ ہو گئی - اور ایک سفید نور ہے اور وہی تمام انوار کا نور ہے اور اسی سے دن کی روشنی ہے - پھر اس کے ستر ہزار طبق بنائے - ہر طبق کی موٹائی عرش کے پہلے حصے سے سب سے نچلے حصے تک ہے - ان میں سے کوئی طبق ایسا نہیں جو اپنے پروردگار کی حمد و تقدیس مختلف آوازوں اور غیر مشتبہ زبانوں میں نہ کرتا ہو اور اگر ان کی زبان کو اجازت دی جائے پھر اس کے نیچے جو اشیاء ہیں اس میں سے کچھ سن لیں تو وہ پہاڑوں، شہروں اور قلعوں کو ڈھا دیں اور سمندر پھٹ جائیں اور ان کے علاوہ اشیاء ہلاک ہو جائیں، اس کے آٹھ ارکان ہیں ہر رکن پر ملائکہ ہیں جن کا شمار اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں کر سکتا - وہ فرشتے شب و روز مسلسل تسبیح کرتے ہیں - اور اگر وہ کسی شے کا جو اس کے اوپر ہے احساس کرتے ہیں تو ایک لحظہ (لمحہ) بھی نہیں ٹھہرتے - اس کے اور احساس

کے درمیان جبروت و کبریاء، عظمت، قدس اور رحمت ہے اور اس کے بعد علم ہے اور اس مافوق کے پس پردہ کے لئے کوئی قول و بیان نہیں ہے۔

باب (۵۲) اللہ عزوجل کے قول "وسع کرسیه السموات والارض" کے معنی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے قاسم بن محمد سے بیان کیا، انہوں نے سلیمان بن داؤد منقری سے، انہوں نے حفص بن غیاث سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے ارشاد "**وسع کرسیه السموات والارض**" (البقرہ۔۲۵۵) "اس کی کرسی سب آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔" کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اس سے مراد اس کا علم ہے۔

(۲) میرے والد رضی اللہ نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم نے اپنے والد سے بیان کیا انہوں نے ابن ابو عمیر سے، انہوں نے عبداللہ بن سنان سے، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے ارشاد الہٰی "**وسع کرسیه السموات والارض**" کے بارے میں بیان فرمایا کہ آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان جو کچھ ہے وہ کرسی میں ہے اور عرش وہ علم ہے کہ کوئی شخص اس کی طاقت و قدرت کی قدرت نہیں رکھتا۔

(۳) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یعقوب بن یزید نے حماد بن عیسیٰ سے، انہوں نے ربعی سے، انہوں نے فضیل بن یسار سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد "**وسع کرسیه السموات والارض**" کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اے فضیل آسمان و زمین میں اور تمام اشیاء کرسی میں ہیں۔

(۴) ہم سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار رحمہ اللہ نے اپنے والد سے بیان کیا، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حجال سے، انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے، انہوں نے زرارہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے ارشاد خداوندی "**وسع کرسیه السموات والارض**" کے بارے میں دریافت کیا کہ آسمان و زمین کی کرسی سے زیادہ وسعت ہے یا کرسی کی وسعت آسمان و زمین سے زیادہ ہے تو آپؑ نے فرمایا کہ کرسی آسمان و زمین اور عرش سے وسیع ہے اور ہر ایک شے کرسی میں ہے۔

(۵) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن ابان نے

حسین بن سعید سے بیان کیا، انہوں نے فضالہ سے، انہوں نے عبداللہ بن بکیر سے، انہوں نے زرارہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے ارشاد الٰہی **وسع کرسیه السموات والارض** " کے بارے میں سوال کیا کہ آسمان و زمین کرسی سے وسیع ہیں یا کرسی آسمان و زمین سے زیادہ وسعت رکھتی ہے۔" تو آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ ہر ایک شے کرسی میں ہے۔

باب (۵۳) اللہ عزوجل نے مخلوق کو توحید کی فطرت پر پیدا کیا۔

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے بیان کیا، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے علاء بن فضیل سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا، علاء بن فضیل نے کہا کہ میں نے آنجنابؑ سے اللہ کے قول " **فطرة الله التی فطر الناس علیها** " (سورۃ روم آیت ۳۰) " وہی فطرت اللہ کی جس پر پیدا کیا انسانوں کو " کے بارے میں دریافت کیا، آپؑ نے جواب دیا کہ اس سے مراد توحید ہے۔

(۲) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے ابراہیم بن ہاشم سے بیان کیا، انہوں نے محمد بن ابو عمیر سے، انہوں نے ہشام بن سالم سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے " **فطرة الله التی فطر الناس علیها** " کے متعلق دریافت کیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ وہ توحید ہے۔

(۳) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے یونس بن عبدالرحمن سے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن سنان سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ میں نے آنجنابؑ سے ارشاد خداوند " **فطرة الله التی فطر الناس علیها** " میں اس فطرۃ کے متعلق دریافت کیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ فطرت سے مراد اسلام ہے۔ اللہ نے ان سے یثاق لیتے وقت توحید پر پیدا کیا اور پھر فرمایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں اور اس یثاق میں مومن اور کافر سب ہی تھے۔

(۴) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے ابراہیم بن ہاشم اور یعقوب بن یزید سے بیان کیا، انہوں نے ابن فضال سے، انہوں نے بکیر سے، انہوں نے زرارہ سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اللہ کے فرمان " **فطرة الله التی فطر الناس علیها** " کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ نے ان کو توحید پر پیدا کیا۔

(۵) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے اپنے والد سے بیان کیا، انہوں نے ابن فضال سے، انہوں نے ابو جمیلہ سے، انہوں نے محمد حلبی سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے قول الہیٰ " **فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا** " کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ نے ان کو توحید پر پیدا کیا۔

(۶) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا انہوں نے احمد اور عبداللہ سے جو محمد بن عیسیٰ کے دونوں بیٹے ہیں، بیان کیا، انہوں نے ابن محبوب سے، انہوں نے علی بن رئاب سے، انہوں نے زرارہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے قول " **فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا** " کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ نے سب کو توحید پر پیدا کیا۔

(۷) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے علی بن حسان واسطی سے بیان کیا، انہوں نے حسن بن یونس سے، انہوں نے عبدالرحمن بن کثیر جو امام جعفر صادق علیہ السلام کے غلام تھے سے بیان کیا۔ انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اللہ کے قول " **فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا** " کے بارے میں بیان کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اس سے مراد توحیدؐ محمد رسول اللہؐ اور علی امیرالمومنین ہیں۔

(۸) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا ہم سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے انہوں نے ابن مسکان سے، انہوں نے زرارہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ آپؑ کے ساتھ نیکی کرے اللہ نے قرآن مجید میں " **فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا** " فرمایا ہے تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ نے ان کو میثاق کے وقت اس کی معرفت پر کہ وہ ان کا رب ہے توحید پر پیدا کیا۔ میں نے عرض کیا کہ کیا انہوں نے اس سے خطاب کیا؟ اس نے بیان کیا کہ آپؑ نے غور کرنے کے لئے سر جھکایا پھر فرمایا کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو ان کو اس کا علم نہ ہوتا کہ کون ان کا رب ہے اور نہ وہ اپنے رزق دینے والے کو جانتے۔

(۹) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا ہم سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے ابراہیم بن ہاشم اور محمد بن حسین بن ابو خطاب اور یعقوب بن یزید سے بیان کیا، ان سب نے ابن ابو عمیر سے، انہوں نے ابن اذینہ سے، انہوں نے زرارہ سے، انہوں نے ابو جعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ارشاد الہیٰ " **حنفاء للہ غیر مشرکین بہ** " (الحج ۳۱) " تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کئے بغیر خالص بن کر رہو " کے متعلق اور حنیفیہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ یہ وہ فطرت ہے کہ جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا۔

اللہ کی تخلیق میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ نے ان کو معرفت پر پیدا کیا ، زرارہ نے کہا کہ میں نے اللہ عزوجل کے اس قول کے بارے میں دریافت کیا **واذاخذ ربک من بنی آدم من ظھور ھم ذریتھم و اشھدھم علیٰ انفسھم الست بربکم قالوا بلیٰ شھدنا** (اعراف ۔ ۱۷۲) " اور (اے رسول وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب تمہارے پروردگار نے نبی آدم کی پشتوں سے یہ عہد لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے کہا کہ ہاں ہم نے گواہی دی ۔" آپؑ نے فرمایا کہ پشت آدم سے قیامت تک کی اولاد کو نکالا پھر وہ چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کی طرح نکلے پھر ان کو پہچنوایا اور ان کو اپنی کاریگری دکھائی ۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی اپنے رب کو نہ پہچانتا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے یعنی معرفت پر کہ اللہ عزوجل اس کا خالق ہے اسی لئے اس کا قول ہے " **ولئن سالتھم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ** " (سورہ لقمان ۔ ۲۵، الزمر ۳۸) " اور اگر تم ان سے سوال کرو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے پیدا کیا ۔"

(۴) ہم سے ابو احمد قاسم بن محمد بن احمد سراج ہمدانی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوالقاسم جعفر بن محمد بن ابراہیم سرندیبی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن ہارون الرشید نے حلب میں بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن آدم بن ابوایاس نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابوذئب نے انہوں نے نافع سے ، انہوں نے ابن عمر سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے بچوں کو ان کے رونے پر نہ مارو کیونکہ ان کا رونا چار ماہ **لا الہ الا اللہ** کی گواہی ہے اور چار ماہ نبیؐ اور انؐ کی اولاد پر درود و رحمت ہے اور چار ماہ اپنے والدین کے لئے دعا ہے ۔

باب (۵۴) بداء

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے بیان کیا ، انہوں نے حجال سے ، انہوں نے ابواسحاق ثعلبہ سے ، انہوں نے زرارہ سے ، انہوں نے ابوجعفر (امام محمد باقر) اور ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہما السلام میں سے کسی ایک سے بیان کیا کہ اللہ عزوجل بداء جیسی کسی چیز سے عبارت نہیں کیا گیا ۔

(۲) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے ایوب بن نوح سے بیان کیا ، انہوں نے ابن ابوعمیر سے ، انہوں نے ہشام بن سالم سے ، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ کی تعظیم و توقیر بداء کی طرح نہیں کی گئی ۔

(۳) ہم سے محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم نے اپنے والد سے بیان کیا ، انہوں نے ابن ابی عمیر سے ، انہوں نے ہشام بن سالم سے ، انہوں نے محمد بن مسلم سے ، انہوں نے

ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا تااینکہ اس نے ان سے تین باتوں پر عہد نہیں لے لیا۔ (۱) اقرار عبودیت (۲) نظیر و ہم مثل سے انکار (۳) اور یہ کہ اللہ جس چیز کو چاہے مقدم اور جس کو چاہے مؤخر کرے۔

(۴) اور ان ہی اسناد سے ہشام بن سالم اور حفص بن بختری اور ان دونوں کے علاوہ سے، ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں روایت ہے **یمحوا اللہ مایشاء ویثبت** (الرعد۔ ۳۹) " اللہ جس چیز کو چاہتا ہے محو کردیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ثابت کرتا ہے۔" تو اس نے کہا کہ آپؑ نے فرمایا کہ اور کیا اللہ جو چیز ہے اس کو محو کردیتا ہے اور جو ابھی نہیں ہے کیا اس کو ثابت رکھتا ہے؟

(۵) ہم سے حمزہ بن محمد علوی رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو علی بن ابراہیم بن ہاشم نے اپنے والد سے خبر دی، انہوں نے ابن ابو عمیر سے، انہوں نے مرازم بن حکیم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا کہ کسی نبی نے کبھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا جب تک کہ اس نے اللہ کے لئے پانچ باتوں کا اقرار نہیں کرلیا۔ بداء، مشیت، سجود، عبودیت، اور اطاعت کا۔

(۶) ہم سے حمزہ بن محمد علوی رحمہ اللہ نے علی بن ابراہیم بن ہاشم سے بیان کیا، انہوں نے ریان بن صلت سے، انہوں نے کہا کہ میں نے رضا (امام علی رضا) علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا کہ اللہ نے کسی نبی کو کبھی مبعوث نہیں فرمایا مگر شراب کے حرام کرنے کے بعد اور یہ کہ وہ اس کے لئے بداء کا اقرار کرے۔

(۷) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یعقوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم نے محمد بن عیسیٰ سے بیان کیا، انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے، انہوں نے مالک جہنی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا کہ اگر لوگوں کو قول بداء کے بارے میں اجر کا علم ہوجائے تو وہ اس کے بارے میں گفتگو کرنے میں کوتاہی نہیں برتیں گے۔

(۸) اور انہی اسناد کے ساتھ یونس سے، منصور بن حازم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے دریافت کیا کہ جو شے آج موجود ہے وہ گزشتہ کل میں اس کا علم اللہ کو نہ ہو؟ آپؑ نے فرمایا نہیں، جس نے یہ کہا اس نے اللہ کی توہین کی۔ میں نے عرض کیا کہ آپؑ کے خیال میں جو کچھ ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے کیا وہ اللہ کے علم میں نہیں ہے؟ آپؑ نے فرمایا۔ ہاں قبل اس کے کہ وہ خلق کرے اس کو علم ہوتا ہے۔

(۹) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یعقوب

نے حسین بن محمد بن عامر سے بیان کیا، انہوں نے معلی بن محمد سے، انہوں نے کہا کہ عالم علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اللہ کا علم کیسا ہے ؟ تو انہوں نے کہا کہ اس نے جانا اور چاہا ارادہ کیا اور اندازہ مقرر کیا اور مضبوطی سے (اس نے حکم دیا) بنایا ۔ اور بداء کیا پھر اس نے حکم کو نافذ کیا اور جو اس نے انداز کیا اس کا حکم دیا ۔ اور اس کا اندازہ کیا جس کا ارادہ کیا، پھر اس کے علم کی وجہ سے مشیت ہوئی اور مشیت کی وجہ سے ارادہ اس کے ارادہ سے تقدیر، اس کی تقدیر سے قضاء اور اس کے قضاء سے امضاء (نفوذ) ہے ۔ پس علم مشیت سے پہلے ہے اور مشیت دوسرے نمبر پر ہے ارادہ تیسرے نمبر پر ہے اور تقدیر حکم کے نافذ ہونے پر ۔ پھر اللہ تعالیٰ کے لئے بداء ہے جس میں اس کو علم ہے کہ کب چاہے اور اسی میں اشیاء کی تقدیر کا ارادہ ہے ۔ جب اس کے حکم کا نفاذ ہوجاتا ہے تو پھر اس کے لئے بداء نہیں ہے ۔ معلوم کا علم اس کے وجود سے پہلے ہے اور پیدا شدہ چیز کی مشیت اس کی حقیقت و ذات سے پہلے ہے ۔ اور ارادہ مراد و مقصود کے بارے میں اس کے قیام سے قبل ہے ۔ اور ان معلومات کی تقدیر ظاہری اور قیام کے اعتبار سے الگ الگ اور جوڑ ملانے سے پہلے ہے ۔ اور قضاء کا نافذ ہونا یقینی اور اٹل ہے ان چیزوں پر جو جسم والی ہیں اور جن کا ادراک حواس کے ذریعہ رنگ، خوشبو، وزن اور پیمانہ سے ہوتا ہے اور ان زندہ و مردہ انسانوں، جنوں و پرندوں، درندوں اور ان کے علاوہ ان چیزوں سے ہے جن کا ادراک حواس کے ذریعہ کیا جاتا ہے ۔ پس اللہ تعالیٰ کا اس میں بداء ہے جس کے متعلق کوئی حقیقت نہیں ہے ۔ پھر جب حقیقت مفہوم ادراک کردہ واقع ہوتا ہے تو بداء نہیں ہوتا اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ۔ اور علم کے ذریعہ اس نے اشیاء کے ہونے سے پہلے جانا اور مشیت کے ذریعہ ان کی صفات و حدود کو پہچانا اور ان کے ظاہر ہونے سے پہلے ان کو پیدا کیا اور ارادہ کے ذریعہ ان اشیاء کی ذات کو ان کے مختلف رنگوں، ان کی صفات و حدود کو ممیز (پہچان ۔ تمیز) کیا اور تقدیر کے ذریعہ ان کے اوقات کو مقرر کیا اور اس نے ان کے اول و آخر کو جانا اور قضاء کے ذریعہ لوگوں کے لئے ان کے مقامات کو ظاہر کیا اور ان پر ان کی رہنمائی کی ۔ اور امضاء کے ذریعہ ان کے اسباب و علل کی وضاحت کی ۔ اور ان کے کام کو ظاہر کیا ۔ اور یہی عزیز علیم کی تقدیر ہے ۔

محمد بن علی مؤلف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنی اطاعت پر ان کی مدد فرمائی ۔ بداء وہ نہیں ہے کہ جیسا جاہل لوگ گمان کرتے ہیں کہ شرمندگی کا بداء ہے ۔ اللہ اس سے کہیں بلند و بالا ہے لیکن ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اللہ کے لئے بداء کا اقرار کریں ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ کسی شے کی تخلیق کی ابتداء کرتا ہے پھر اس کو اس شے سے قبل خلق کردیتا ہے پھر اس شے کو معدوم کردیتا ہے اور دوسری شے کی تخلیق کی ابتداء کرتا ہے ۔ یا وہ کسی امر کا حکم دیتا ہے پھر اس جیسے کام سے منع کرتا ہے یا کسی چیز سے روکتا ہے پھر جس سے منع کیا ہوا ہے اس کا حکم دیتا ہے ۔ اس کی مثال شریعتوں کی تنسیخ، تحویل قبلہ اور عورت کا شوہر کی وفات کا عدہ ۔ اور خداوندعالم اپنے بندوں کو کسی ایسے وقت میں حکم نہیں دیتا ہے مگر یہ کہ وہ جانتا ہے اسی میں اس وقت ان کی بہتری ہے اور وہ ان کو اس کا حکم دیتا ہے اور اس

کو یہ بھی علم ہے کہ کسی دوسرے موقع پر بندوں کی بہتری کے لئے اس کام سے روک دے گا جس کے لئے وہ حکم کر چکا تھا۔ پس جب ایسا وقت آئے گا تو جو ان کے لئے بہتر ہوگا وہ ان کو حکم دے گا۔ تو جس شخص نے اللہ کے لئے اقرار کیا کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے معدوم کردیتا ہے اور جس کی جگہ چاہتا ہے تخلیق کردیتا ہے، جس کو چاہتا ہے مقدم کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مؤخر کرتا ہے اور جیسا چاہتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ تو اس نے بداء کا اقرار کیا اور اللہ عزوجل کی عظمت کسی شے سے اس اقرار سے ہٹا کر نہیں جا سکتی کہ اس کے لئے خلق و امر، تقدیم و تاخیر اور جو اشیاء نہیں ہیں ان کا اثبات اور جو ہیں ان کا محو کرنا ہے۔ اور بداء دراصل یہود کا رد ہے اس لئے کہ ان کا کہنا ہے کہ اللہ کام سے فارغ ہوگیا۔ تو ہم نے کہا کہ اللہ کی ہر روز ایک الگ شان ہے، وہ زندہ کرتا ہے، مارتا ہے، وہ رزق دیتا ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور بداء ندامت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ وہ کسی امر کا ظاہر ہونا ہے۔ عرب کہتے ہیں " **بدالی شخص فی طریقی** " یعنی " مجھے راستہ میں ایک شخص ملا۔" خداوند عالم کا ارشاد ہے۔ **وبدالهم من الله مالم یکونوا یحتسبون** " (سورۂ زمر۔ آیت ۴۷) " اور ان پر اللہ کی طرف سے وہ ظاہر ہوا جو وہ گمان بھی نہیں کرسکتے تھے۔" اور جب کوئی شخص اللہ کی وجہ سے صلہ رحمی ظاہر کرتا ہے تو اللہ اس کی عمر میں اضافہ فرمایا ہے۔ اور جب کسی سے قطع رحمی کا اظہار کرتا ہے تو اس کی عمر میں کمی کردیتا ہے۔ اور جب کسی بندہ سے زنا کا اظہار ہوتا ہے تو اللہ اس کے رزق و عمر میں کمی کردیتا ہے اور جب اس بندہ سے زنا سے پاکدامن ہونے کا اظہار ہوتا ہے تو اللہ اس کے رزق و عمر میں اضافہ فرما دیتا ہے۔

(۱۰) اور اسی وجہ سے امام صادق (امام جعفر صادق) علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ اللہ سے کوئی ایسا بداء نہیں ہوا جیساکہ میرے بیٹے اسمعیل کے بارے میں ہوا یعنی اللہ کے لئے کوئی ایسا امر ظاہر نہیں ہوا جیساکہ میرے بیٹے اسمعیل کے بارے میں ظاہر ہوا جبکہ مجھ سے پہلے اس کو موت آگئی تاکہ اس سے جان لیا جائے کہ وہ میرے بعد امام نہیں ہے۔

(۱۱) میرے لئے ابو حسین اسدیؒ کے طریقہ سے روایت کی گئی جس میں عجیب و غریب بات ہے اور وہ یہ ہے کہ امام (امام جعفر صادق) صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کے لئے ایسا بداء واقع نہیں ہوا جیساکہ میرے باپ اسمعیل کے بارے میں واقع ہوا جبکہ ان کے والد ابراہیمؑ نے ان کے لئے ذبح کا حکم دیا پھر اس کو ذبح عظیم سے بدل دیا۔ اور حدیث میں دو وجہوں کی بناء پر مجھے تامل ہے مگر یہ کہ میں نے اس کو لفظ بداء کے معنی میں وارد کردیا ہے اور اللہ ہی سے درستی کی توفیق ہے۔

باب (۵۵) مشیت اور ارادہ

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے احمد بن محمد سے بیان کیا، اس نے اپنے والد سے اس نے محمد بن ابو عمیر سے، اس نے عمر بن اذینہ سے، اس نے محمد بن مسلم سے، اس نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ مشیت حادث ہے۔

(۲) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے جعفر بن محمد بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن میمون قداح سے، انہوں نے جعفرؑ بن محمدؑ سے، انہوں نے اپنے والد گرامی (محمد باقر علیہم السلام) سے بیان کیا کہ علی علیہ السلام سے کہا گیا کہ ایک شخص مشیت کے بارے میں گفتگو کرتا ہے تو آپؑ نے فرمایا کہ اس کو میرے پاس لے کر آؤ۔ تو اس کو بلایا گیا۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا کہ اے اللہ کے بندے! اللہ نے تجھ کو جس طرح چاہا پیدا کیا یا تو نے جس طرح چاہا؟ اس نے جواب دیا کہ اس نے جس طرح چاہا۔ آپؑ نے فرمایا کہ وہ جب چاہے تجھ کو پیدا کردے یا جب تو چاہے؟ اس نے کہا کہ جب وہ چاہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ جب وہ چاہے تجھ کو شفا دیدے یا جب تو چاہے؟ وہ کہنے لگا کہ جب وہ چاہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ کیا اللہ تجھ کو جس طرح چاہے داخل کردے یا تو جس طرح چاہے؟ اس نے کہا کہ وہ جس طرح چاہے داخل کردے۔ محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ علی علیہ السلام نے اس سے کہا کہ اس کے علاوہ تو کچھ اور کہتا تو میں تیری آنکھیں پھوڑ دیتا۔

(۳) انہی اسناد کے ساتھ کہا گیا کہ ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام یا ابوجعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام کے پاس بنی امیہ کے گروہ کا ایک فرد مطیع آیا تو ہم محتاط ہوگئے اور ہم نے اس سے کہا کہ اگر تو پوشیدہ ہے تو ہم کہیں گے کہ وہ یہاں نہیں ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ تم ان سے اجازت لو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ عزوجل ہر کہنے والے کی زبان کے نزدیک اور ہر ہاتھ پھیلانے والے کے قریب ہے۔ پس یہ کہنے والا کچھ کہنے کی قدرت نہیں رکھتا ہے مگر وہ جو اللہ چاہے اور یہ ہاتھ بڑھانے والا اس کی استطاعت نہیں رکھتا کہ وہ اپنے ہاتھ کو پھیلائے مگر وہ جو اللہ چاہے۔ تب وہ آپؑ کے پاس آیا پھر اس نے چند اشعار کے بارے میں دریافت کیا اور وہ ان کے ذریعے ایمان لایا اور رخصت ہوگیا۔

(۴) ہم سے احمد بن حسن قطان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد بن سعید ہمدانی نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن حسن بن علی ابن فضال نے انہوں نے اپنے والد سے بیان کیا، انہوں نے مروان بن مسلم سے، انہوں نے ثابت بن ابوصفہ سے، انہوں نے سعد خفاف سے، انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے، انہوں نے کہا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اے داؤد تم بھی چاہتے ہو اور

میں بھی چاہتا ہوں اور وہی ہوتا ہے جو میں چاہتا ہوں ۔ اگر تم اس کو تسلیم کرلو جو میں چاہتا ہوں تو میں تم کو وہ عطا کردوں گا جو تم چاہتے ہو ۔ اور اگر تم اس چیز کو تسلیم نہیں کروگے جو میں چاہتا ہوں تو تم جس کو چاہتے ہو اس کے بارے میں میں تم کو تعب و مشقت میں مبتلا کردوں گا پھر وہی ہوگا جو میں چاہتا ہوں ۔

(۵) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے بیان کیا ، انہوں نے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے ، انہوں نے سلیمان بن جعفر جعفری سے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ حضرت رضا (امام علی رضا) علیہ السلام نے فرمایا کہ مشیت اور ارادہ افعال کی صفات میں سے ہیں ۔ پس جس نے یہ گمان کیا کہ اللہ ازل سے مرید اور چاہنے والا نہیں ہے تو وہ موحد نہیں ہے ۔

(۶) ہم سے والد محترم اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے ، انہوں نے احمد بن محمد بن ابو نصر بزنطی سے ، انہوں نے ابوالحسن رضا (امام علی رضا) علیہ السلام سے بیان کیا کہ میں نے ان سے عرض کیا کہ ہمارے بعض اصحاب جبر کے قائل ہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ استطاعت و قدرت رکھتا ہے تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ لکھ لو ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابن آدم تم میری مشیت سے اپنے لئے جو چاہتے ہو ہوجاتا ہے اور میری قوت کی بدولت تم میرے فرائض ادا کرتے ہو اور میری نعمت کی وجہ سے تم کو معصیت اور گناہ پر قوت حاصل ہوتی ہے میں نے تم کو سننے والا ، دیکھنے والا قوی بنایا ہے ۔ تم کو جو نیکی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور تم کو جو برائی پہنچتی ہے وہ تمہاری ذات کی طرف سے ہے ۔ اسی بناء پر میں تم سے تمہاری نیکیوں سے اولیٰ ہوں اور تم اپنی برائیوں کی وجہ سے مجھ سے اولیٰ ہو ۔ اور اسی وجہ سے جو میں کرتا ہوں اس کی باز پرس نہیں ہوسکتی اور لوگوں سے باز پرس کی جائے گی ۔ میں نے تمہارے لئے ہر وہ شے جو تم چاہتے ہو سلیقہ سے رکھ دی ہے ۔

(۷) ہم سے ہمارے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسین بن ابو خطاب نے بیان کیا ، انہوں نے جعفر بن بشیر سے ، انہوں نے عرزمی سے ، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادقؑ) علیہ السلام سے بیان کیا کہ حضرت علی علیہ السلام کا قنبر نامی ایک غلام تھا جو ان سے شدید محبت کرتا تھا ۔ جب علی علیہ السلام باہر تشریف لے جاتے تو وہ ان کے پیچھے تلوار لے کر چلتا تھا تو آپؑ نے ایک رات اس کو دیکھ لیا تو اس سے فرمایا کہ قنبر تم کو کیا ہوا ہے ؟ قنبر نے جواب دیا کہ میں آپؑ کے پیچھے پیچھے چلتا ہوں ، اے امیرالمومنین آپؑ بھی لوگوں کو اچھی طرح جانتے ہیں تو میں آپؑ کی وجہ سے خوف کھاتا ہوں ۔ علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے قنبر تم پر وائے ہو کیا تم میری آسمان والوں یا زمین والوں کے مقابلہ میں نگہبانی کرتے ہو ؟ قنبر نے کہا آسمان والوں سے تو نہیں بلکہ زمین والوں سے بچانا چاہتا ہوں ۔ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر زمین والے مجھ پر

ذرا سی بھی قدرت نہیں پاسکتے ۔ لہذا تم لوٹ جاؤ تو وہ واپس آگئے ۔

(۸) ہم سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری نے ان سے موسیٰ بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے ابن سنان سے، انہوں نے ابو سعید قماط سے بیان کیا، اس نے کہا کہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے مشیت کو اشیاء سے پہلے خلق فرمایا پھر اشیاء کو مشیت کے ذریعے پیدا کیا۔

(۹) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے بیان کیا، انہوں نے علی بن معبد سے، انہوں نے درست بن ابو منصور سے، انہوں نے فضیل بن یسار سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ اللہ نے چاہا اور ارادہ کیا اور نہ پسند کیا اور نہ راضی ہوا۔ اس نے کسی چیز کے نہ ہونے کو علم کے مطلق تعلق سے چاہا اور اسی طرح ارادہ کیا۔ اور یہ بھی پسند نہیں کیا کہ اس کے لئے کہا جائے کہ وہ تین کا تیسرا ہے اور نہ وہ اپنے بندوں کے کفر پر راضی ہوا۔

(۱۰) ہم سے ابوالحسن علی بن عبداللہ بن احمد اصبہانی اسواری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے مکی بن احمد بن سعدویہ برذعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابو منصور محمد بن قاسم بن عبدالرحمن عتکی نے خبر دی انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن اشرس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے بشر بن حکم اور ابراہیم بن نصر سوریانی نے بیان کیا، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے عبدالملک بن ہارون بن عنترہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے غیاث بن مجیب نے حسن بصری سے، انہوں نے عبداللہ بن عمر سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا کہ آپؐ نے فرمایا کہ علم سبقت لے گیا اور قلم خشک ہوگیا (یعنی جو لکھنا تھا وہ لکھا جاچکا) اور تحقیق کتاب اور تصدیق رسالت اور سعادت الہیٰ و شقاوت الہیٰ سے قضا کامل ہو گئی۔ عبداللہ بن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حدیث کو اللہ تعالیٰ سے روایت فرماتے تھے کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا اے ابن آدم تو میری مشیت کی مدد سے اپنے لئے جو بھی چاہتا ہے خواہش کرتا ہے اور میرے ارادہ کی مدد سے جو تو ارادہ کرنا چاہتا ہے کرتا ہے اور تو میری نعمت کے فضل کی وجہ سے جو تجھ پر ہے، میری معصیت و نافرمانی پر قوی ہوگیا اور میری پناہ، عفو اور عافیت کی وجہ سے تونے میرے فرائض کو ادا کیا، پس میں تجھ سے اپنے احسان کی وجہ سے اولیٰ و افضل ہوں اور تو اپنے گناہ کی وجہ سے مجھ سے اولیٰ ہے۔ پس خیر تیری طرف میری وجہ سے ہے جس کی ابتداء بغیر تیرے استحقاق کے ہے۔ اور تیری طرف سے شر بھی میری طرف سے ہے جس کی جزاء تونے خود اپنے لئے منتخب کی ہے اور تو مجھ سے اپنے سوئے ظن کی وجہ سے میری رحمت سے مایوس ہوگیا۔ پھر بھی میرے لئے حمد ہے اور واضح انداز میں تجھ پر حجت ہے۔ عصیان و نافرمانی کی وجہ سے تجھ پر میری راہ بند ہے۔ میرے پاس تیرے لئے جزاء اور نیکی احسان کے ساتھ ہے۔ میں تجھے تنبیہ کے لئے نہیں پکاروں گا اور تیرے لئے تکبر و

سرکشی پر مواخذا (گرفت) نہیں کروں گا اور تیری طاقت سے زیادہ تجھ کو تکلیف نہیں دوں گا اور نہ میں تیری قدرت و طاقت سے زیادہ بار امانت اٹھوانے کی کوشش کروں گا۔ میں خود تجھ سے راضی ہوں اس چیز سے جو تو اپنے لئے میری ذات پر راضی ہے۔ میں تجھ پر عذاب نازل نہیں کروں گا مگر اس چیز پر جو تو نے کیا ہے۔

(۱۱) ہم سے تمیم بن عبداللہ بن تمیم قرشی نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ بیان کیا میرے والد نے انہوں نے احمد بن علی انصاری سے بیان کیا انہوں نے ابی صلت عبدالسلام بن صالح ہروی سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ایک دن مامون (رشید) نے علی بن موسیٰ الرضا (امام علی رضا) علیہم السلام سے دریافت کیا کہ اے فرزند رسولؐ اس ارشاد الہیٰ " ولو شاء ربک لامن من فی الارض کلھم جمیعاً افانت تکرہ الناس حتیٰ یکونوا مومنین ○ وما کان لنفس ان تومن الا باذن اللہ " (یونس ۔ ۹۹۔۱۰۰) " اگر تیرا پروردگار چاہتا تو زمین پر سب کے سب ایمان لے آتے ۔ کیا تم لوگوں کو زبردستی مومن بنانا چاہتے ہو ۔ اور کسی نفس کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر ایمان لے آئے ۔" تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والدؑ بزرگوار موسیٰ بن جعفرؑ نے اپنے والد گرامی جعفرؑ بن محمدؑ سے انہوں نے اپنے والد گرامی محمدؑ بن علیؑ سے، انہوں اپنے والد گرامی علی بن حسین سے، انہوں نے اپنے پدر گرامیؑ حسینؑ بن علیؑ سے، انہوں نے اپنے پدر عالی قدر علی ابن ابو طالب علیہ السلام سے بیان کیا کہ مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ اگر آپ ان لوگوں پر اسلام قبول کرنے کے لئے زبردستی کرتے تو ہماری تعداد بڑھ جاتی اور ہم اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں قوی ہوجاتے تو رسول اللہ نے فرمایا کہ میں ایک ایسی بدعت میں نہیں پڑنا چاہتا جو اللہ نے میرے لئے کسی چیز میں پیدا نہیں کی اور نہ میں بیکار باتوں میں پڑنے والا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا کہ اے محمدؐ! اگر تمہارا اللہ چاہتا تو روئے زمین پر سب لوگ برائے پناہ اور دنیاوی مجبوری ایمان لے آتے جس طرح وہ آخرت میں عذاب و خوف کو دیکھ کر ایمان لائے ۔ اور اگر میں ان کے ساتھ اس طرح کرتا تو وہ ثواب و روح کی مستحق نہیں ہوتے ۔ مگر میں چاہتا تھا کہ وہ مختار اور مجبوری کے بغیر ایمان لاتے تاکہ وہ میری قدر و منزلت، کرامت اور جنت الخلد میں ہمیشہ رہنے کے حقدار ٹھہریں ۔ کیا تم لوگوں کو مجبور کرتے ہو کہ وہ مومن ہوجائیں ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی وما کان لنفس ان تومن الا باذن اللہ " ان پر ایمان کو حرام کرنے کے لئے نہیں ہے لیکن اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی نفس کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ بغیر اللہ کے اذن کے ایمان لائے ۔ اور اس کا اذن اس نفس کے لئے ایمان کا حکم ہے جب تک وہ مکلف و عبادت کنندہ رہے اور تکلیف و عبادت کے زوال کے وقت اس کا ایمان اس کی پناہ چاہتا ہے ۔ تو مامون (رشید) نے کہا کہ اے ابوالحسنؑ آپؑ نے میری مشکل حل فرمادی ۔ اللہ آپؑ کی ہر مشکل حل فرمائے ۔

(۱۲) ہم سے میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے محمد

بن یحییٰ عطار اور احمد بن ادریس نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے، انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے علی بن معبد سے، انہوں نے درست سے، انہوں نے فضیل بن یسار سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا کہ اللہ چاہے کہ میں اس چیز پر استطاعت رکھوں جس پر وہ نہ چاہے کہ میں اس کو کروں۔ اس نے کہا کہ میں نے انؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ اس نے چاہا اور ارادہ کیا اور نہ پسند کیا اور نہ راضی ہوا۔ اس نے چاہا کہ اس کائنات میں کوئی شے اس کے علم کے بغیر نہ ہو، اس طرح اس نے ارادہ کیا اور اس نے پسند نہیں کیا کہ اس کے لئے کہا جائے کہ وہ تین کا تیسرا ہے اور نہ وہ اپنے بندوں کے لئے کفر پر راضی ہوا۔

(۱۳) ہم سے میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنھما نے بیان کیا، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار اور احمد بن ادریس نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے بیان کیا، اشعری نے کہا کہ ہم سے یعقوب بن یزید نے علی بن حسان سے، انہوں نے اسمعیل بن ابی زیاد شعیری سے، انہوں نے ثور بن یزید سے، انہوں نے خالد بن سعدان سے، انہوں نے معاذ بن جبل سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علم سبقت لے گیا اور قلم لکھتے لکھتے خشک ہوگیا اور تحقیق کتاب و رسولوں کی تصدیق سے مشیت خداوندی نافذ ہوگئی اور اللہ کی طرف سے سعادت ہے اس کے لئے جو ایمان لایا اور پرہیزگار بنا اور اس شخص کے لئے شقاوت ہے جس نے مومنین کی اللہ کی ولایت اور مشرکین سے برات کی تکذیب کی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی حدیث کو اللہ سے روایت کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم تو میری مشیت کی وجہ سے جو اپنے لئے چاہتا ہے خواہش کرتا ہے اور تو میرے ارادہ کی بدولت اپنے نفس کے لئے جو ارادہ کرتا ہے، اور تو میری نعمت کے فضل کی وجہ سے، میری معصیت پر قوی ہوگیا اور میری حفاظت، مدد اور عافیت کی وجہ سے تو نے میرے فرائض کو ادا کیا تو میں تجھ سے تیری نیکیوں کے مقابلہ میں اولیٰ ہوں اور تو اپنی برائیوں کی وجہ سے مجھ سے اولیٰ ہے، پھر تیری طرف میری طرف سے خیر ہے اس چیز کے لئے جو میں نے بداء کو شروع کیا اور میری طرف سے تجھ تک شر ہے جس کی جزاء تو نے منتخب کی ہے اور تجھ پر میرے احسان کی وجہ سے تو میری اطاعت پر قوی ہوا اور تو مجھ سے سوء ظن رکھ کر میری رحمت سے مایوس ہوگیا۔ پس میرے لئے حمد ہے اور کھلے طور پر تجھ پر حجت و دلیل ہے اور تیری نافرمانی و گناہ کی وجہ سے میرے لئے راہ ہے۔ اور میری طرف سے احسان کے طور پر تیرے لئے جزاء خیر ہے۔ میں تجھ کو تنبیہ کرنے کے لئے نہیں پکاروں گا اور تیرے تکبر پر مواخذہ نہیں کروں گا اور تیری طاقت سے زیادہ تجھ کو تکلیف نہیں دوں گا اور میں تجھ سے بار امانت اتنا ہی اٹھواؤں گا جتنا تیرا نفس اقرار کرے گا۔ میں تجھ سے اتنا ہی راضی ہوں جتنا تو مجھ سے راضی ہے۔

باب (۵۶) استطاعت الٰہی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے بیان کیا، انہوں نے ابو عبداللہ برقی سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو شعیب صالح بن خالد محاملی نے بیان کیا، انہوں نے ابو سلیمان جمال سے، انہوں نے ابو بصیر سے روایت کی۔ انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے آنجنابؑ سے کچھ استطاعت کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ استطاعت کا میرے کلام اور نہ میرے آباء و اجداد کے کلام سے تعلق ہے۔

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ نہ میں اور نہ میرے آباء و اجداد کے کلام میں ہے کہ ہم اللہ کے لئے کہیں کہ وہ مستطیع ہے جیساکہ حضرت عیسیٰ کے زمانہ کے لوگوں نے کہا **هل يستطيع ربك ان ينزل علينا مايدة من السماء** " (المائدہ۔ آیت ۱۲) "کیا آپؑ کا پروردگار قدرت رکھتا ہے اس پر کہ وہ ہمارے لئے خوان نعمت نازل فرمائے۔"

(۲) ہم سے عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے نیشاپور میں بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن فضل بن مغیرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو نصر منصور بن عبداللہ بن ابراہیم اصفہانی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن عبداللہ نے محمد بن حسین بن ابو خطاب سے بیان کیا، انہوں نے محمد بن ابو حسین قریظی سے، انہوں نے سہل بن ابو محمد مصیصی سے، انہوں نے ابو عبداللہ جعفر بن محمد (امام جعفر صادق) علیہما السلام سے روایت بیان کی کہ انہوںؑ نے فرمایا کہ کوئی بندہ فاعل و متحرک نہیں ہوتا لیکن اس کے ساتھ اللہ کی طرف سے استطاعت ہوتی ہے اور اللہ کی طرف سے تکلیف استطاعت کے بعد واقع ہوتی ہے اور وہ کسی فعل کا مکلف نہیں ہوتا مگر وہ مستطیع ہوتا ہے۔

(۳) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن حسن بن ابان نے حسین بن سعید سے بیان کیا، انہوں نے عبید بن زرارہ سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے حمزہ بن حمران نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے استطاعت کے بارے میں سوال کیا تو انہوںؑ نے مجھ کو جواب نہیں دیا تو میں دوبارہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ اللہ آپؑ کے ساتھ نیکی کرے کہ میرے دل میں اس کے بارے میں کچھ ایسا خیال بیٹھ گیا ہے کہ جب تک اس کے متعلق آپؑ سے کچھ نہ سن لوں تو میرے دل سے وہ خیال نہیں نکلے گا۔ آپؑ نے فرمایا کہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے وہ تم کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ آپؑ کو نیکی دے میرا یہ کہنا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بندوں کو استطاعت و طاقت کے اعتبار سے مکلف بنایا ہے۔ پس وہ اس میں سے کچھ نہیں کرتے ہیں مگر اللہ کے ارادہ، مشیت، اور اس کے قضاء و قدر کی مدد

سے کرتے ہیں ۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہی اللہ کا وہ دین ہے جس پر میں اور میرے آباء و اجداد یا اس جیسا کہا۔

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ اللہ کی مشیت اور اس کا ارادہ اطاعت میں ہے جو اس کا امر اور رضا ہے ۔ اور گناہوں میں ان سے نہی کی گئی ہے جس پر زجر (ڈانٹ پھٹکار) اور تحذیر (ڈرانا) ہے ۔

(۴) میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنھما نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے احمد بن محمد عنھما بن عیسیٰ سے بیان کیا ، انہوں نے محمد بن خالد برقی سے ، اس نے محمد بن یحییٰ صیرفی سے ، اس نے صباح الحذاء سے ، اس نے ابو جعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے بیان کیا ، صباح الحذاء نے کہا کہ زرارہ نے میری موجودگی میں آپؑ سے سوال کیا کہ کیا آپؑ کو معلوم ہے کہ اللہ نے اپنی کتاب میں ہم پر کیا فرض کیا ہے اور کس چیز سے ہم کو منع کیا ہے ، اس نے ہم کو ہمارے فرائض کی ادائیگی پر مستطیع قرار دیا ہے اور جس سے ہم کو روکا ہے اس پر بھی مستطیع بنایا ہے ۔ تو آپؑ نے فرمایا ہاں یہ درست ہے ۔

(۵) ہم سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے میرے والد نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے ، انہوں نے علی بن حکم سے ، انہوں نے عبداللہ بن بکیر سے ، انہوں نے حمزہ بن حمران سے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہماری کچھ باتیں ہیں جس کے متعلق ہم گفتگو کرتے رہتے ہیں ۔ انہوںؑ نے فرمایا کہ بیان کرو ۔ اس نے کہا کہ ہم کہتے ہیں کہ اللہ نے حکم دیا ، نہی فرمائی اور مدت و آثار کو ہر نفس کے لئے جو مقدر کیا اور ارادہ کیا لکھ دیا اور ان کو امر و نہی کی تعمیل کرنے کی استطاعت اور قوت بخشی لیکن جب وہ اس کے منافی اس کو ترک کر دیں گے تو اس کی استطاعت و قوت کی فرمانبرداری سے جو صادر ہو گا وہ حجت ہو گا پھر آپؑ نے فرمایا کہ یہی حق ہے جب کہ تم اس کے غیر کی طرف نہ پلٹو ۔

(۶) ہم سے میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا ، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ ابن جعفر حمیری نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے ، انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے ، انہوں نے ابو جمیلہ مفضل بن صالح سے ، انہوں نے محمد بن علی حلبی سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آپؑ نے فرمایا کہ لوگوں کو بغیر ان کی گنجائش اور قدرت کے کوئی حکم نہیں دیا گیا ، پھر لوگوں کو ہر شے کے حاصل کرنے کا حکم دیا گیا تو وہ اس کی قدرت و قوت رکھتے ہیں اور جو لوگ اس کی قوت نہیں رکھتے تو وہ اس سے نجات یافتہ ہیں لیکن لوگوں کے لئے اس میں خیر نہیں ہے ۔

(۷) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسین بن ابو خطاب سے بیان کیا ، انہوں نے علی بن اسباط سے ، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن رضا (امام علی رضا) علیہ السلام سے استطاعت کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ بندہ

چار باتوں کی وجہ سے استطاعت رکھ سکتا ہے ۔(۱) کوئی عدم مانع نہ ہو (کسی قسم کی تنگی نہ ہو) (۲) صحت جسمانی ہو (۳) اعضاء صحیح و سالم ہوں (۴) اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسباب نازل ہونے والے ہوں ۔ وہ کہنے لگا کہ میں آپؑ کے قربان جاؤں آپؑ نے میرے لئے استطاعت کی تشریح فرمادی ۔ آپؑ نے فرمایا کہ بندہ کو کسی قسم کی تنگی نہ ہو، صحت جسمانی ہو، اعضاء صحیح و سالم ہوں، وہ زنا کرنا چاہتا ہو لیکن اس کو کوئی عورت نہ ملے بعد میں وہ اس کو مل جائے یا تو وہ خود کو اس عمل سے بچائے رکھے جیسا کہ حضرت یوسفؑ نے خود کو روکا یا خود کو اپنے اور ارادہ کے درمیان آزاد چھوڑ دے پھر زنا کرے تو وہ زانی کہلائے گا اور اس نے کسی دباؤ کی وجہ سے اللہ کی اطاعت نہ کی ہو اور نہ غلبہ کی بناء پر اس نے گناہ نہیں کیا ۔

(۸) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا ۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن حسن بن ابان نے حسین بن سعید سے، انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے، انہوں نے حسین بن مختار سے، انہوں نے اسمٰعیل بن جابر سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا، انہوںؑ نے فرمایا کہ اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا پھر اس کو علم ہوا کہ وہ اس کی طرف پہنچنے والے نہیں ہیں، ان کو حکم دیا اور روکا پھر اس نے ان کو کسی شے کا حکم نہیں دیا مگر یہ کہ تعمیل حکم کے لئے ان کے واسطے راہ پیدا کی اور کسی شے سے نہیں روکا مگر اس کے ترک کرنے کے لئے راہ نکالی، اور تمام مخلوق اس کے لینے اور چھوڑنے میں اللہ کی اجازت یعنی اس کے علم کے بغیر قدرت نہیں رکھتے تھے ۔

(۹) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن حسن بن ابان نے حسین بن سعید سے، انہوں نے فضالہ ابن ایوب سے، انہوں نے ابان بن عثمان سے، انہوں نے حمزہ بن محمد طیار سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد **وقد کانوا یدعون الی السجود وھم سالمون** (القلم ۔ ۴۳) " اور وہ سجدہ کرنے کے لئے بلائے جاتے حالانکہ وہ صحیح و سالم تھے " کے متعلق دریافت کیا ۔ آپؑ نے فرمایا کہ وہ استطاعت رکھنے والے مراد ہیں، ان کو جس امر کے کرنے اور ترک کرنے کا حکم دیا گیا وہ اس کو پورا کرنے کی قوت رکھتے تھے جس سے ان کو روکا گیا تھا، اور اسی وجہ سے ان کی آزمائش کی گئی ۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ کوئی شے ایسی نہیں ہے کہ جس کے بارے میں حکم دیا گیا اور جس سے ان کو منع کیا گیا، مگر اللہ کی طرف سے اس میں امتحان اور فیصلہ ثواب یا عتاب ہے ۔

(۱۰) ہم سے میرے والد اور محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے بیان کیا، ان دونوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے علاء بن رزین سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا " **وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ**

سبیلاً" (آل عمران ـ ۹۷) "اور اللہ کے لئے لوگوں پر خانہ کعبہ کا حج واجب ہے جو راستہ طے کرنے کی استطاعت رکھتے ہوں ـ آپؑ نے فرمایا کہ یہ اس کے لئے ہے جو استطاعت کے ساتھ حج کرتا ہے ـ میں نے عرض کیا کہ حج کس پر فرض کیا گیا کہ وہ شرمندگی محسوس کرے؟ آپؑ نے فرمایا وہ اس شخص کے لئے ہے جو استطاعت رکھتا ہے ـ

(۱۱) ہم سے میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہما اللہ نے بیان کیا ، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے ، انہوں نے محمد بن خالد برقی سے ، انہوں نے محمد بن ابو عمیر سے ، انہوں نے ہشام بن سالم سے ، انہوں نے ابو بصیر سے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا کہ جس پر حج فرض کیا گیا ہے وہ اگرچہ ناک کٹے ، دم کٹے گدھے پر ہو پھر وہ انکار کرے تو وہ ان لوگوں میں سے جو حج کی استطاعت رکھتا ہے ـ

(۱۲) ہم سے میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہما اللہ نے بیان کیا ، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے ، انہوں نے سعید بن جناح سے ، انہوں نے عوف بن عبداللہ ازدی سے ، انہوں نے اپنے چچا سے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے دریافت کیا کہ استطاعت کیا ہے تو آپؑ نے فرمایا کہ انہوں نے وہ کچھ کیا جو دین کی گمراہیوں کی مثالیں ہیں تو میں نے عرض کیا کہ ہاں آپؑ بجا فرما رہے ہیں ـ ان لوگوں کا خیال ہے کہ استطاعت نہیں ہوتی ہے مگر فعل اور ارادہ حال فعل کے وقت نہ کہ اس کے قبل ہوتی ہے ـ آپؑ نے فرمایا کہ اس گروہ نے شرک کیا ـ

(۱۳) میرے والد رحمہ اللہ نے ہم سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے یعقوب بن یزید سے ، انہوں نے محمد بن ابو عمیر سے ، انہوں نے اس شخص سے جس نے ہمارے اصحاب سے روایت کی ، اس نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ میں نے انؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ کوئی بندہ فاعل نہیں ہوتا ، مگر وہ مستطیع ہوتا ہے اور کبھی بغیر فاعل ہونے کے مستطیع ہوتا ہے اور وہ کبھی فاعل نہیں ہوسکتا اس وقت تک کہ اس کو استطاعت حاصل نہ ہو ـ

(۱۴) میرے والد رحمہ اللہ نے ہم سے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے اپنے والد سے انہوں نے محمد بن ابو عمیر سے ، انہوں نے ہشام بن حکم سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ اللہ کے اس ارشاد **وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً** سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ جو شخص صحیح البدن (صحت مند) اور تنگی ذہن سے خالی ہو ، اس کے لئے زادراہ اور سواری ہے ـ

(۱۵) ہم سے میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہما اللہ نے بیان کیا ان دونوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے ، انہوں نے عبداللہ بن محمد حجال اسدی سے ، انہوں نے ثعلبہ بن میمون

سے ، انہوں نے عبدالاعلی بن اعین سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اس آیت " **لو کان عرضا قریباً وسفراً قاصداً لاتبعوک ولکن بعدت علیہم الشقۃ و سیحلفون باللہ لو استطعنا لخرجنا معکم یھلکون انفسھم واللہ یعلم انھم لکاذبون** " (التوبہ ۔۴۲) " اگر فائدہ قریب اور سفر آسان ہوتا تو یہ تمہاری پیروی کرتے لیکن ان پر مشقت سفر اٹھانا بعید ہوگیا اور یہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہنے لگے کہ اگر ہم میں استطاعت وقوت ہوتی تو ہم تمہارے ساتھ چلتے ۔ وہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں اور اللہ کو معلوم ہے کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں " کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ وہ لوگ استطاعت رکھتے تھے اور وہ جانتے تھے کہ اگر فائدہ قریب ہوتا اور سفر آسان ہوتا تو وہ ایسا کرتے ۔

(۱۶) ہم سے میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہما اللہ نے بیان کیا ، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے علی بن عبداللہ سے ، انہوں نے احمد بن محمد برقی سے بیان کیا ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اس آیت " **سیحلفون باللہ لو استطعنا لخرجنا معکم یھلکون انفسھم واللہ یعلم انھم لکاذبون** " کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ نے ان کے قول " **لو استطعنا لخرجنا معکم** " کو جھوٹا قرار دیا ہے (کو جھٹلایا ہے) ۔ حالانکہ وہ اس سفر کی استطاعت رکھتے تھے ۔

(۱۷) ہم سے میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہما اللہ نے بیان کیا ، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے ، انہوں نے علی بن عبداللہ سے ، انہوں نے محمد بن ابو عمیر سے ، انہوں نے ابوالحسن حذاء سے ، انہوں نے معلی بن خنیس سے ، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے قول " **وقد کانوا یدعون الی السجود وھم سالمون** " (القلم ۔ ۴۳) " اور وہ سجدے کے لئے بلائے جاتے تھے حالانکہ وہ صحیح و سالم تھے ۔" سے کیا مراد ہے ؟ آپؑ نے فرمایا اور وہ استطاعت رکھنے والے لوگ تھے ۔

(۱۸) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے احمد بن محمد بن عیسیٰ ، محمد بن عبدالحمید اور محمد بن حسین بن ابو خطاب سے بیان کیا ، ان سب نے احمد بن محمد بن ابو نصر سے ، انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آنجنابؑ نے فرمایا کہ بندہ فاعل اور متحرک نہیں ہوسکتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے ساتھ استطاعت ہو اور اللہ کی طرف سے تکلیف استطاعت کے بعد واقع ہو پس وہ فعل کا مکلف اسی وقت ہوگا جبکہ وہ مستطیع ہو ۔

(۱۹) ہم سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے احمد بن محمد بن

عیسیٰ سے بیان کیا ، انہوں نے حسین بن سعید سے ، انہوں نے محمد بن ابو عمیر سے ، انہوں نے ہشام بن سالم سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ نے بندوں کو کسی فعل کی تکلیف مشقت کا مکلف نہیں بنایا اور نہ ان کو کسی شے سے منع کیا تاآینکہ ان کو استطاعت نہ دیدی پھر ان کو امرونہی فرمائی ۔ پس بندہ اس پر عمل کرنے والا اور نہ ترک کرنے والا ہو سکتا ہے مگر امرونہی ، اخذ (لینا) و ترک (چھوڑنا) اور قبض (ملکیت) و بسط (دسترس) سے پہلے استطاعت نہ ہو ۔

(۲۰) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے بیان کیا ، انہوں نے علی بن حکم سے ، انہوں نے ہشام بن سالم سے ، انہوں نے سلیمان بن خالد سے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ بندہ سے قبض و بسط نہیں ہوتا تاوقتیکہ قبض وبسط کے لئے پہلے سے استطاعت نہ ہو ۔

(۲۱) میرے والد رحمہ اللہ نے ہم سے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے محمد بن حسین سے بیان کیا ، انہوں نے ابوشعیب محاملی اور صفوان بن یحییٰ سے ، ان دونوں نے عبداللہ بن مسکان سے ، انہوں نے ابوبصیر سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ میں نے آنجنابؑ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب کہ کچھ لوگ ان کی موجودگی میں تمام افعال حرکات کے بارے میں ایک دوسرے سے مناظرہ کررہے تھے تو آپؑ نے فرمایا کہ فعل سے قبل استطاعت ہے ۔ اللہ تعالیٰ کسی کو قبض و بسط کا حکم نہیں دیتا ہے مگر وہ بندہ اس فعل کی استطاعت رکھتا ہے ۔

(۲۲) میرے والد رحمہ اللہ نے ہم سے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے یعقوب بن یزید سے ، انہوں نے مروک بن عبید سے ، انہوں نے ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص سے جس کا نام عمرو تھا ، سے جس نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میرے خاندان کے لوگ قدری گروہ سے تعلق رکھتے ہیں ، وہ کہتے ہیں کہ ہم کو قدرت حاصل ہے کہ ہم ایسا ویسا کام کرسکتے ہیں اور ہم کو اس کی بھی استطاعت ہے کہ ہم وہ کام نہ کریں ۔ تو ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ کیا تم میں استطاعت ہے کہ جو تم کو ناپسند ہے اس کو یاد نہ کرو اور جو تم پسند کرتے ہو اس کو نہ بھول جاؤ ۔ پس اگر وہ کہے نہیں تو اس نے اپنے قول کو ترک کردیا اور اگر وہ یہ کہے کہ ہاں تو تم اس سے کبھی کلام نہ کرنا کیونکہ اس نے ربوبیت کا دعویٰ کیا ۔

(۲۳) ہم سے میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوالخیر صالح بن ابو حماد نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو خالد سجستانی نے ان سے علی بن یقطین نے بیان کیا ، انہوں نے ابوابراہیم (امام موسیٰ کاظم) علیہ السلام سے بیان کیا ، انہوںؑ نے فرمایا کہ امیرالمومنین علیہ

السلام کوفہ میں ایک جماعت کے پاس سے گزرے کہ وہ قدر کے بارے میں ایک دوسرے سے جھگڑا کررہے تھے۔ تو آپؑ نے گروہ کے کلام کرنے والے سے فرمایا کہ کیا تم اللہ کی مدد سے، یا اللہ کی معیت سے یا اللہ کے بغیر استطاعت رکھتے ہو؟ تو اس کو معلوم ہی نہیں ہوا کہ اس کے خلاف کیا اعتراض ہوا۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ تم اللہ کی مدد سے استطاعت رکھتے ہو تو پھر اس امر میں تم کو کوئی الزام نہیں اور اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم اللہ کے ساتھ استطاعت رکھتے ہو تو اس خیال کی وجہ سے گویا اس کے ساتھ اس کی سلطنت میں شریک ہو۔ اور اگر تمہارے خیال ناقص میں یہ امر ہے کہ اللہ کے بغیر استطاعت رکھتے ہو۔ تو تم نے اللہ کے علاوہ ربوبیت کا دعویٰ کردیا۔ تو وہ گفتگو کرنے والا شخص کہنے لگا کہ اے امیرالمومنین ایسا نہیں ہے بلکہ میں اللہ کی مدد سے استطاعت رکھتا ہوں تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم اس کے علاوہ کچھ اور کہتے تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا۔

(۲۴) ہم سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے یعقوب بن یزید سے بیان کیا، انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے، انہوں نے حریز بن عبداللہ سے، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا، انہوںؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت سے نو امور اٹھائے گئے ہیں (۱) خطا (۲) نسیان (بھول) (۳) جبرواکراہ (۴) جس کی طاقت نہ رکھتے ہو (۵) جس کا علم نہ ہو (۶) جس کی طرف مضطر کئے گئے ہوں (۷) حسد (۸) غصہ و طیش (۹) خلق کے بارے میں وسوسہ کی سوچ بچار جس کو ہونٹوں کے ذریعہ ادا نہیں کیا جائے۔

(۲۵) ہم سے تمیم بن عبداللہ بن تمیم قریشی رحمہ اللہ نے فرغانہ میں بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے انہوں نے احمد بن علی انصاری سے، انہوں نے عبدالسلام بن صالح ہروی سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مامون نے (امام) رضا علیہ السلام سے اس ارشاد الہیٰ کے بارے میں دریافت کیا **الذین کانت اعینھم فی غطاء عن ذکری وکانو الا یستطیعون سمعاً** (الکہف ـ ۱۰۱) " جن کی آنکھیں میرے ذکر سے پردہ میں تھیں اور وہ سننے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔" تو آپؑ نے فرمایا کہ آنکھ کا پردہ ذکر سے نہیں روکتا ہے اور ذکر آنکھوں سے نہیں دیکھا جاتا ہے مگر اللہ عزوجل نے کافروں کو ولایت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے بارے میں اندھوں سے مشابہ (تشبیہ) قرار دیا ہے کیونکہ وہ اس کے بارے میں ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بار سمجھتے تھے اور سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ مامون (رشید) کہنے لگا کہ آپ نے میری مشکل حل فرمادی، اللہ آپؑ سے مشکلات کو دور رکھے۔

باب (۵۷) ابتلاء اور اختبار (انتخاب)

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے احمد بن ادریس نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے، انہوں نے محمد ابن سندی سے، انہوں نے علی بن حکم سے، انہوں نے ہشام بن سالم سے، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ جو بھی قبض وبسط ہے اس میں اللہ کی طرف سے احسان اور ابتلاء (آزمائش) ہے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے، انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے، انہوں نے حمزہ بن محمد طیار سے، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا انہوں نے فرمایا کہ قبض وبسط میں سے کچھ نہیں ہوتا مگر اس میں اللہ کی مشیت، قضا اور ابتلا ہوتی ہے۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے اپنے والد کے حوالے سے، انہوں نے فضالہ بن ایوب سے، انہوں نے حمزہ بن محمد طیار سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا انہوں نے فرمایا کہ کوئی شے نہیں ہے جس کے بارے میں اللہ نے جس کا حکم دیا ہے یا جس سے منع کیا ہے، اس میں قبض و بسط ہو مگر اس میں اللہ عزوجل کی طرف سے ابتلاء اور قضاء ہے۔

باب (۵۸) خوشبختی اور بدبختی

(۱) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یعقوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن محمد نے شعیب عقرقوفی سے مرفوع کرکے بیان کیا، انہوں نے ابوبصیر سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کی بارگاہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک سائل نے آنحضرتؑ سے سوال کیا اے فرزند رسولؐ میں آپؑ کے قربان جاؤں کہ گناہگاروں پر کہاں سے شقاوت لاحق ہوئی کہ ان کے عمل پر اللہ نے اپنے علم کے ساتھ عذاب کا حکم کیا؟ تو ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ اے سائل !اللہ عزوجل کو علم تھا کہ اس کی کوئی مخلوق بھی اس کے حق کے بارے میں قیام نہیں کرسکے گی۔ تو جبکہ اس کو اس کا علم تھا تو اس نے اپنے محبت کرنے والوں کو اپنی معرفت کی قوت بخشی اور ان سے گراں باری عمل کو اہلیت کے مطابق الگ کردیا اور گناہگاروں کو گناہ کی قوت بخشی بہ سبب اس کے پہلے سے علم کے جو ان کے بارے میں ہے

اور ان کو اس سے صلاحیت قبول سے نہیں روکا اس لئے کہ اللہ کا علم تصدیق کی حقیقت سے کہیں اولیٰ ہے پس اس کے علم میں ان کے بارے میں جو پہلے سے علم تھا، انہوں نے اس کی موافقت کی اگرچہ ان کو قدرت حاصل تھی کہ وہ درمیانی حالت میں آجاتے جو ان کو اللہ کی معصیت سے نجات دیدیتی اور یہی مقصد و معنیٰ "شاء ماشاء" (اس نے چاہا جو چاہا) اور یہی راز اور امر ہے جس کا عزم کیا گیا ہے۔

(۲) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسین بن ابی خطاب سے بیان کیا، انہوں نے علی بن اسباط سے، انہوں نے علی بن ابو حمزہ سے، انہوں نے ابو بصیر سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اس ارشاد الہیٰ کے بارے میں بیان کیا " **قالوا ربنا غلبت علينا شقوتنا** " (المومنون ـ ۱۰۶) "انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی نے غلبہ پایا ۔" آپؑ نے فرمایا کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے بدبخت ہوئے ۔

(۳) ہم سے شریف ابو علی محمد بن احمد بن محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی بن الحسین بن علی بن ابو طالب علیہم السلام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری نے فضل بن شاذان سے بیان کیا، انہوں نے محمد بن ابو عمیر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے متعلق ابوالحسن موسیٰ بن جعفر (امام موسیٰ کاظم) علیہما السلام سے دریافت کیا کہ شقی وہ ہے جو اپنی ماں کے شکم میں شقی ہو اور سعید وہ ہے جو اپنی ماں کے شکم میں سعید ہو ۔ تو آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ شقی وہ ہے جس کا علم اللہ کو ہو اور وہ اپنی ماں کے شکم میں ہو کہ وہ اشقیاء کے اعمال کرے گا اور سعید وہ شخص ہے کہ اللہ کو علم ہے کہ اگرچہ وہ ماں کے شکم میں ہے کہ وہ نیک لوگوں جیسے اعمال کرے گا ۔ میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے ؟ عمل کرو کیونکہ ہر ایک کے لئے آسانی و کامیابی ہے جس کے لئے وہ خلق کیا گیا ۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے جن و انس کو پیدا کیا ہے تاکہ وہ اس کی عبادت کریں اور ان کو اس لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ اس کی نافرمانی کریں اور یہی ارشاد باری تعالیٰ ہے **وما خلقت الجن و الانس الا ليعبدون** (الذاریات ـ ۵۶) " اور میں نے جن و انس کو پیدا نہیں کیا مگر یہ کہ وہ میری عبادت کریں ۔" پس ہر ایک کے لئے جو تخلیق کیا گیا ۔ آسان بنا دیا گیا ہے ۔ پس ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جس نے ہدایت کے بجائے تاریکی کو فضیلت دی ۔

(۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے احمد بن محمد بن خالد سے بیان کیا ۔ انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے نضر بن سوید سے، انہوں نے یحییٰ بن عمران حلبی سے، انہوں نے معلی ابو عثمان سے، انہوں نے علی بن حنظلہ سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے کہ آنجنابؑ نے فرمایا کہ (کبھی ایسا ہوتا ہے کہ) بھلائی و نیکی کرنے والوں کے ساتھ شقی لوگوں کا طریقہ کار برتا جاتا ہے تو لوگ کہنے لگتے ہیں کہ وہ ان جیسا ہے

بلکہ وہ ان ہی لوگوں میں سے ہے پھر نیک بختی اس کی تلافی مافات کرتی ہے اور کبھی وہ شقی لوگوں کے ساتھ نیک لوگوں کی راہ طے کرتا ہے تو لوگ کہنے لگتے ہیں کہ وہ ان لوگوں سے کتنا مشابہ ہے ۔ بلکہ وہ انہی میں سے ہے پھر وہ بدبختی پالیتا ہے ۔ بیشک علم الہیٰ میں جو سعید ہے اگرچہ دنیا میں اس کے لئے اونٹنی کے دوبارہ دوہے جانے کی طرح کچھ باقی نہ رہے تو اس کے لئے سعادت کی مہر لگادی جاتی ہے ۔

(۵) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے یعقوب بن یزید سے بیان کیا، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے، انہوں نے منصور بن حازم سے، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آنجنابؑ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے سعادت اور شقاوت کو مخلوق کی پیدائش سے قبل خلق کیا، پھر علم الہیٰ میں جو سعید ہے تو اللہ اس سے کبھی دشمنی و نفرت نہیں کرتا اور اگر پھر وہ عمل بد کرے تو اس کے عمل کو نفرت سے دیکھتا ہے اور اس شخص کو دشمنی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا ۔ اور اگر علم الہیٰ میں وہ شخص شقی ہے تو اس سے کبھی محبت نہیں کرتا اور اگر وہ نیک عمل کرے تو وہ اس کے عمل کو محبوب سمجھتا ہے اور اس سے نفرت کرتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ شخص اس کی طرف منتقل ہوا ۔ پھر جب اللہ کسی شے کو پسند کرتا ہے تو اس سے کبھی نفرت نہیں کرتا ۔ اور جب وہ کسی شے سے نفرت کرتا ہے تو وہ اس سے کبھی محبت نہیں کرتا ۔

(۶) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار اور سعد بن عبداللہ نے بیان کیا، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے ایوب بن نوح نے محمد بن ابوعمیر سے بیان کیا، انہوں نے ہشام بن سالم سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں بیان کیا " **واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ** " (الانفال ۔ ۲۴) " اور جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہوجاتا ہے ۔" آپؑ نے فرمایا کہ اللہ آدمی کے درمیان اور اس بات کے درمیان حائل ہوجاتا کہ وہ جانتا ہے کہ باطل حق ہے ۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ آدمی اور اس کے قلب کے درمیان موت کے ذریعہ حائل ہوجاتا ہے ۔ اور ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو شقاوت سے سعادت کی طرف منتقل کردیتا ہے اور اس کو سعادت سے شقاوت کی طرف منتقل نہیں کرتا ۔

باب (۵۹) جبراور ذمہ داری سونپنے کی نفی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے یعقوب بن یزید سے بیان کیا، انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے، انہوں نے ابراہیم بن عمر یمانی سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آنجنابؑ نے فرمایا کہ اللہ نے مخلوق کو خلق کیا پھر اس کو علم ہوا کہ وہ سب اس کی طرف رخ کرنے والے نہیں ہیں اور اس نے ان کو امرونہی فرمائی پھر اس نے ان کو کسی شے کے بارے میں حکم نہیں دیا مگر یہ کہ اس کے حصول کے لئے راستہ مقرر نہیں کیا۔ اور کسی شے سے منع نہیں کیا مگر اس کے چھوڑنے کا راستہ ان کو بتا دیا وہ کسی شے کے حصول و ترک کے لئے ان کے اذن کے محتاج تھے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے علی بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے، انہوں نے حفص بن قرط سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے یہ خیال کیا کہ اللہ برائی اور فحش باتوں کا حکم دیتا ہے تو اس نے اللہ پر جھوٹ بولا جس نے یہ خیال کیا کہ خیر اور شر اللہ کی مشیت کے بغیر ہوتے ہیں تو اس نے اللہ کو اس کے غلبہ و اقتدار سے خارج کر دیا اور جس نے یہ خیال کیا کہ گناہ اللہ کی قوت کے بغیر ہوتے ہیں تو اس نے اللہ پر جھوٹ بولا اور جس نے اللہ پر جھوٹ بولا تو اللہ اس کو جہنم میں داخل کر دے گا۔ خیر اور شر سے مراد صحت اور مرض ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ونبلوكم بالشر والخير فتنة** (الانبیاء۔ ۳۵) "اور ہم تم کو خیر و شر میں فتنہ کی غرض سے آزماتے ہیں۔"

(۳) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن حسین سعد آبادی نے احمد بن ابو عبداللہ برقی سے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے، انہوں نے کسی ایک کے علاوہ ابو جعفر (امام محمد باقر) اور ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہما السلام سے دریافت کیا کہ ان دونوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر زیادہ رحم کرنے والا ہے اس سے کہ وہ اپنی مخلوق پر گناہوں کی وجہ سے جبر کرے پھر ان پر ان کو عذاب دے اور اللہ غالب و عزیز تر ہے اس سے کہ وہ کسی اور کو چاہے پھر وہ نہ ہو۔ اس نے کہا کہ پھر ان دونوں حضراتؑ سے دریافت کیا گیا کہ کیا جبر اور قدر کے درمیان تیسری منزل ہے؟ ان دونوں حضراتؑ نے فرمایا کہ ہاں آسمان و زمین کے درمیان جتنی چیزیں ہیں، اس سے وسیع تر ہے۔

(۴) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسن بن متیل نے احمد بن ابو عبداللہ سے، انہوں نے علی بن حکم سے، انہوں نے ہشام بن سالم سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ

السلام سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زیادہ کریم ہے اس لئے کہ وہ لوگوں کو ان کی طاقت سے زیادہ مکلف بنائے۔ اور اللہ غالب تر ہے اس سے کہ اس کے اقتدار میں وہ ہو جس کو وہ نہیں چاہتا ہے۔

(۵) ہم سے علی بن عبداللہ وراق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر ابن بطہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار اور محمد بن علی بن محبوب اور محمد بن حسین بن عبدالعزیز نے بیان کیا۔ انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے حماد بن عیسیٰ جہنی سے، انہوں نے حریز بن عبداللہ سے، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا کہ لوگ قدر کے بارے میں تین طرح کے ہیں۔ ایک کا خیال یہ ہے کہ اللہ نے لوگوں کو نافرمانی پر مجبور کیا ہے تو اس نے اللہ پر اس کے حکم میں ظلم کیا پس وہ کافر ہے۔ اور ایک کا خیال ہے کہ امر ان کو تفویض (اللہ کی مشیت بندوں کی افعال سے غیر متعلق ہے، کے قائل) کر دیا ہے تو اس نے اللہ کو اس کے غلبہ میں کمزور کر دیا وہ بھی کافر ہے اور ایک کا خیال یہ ہے کہ اللہ نے لوگوں کو ان کی طاقت کے مطابق مکلف بنایا ہے اور جس کی وہ طاقت نہیں رکھتے ہیں اس کا مکلف نہیں بنایا اور جب وہ احسان کرتا ہے تو وہ اللہ کی حمد کرتا ہے اور جب وہ برائی کرتا ہے تو اللہ سے طلب مغفرت کرتا ہے تو یہ پختہ مسلمان ہیں۔

(۶) ہم سے علی بن عبداللہ وراق رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے اسمٰعیل بن سہل سے بیان کیا، انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے۔ انہوں نے محمد بن عجلان سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ نے امر کو بندوں کے سپرد فرمایا ہے تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ بہت زیادہ کریم ہے اس سے کہ وہ امر کو بندوں کے سپرد کر دے۔ میں نے عرض کیا تو اللہ نے بندوں کو ان کے افعال پر مجبور کیا ہے تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ بہت زیادہ عدل کرنے والا ہے اس سے کہ وہ بندہ کو اس کے فعل پر مجبور کرے پھر اس کو عذاب میں مبتلا کرے۔

(۷) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد بن خالد نے اپنے والد سے بیان کیا، انہوں نے سلیمان بن جعفر جعفری سے، انہوں نے ابوالحسن رضا (امام علی رضا) علیہ السلام سے بیان کیا کہ اس نے کہا کہ انؑ کے سامنے جبر اور تفویض (اللہ کی مشیت کا دخل بندوں کے افعال میں نہ ماننے والا) کا تذکرہ کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ کیا میں نے اس کے بارے میں تم کو اصل اور بنیاد نہیں بتائی کہ تم اس کے بارے میں اختلاف نہیں کرو گے اور نہ کسی سے جھگڑا کرو گے مگر تم نے اس کی مخالفت کی۔ ہم نے عرض کیا کہ اس کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت جبر و اکراہ سے نہیں کی جاتی ہے اور نہ غلبہ کے ذریعہ اس کی نافرمانی کی جاتی ہے اور نہ اس نے بندوں کو اپنی سلطنت میں آزاد چھوڑ دیا ہے۔ وہ مالک ہے اس کا

جس نے ان کو مالک بنایا ہے اور وہ قادر ہے اس پر جن کو اس پر قادر بنایا ہے ۔ پس اگر بندے اس کی اطاعت سے قبض اٹھائیں تو اللہ اس سے روکنے والا اور نہ اس سے منع کرنے والا ہے ۔ اور اگر بندوں نے اس کی معصیت کا پھل چکھا تو وہ چاہے کہ ان کے اور اس فعل کے درمیان حائل ہوجائے اور اگر وہ حائل نہ ہو اور ان لوگوں نے اس کام کو کیا تو وہ ایسی ذات نہیں ہے کہ جس میں اس نے ان کو داخل کر دیا ۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ جس شخص نے اس کلام کے حدود کو ضبط کیا تو اس نے اپنے مخالف سے جھگڑا کیا ۔

(۸) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عبداللہ کوفی نے خنیس بن محمد سے بیان کیا ، انہوں نے محمد بن یحییٰ خزاز سے ، انہوں نے مفضل بن عمر سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ انہوںؑ نے فرمایا کہ کوئی جبر وتفویض نہیں مگر یہ کہ دو امروں کے درمیان ایک امر ہے ، اس نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ دو امروں کے درمیان ایک امر ہے وہ کیا ہے ؟ آپؑ نے فرمایا کہ اس کی مثال ایک آدمی کی سی ہے جس کو تم نے معصیت پر دیکھا تو تم نے اس کو منع کیا پھر بھی وہ نہ رکا تو تم نے اس کو چھوڑ دیا پھر اس نے وہ فعل معصیت کیا ۔ تو اس نے جب تمہاری بات نہیں قبول کی تو تم نے اس کو چھوڑ دیا تو تم وہ شخص نہیں ہو جس نے اس کو معصیت کا حکم دیا ۔

(۹) ہم سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق مؤدب رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن علی انصاری نے عبدالسلام بن صالح ہروی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن علی بن موسیٰ بن جعفر (امام علی رضا) علیہم السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے جبر کے بارے میں کہا تو اس کو زکات نہ دو اور نہ اس کی شہادت قبول کرو ۔ بیشک اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی گنجائش کے خلاف تکلیف نہیں دیتا ہے اور نہ اس کی طاقت سے زیادہ بار ڈالتا ہے ۔ اور نہ ہر نفس اپنی ذمہ داری سے زیادہ حاصل کرتا ہے اور نہ کوئی شخص دوسرے کا بار اٹھاتا ہے ۔

(۱۰) ہم سے جعفر بن محمد بن مسرور رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن محمد ابن عامر نے معلی بن محمد بصری سے بیان کیا ، انہوں نے حسن بن علی وشاء سے انہوں نے ابوالحسن رضا (امام علی رضا) علیہ السلام سے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ میں نے آپؑ سے یہ کہہ کر سوال کیا کہ کیا اللہ نے امر کو بندوں کے سپرد کر دیا ہے ؟ آپؑ نے جواب دیا کہ اللہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے ۔ میں نے عرض کیا کہ کیا گناہوں پر مجبور کیا ہے ؟ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ اس سے زیادہ عادل اور حاکم (عاقل) ہے پھر آپؑ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اے ابن آدم ! میں تیری نیکیوں کے مقابلہ میں تجھ سے اولیٰ و افضل ہوں اور تو اپنی برائیوں کی وجہ سے مجھ سے اولیٰ ہے تو نے میری دی ہوئی قوت سے گناہ کئے ۔

(۱۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے احمد بن ادریس نے محمد بن احمد سے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم

سے ابو عبداللہ رازی نے حسن بن حسین لولوی سے بیان کیا، انہوں نے ابن سنان سے، انہوں نے مہزم سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادقؑ) علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اس چیز کے بارے میں بتاؤ جس میں اختلاف کیا اس شخص نے کہ جس سے تم نے ہمارے دوستوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ تو مہزم نے کہا کہ جبر اور تفویض (مراد یہ ہے کہ مشیت بندوں کے افعال سے غیر متعلق ہے) کے بارے میں۔ آپؑ نے فرمایا کہ تم مجھ سے سوال کرو۔ میں نے کہا کہ کیا اللہ نے بندوں کو معاصی پر مجبور کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ ان کے لئے اس سے زیادہ قادر ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ کیا ان کی طرف تفویض کر دیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ ان پر اس سے زیادہ قادر ہے۔ اس نے کہا کہ پھر میں نے عرض کیا کہ یہ کونسی چیز ہے اللہ آپؑ کو نیکی دے؟ وہ کہنے لگا کہ آپؑ نے اپنے ہاتھ کو دو مرتبہ یا تین مرتبہ الٹا پلٹا پھر فرمایا کہ اگر میں اس کے بارے میں تم کو جواب دوں تو تم کافر ہو جاؤ گے۔ (یا تم منکر ہو جاؤ گے)

(۱۲) ہم سے احمد بن ہارون فامی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عبداللہ ابن جعفر حمیری نے اپنے والد سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن ہاشم نے علی بن معبد سے، انہوں نے حسین بن خالد سے، انہوں نے ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا (امام علی رضا) علیہ السلام سے بیان کیا کہ میں نے آپؑ سے عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ لوگ تشبیہ اور جبر کی بات کو ہماری طرف منسوب کرتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ آپ کے آبائے کرام ائمہ علیہم السلام سے احادیث سے اس بارے میں روایت کیا گیا ہے۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ اے ابن خالد! تم مجھے بتاؤ کہ وہ احادیث جو تشبیہ و جبر کے بارے میں میرے آباو اجداد سے بیان کی گئی ہیں، زیادہ ہیں یا وہ احادیث زیادہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں روایت کی گئی ہیں؟ تو میں نے عرض کیا کہ وہ احادیث زیادہ ہیں جو اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ لوگوں کو یہ کہنا چاہیئے کہ رسول اللہؐ تشبیہ و جبر کے بارے میں فرماتے تھے۔ تو میں نے عرض کیا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے اس کے لئے ایک لفظ نہیں کہا بلکہ اس کے برخلاف روایت کیا گیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا پھر تو انہیں کہنا چاہیئے کہ میرے آباؤاجداد علیہم السلام نے اس کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا بلکہ اس کے برخلاف روایت کیا گیا ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ جس نے تشبیہ و جبر کے بارے میں کہا تو وہ کافر مشرک ہے اور ہم دنیا و آخرت میں اس سے بری ہیں۔ اے ابن خالد؟ تشبیہ و جبر کے بارے میں ان غالی حضرات نے ہمارے نام سے حدیثیں وضع کی ہیں جنہوں نے عظمت الہیٰ کو گھٹایا ہے۔ جس نے ان سے محبت کی تو انہوں نے ہم سے بغض برتا اور جنہوں نے ان سے بغض رکھا تو انہوں نے ہم سے محبت کی۔ جنہوں نے ان سے دوستی کی، انہوں نے ہم سے دشمنی کی اور جنہوں نے ان کو دشمن گردانا تو انہوں نے ہم سے دوستی کی۔ جس نے ان سے تعلق رکھا۔ اس نے ہم سے قطع تعلق کیا۔ اور جس نے ان سے قطع تعلق کیا وہ ہم سے مل گیا۔ اور جس نے ان سے اعراض کیا اس نے ہمارے ساتھ حسن سلوک کیا۔ اور جس نے ان کے ساتھ مہربانی کی اس نے ہم سے

روگردانی کی ۔ اور جس نے ان کا اکرام واحترام کیا اس نے ہماری توہین کی جس نے ان کی بے عزتی کی اس نے ہماری عزت و توقیر کی ۔ جس نے ان کو قبول کیا ۔ اس نے ہم کو رد کیا اور جس نے ان کو رد کیا اس نے ہم کو قبول کیا ۔ جس نے ان کے ساتھ اچھائی کی ۔ اس نے ہمارے ساتھ برائی کی ۔ اور جو ان کے ساتھ برائی سے پیش آیا اس نے ہمارے ساتھ اچھائی کی ۔ اور جس نے ان کو سچا جانا اس نے ہماری تکذیب کی اور جس نے ان کو جھوٹا سمجھا اس نے ہماری تصدیق کی ۔ جس نے ان کو کچھ دیا اس نے ہم کو محروم کردیا ۔ اور جس نے ان کو محروم کیا تو گویا اس نے ہم کو کچھ دیا ۔ اے ابن خالد ! جو بھی ہمارا شیعہ (پیرو) ہو تو وہ ان کو اپنا سرپرست اور مددگار نہ بنائے ۔

باب (۶۰) اللہ کے احکامات ، قدر ، فتنہ ، رزق ، نرخ اور ان کی مدت

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے یعقوب بن یزید نے ابن ابوعمیر سے بیان کیا ، انہوں نے جمیل بن دراج سے ، انہوں نے زرارہ سے ، انہوں نے عبداللہ بن سلیمان سے ، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ قضاء و قدر اللہ کی مخلوق کی دو قسمیں ہیں اور اللہ مخلوق میں جو چاہتا ہے زیادہ کردیتا ہے ۔

(۲) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے ابراہیم بن ہاشم سے بیان کیا ، انہوں نے علی بن معبد سے ، انہوں نے درست سے ، انہوں نے ابن ادینہ سے ، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ قضاء وقدر کے بارے میں کیا فرماتے ہیں ؟ انہوںؑ نے فرمایا کہ میرا یہ کہنا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جب قیامت کے دن بندوں کو جمع کرے گا تو وہ ان سے اس چیز کے بارے میں دریافت کرے گا جس کا ان سے عہد لیا تھا اس جبر کے بارے میں سوال نہیں کرے گا جو ان پر قضاء سے متعلق ہے ۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا کہ ہم سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے محمد بن خالد برقی سے بیان کیا ، انہوں نے عبدالملک بن عنترہ شیبانی سے ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے اپنے دادا سے ، انہوں نے کہا کہ ایک آدمی امیرالمومنینؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے امیرالمومنینؑ آپؑ مجھے قدر سے آگاہ فرمایئے ۔ آپؑ نے فرمایا کہ وہ ایک گہرا سمندر ہے تو تم اس میں غوطہ نہ لگاؤ ۔ وہ کہنے لگا کہ اے امیرالمومنینؑ آپ مجھے قدر سے آگاہ فرمایئے تو آپؑ نے فرمایا کہ وہ ایک تاریک راستہ ہے تمہیں اس پر چلنا نہیں چاہیئے ۔ اس نے پھر کہا کہ امیرالمومنینؑ آپؑ مجھے قدر کے متعلق بتایئے ۔ وہ شخص کہنے لگا کہ اے امیرالمومنینؑ آپؑ مجھے قدر کے بارے میں بتایئے ۔ آپؑ نے فرمایا کہ وہ راز خداوندی ہے تم کو اس کے بارے میں مشقت برداشت نہیں کرنی چاہیئے ۔ وہ کہنے لگا کہ اے امیرالمومنینؑ آپؑ مجھے

قدر کے بارے میں آگاہ فرمائیے تو امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم نے کسی وجہ سے اس وقت انکار کیا تو میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ تم مجھ کو بتاؤ کہ کیا اللہ کی رحمت بندوں کے لئے ان کے اعمال سے پہلے ہے یا بندوں کے اعمال اللہ کی رحمت سے پہلے ہیں؟ اس آدمی نے جواب دیا کہ اللہ کی رحمت بندوں کے لئے ان کے اعمال سے قبل ہے۔ تو امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ تم سب کھڑے ہو کر اپنے بھائی کو سلام کرو کیونکہ وہ مسلمان ہو گیا ہے حالانکہ وہ کافر تھا۔ راوی نے بیان کیا کہ وہ آدمی تھوڑی دور جا کر پلٹا اور کہنے لگا کہ اے امیرالمومنینؑ کیا ہم قیام و قعود اور قبض و بسط میں مشیت اولیٰ سے متعلق ہیں؟ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ بیشک تم مشیت کے بارے میں بہت دور ہو۔ لیکن میں تم سے تین سوال کرتا ہوں۔ اللہ تم کو کسی چیز کے بارے میں نکلنے کی راہ نہ قرار دے۔ تم مجھ کو بتاؤ کہ کیا اللہ نے بندوں کو جیسا چاہا خلق کیا یا جس طرح انہوں نے چاہا؟ اس نے جواب دیا کہ جیسا اس نے چاہا۔ آپؑ نے فرمایا کہ پھر اللہ نے بندوں کو کس وجہ سے چاہا یا انہوں نے کس وجہ سے چاہا؟ وہ کہنے لگا کہ اللہ نے جس چیز کے لئے چاہا خلق کیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ اللہ مخلوق کو قیامت کے دن جس طرح چاہے گا لائے گا یا جس طرح وہ چاہیں گے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ جس طرح چاہے گا ان کو لائے گا۔ تب آپؑ نے فرمایا کہ اٹھو اب تمہارے مشیت کے متعلق کوئی بات (مسئلہ) نہیں ہے۔

(۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے قاسم بن محمد اصبہانی سے بیان کیا، انہوں نے سلیمان بن داؤد منقری سے، انہوں نے سفیان بن عیینہ سے، انہوں نے زہری سے، انہوں نے کہا کہ کسی شخص نے علی بن الحسین (امام زین العابدین) علیہما السلام سے کہا کہ میں آپؑ کے قربان جاؤں کیا لوگو کو جو مصیبت ملتی ہے قدر کے ذریعے سے یا عمل کے ذریعہ پہنچتی ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ قدر اور عمل روح اور جسم کی طرح ہیں لیکن روح جسم کے بغیر محسوس نہیں ہوتی ہے اور جسم بغیر روح کے ایک صورت ہے جس میں کوئی حرکت نہیں۔ پس جب وہ دونوں باہم مجتمع ہوتے ہیں تو وہ دونوں قوی اور درست ہوتے ہیں۔ اسی طرح عمل اور قدر ہیں پھر اگر قدر عمل پر واقع نہ ہو تو خالق مخلوق سے پہچانا نہیں جائے گا۔ اور قدر ایسی شے ہے جس کا احساس نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر عمل قدر کے مطابق نہ ہو تو وہ عمل جاری نہیں ہوگا اور نہ پورا ہوسکے گا۔ لیکن ان دونوں کے اجتماع سے وہ قوی ہوں گے۔ اور اللہ کی طرف سے اس میں اپنے نیکوکار بندوں کے لئے مدد ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ آگاہ ہو کہ سب سے زیادہ وہ شخص ہے جو اس کے ظلم وجور کو عدل سمجھے اور ہدایت یافتہ کے عدل کو ظلم و جور خیال کرے۔ آگاہ ہو کہ بندہ کی چار آنکھیں ہیں، دو آنکھوں سے وہ آخرت کے امور کو دیکھتا ہے اور دوسری دو آنکھوں سے وہ دنیاوی امور کو دیکھتا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے خیر کو چاہتا ہے تو وہ اس کی ان دو آنکھوں کو جو اس کے قلب کی ہیں کھول دیتا ہے تو وہ ان دونوں کے ذریعہ عیب یا غیب کو دکھاتا ہے۔ اور اگر اس کے منافی امر کو چاہتا ہے تو قلب میں جو کچھ ہے اس کو چھوڑ دیتا ہے۔ پھر آپؑ

نے قدر کے بارے میں سوال کرنے والے کی طرف ملتفت ہو کر فرمایا کہ یہ اسی کی طرف سے ہے، یہ اسی کی طرف سے ہے۔

(۵) ہم سے احمد بن حسن قطان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے بکر بن عبداللہ بن حبیب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن زیاد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے مروان بن معاویہ نے اعمش سے بیان کیا، انہوں نے ابو حیان تیمی سے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے بیان کیا کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ صفین اور اس کے بعد بھی تھے۔ آپؑ لشکر کو ترتیب دے رہے تھے اور معاویہ اپنے گھوڑے کے قریب پہنچا ہوا تھا جو نیچے پڑی ہوئی گھاس یا چارہ کھا رہا تھا اور علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑے مرتجز پر سوار تھے۔ اور آپؑ کے ہاتھ میں رسول اکرمؐ کا نیزہ تھا اور ذوالفقار آپؑ کی گردن میں لٹکی ہوئی تھی کہ آپؑ کے کسی صحابی نے عرض کیا کہ اے امیرالمومنینؑ آپؑ اپنی حفاظت فرمایئے کیونکہ ہم کو اس ملعون سے خوف ہے کہ وہ آپؑ کو دھوکے سے صدمہ نہ پہنچائے۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ اگر تم نے اس کے متعلق یہ بات اس لئے کہی ہے کہ وہ بے دین اور قاسطین (بیعت توڑنے والوں) میں شقی ترین اور خوارج میں ائمہ پر زیادہ لعنت کرنے والا ہے، مگر یہ کہ موت خود محافظ ہے۔ لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جس کے ساتھ محافظ ملائکہ نہیں ہوتے جو اس کی حفاظت و نگہبانی کرتے ہیں اس سے کہ وہ کنویں میں گر جائے یا اس پر کوئی دیوار گر پڑے یا اس پر کوئی بری مصیبت پڑے۔ جیسا موت آتی ہے تو وہ ملائکہ اس کے اور پہنچنے والی مصیبت کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں۔ اسی طرح جب میری موت کا وقت آئے گا تو ان تینوں میں سے شقی ترین شخص تیزی سے ظاہر ہوگا اور اس کی وجہ سے یہ رنگین ہو جائے گی اور آپؑ نے اپنی داڑھی اور سر کی طرف اشارہ کیا۔ یہ عہد ہے اور وہ وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں ہے۔ حدیث بہت طویل ہے۔ ہم نے ضرورت کے مطابق اس میں سے کچھ اخذ کر لیا ہے۔ اس کو میں نے کتاب الدلائل والمعجزات میں مکمل طور پر بیان کیا ہے۔

(۶) ہم سے میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہما اللہ نے بیان کیا، ان دونوں نے فرمایا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار اور احمد بن ادریس نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے، انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے، انہوں نے علی بن معبد سے، انہوں نے عمر بن اذینہ سے، انہوں نے زرارہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے سنا کہ نعمتوں کی خلقت اللہ کی طرف سے ہے جس کو اس نے تم سب کو دیا ہے۔ اسی طرح شر تمہاری طرف سے ہے اگرچہ اس کی قدر جاری ہوئی۔

(۷) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے احمد بن ادریس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن احمد نے یوسف بن حارث سے، انہوں نے محمد بن عبدالرحمن عرزمی سے، انہوں نے اپنے والد عبدالرحمن سے انہی اسناد کے

ساتھ اس شخص کی طرف جس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ نے آسمان و زمین کی خلقت سے پچاس ہزار سال پہلے مقادیر (وزن و تعداد) کو مقرر فرمایا۔

(۸) ہم سے علی بن عبداللہ وراق اور علی بن محمد بن حسن المعروف بابن مقبرہ قزوینی دونوں حضرات نے بیان کیا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہیثم بن ابو مسروق نہدی نے حسین بن علو ان سے بیان کیا، انہوں نے عمرو بن ثابت سے، انہوں نے سعد بن طریف سے، انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے بیان کیا کہ امیرالمومنین علیہ السلام ایک دیوار سے جو دوسری دیوار کی طرف جھک رہی تھی، واپس پلٹ گئے تو آپؑ سے عرض کیا گیا کہ یا امیرالمومنینؑ کیا آپؑ قضاء الہیٰ سے فرار اختیار کر رہے ہیں تو آپؑ نے فرمایا کہ میں قضاء الہیٰ سے قدر الہیٰ کی طرف تیزی سے جارہا ہوں۔

(۹) ہم سے ابوالحسن محمد بن عمرو بن علی بصری نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوالحسن علی بن حسن مثنی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوالحسن علی بن مہرویہ قزوینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابواحمد غازی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علیؑ بن موسیٰ الرضاؑ (امام علی رضا) علیہ السلام نے فرمایا انہوں نے فرمایا کہ ہم سے میرے والد موسیٰؑ بن جعفرؑ (امام موسی کاظم) علیہ السلام نے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ ہم سے میرے والد جعفرؑ بن محمد (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے بیان فرمایا، انہوں نے فرمایا کہ ہم سے میرے والد محمدؑ بن علیؑ (امام محمد باقر) علیہ السلام نے بیان فرمایا، انہوں نے فرمایا کہ ہم سے میرے والد علیؑ بن حسینؑ (امام زین العابدین) علیہ السلام نے بیان فرمایا، انہوں نے فرمایا کہ ہم سے میرے والد حسینؑ بن علیؑ (امام حسین) علیہ السلام نے بیان فرمایا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد گرامی علی ابن ابو طالب علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ اعمال تین طرح (قسم) کے ہیں (۱) فرائض (۲) فضائل (۳) معاصی۔ فرائض تو اللہ تعالیٰ کے حکم، رضا الہیٰ، قضاء الہیٰ اور اس کی تقدیر، مشیت و علم سے ہوتے ہیں لیکن فضائل امر الہیٰ سے نہیں ہوتے بلکہ اللہ کی رضا، قضا، قدر اور مشیت و علم کے ذریعہ سے ہوتے ہیں مگر معاصی کا تعلق امر الہیٰ سے نہیں ہوتا پھر قضا و قدر اور اس کی مشیت و علم کے ذریعہ ہوتا ہے۔ بعد میں ان پر عتاب و عذاب کیا جاتا ہے۔

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ معاصی میں قضاء الہیٰ اس کا ان معاصی کے بارے میں حکم ہے اور معاصی میں اس کی مشیت ان افعال سے نہیں ہے۔ اور ان معاصی میں قدر الہیٰ دراصل ان کی مقداروں کا اور ان کی حد و انتہا کا علم ہے۔

(۱۰) اور ان ہی اسناد کے ساتھ (امام حسینؑ نے) فرمایا کہ امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ تمام دنیا جہل ہے مگر مقامات علم بھی ہیں۔ اور تمام علم حجت ہے مگر جس پر عمل کیا جائے اور سارا عمل دکھاوا ہے مگر جو خلوص کے ساتھ ہو اور

اخلاص ایک پیمانہ و بلندی ہے جس سے بندہ جو اس کے لئے مقرر کیا گیا دیکھتا ہے۔

(۱۱) ہم سے حسین بن ابراہیم بن احمد مؤدب رضی اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے علی بن معبد سے، انہوں نے حسین بن خالد سے، انہوں نے علیؑ بن موسیٰ الرضاؑ سے، انہوں نے اپنے پدربزرگوار موسیٰ بن جعفرؑ سے، انہوں نے اپنے والد محترم جعفرؑ بن محمدؑ سے، انہوں نے اپنے پدرگرامی محمدؑ بن علیؑ سے، انہوں نے اپنے والد ماجد علیؑ بن حسینؑ سے، انہوں نے اپنے والد بزرگوار حسینؑ بن علیؑ سے، انہوں نے اپنے والد محترم علی بن ابی طالب علیہم السلام سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص میری قضاء سے راضی ہے اور جو میری قدر پر ایمان نہ لائے تو وہ میرے علاوہ کسی دوسرے معبود سے التماس کرے اور رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ہر قضاء الہیٰ میں مومن کے لئے نیکی و بہتری ہے۔

(۱۲) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے محمد بن حسین بن ابو خطاب سے بیان کیا، انہوں نے محمد بن اسمٰعیل بن بزیع سے، انہوں نے محمد بن عذافر سے، انہوں نے اپنے والد، انہوں نے ابو جعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک دن رسول اللہؐ کسی ایک سفر میں تھے کہ آپؐ سے چند سوار حضرات ملے، جنہوں نے رسول اللہؐ کو سلام کیا آپؐ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ لوگ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم مومن ہیں تو جناب رسول خداؐ نے ان سے فرمایا کہ تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم قضاء الہیٰ پر راضی اور امرالہیٰ کی تسلیم اور اللہ کی طرف تفویض امور کرتے ہیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ علماء و حکماء حکمت کی وجہ سے انبیاء کے قریب ہیں پس اگر تم سچے ہو تو تم وہ عمارتیں نہ بناؤ جن میں تم سکونت نہ رکھ سکو گے، اس کو جمع نہ کرو جو نہ کھا سکو اور اس سے ڈرو جس کی طرف تم پلٹ کر جاؤ گے۔

(۱۳) ہم سے احمد بن حسن قطان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن سعید ہمدانی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن حسن بن علی بن فضال نے اپنے والد سے، انہوں نے ہارون ابن مسلم سے، انہوں نے ثابت بن ابو صفیہ سے، انہوں نے سعد خفاف سے، انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے، انہوں نے کہا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے ایک شخص سے کہا کہ اگر تم اپنے خالق کی اطاعت نہیں کرتے ہو تو اس کا رزق مت کھاؤ اور اگر تم اس کے دشمن کو دوست رکھتے ہو تو اس کے ملک سے نکل جاؤ اور اگر تم اس کے قضاء و قدر پر قانع نہیں ہو تو اس کے علاوہ کسی کو رب بنالو۔

(۱۴) اور ان ہی اسناد کے ساتھ اصبغ بن نباتہ نے کہا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ

علیہ السلام سے کہا کہ چار چیزوں کے بارے میں میری نصیحت کو یاد رکھو۔ پہلی چیز یہ کہ جب تک تم زندہ ہو تم اپنے گناہوں کو بخشا ہوا نہیں پاؤ گے لہذا تم اپنے غیر کے عیوب کے ساتھ مصروف نہ ہو۔ دوسری چیز یہ کہ جب تک تم زندہ ہو تم میرے خزانوں کو ختم ہوتے ہوئے نہ دیکھ سکو گے لہذا تم اپنے رزق کی وجہ سے غمگین نہ ہو۔ تیسری چیز یہ کہ جب تک تم زندہ ہو تم میرے ملک کے زوال کو نہیں دیکھ سکو گے لہذا میرے علاوہ کسی دوسرے سے امید نہ رکھو۔ اور چوتھی چیز یہ کہ جب تک تم زندہ ہو تم شیطان کو مردہ نہیں دیکھ سکتے لہذا اس کے مکروفریب سے بے خوف نہ ہو۔

(۱۵) اور ان ہی اسناد کے ساتھ اصبغ بن نباتہ نے کہا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے اس کے بعد مختصر طور پر فرمایا کہ دنیا کا اہتمام کرنے میں مقررہ فریضہ میں زیادتی کا باعث نہیں ہے اور اس میں زاد راہ کا ضیاع ہے اور آخرت کی طرف متوجہ ہونا مقدور میں کوتاہی کا سبب نہیں ہے اور اسی میں معاد (آخرت) کا تحفظ ہے۔ اور یہ اشعار پڑھے۔

لو کان فی صخرۃ فی البحر راسیۃ صماء ملمومۃ ملس نواحیھا

اگر وہ سمندر کی تہہ میں ٹھوس چٹانوں میں ہو جس کے اطراف ہموار اور چکنے ہوں۔

رزق لنفس یراھا اللہ لاانفلقت عنہ فادت الیہ کل ما فیھا

وہ رزق جو کسی نفس کے لئے اللہ دیکھتا ہے تو وہ اس سے پھٹ جاتا ہے تو وہ نفس اس رزق کی طرف جو کچھ اس چٹان میں ہے وہ پہنچاتا ہے۔

اوکان بین طباق السبع مجمعہ لسھل اللہ فی المرقی مراقیھا

یا اس کے جمع ہونے کی جگہ زمین کے سات پردوں کے درمیان ہو تو اللہ اس کے حصول کے لئے سیڑھیوں کو سہل بنا دیتا ہے۔

حتی یو افی الذی اللوح خط لہ ان ھی اتتہ والا فھو یاتیھا

یہاں تک کہ جو لوح میں لکھا ہوا ہے وہ اس شخص کو پورا حق دیتا ہے۔ اگر وہ اس کے پاس آجائے ورنہ وہ خود اس کے پاس آجائے گا۔

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو جن تمام چیزوں سے فائدہ حاصل کرنے کا اختیار دیا ہے اور ان میں سے کسی ایک چیز سے ہم کو منع نہیں کیا ہے تو ان کو ہمارے لئے رزق قرار دیا اور وہی ہمارا رزق ہے۔ اور جن اشیاء سے فائدہ حاصل کرنے کی ہم کو قدرت عطا نہیں کی اور ہمارے غیر کو اس سے روکا گیا ہے تو اس کا رزق ہم کو نہیں دیا اور نہ اس کو ہمارا رزق بنایا۔

(۱۶) ہم سے میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے ابراہیم بن ہاشم سے بیان کیا، انہوں نے احمد بن سلیمان سے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام سے حالت

طواف میں دریافت کیا کہ آپؑ مجھے "جواد" کے بارے میں آگاہ فرمائیے۔ آپؑ نے فرمایا کہ تمہارے اس سوال کے دو رخ ہیں۔ اگر تم نے یہ سوال مخلوق کے بارے میں کیا ہے تو "جواد" وہ شخص ہے جو فرائض الہیٰ کو ادا کرتا ہے اور بخیل وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرائض کو ادا کرنے میں کوتاہی برتے۔ اور اگر تمہاری مراد خالق سے ہے تو وہ خواہ عطا کرے یا نہ عطا کرے وہ جواد ہے کیونکہ اگر اس نے بندہ کو کچھ دیا ہے گویا اس نے اس کو وہ دیدیا جو اس کا نہیں تھا اور اگر اس نے اس کو منع کیا تو اس سے منع کیا جو اس کا نہیں تھا۔

(۱۷) ہم سے ابو محمد حسن بن محمد بن یحییٰ بن حسن بن جعفر بن عبیداللہ بن حسین بن علی بن حسین بن علی بن ابو طالب علیہم السلام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے دادا یحییٰ بن حسن نے بیان کیا، انہوں نے کہ کہ ہم سے یعقوب بن یزید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن ابو عمیر اور عبداللہ بن مغیرہ نے ابی حفص اعشیٰ سے بیان کیا، انہوں نے ابو حمزہ سے، انہوں نے علی بن حسین علیہما السلام سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ میں چل کر اس دیوار کی حد اختتام تک پہنچا اور اس کا سہارا لیا تو ناگاہ ایک آدمی دو سفید کپڑوں میں ملبوس میرے چہرہ کی طرف دیکھ رہا تھا وہ مجھ سے کہنے لگا کہ اے علیؑ بن حسینؑ میں آپؑ کو شکستہ دل و غمزدہ دیکھ رہا ہوں کیا آپؑ کا یہ حزن و غم دنیا میں ہے ؟ تو اللہ کا رزق ہر نیک و بدکار کے لئے موجود ہے۔ تو میں نے کہا کہ میں اس پر غمزدہ نہیں ہوں مگر یہ غم تمہارے کہنے کے لئے ہے۔ وہ شخص کہنے لگا کہ کیا یہ غم آخرت پر ہے ؟ تو وہ سچا وعدہ ہے جس میں ملک قاہر (اللہ تعالیٰ) حکم جاری فرمائے گا۔ میں نے کہا کہ مجھے اس پر بھی حزن و ملال نہیں ہے یہ تو تمہارے قول کے مطابق ہے۔ وہ شخص کہنے لگا کہ پھر آپؑ کا یہ رنج کس چیز پر ہے ؟ تو میں نے کہا کہ میں ابن زبیر کے فتنہ سے ڈر رہا ہوں۔ تو وہ ہنسنے لگا پھر کہنے لگا کہ اے علیؑ بن حسینؑ کیا آپؑ نے کسی شخص کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوا پایا ہو اور اس نے اس کو نجات نہ دی ہو ؟ میںؑ نے کہا نہیں۔ وہ کہنے لگا کہ اے علیؑ ابن حسینؑ کیا آپؑ نے کسی کو اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہوئے دیکھا ہو اور اس نے اس کو عطا نہیں کیا ہو ؟ میںؑ نے کہا نہیں۔ حضرت علی ابن حسین علیہما السلام نے فرمایا کہ جب میں نے دوبارہ دیکھا تو میرے سامنے کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

(۱۸) ہم سے حسین بن احمد بن ادریس رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے میرے والد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے عبدالرحمن بن ابو نجران سے بیان کیا، انہوں نے مفضل بن صالح سے، انہوں نے جابر بن یزید جعفی سے، انہوں نے ابو جعفر محمد بن علی باقر (امام محمد باقر) علیہم السلام سے حدیث بیان کی کہ آپؑ نے فرمایا کہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار جو تیرا فیصلہ ہے میں اس پر راضی ہوں تو بوڑھے کو موت دیتا ہے اور بچہ کو زندگی عطا کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ اے موسیٰ کیا تم ان کے لئے مجھ کو رزاق اور کفیل ہونے پر راضی نہیں ہو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کیوں نہیں تو تو بہترین

وکیل اور کفیل ہے۔

(۱۹) ہم سے حمزہ بن محمد بن احمد بن جعفر بن محمد بن زید بن علیؑ بن الحسینؑ ابن علیؑ ابن ابو طالب علیہم السلام نے اور احمد بن حسن قطان اور محمد بن ابراہیم بن احمد معاذی نے ان سب نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد بن سعید ہمدانی بنی ہاشم کے غلام (دوست) نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن اسمعیل حریری نے پڑھتے ہوئے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن اسمعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عمرو بن جمیع نے جعفر بن محمد سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد اپنے والد سے، انہوں نے اپنے دادا علیہم السلام سے بیان کیا کہ حسین بن علی علیہما السلام معاویہ کے پاس آئےؑ تو اس نے آپؑ سے کہا کہ آپ کے والد بزرگوار کو اس امر پہ کس چیز نے راغب کیا کہ وہ اہل بصرہ کو قتل کردیں پھر رات کو ان کے دو کپڑوں میں راستوں میں گھمائیں۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ انؑ کو ان کے علم نے راغب کہ وہ اس کو درست کردے تاکہ وہ غلطی نہ کرسکے اور جو غلطی کرے وہ درست نہ ہوسکے۔ معاویہ نے کہا کہ آپؑ نے سچ کہا اور امیرالمومنین علیہ السلام سے کہا گیا جبکہ آپؑ نے خوارج سے ارادہ قتال کیا کہ اے امیرالمومنینؑ اگر آپؑ اپنے آپ کو بچا لیتے تو آپؑ نے یہ دو شعر پڑھے۔

ای یومی من الموت افر ایوم لم یقدر یوم قدر

میں موت کے دو دنوں میں سے کس سے راہ فرار اختیار کروں کیا اس دن سے جو مقدر نہیں ہوا یا اس دن سے جو مقدر ہوگیا ہے

یوم ماقد ولا اخشی الردی واذا قدر لم یغن الحذر

جو دن مقدر نہیں کیا گیا ہے اس میں ہلاکت سے نہیں ڈرتا اور جبکہ مقدر کردیا گیا ہے تو بچنا کفایت نہیں کرسکتا۔

(۲۰) ہم سے ابوالحسن علی بن عبداللہ بن احمد اصبہانی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے مکی بن احمد بن سعدویہ برذعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابو منصور محمد بن قاسم بن عبدالرحمن عتکی نے خبر دی انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن اشرس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن نصر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے وہب بن ہشام ابوالبختری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جعفر بن محمد نے اپنے والد سے اپنے دادا سے، انہوں نے علی بن ابو طالب علیہم السلام سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ اے علی یقینی امر ہے کہ تم اللہ کی ناراضی پر کسی سے راضی نہیں ہوگے اور نہ تم ہرگز کسی کا شکریہ ادا نہیں کروگے جو تم کو اللہ نے دیا ہے اور جو تم کو اللہ نے نہیں دیا ہے اس پر تم کسی کی مذمت نہ کروگے۔ کیونکہ رزق کو کسی حریص کی حرص نہیں کھینچتی ہے اور کسی ناپسند کرنے والے کی ناپسندیدگی اس کو واپس نہیں کرسکتی اس لئے کہ اللہ عزوجل نے

اپنی حکمت اور اپنے فضل و کرم سے یقین و رضا میں راحت و مسرت رکھی ہے اور غم و رنج کو شک و ناراضگی میں رکھا ہے ۔ بے شک جہل سے بڑھ کر کوئی فقر نہیں ہے اور عقل سے بڑھ کر کوئی مال مفید نہیں ہے ۔ فخر و تکبر سے زیادہ وحشت ناک کوئی تنہائی نہیں ہے ۔ اور کوئی معاونت مشاورت سے زیادہ معتمد نہیں ہے اور کوئی عقل تدبیر جیسی نہیں ہے کوئی پرہیزگاری حرام چیزوں سے رکنے (بچنے) کی طرح ہے ، حسن خلق کی طرح کوئی حسب نہیں ، اور غور و فکر کی طرح کوئی عبادت نہیں ، گفتگو کی آفت دروغ بیانی ہے ، اور علم کی مصیبت سہو و نسیان ہے اور عبادت کی مصیبت سستی ہے ، دانائی کی آفت ڈینگ مارنا ہے ، شجاعت کی آفت ظلم و بغاوت ہے اور سخاوت کی آفت احسان جتانا ہے ، حسن کی آفت خودپسندی ہے اور حسب کی آفت فخر ہے ۔

(۲۱) ہم سے حسین بن احمد بن ادریس رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے محمد بن ابو صہبان نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو احمد محمد بن زیاد ازدی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابان احمر نے صادق جعفر بن محمد (امام جعفر صادق) علیہما السلام سے بیان کیا کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میرے ماں باپ آپؑ پر قربان مجھے نصیحت فرمایئے ۔ آپؑ نے فرمایا کہ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے رزق کی ضمانت دی ہے تو تمہارا اہتمام و مشقت کس لئے ، اور اگر رزق تقسیم کردیا گیا ہے تو پھر حرص و طمع کس لئے اور اگر حساب حق ہے تو جمع کس وجہ سے ، اور اگر معاوضہ و بدل اللہ کی طرف سے ہے تو بخل کی وجہ کیا ہے ۔ اور اگر جہنم کی سزا اللہ کی جانب سے ہے تو پھر نافرمانی کیوں ۔ اور اگر موت برحق ہے تو پھر خوشی کیسی ۔ اگر اسباب اللہ پر حق ہیں تو مکر کس وجہ سے ، اور اگر شیطان دشمن ہے تو غفلت کس لئے ، اور اگر صراط سے گزرنا حق ہے تو پھر اس سے انکار کیوں اور اگر تمام اشیاء قضاء و قدر کی وجہ سے ہیں تو حزن و غم کس وجہ سے اور اگر دنیا فانی ہے تو اس کی طرف سے اطمینان کس لئے ہے ؟

(۲۲) ہم سے ابو منصور احمد بن ابراہیم بن بکر خوری نے نیشاپور میں بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن ہارون خوری نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے جعفر بن محمد بن زیاد فقیہ خوری نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن عبداللہ جویباری شیبانی نے علیؑ بن موسیٰ الرضا (امام علی رضا) علیہ السلام سے بیان کیا ، انہوں نے اپنے والدؑ سے انہوں نے اپنے پدرہائے گرامی سے ، انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے تخلیق آدم سے دو ہزار سال قبل مقادیر (وزن و پیمانہ) کو مقرر کیا اور تدابیر کو منظم کیا ۔

(۲۳) ہم سے ابو عبداللہ حسین بن محمد اشنانی رازی عادل نے بلخ میں بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن مہرویہ قزوینی نے بیان کیا ، (انہوں نے کہا کہ ہم سے داؤد بن سلیمان بہت بڑے غازی نے بیان کیا) انہوں نے کہا کہ ہم

سے علی بن موسیٰ الرضا نے اپنے والد بزرگوار سے، انہوں نے اپنے پدر گرامی سے، انہوں نے حسین بن علی ابن ابو طالب علیہم السلام سے بیان کیا کہ ایک یہودی نے علی ابن ابو طالب علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپؑ مجھ کو اس چیز سے آگاہ فرمائیے جو اللہ کے لئے نہیں ہے اور جو چیز اللہ کے پاس نہیں ہے اور اس چیز سے جس کو اللہ نہیں جانتا ہے تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اے گروہ یہود اللہ تمہارے اس قول کو کہ عزیز اللہ کے بیٹے ہیں، اس کا علم نہیں رکھتا اور اللہ کو اس کے بیٹے کا علم نہیں ۔ لیکن تمہارا یہ کہنا کہ جو اللہ کے لئے نہیں ہے تو اس کا کوئی شریک نہیں ۔ اور تمہارا یہ کہنا کہ جو چیز اللہ کے پاس نہیں ہے اس کے پاس بندوں کے لئے ظلم نہیں ہے ۔ یہودی کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں ۔

(۲۴) ہم سے محمد بن ابراہیم بن احمد بن یونس لیثی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد بن سعید ہمدانی ہاشم کے غلام (دوست) نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے حارث بن ابو اسامہ نے قرات کے طور پر مدائنی سے بتایا، انہوں نے عوانہ بن حکم اور عبداللہ بن عباس بن سہل ساعدی اور ابوبکر خراسانی بنی ہاشم کا غلام (دوست) سے بیان کیا، انہوں نے حارث بن حصیرہ سے، انہوں نے عبدالرحمن بن جندب سے، انہوں نے اپنے والد وغیرہ سے بیان کیا کہ بعد وفات علی علیہ السلام لوگ حسنؑ بن علیؑ کے پاس بیعت کے لئے آئے تو آپؑ نے فرمایا کہ تمام شکر و تعریف اللہ کے لئے ہے جس کے امر سے فیصلہ ہوا اور اس نے فضل سے مخصوص کیا اور امر کی وجہ سے عام کیا اور عافیت سے جلیل و بزرگ کیا، ایسی حمد جس کی وجہ سے ہم پر اس نے اپنی نعمتوں کو تمام کیا، اور جس کی وجہ سے ہم پر اس کی خوشنودی واجب و لازم ہوئی ۔ یقیناً دنیا بلاء و فتنہ کا گھر ہے اور دنیا کی ہر شے کو زوال ہے اور اس نے ہم کو دنیا کی ہر شے سے آگاہ کیا تاکہ ہم عبرت حاصل کر سکیں تو اس نے پہلے ہمیں خوف دلایا تاکہ ڈرانے کے بعد ہم پر کچھ حجت باقی نہ رہے ۔ جس میں فنا ہے اس کو چھوڑ دو اور جو باقی رہے گا اس کی طرف رغبت کرو اور اللہ سے حالت پوشیدگی و ظاہری میں ڈرو ۔ بیشک علی علیہ السلام نے زندگی، موت اور بعثت میں قدر کے مطابق زندگی بسر کی اور اجل کے آنے پر وفات پا گئے ۔ اور میں تمہاری بیعت کو اس شرط پر قبول کرتا ہوں کہ میں جس کے ساتھ سلامتی سے رہوں تم بھی ان کے ساتھ سلامتی سے رہو اور جس سے میں جنگ کروں تم بھی اس سے جنگ کرو ۔ تو انہوں نے اس شرط پر آپؑ کی بیعت کی ۔

محمد بن علی بن حسین مصنف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ انسان کی موت کی مدت اس کے مرنے کا وقت ہے اور اس کی حیات کی مدت اس کا وقت حیات ہے ۔ یہی مراد فرمان الہیٰ کی ہے " **فاذا جاء اجلهم لایستاخرون ساعة ولا یستقدمون** " (الاعراف ۳۴ ۔ والنحل ۶۱) " پس جب ان کا وقت آجاتا ہے تو وہ ایک لحہ پیچھے نہیں رہ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں ۔" اور اگرچہ انسان بستر مرگ پر طبعی موت مرے یا قتل کر دیا جائے تو وہ اس کی موت کا وقت ہے ۔ اور کبھی یہ بھی درست ثابت ہوتا ہے کہ مقتول کو اگر قتل نہ کیا جائے تو وہ اپنی اسی ساعت کے مطابق

مرتا اور کبھی یہ بھی درست ہوگا کہ اگر وہ قتل نہیں کیا جاتا تو زندہ رہتا ۔ اور زندگی و موت کا علم ہم کو نہیں ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "**قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیہم القتل الی مضاجعھم**" (آل عمران ۔ ۱۵۴) " (اے رسول) تم کہہ دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہوتے تو وہ لوگ اپنے گھروں سے نکل کر قتل ہونے کے لئے قتل گاہ تک پہنچ جاتے ۔ اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے "**قل لن ینفعکم الفرار ان فررتم من الموت او القتل**" (الاحزاب ۔ ۱۶) " (اے رسول) تم کہہ دو کہ اگر تم موت یا قتل سے راہ فرار اختیار کرو گے تو یہ فرار تم کو ہرگز فائدہ نہیں پہنچائے گا ۔ اور اگر کوئی گروہ ایک ہی وقت میں قتل کر دیا جائے تو یہ کہنا مناسب ہوگا کہ وہ اپنے وقت مقررہ پر مرگئے اور بے شک اگر وہ قتل نہیں کئے جاتے تو البتہ وہ اسی وقت مرجاتے جس طرح یہ کہنا درست ہے کہ ان سب پر کوئی وباء نازل ہوتی پھر ایک ہی لمحے میں مرجاتے اور یہ کہنا درست نہیں کہ وہ وقت مقررہ کے بغیر مر گئے ۔ مختصر یہ کہ انسان کی اجل کا وہ وقت ہے جس کا علم اللہ کو ہے جس میں وہ مرجائے گا یا قتل کردیا جائے گا ۔ اور امام حسن علیہ السلام کا اپنے والد گرامی علیہ السلام کے بارے میں یہ فرمانا کہ وہ قدر کے ساتھ زندہ رہے اور اجل کے ساتھ وفات پاگئے ، اس بارے میں ہمارے قول کے تصدیق ہے اور اللہ اپنے احسان کے ساتھ درستی وصواب کی توفیق دینے والا ہے ۔

(۲۵) ہم سے عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب سجزی نے نیشاپور میں بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابونصر منصور بن عبداللہ بن ابراہیم اصبہانی نے خبر دی ، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسن بن احمد حرانی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن عبداللہ بن ضحاک نے اوزاعی سے ، انہوں نے یحییٰ بن ابو کثیر سے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ امیرالمومنین علیہ السلام سے کہا گیا کہ ہم آپ کی حفاظت نہ کریں تو آپؑ نے فرمایا کہ ہر شخص کی نگہبانی اس کی موت ہے ۔

(۲۶) ہم سے عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے منصور بن عبداللہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے شریک نے انہوں نے ابواسحاق سے ، انہوں نے سعید بن وہب سے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سعید بن قیس کے ساتھ ایک رات صفین میں تھے اور دو صفیں وہ دونوں دیکھ رہے تھے کہ امیرالمومنین علیہ السلام تشریف لائے تو ہم بھی انؑ کے صحن میں پہنچ گئے تو انؑ سے سعید بن قیس نے عرض کیا کہ امیرالمومنینؑ آپ ایسے وقت میں کچھ خوف نہیں کرتے ہیں ؟ آپؑ نے جواب دیا میں کس چیز سے خوف کھاؤں ؟ بیشک کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ دو موکل فرشتے نہ ہوں کہ وہ کنویں میں گرجائے یا کوئی جانور اس کو نقصان پہنچائے یا پہاڑ گرادیا جائے یہاں تک کہ قدر آجائے اور جب قدر آجائے تو وہ اس کے درمیان سے جدا ہوجاتے

ہیں ۔

(۲۷) ہم سے ابو نصر محمد بن ابراہیم بن تمیم سرخسی نے سرخس میں بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو لبید محمد بن ادریس شامی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعید جوہری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو ضمرہ انس بن عیاض نے ابو حازم سے، انہوں نے عمرو بن شعیب سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے دادا سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ قدر کے خیر و شر اور شیرینی و تلخی پر ایمان نہ لے آئے ۔

(۲۸) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن طائی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو سعید سہل بن زیاد آدمی رازی نے علی بن جعفر کوفی سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے سردار علیؑ بن محمدؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ مجھ سے میرے والد بزرگوار محمدؑ بن علیؑ نے، انہوں نے اپنے پدر بزرگوار رضا علیؑ بن موسیٰؑ سے، انہوں نے اپنے والد محترم موسیٰؑ بن جعفرؑ سے، انہوں نے اپنے والد جعفرؑ بن محمدؑ سے، انہوں نے اپنے والد محمدؑ بن علیؑ سے، انہوں نے اپنے والد علیؑ بن حسینؑ سے، انہوں نے اپنے والد حسینؑ بن علیؑ علیہم السلام سے، اور ہم سے محمد بن عمر حافظ بغدادی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوالقاسم اسحاق بن جعفر علوی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو جعفر بن محمد بن علی نے بیان کیا، انہوں نے سلیمان بن محمد قریشی سے، انہوں نے اسمعیل بن ابو زیاد سکونی سے، انہوں نے جعفر بن محمدؑ سے، انہوں نے اپنے والد محمدؑ بن علیؑ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے دادا علی علیہم السلام سے یہ الفاظ علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق کے ہیں، انہوں نے کہا کہ ایک مرد عراقی امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ آپؑ ہمیں بتائیے کہ ہمارا اہل شام پر خروج کیا قضاء و قدر الہیٰ کے مطابق ہے؟ تو امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں اے شیخ! قسم خدا کی تم نشیب سے بلند نہیں ہوئے اور نہ تم وادی کے بطن میں اترے مگر یہ سب قضاء و قدر الہیٰ سے ہوا تو وہ شیخ کہنے لگا کہ اے امیرالمومنین! میں اپنی تکلیف و مصیبت کو اللہ کی طرف سے سمجھتا ہوں ۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ اے شیخ! ٹھہرو (جلد بازی سے کام نہ لو) شاید تم قضا کو حتمی اور قدر کو لازمی خیال کرتے ہو ۔ اگر وہ اس طرح ہو تو ثواب و عقاب اور امرونہی اور زجر (دھتکارنا) باطل ہوجائے اور مقصد و مفہوم وعید اور وعد کا ساقط ہوجائے اور نہ برائی کرنے والے پر ملامت اور نہ نیکی کرنے والی کی تعریف ہو اور نیکی کرنے والا گناہگار سے ملامت کے اعتبار سے اولیٰ ہو اور گنہگار محسن سے احسان کی وجہ سے اولیٰ ہو ۔ یہ بت پرستوں، اللہ کے دشمنوں اور اس امت کے گروہ قدریہ اور مجوسیوں کے خیالات ہیں اے شیخ! اللہ تعالیٰ نے آگاہی (انتخاب) کا مکلف بنایا ہے اور ڈرانے سے منع کیا ہے ۔ اور تھوڑے پر زیادہ دیا ہے ۔ اور شکست خوردہ ہو کر نافرمانی نہیں کی گئی اور مجبوراً اس کی اطاعت نہیں کی گئی ۔ السماء والارض وما بینھما

باطلاً ذالک ظن الذین کفروا فویل للذین کفروا من النار (سورۃ ص ۔آیت ۲۷) "آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان جو کچھ ہے باطل طور پر خلق نہیں کیا یہ ان لوگوں کا خیال ہے جو کافر ہیں پس جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے جہنم کی آگ کی تباہی و ہلاکت ہے ۔ علی بن احمد کہتے ہیں کہ وہ عراقی شیخ اپنی جگہ سے یہ اشعار کہتا ہوا اٹھا ۔

انت الامام الذی نرجو بطاعته یوم النجاۃ من الرحمن غفراناً

آپ ایسے امام ہیں کہ جس کی اطاعت سے ہم روز قیامت اللہ کی مغفرت کی امید رکھتے ہیں

او ضحت من دیننا ما کانا ملتبسا جزاک ربک عنافیه احساناً

آپ نے ہمارے دین و مذہب میں جو ہم پر مشتبہ تھا واضح اور صاف کردیا ، آپ کا رب اس بارے میں ہماری طرف سے اچھی جزا دے ۔

فلیس معذرۃ فی فعل فاحشة قد کنت راکبها فسقاً وعصیاناً

اس فعل قبیح و بد میں جس کو میں فسق و عصیان کی وجہ سے کرتا تھا ، اس کی کوئی عذر خواہی نہیں ہے ۔

لا لا ولا قائلاً نامیه اوقعه فیها عبدت اذایا قوم شیطاناً

نہیں نہیں میں اس کا قائل نہیں ۔ اس وقت اے قوم میں نے شیطان کی اطاعت کی ۔

ولا احب ولاشاء الفسوق ولا قتل الولی له ظلماً وعدواناً

مجھے پسند نہیں اور نہ میں بدکاری کرنا چاہتا ہوں اور نہ کسی ولی کو ظلم و عداوت کی وجہ سے قتل کرنا چاہتا ہوں ۔

انی لیحب وقد صحت عزیمته ذوالعرش اعلن ذاک الله اعلاناً

وہ کس طرح پسند کرسکتا ہے کہ جس کا ارادہ پختہ اور صحیح ہے عرش کے مالک اللہ نے اس کو واضح طور پر ظاہر کیا ہے ۔

مصنف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ محمد بن عمر حافظ نے اس حدیث کے آخر میں صرف پہلے دو اشعار لکھے ہیں ۔

اور ہم سے اس حدیث کو ابو حسین محمد بن ابراہیم بن اسحاق فارسی عزائی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو سعید احمد بن محمد بن ربیع نسوی نے جرجان میں بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن اسحاق بن جعفر نے بغداد میں بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبدالوہاب بن عیسیٰ مروزی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسن بن علی بن محمد بلوی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عبداللہ بن نجیح نے اپنے والد سے ، انہوں نے جعفر بن محمد سے ، انہوں نے اپنے دادا علیہم السلام سے بیان فرمایا ۔

اور اسی حدیث کو ہم سے احمد بن حسن قطان نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسن بن علی سکری نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن زکریا جوہری نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے عباس بن بکار ضبی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو بکر ہذلی نے انہوں نے عکرمہ سے ، انہوں نے ابن عباس سے بیان کیا ، انہوں نے

کہا کہ جب امیرالمومنین علیہ السلام صفین سے واپس پلٹے تھے ایک شخص جس نے ان کے ساتھ اس واقعہ کو دیکھا تھا امیرالمومنین علیہ السلام سے کہنے لگا کہ آپؑ ہمارے اس سفر کے متعلق بتایئے کہ کیا یہ قضاء و قدر الہیٰ سے تھا ؟ اور انہوں نے ذکر حدث اس جیسا ہی کیا مگر اس میں یہ اضافہ کیا کہ شیخ نے دریافت کیا کہ اے امیرالمومنین علیہ السلام وہ دونوں قضاء و قدر کیا ہیں کہ جن کی وجہ سے ہم اس جنگ میں جھونک دیئے گئے اور نہ ہم کسی وادی میں اترے اور نہ کسی پست زمین پر بلند ہوئے ۔ تو امیرالمومنین علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ امر وحکم اللہ کی طرف سے ہے ۔ پھر آپؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی " **وقضی ربک الاتعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا** " (بنی اسرائیل ۔ ۲۳) " اور تمہارے پروردگار نے حکم دیا کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیکی کرو ۔" یعنی تمہارے رب نے حکم دیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیکی کرو ۔

(۲۹) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عمران نخعی نے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے بیان کیا انہوں نے علی بن سالم سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے روایت کی کہ میں نے رقی (تعویذ گنڈا اور منتر) کے متعلق دریافت کیا کہ کیا وہ قدر کی طرف سے کچھ ہٹاتے ہیں ؟ تو آپؑ نے جواب دیا کہ یہ قدر کی طرف سے ہے اور آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ فرقہ قدریہ والے اس امت کے مجوسی ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اللہ کو اس کے عدل کے ساتھ متصف (صفت رکھنے والا) کیا پھر اس کو اس کے سلطان و غلبہ سے نکال دیا ۔ اور ان ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی " **یوم یسحبون فی النار علی وجوھھم ذوقوا مس سقر O انا کل شی خلقناہ بقدر O** (القمر ۔ ۴۸ ۔ ۴۹) " اس روز یہ لوگ اپنے منہ کے بل جہنم کی آگ میں گھسیٹے جائیں گے اب جہنم کا مزہ چکھو بیشک ہم نے ہر شے کو ایک قدر (اندازہ) سے خلق کیا ہے ۔

(۳۰) ہم سے ابو حسین محمد بن ابراہیم بن اسحاق فارسی عزائی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو سعید احمد بن محمد بن ربیع نسوی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن یحییٰ تمیمی نے بصرہ میں اور احمد بن ابراہیم بن معلی بن اسدعمی نے بیان کیا ، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن زکریا غلابی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن عیسیٰ بن زید نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن نے اپنے والد سے ، انہوں نے اپنے آبائے گرامی سے ، انہوں نے حسن بن علی بن ابو طالب علیہماالسلام سے بیان کیا کہ آپؑ سے اس ارشاد خداوندی " **انا کل شیء خلقناہ بقدر** " (سورۃ قمر ۔ آیت ۴) " ہم نے ہر چیز بنائی پہلے ٹھرا کر " کے متعلق دریافت کیا گیا ، تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے کہ ہم نے ہر شے کو جہنم والوں کے اعمال کے مطابق خلق کیا ہے ۔

(۳۱) ہم سے میرے والد نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن حسن کوفی نے اپنے والد حسن بن علی بن عبداللہ کوفی سے ، انہوں نے اپنے دادا عبداللہ بن مغیرہ سے انہوں نے اسمٰعیل بن مسلم سے بیان کیا کہ صادق (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ اس نماز کے متعلق بتایئے جو قدر الہیٰ کی تکذیب کرنے والے کے پیچھے پڑھی جائے تو آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ جو نماز بھی اس کے پیچھے پڑھی ہے اس کا اعادہ کرنا لازمی ہے۔

(۳۲) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن حسین سعد آبادی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن ابو عبداللہ برقی نے اپنے والد سے ، انہوں نے محمد بن سنان سے ، انہوں نے زیاد بن منذر سے ، انہوں نے سعد بن طریف سے ، انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے قدر کے بارے میں فرمایا کہ خبردار قدر الہیٰ ایک راز ہے اور اللہ کے پردہ میں سے ایک پردہ ہے اور اللہ کے محفوظ مقام میں سے ایک پناہ گاہ ہے۔ جو اللہ کے پردہ میں بلند و بالا ہے، جو مخلوق خدا سے پوشیدہ ہے جو اللہ کی انگشتری سے مہر لگائی گئی ہے۔ جو اللہ کے علم میں پہلے ہے اللہ نے اس کے علم کو بندوں سے دور رکھا ہے۔ اور اس کو ان کی شہادتوں اور عقلوں کی دسترس سے بلند رکھا ہے۔ اسی وجہ سے وہ نہ حقیقت ربانیہ اور نہ قدرت صمدانیہ نہ عظمت نورانیہ اور نہ عزت وحدانیہ کی وجہ سے اس کو نہیں حاصل کرسکتے۔ کیونکہ وہ چھلکتا ہوا سمندر ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے اس کی گہرائی آسمان و زمین کے برابر ہے۔ اس کی وسعت مشرق و مغرب کے فاصلہ کی برابر ہے وہ انتہائی تاریک رات کی طرح سیاہ ہے۔ اس میں سانپوں اور خطرناک کیڑوں مکوڑوں کی کثرت ہے، کبھی وہ بلند ہوتا ہے اور کبھی وہ پست ہوجاتا ہے (یعنی اس میں مدوجزر ہوتا ہے) اس کی تہہ میں درخشاں سورج ہے جس کو سوائے خدائے واحد و یکتا کے کوئی نہیں جانتا۔ پس جس نے اس سے واقف ہونا چاہا اس نے اللہ کے حکم کی مخالفت کی اور اس نے اس کے غلبہ و اقتدار میں نزاع کیا اور اس کے پردہ اور راز کو کھول دیا۔ اس پر اللہ کا غضب نازل ہوگا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ کتنی بری بازگشت (کتنا برا انجام ہے) ہے۔

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بندوں کے تمام اعمال سے آگاہ کردیا ہے اور ان کو لکھ دیا ہے اور جو کچھ عالم میں خیرو شر سے ہوتا ہے اور قضا. کبھی اعلام (آگاہ و اطلاع دینے) کے معنی میں ہوتا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا " **وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتاب** " (بنی اسرائیل ۔ ۴) " اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب (توریت) میں آگاہ کردیا تھا۔" اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے ان کو بتادیا تھا " **وقضینا الیه ذالک الامران دابر ھؤلاء مقطوع مصبحین** O (الحجر ۔ آیت ۶۶) اور ہم نے اس (لوط) کی طرف اس امر کو کہلا بھیجا کہ صبح ہوتے ہی ان سب کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے اس کو خبر دیدی اور آگاہ کردیا۔ پس اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ عزوجل بندوں کے اعمال اور جو کچھ خیروشر سے ہوتا ہے سب کو اسی معنی میں بتادیتا ہے

کیونکہ اللہ عزوجل ان سب کا عالم ہے اور یہ بھی درست ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ان سے آگاہ کرے اور ان کو باخبر کرے اور کبھی قدر کتاب اور اخبار کے معنی میں ہوتا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا "**الا امراته قدرنا انها لمن الغابرین**" (حجر ۔ آیت ٦٠) "مگر ان (لوط) کی بیوی کو کہ ہم نے لکھ دیا اور خبر دیدی کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے ۔" مراد یہ ہے کہ ہم نے لکھ دیا اور خبر دیدی ۔ عجاج کہتا ہے ۔ اور جان لو کہ ذوالجلال نے پہلے صحیفوں میں تحریری طور پر لکھ دیا ہے ۔ اور "قدر" کے معنی اس میں "لکھا" کے ہیں ۔ اور کبھی قضاء حکم اور لازم ہونے کے معنی میں ہوتا ہے ۔ اللہ عزوجل نے فرمایا "**وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا**" (بنی اسرائیل ۔ ٢٣) "اور تمہارے رب نے حکم دیا ہے کہ سوائے اس کے تم کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیکی کرو ۔" اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ اس نے اس کا حکم دیا اور اس نے اپنی مخلوق پر لازم قرار دیا ہے ۔ پھر یہ کہنا بھی مناسب ہوگا کہ اللہ عزوجل نے اسی مفہوم و مقصود پر بندوں کے اعمال کا حکم دیا ہے جس کو اس نے اپنے بندوں پر لازمی قرار دیا ہے اور جس کے ذریعے ان پر حکم کیا ہے اور وہ صرف فرائض ہیں ۔ اور کبھی یہ بھی مناسب ہوتا ہے کہ اللہ بندوں کے اعمال کو مقدر کردیتا ہے اس بناء پر کہ وہ حسن و قبیح اور فرض و سنت وغیرہ کے احوال اور مقداروں کو ظاہر کردے اور وہ اس پر دلیلوں سے فعل کرتا ہے جس کے ذریعے ان افعال کے ان احوال کو پہچانا جاتا ہے تو درحقیقت اللہ تعالیٰ ان کا مقدر ہوتا ہے ۔ اور وہ اس کو اس لئے مقدر نہیں کرتا کہ اس کی مقدار پہچانے ۔ مگر یہ کہ وہ اپنے علاوہ کسی دوسرے کو جو اس کی تقدیر میں مقدر کئے جانے کی حالت کو نہیں جانتا ہے ظاہر کردے ۔ اور یہ امر خفیہ رکھنے کے مقابلہ میں اظہر ہے اور زیادہ واضح ہے اس امر سے کہ اس پر استشہاد (شہادت ۔ گواہی) کی احتیاج ہو ۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم اہل معرفت کی طرف اس حقیقت علم کی طرف رجوع کرتے ہیں جو ہمارے لئے ان کی تقدیر میں ہے تو ان کو ان کا علم ان مقداروں سے منع نہیں کرنا جن کو ہمارے لئے مقدر کیا گیا ہے کہ وہ ہمارے لئے ان کی مقداروں کو بیان کریں ۔ اور ہم نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان کے لئے حکم دیا ہے اور ان کو ان سے باز رہنے سے منع کیا ہے یا یہ کہ اس کو کیا ہو اور اس کو ایجاد کیا ہو ۔ مگر یہ کہ اللہ عزوجل نے اس کو تقدیر کی فطرت پر پیدا کیا ہے تو ہم اس کا انکار نہیں کریں گے ۔ میں نے بعض علماء سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں کہ قضاء اس اقسام پر مشتمل ہے اس کی پہلی وجہ علم ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "**الا حاجۃ فی نفس یعقوب قضها**" (یوسف ۔ آیت ٦٨) "مگر یعقوب کے دل میں ایک حاجت تھی کہ جس کو انہوں نے پورا کیا ۔" یہاں قضاء سے مراد علم ہے ۔ اور دوسری قسم اعلام (آگاہی) ہے ۔ ارشاد الہیٰ ہے "**وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتاب**" (سورۃ بنی اسرائیل ۔ آیت ٤) "اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں بتادیا ۔" اور یہ بھی ارشاد الہیٰ ہے "**وقضینا الیه ذلک الامر**" (سورۃ حجر آیت ٦٦) "اور ہم نے اس کی طرف اس امر کو مطلع کیا ۔" یعنی ہم نے اس کو آگاہ کیا ۔ تیسرا حکم ۔ ارشاد الہیٰ ہے "ان

ربک یقضی بینھم بحکمه وھو العزیز العلیم " (نمل ۔ ۷۸) " تیرا رب ان میں فیصلہ کرے گا اپنی حکومت سے اور وہی زبردست سب کچھ جاننے والا ہے ۔" چوتھا قول ہے ۔ ارشاد رب العزت ہے " واللہ یقضی بالحق " (سورہ مومن ۔ ۲۰) " اور اللہ فیصلہ کرتا ہے انصاف سے " یعنی حق کہتا ہے ۔ پانچویں حتم (فیصلہ) ہے اس کے بارے میں فرمان الہیٰ ہے " فلما قضینا علیه الموت " (سبا ۔ ۱۴) " پھر جب مقرر کیا ہم نے اس پر موت کو " یعنی ہم نے فیصلہ کردیا پس وہ قضاء حتم (فیصلہ) ہے ۔ چھٹے امر ۔ قول الہیٰ ہے ۔" وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ " (سورۃ بنی اسرائیل ۔ آیت ۲۳) " اور حکم کرچکا تیرا رب کہ مت عبادت کر سوائے اس کے " اس سے مراد یہ ہے کہ تمہارے رب نے حکم (امر) کیا ۔ ساتویں خلق ۔ ارشاد الہیٰ ہے " فقضھن سبع سموات فی یومین " (سورۃ فصلت ۔ حم السجدہ ۔ ۱۲) " پھر اس نے سات آسمانوں کو دو دن میں بنایا ۔" یعنی ان کو خلق کیا ، آٹھویں فعل ۔ ارشاد رب العزت ہے " فاقض ما انت قاض " (طہ ۔ ۷۲) " پھر جو کرنا ہے کر " یعنی کرو جو تم فعل کرنے والے ہو ۔ نویں اتمام ۔ اس کے لئے ارشاد الہیٰ ہے " فلما قضیٰ موسیٰ الاجل " (القصص ۔ ۲۹) " پس جب موسیٰ نے مدت پوری کرلی ۔" اور موسیٰ کی حکایت کرتے ہوئے فرمان خداوندی ہے " ایما الاجلین قضیت فلا عدوان علی واللہ علیٰ ما نقول وکیل " (سورۃ قصص ۔ آیت ۲۸) " میں دونوں مدتوں میں سے جو بھی پوری کرلوں تو پھر آپ کو مجھ پر جبر کرنے کا کوئی حق نہیں اور ہم (دونوں) جو کچھ کہہ رہے ہیں اس پر خدا گواہ ہے ۔" یہاں قضیٰ اور قضیت سے مراد اتمام ہے ۔ دسویں کسی شے سے فراغ (فراغت) حاصل کرنا ارشاد الہیٰ ہے " قضی الامر الذی فیه تستفتیان " (یوسف ۔ ۴۱) " فیصلہ ہوا اس کام کا جس کی تحقیق تم چاہتے تھے " جس امر کے بارے میں تم دونوں دریافت کررہے تھے وہ پورا ہوگیا ۔" یعنی تم دونوں کے لئے اس سے فارغ کردیا ۔ اور یہ مقولہ کہ " قد قضیت لک حاجتک " میں نے تمہاری حاجت کو پورا کردیا یعنی میں اس سے تمہارے لئے فارغ ہوگیا ۔ پس یہ کہنا روا ہوگا کہ تمام اشیاء اللہ تبارک و تعالیٰ کے قضاء و قدر سے اس مفہوم و مقصد کے ساتھ ہیں کہ وہ ان کا اور ان کی مقداروں کا علم رکھتا ہے اور اسی عزوجل کا تمام اشیاء میں خیر یا شر کا حکم جاری ہے ۔ پھر جو خیر ہے تو اس نے اس کو بنایا اس معنی و مطلب میں کہ اس نے اس کو حکم دیا اور یقینی بنایا اور اس کو حق قرار دیا ۔ اس کے مبلغ اور مقدار کو جانتا ہے اور جو شر اور برائی سے ہو تو اس نے اس کا حکم نہیں دیا اور نہ اس کی مرضی سے ہوا ۔ لیکن اللہ عزوجل نے اس کو بنایا ہے اور اندازہ کیا ہے اس معنی میں کہ وہ اس مقدار اور مبلغ کو جانتا ہے اور اس کے بارے میں اپنے حکم سے فیصلہ کیا ہے ۔ اور فتنہ بھی دس اقسام پر مشتمل ہے ۔ پہلی وجہ ضلال (کج روی و گمراہی) ہے ۔ دوسری اختبار ہے " وفتناک فتونا " (طہ ۔ ۴۰) " اور ہم نے تمہارا اچھی طرح امتحان لیا ۔" یعنی ہم نے تم کو اچھی طرح آزمایا ۔ اور اللہ عزوجل کا یہ قول " الم ○ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لایفتنون " (العنکبوت ۱۔۲) " الم ۔ کیا لوگوں نے یہ خیال

کرلیا ہے کہ وہ کہیں کہ ہم ایمان لائے تو وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کا امتحان نہیں لیا جائے گا ۔" یعنی وہ آزمائے نہیں جائیں گے ۔ تیسری حجت ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " **ثم لم تکن فتنتھم الا ان قالوا واللہ ربنا ماکنا مشرکین** " (الانعام ۔ ۲۳) " پھر ان کی طرف سے کوئی فتنہ نہیں ہوگا لیکن وہ یہ کہیں گے کہ اللہ کی قسم وہ ہمارا رب ہے ہم مشرک نہیں تھے ۔" چوتھی وجہ شرک ہے ۔ اللہ کا ارشاد ہے " **والفتنۃ اشدمن القتل** " (البقرۃ ۔ ۱۹۱) " اور فتنہ قتل سے بڑھ کر ہے ۔ فتنہ سے مراد شرک ہے ۔ پانچویں وجہ کفر ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " **الا فی الفتنۃ سقطوا** " (التوبہ ۔ ۴۹) (اے رسول) آگاہ ہو کہ وہ لوگ فتنہ میں مبتلا ہوگئے یعنی کفر میں ۔ چھٹی وجہ آگ سے جلانا ۔ اللہ فرماتا ہے " **ان الذین فتنوا المومنین و المومنات ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق** " (البروج ۔ ۱۰) " یقیناً جن لوگوں نے مومنین اور مومنات کو تکلیفوں میں مبتلا کیا ۔ اس کے بعد توبہ نہیں کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب اور جلنے کا عذاب ہے ۔" **فتنوا** سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے آگ سے جلایا ساتویں قسم عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " **یوم ھم علی النار یفتنون** " (الزاریات ۔ ۱۳) " اس دن کہ وہ آگ کے عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے ۔" مراد یہ ہے کہ ان کو عذاب دیا جائے گا ۔ اور ارشاد الہیٰ ہے ۔ " **ذوقوا فتنتکم ھذا الذی کنتم بہ تستعجلون** " (الذاریات ۔ ۱۴) تم اپنے عذاب کا مزہ چکھو یہ وہی ہے جس کے لئے تم عجلت چاہتے تھے ۔ یہاں **فتنتکم** سے مراد **عذابکم** ہے اور ارشاد الہیٰ ہے " **ومن یرداللہ فتنتہ فلن تملک لہ من اللہ شیئا** " (المائدہ ۔ ۴۱) " اور جس کے لئے اللہ عذاب دینا چاہتا ہے تو تم اس کے لئے کچھ بھی نہیں کرسکتے ہو ۔" یہاں بھی فتنہ سے مراد عذاب ہے ۔ آٹھویں قتل ۔ قول الہیٰ ہے " **ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا** " (النساء ۔ ۱۰۱) " اگر تم کو خوف ہے کہ کافر تم سے فتنہ کریں گے ۔" مراد یہ ہے کہ اگر تم کو یہ خوف ہے کہ وہ تم کو قتل کردیں گے ۔ اور ارشاد الہی ہے " **فما امن لموسیٰ الا ذریۃ من قومہ علیٰ خوف من فرعون وملاءِھم ان یفتنھم** " (یونس ۔ ۸۳) " موسیٰ پر ان کی قوم میں سے چند لوگ ہی ایمان لائے اس خوف کی بناء پر کے فرعون اور اس کے گروہ ان کو مصیبت میں مبتلا کردیں ۔" مراد یہ ہے کہ وہ ان کو قتل کردیں گے ۔ نویں وجہ صد (روکنا ، ہٹانا) خداوندعالم کا ارشاد ہے " **وان کادوا لیفتنونک عن الذی اوحینا الیک** " (بنی اسرائیل ۔ ۷۳) " اور اگر وہ چاہیں کہ تم کو اس کلام سے ہٹا دیں جو ہم نے تمہاری طرف وحی سے نازل کیا ہے ۔" مراد یہ ہے کہ وہ تم کو رد کریں ۔ اور دسویں وجہ شدت محنت ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے " **ربنا لاتجعلنا فتنۃ للذین کفروا** " (الممتحنہ ۔ ۵) " اے ہمارے پروردگار تو ہم کو کافروں کی آزمائش کا سبب نہ ٹھہرانا ، اے ہمارے رب تو ہم کو ظالموں کا سبب امتحان نہ ٹھہرا ۔" اور " **ربنا لاتجعلنا فتنۃ للقوم الظالمین** " (یونس ۔ ۸۵) " اے ہمارے رب مت آزما ہم پر زور اس ظالم قوم کا " یعنی آزمائش و امتحان کہ جس کے ذریعہ وہ کافر و ظالم فتنہ برپا کریں ۔ اور وہ اپنے

دلوں میں کہتے ہیں کہ ان کے دین باطل نے ان کو قتل کیا اور ہمارا دین حق ہے ۔ پس یہ سبب بنا ان کے جہنم میں جانے کا اس بناء پر کہ وہ کافر اور ظالم تھے ۔

ان دس وجوہات پر علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ایک اور وجہ کا اضافہ کیا ہے ، اس نے کہا کہ فتنہ کی وجوہ میں سے ایک وجہ محبت ہے ۔ خداوندعالم فرماتا ہے " **واعلموا انما اموالکم و اولادکم فتنة** " (الانفال ۔ ۲۸ ، والتغابن ۱۵) " تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہے ۔" مراد محبت ہے ۔ میری رائے میں فتنہ کی وجوہ دس ہیں اور اس مقام پر فتنہ ، محنت " نون " کے ساتھ ہے نہ کہ محبت " باء " کے ساتھ ۔ اس امر کی تصدیق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی سے ہوتی ہے " **الولد مجھلة محنة مبخلة** " لڑکا باپ کے لئے بے علمی ، آزمائش اور بخل کا سبب ہوتا ہے ۔

(۳۳) ہم سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے اپنے والد سے بیان کیا ، انہوں نے غیاث بن ابراہیم سے انہوں نے جعفر بن محمد سے ، انہوں اپنے والد ، انہوں نے اپنے دادا علیہم السلام سے بیان کیا ، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر مال کو روک کر مہنگا بیچنے والوں کی طرف سے ہوا تو آپؐ نے حکم دیا کہ وہ اپنے روکے ہوئے مال کو مختلف بازاروں میں لے آئیں کہ نگاہیں ان کی منتظر ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اگر آپؐ اس کی قیمت مقرر کردیں تو آپؐ کو غصہ آگیا اور آپؐ کے چہرہ سے اس کا اظہار ہوا اور فرمایا کہ کیا میں ان پر قیمت کو مقرر کردوں ؟ نرخ اور بھاؤ تو اللہ کی طرف سے ہیں ۔ جب چاہے نرخ بڑھا دے جب چاہے گھٹا دے ۔ اور رسول اللہؐ سے یہ بھی کہا گیا کہ کاش آپؐ ہمارے لئے نرخ مقرر فرما دیتے کیونکہ بازار کے بھاؤ گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں تو آپؐ نے جواب دیا کہ میں اللہ تک کسی نئی بات کو نہیں پہنچانا چاہتا جو اس نے کسی شے کے بارے میں مجھے نہیں بتائی ۔ پس اللہ کے بندوں کو چھوڑ دو کہ جو ایک دوسرے کے مال کو کھاتے ہیں ۔

(۳۴) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے ایوب بن نوح سے بیان کیا انہوں نے محمد بن ابو عمیر سے ، انہوں نے ابو حمزہ ثمالی سے ، انہوں نے علی بن حسین علیہما السلام سے بیان کیا کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو نرخ اور بھاؤ کے بارے میں موکل بنایا ہے جو اس کے معاملات کو طے کرتا ہے ۔ ابو حمزہ ثمالی نے کہا کہ علی بن الحسین علیہما السلام کے سامنے نرخ کی گرانی کا تذکرہ کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کی مہنگائی و گرانی کا تعلق مجھ سے نہیں ہے ۔ اگر بازار کا بھاؤ چڑھ گیا ہے تو اس کی ذمہ داری اس شخص پر ہے اور اگر نرخ سستا ہوگیا ہے یا اتر گیا ہے تو اس کی ذمہ داری بھی اسی پر ہے ۔

مصنف کتاب ہذا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ " غلاء " دراصل چیزوں کے نرخ میں اضافہ و زیادتی کا نام ہے تاکہ

کسی شے کو اس جگہ زیادہ قیمت میں فروخت جاسکے ۔ اور " رخص " کے معنی اس شے میں کم بھاؤ پر فروخت کرنا ہے ۔ اور رخص و غلاء کا تعلق اشیاء کی کثرت و قلت سے نہیں ہے بلکہ یہ تو اللہ کی طرف سے ہے اس پر تسلیم و رضا لازم ہے ۔ اور جو مہنگائی و سستائی اس بناء پر ہو کہ لوگ بغیر قلت و کثرت اشیاء کی رضا مندی کے بغیر ہو یا کسی ایک شخص کے پورے شہر کی کھانے ، پینے کی اشیاء کو خریدنے کی وجہ سے ہو پھر وہ اشیاء خورونوش (کھانے پینے کی چیزیں) کو اس وجہ سے گراں کردے تو یہ شخص گراں فروش ہے اور شہر کا تمام غلہ خریدنے والا تجاوز اور ظلم کرنے والا ہوگا ۔ جیسا کہ حکم بن حزام نے کیا کہ جب وہ مدینہ آیا تو اس نے ساری اشیاء خوردونوش خرید لیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے جاکر کہا کہ اے حکیم بن حزام احتکار (مال کو روک کر زیادہ قیمت پر بیچنا) سے پرہیز کر ۔

(۳۵)　ہم سے اس کے بارے میں میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے یعقوب بن یزید سے ، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے ، انہوں نے سلمہ حناط سے ، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ جبکہ شہر میں کھانے پینے کی اشیاء موجود ہوں اور کسی ایک شخص نے اس کو خریدا نہ ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے سامان تجارت میں فضل کا ملتمس ہو کیونکہ جب شہر میں یہ اشیاء موجود ہوں تو اس کی وجہ سے لوگ اشیاء کا نرخ نہیں بڑھائیں گے بلکہ وہ تنہا شخص شہر میں آکر تمام اشیاء خریدلے تو وہ گراں فروشی کرے گا ۔

(۳۶)　ہم سے میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے محمد بن عیسیٰ کے دونوں بیٹوں احمد اور عبداللہ سے بیان کیا ، انہوں نے محمد ابن ابو عمیر سے ، انہوں نے حماد بن عثمان سے ، انہوں نے عبداللہ بن علی حلبی سے ، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آپؑ سے حکرہ (مہنگا بیچنے کے لئے اناج کی ذخیرہ اندوزی کرنا) کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ حکرہ (اناج کی ذخیرہ اندوزی کرنا) یہ ہے کہ تم سامان خوراک خریدلو اور شہر میں اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہ ہو کہ جو سامان کو مہنگا بیچنے کے لئے جمع کرے ۔ پس اگر شہر میں غلہ اور سامان خوراک اس کے علاوہ موجود ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ تم اپنے مال تجارت میں فضل (مہنگا بیچنے) کی خواہش کرسکتے ہو ۔ اگرچہ اس مقام پر مہنگائی اللہ عزوجل کی طرف سے ہو تو خریدنے والا شہر کے تمام سامان خوردونوش کا مذمت کا مستحق نہیں ہوگا کیونکہ اللہ عزوجل اپنے فعل کی وجہ سے بندہ کی مذمت نہیں کرتا ہے اور اسی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ۔ اہل وعیال کے کمانے والا تاجر رزق سے نوازا گیا ہے اور مال کو روک کر مہنگا فروخت کرنے والا ملعون ہے اور اگر یہ مہنگائی اللہ کی طرف سے ہو تو پھر تسلیم و رضا لازمی ہے جس طرح سے اس وقت لازم ہے کہ جبکہ اشیاء کی قلت یا پیداواری میں کمی ہو کیونکہ وہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور جو کچھ اللہ کی طرف سے یا لوگوں کی طرف سے ہو تو اس کا ذکر مخلوقات کی پیدائش کی طرح علم الہیٰ میں پہلے سے موجود ہے اور وہ اس کے قضاء و قدر کی وجہ سے جس کو میں نے قضاء و قدر کے مفہوم سے بیان کیا ہے ۔

باب (۶۱) بچے اور عدل الہیٰ

(۱) ہم سے حسین بن یحییٰ بن ضریس بجلی نے بیان کیا کہ ہم سے میرے والد نے ، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو جعفر محمد بن عمارہ سکری سریانی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن عاصم نے قزوین میں بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن ہارون کرخی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو جعفر احمد بن عبداللہ بن یزید بن سلام بن عبیداللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد عبداللہ بن یزید نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد ابی یزید بن سلام نے اپنے والد سلام بن عبیداللہ سے ، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام عبداللہ بن سلام سے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہؐ سے دریافت کیا کہ آپؐ مجھے بتایئے کہ کیا اللہ عزوجل مخلوق کو بغیر کسی حجت کے عذاب میں مبتلا کرے گا ؟ تو آپؐ نے جواب میں معاذاللہ (خدا معاف کرے) (پناہ میں رکھے) فرمایا تب میں نے عرض کیا کہ کیا مشرکین کی اولاد جنت میں ہوگی یا دوزخ میں ؟ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے کہیں بڑھ کر ہے ۔ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو فیصلہ کے لئے جمع کرے گا تو مشرکین کی اولاد کو بھی لائے گا تو ان سے کہے گا کہ اے میرے بندو اور میری کنیزو! تمہارا رب کون ہے اور تمہارا دین کیا ہے اور تمہارے اعمال کیا ہیں ؟ آپؐ نے فرمایا کہ پھر وہ کہیں گے ۔ اے اللہ! تو ہمارا رب ہے ، تو نے ہم کو پیدا کیا اور ہم نے کسی شے کو نہیں پیدا کیا اور تو نے ہی ہم کو موت سے ہمکنار کیا اور ہم نے کسی شے کو نہیں مارا اور تو نے ہم کو زبانیں نہیں دیں کہ بول سکیں اور نہ کان دیئے کہ جن سے سن سکیں اور نہ کتاب دی جس کو ہم پڑھ سکیں اور نہ رسول دیا جس کی ہم پیروی کرتے اور جتنا تو نے ہم کو علم دیا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں ہے ۔ رسول اللہؐ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا ۔ " بندو اور میری کنیزو! اگر میں تم کو کسی امر کا حکم دوں تو کیا تم اس کو کرو گے ، تو وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم بسرو چشم بجالائیں گے ۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ اس آگ کو حکم دے گا کہ جس کو " فلق " کہتے ہیں جو جہنم میں سب سے بڑا عذاب ہے پھر وہ آگ اپنے مقام سے انتہائی تاریکی کے ساتھ زنجیریں اور طوق لیکر نکلے گی ۔ پھر خدا اس کو حکم دے گا کہ وہ لوگوں کے چہروں پر اپنی گرم ہوا کا حملہ کرے پھر وہ پھونک مارے گی کہ جس کی شدت سے آسمان پھٹ جائے گا ، ستارے جھلملا جائیں گے ، سمندر خشک ہوجائیں گے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے ، بینائی ختم ہوجائے گی ، حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے اور قیامت کے دن اس کی ہولناکی سے بچے بوڑھے ہوجائیں گے ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ مشرکین کے بچوں کو حکم دے گا کہ وہ خود کو اس آگ میں ڈال دیں تو جس کے بارے میں پہلے سے علم الہیٰ میں سعید ہونا ہوگا وہ خود کو اس آگ میں جھونک دے گا جو اس کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی بن جائے گی جس طرح کہ حضرت ابراہیمؑ پر ہو گئی تھی ۔ اور جس کے بارے میں علم الہیٰ میں شقی ہونے کا علم پہلے سے

ہوگا تو وہ اس سے رکے گا اور وہ خود کو آگ میں نہیں ڈالے گا۔ تو اللہ تعالیٰ آگ کو حکم دے گا کہ وہ اس کو حکم خدا کو ترک کرنے اور آگ میں داخل ہونے سے رکنے کی وجہ سے اٹھا کر ڈال دے تو وہ اپنے آباء کے پیچھے جہنم میں چلے جائیں گے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔" **فمنهم شقي وسعيد فاما الذين شقوا ففي النار لهم فيها زفير و شهيق ○ خالدين فيها مادامت السموات والارض الا ماشاء ربك ان ربك فعال لما يريد واما الذين سعدوا ففي الجنة خالدين فيها مادامت السموات والارض الا ماشاء ربك عطاء غير مجذوذ ○** (ھود۔ ۱۰۸۔۱۰۵) " پھر ان میں سے کچھ شقی ہوں گے اور کچھ سعید ہوں گے ○ لیکن جو لوگ شقی ہوں گے وہ دوزخ میں ہوں گے۔ اسی میں ان کی ہائے وائے اور چیخ وپکار ہوگی ○ جب تک آسمان و زمین باقی رہیں گے وہ لوگ اس میں رہیں گے مگر وہ جو تمہارا رب چاہے یقیناً تمہارا رب جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے اور لیکن جو لوگ سعید ہیں تو وہ جنت میں ہوں گے جب تک آسمان و زمین ہیں وہ اس میں رہیں گے مگر جو تیرا رب چاہے یہ وہ عطا ہے جو منقطع نہیں ہوگی۔"

(۲) ہم سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے، علی بن ابراہیم بن ہاشم نے اپنے والد سے بیان کیا، انہوں نے عبدالسلام بن صالح ہروی سے، انہوں نے امام رضا (امام علی رضا) علیہ السلام سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کے زمانہ میں ساری دنیا کو کس سبب کی بناء پر غرق کردیا جبکہ ان میں بچے بھی تھے اور وہ لوگ بھی تھے جو گنہگار نہ تھے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ ان میں بچے نہیں تھے کیونکہ اللہ عزوجل نے قوم نوح کے صلبوں اور ان کی عورتوں کے رحموں کو چالیس سال سے بانجھ قرار دے دیا تھا۔ ان کی نسل منقطع ہوچکی تھی پھر وہ غرق ہوگئے اور ان میں کوئی بچہ نہیں تھا۔ اور اللہ عزوجل کسی بے گناہ کو اپنے عذاب سے ہلاک نہیں کرتا۔ لیکن قوم نوحؑ کے باقی افراد اللہ کے نبی نوح علیہ السلام کو جھٹلانے کی وجہ سے غرق کردیئے گئے۔ اور ان کے باقی ماندہ افراد تکذیب کنندہ حضرات پر راضی ہونے کی وجہ سے غرق کردیئے گئے۔ اور جو شخص اس امر سے غائب رہا مگر اس پر راضی رہا تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے اس کی شہادت دی اور اس کی موافقت کی ہو۔

(۳) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے عباس بن معروف سے بیان کیا، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے طلحہ بن زید سے، انہوں نے جعفر بن محمدؑ سے انہوں نے اپنے والد ماجد علیہما السلام سے بیان فرمایا کہ مسلمانوں کے بچے اللہ عزوجل کے نزدیک مومن ہیں جو سب کے سب شفاعت کرنے والے اور مقبول الشفاعتہ ہیں۔ لیکن جب وہ بارہ سال کے ہوجائیں گے تو پھر ان کی نیکیاں لکھی جائیں گی اور جب وہ صاحب عقل ہوجائیں تو ان کے خلاف برائیاں لکھی جاتی ہیں۔

(۴) ہم سے میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہما اللہ نے بیان کیا، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار اور احمد بن ادریس نے ان سب نے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے بیان کیا، انہوں نے علی بن اسمٰعیل سے، انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے، انہوں نے حریز سے انہوں نے زرارہ سے، انہوں نے ابوجعفر (امام محمد باقرؑ) علیہ السلام سے بیان کیا، آنجنابؑ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سات شخصیتوں کے خلاف حجت پیش کرے گا۔ (۱) بچہ پر (۲) اس شخص پر جو دو نبیوں کی موجودگی میں مرا (۳) وہ بوڑھا جس نے نبی کو دیکھا اور ناسمجھ تھا (۴) ابلہ (بیوقوف) (۵) وہ مجنوں جو عقل سے عاری ہو (۶) بہرا اور گونگا پھر ان میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کے لئے احتجاج کرے گا۔ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف ایک رسول بھیجے گا جو ان کے لئے آگ کو بھڑکائے گا اور وہ کہے گا کہ تمہارا پروردگار تم کو حکم دیتا ہے کہ اس آگ میں کود جاؤ۔ تو جو کوئی اس میں کود جائے گا تو وہ آگ اس کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی بن جائے گی اور جس نے اس حکم کی نافرمانی کی اس کو آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

(۵) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے فضل بن عامر سے، انہوں نے موسیٰ بن قاسم بجلی سے، انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے، انہوں نے حریز سے، انہوں نے زرارہ بن اعین سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفرؑ (امام محمد باقرؑ) کو جعفر علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے کو دعا دیتے (درود بھیجتے) ہوئے دیکھا پھر اللہ اکبر کہا اس کے بعد زرارہ سے فرمایا کہ یہ اور اس کے مشابہ بچوں پر درود نہیں بھیجا جاتا ہے۔ کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ نبی ہاشم بچوں پر درود نہیں بھیجتے ہیں تو میں نے اس پر دعا برکت نہیں کی۔ زرارہ نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ کیا ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا؟ آپؑ نے فرمایا ہاں ان کے بارے میں دریافت کیا گیا پھر فرمایا کہ اللہ اس سے زیادہ واقف ہے جو وہ عمل کرتے ہیں۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ اے زرارہ ان کے اس قول "اللہ اعلم بما کانوا عاملین" کے متعلق جانتے ہو؟ زرارہ نے جواب دیا کہ نہیں قسم بخدا۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ ان کے بارے میں اللہ کی مشیت ہے وہ یہ کہ جب روز قیامت ہوگا تو اللہ سات افراد پر حجت پیش کرے گا۔ بچہ پر۔ اس شخص پر جو دو نبیوں کے درمیان مرا، اس بوڑھے پر جس نے نبی کو پایا اور سمجھ نہ پایا، ابلہ (بیوقوف) پر، مجنوں پر جو عقل نہ رکھتا ہو، بہرے اور گونگے پر، پھر ان سب پر اللہ قیامت کے دن حجت پیش کرے گا اور ان کی طرف ایک رسول کو مبعوث کرے گا وہ ان کے لئے آگ کو نکالے گا پھر ان سے کہے گا کہ تمہارا رب تم کو حکم دیتا ہے کہ اس آگ میں کود جاؤ پھر جو کوئی اس آگ میں کود جائے گا تو وہ آگ اس کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی بن جائے گی اور جس نے حکم نہ مانا وہ آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

(۶) ہم سے میرے والد رحمہ اللہ نے کہا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے ہیثم بن ابو مسروق نہدی سے بیان کیا، اس نے حسن بن محبوب سے، اس نے علی بن رئاب سے، اس نے حلبی سے، اس نے ابوعبداللہ (امام

جعفر صادق) علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور جناب سارہ کو مومنین کے بچوں کے لئے فراہمی غذا کی ذمہ داری جنت کے درخت سے سپرد کی (سونپی)۔ جس کے اقسام گائے، بیل جیسے ہیں جن محلوں میں ہر قسم کی زراعت ہوتی ہے پھر جب وہ قیامت ہوگی تو ان کو لباس پہنایا جائے گا۔ خوشبو لگائی جائے گی اور ان کو ان کے والدین کی طرف بھیج دیا جائے گا۔ تو وہ اپنے والدین کے ساتھ جنت میں رہیں گے۔

(۷) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے بیان کیا، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے علی بن حکم سے، انہوں نے سیف بن عمیرہ سے، انہوں نے ابو بکر حضرمی سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق دریافت کیا " **والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم** " (الطور ۔۲۱) اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی ذریت (اولاد) نے ایمان کے ساتھ ان کا اتباع کیا ہم ان کی اولاد کو ان سے ملحق کردیں گے۔ آپؑ نے فرمایا کہ اولاد اپنے آباء کے عمل سے کچھ کم رہی تو اللہ عزوجل اولاد کو والدین سے ملا دے گا تاکہ ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے۔

(۸) ہم سے میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن ادریس نے محمد بن احمد بن یحییٰ سے بیان کیا، انہوں نے محمد بن حسین بن ابو خطاب سے، انہوں نے موسیٰ بن سعدان سے، انہوں نے عبداللہ بن قاسم سے، انہوں نے ابو زکریا سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے کہا کہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ جب مومنین کے بچوں میں سے کوئی بچہ مرتا ہے تو آسمان و زمین میں منادی ندا کرتا ہے کہ آگاہ ہو کہ فلاں بن فلاں مرگیا ہے تو اگر اس کے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک مرگیا ہے یا مومنین کے گھر والوں میں سے کوئی ایک مرگیا ہے تو اس کو کھانا پہنچایا جائے گا ورنہ وہ حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا کی طرف پہنچایا جائے گا کہ وہ اس کو کھانا کھلائیں۔ یہاں تک کہ اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک یا مومنین کے گھر والوں میں سے کوئی ایک آجائے۔ تو اس کو اس کی طرف پہنچادیا جائے گا۔

(۹) ہم سے حسین بن احمد بن ادریس رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ سے۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسان نے ان سے حسین بن محمد نوفلی نے انہوں نے نوفل بن عبدالمطلب کے بیٹے سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ کو محمد بن جعفر نے خبر دی انہوں نے محمد بن علی کے ذریعہ سے بتایا، انہوں نے عیسیٰ بن عبداللہ عمری سے، انہوں نے اپنے والد کے حوالے سے انہوں نے اپنے دادا سے، انہوں نے علی علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کوئی بچہ مرض میں مبتلا ہوجائے تو آپؑ نے فرمایا کہ اس کے والدین کے لئے کفارہ ہے۔

(۱۰) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے

عباس بن معروف سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے علی بن رئاب سے انہوں نے عبدالاعلیٰ آل سام کے غلام سے انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ " کنواری عورتوں سے شادی کرو اس لئے کے وہ بہترین خوشبودار دہن والی ہوتی ہیں اور سب سے زیادہ بچوں کو دودھ پلانے والی ہوتی ہیں اور سب سے زیادہ کھلے رحم (بچہ دانی) والی ہوتی ہیں کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں تمام امتوں میں قیامت کے دن تمہاری وجہ سے خواہ ساقط شدہ بچے ہوں فخر و مباہات کروں گا۔ پھر خدا ساقط شدہ بچے سے کہے گا کہ جنت میں چلا جا تو وہ بچہ کہے گا کہ نہیں جب تک کہ مجھ سے پہلے میرے والدین کو جنت میں داخل نہ کردے۔ تو اللہ عزوجل ملائکہ میں سے ایک فرشتہ سے کہے گا کہ اس کے ماں باپ کو میرے پاس لاؤ پھر ان دونوں کو جنت میں داخل ہونے کا حکم دے گا۔ پھر اس بچہ سے فرمائے گا کہ یہ تیرے لئے میری رحمت کا فضل ہے۔

(۱۱) ہم سے میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن ادریس نے محمد بن احمد بن یحییٰ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ولید نے حماد بن عثمان سے، انہوں نے جمیل بن دراج سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا، اس نے کہا کہ میں نے آنجنابؑ سے انبیاء علیہم السلام کے بچوں کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ وہ عوام الناس کے بچوں کی طرح نہیں ہوتے ہیں، اس نے عرض کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ابراہیم کے بارے میں سوال کیا کہ کیا اگر وہ زندہ رہتے تو صدیق ہوتے؟ آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ اگر وہ زندہ رہتے تو وہ اپنے پدربزرگوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر ہوتے۔

(۱۲) اور انہی اسناد کے ساتھ حماد بن عثمان سے انہوں نے عامر بن عبداللہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا کہ ابراہیم فرزند رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر کھجور کا درخت (یا انگور کی بیل) تھا جو اس کو سورج کی دھوپ سے سایہ کرتا تھا۔ پھر جب درخت خرما خشک ہوگیا تو نشان قبر مٹ گیا پھر اس کی جگہ کا پتہ نہیں چل سکا۔ اور آنجنابؑ نے یہ بھی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ابراہیم اٹھارہ ماہ کی عمر میں انتقال کر گئے تھے تو اللہ عزوجل نے ان کی دودھ پینے کی مدت جنت میں پوری کی۔

اس کتاب کے مصنف بچوں اور ان کے حالات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ عدل وجور کی معرفت اور ان دونوں میں تمیز کرنے کے طریقہ کی معرفت میں کوئی سبب و وجہ کسی شے کی طرف رغبت مزاج اور اس سے نفرت نہیں ہے بلکہ اس کے لئے عقل کا اچھا سمجھنا اور برا سمجھنا ہے۔ پس اس وجہ سے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم اس فعل کے اسباب و علل سے جہل کی بناء پر افعال میں سے کسی ایک فعل کے قبیح ہونے کی وجہ سے علیحدہ کردیں۔ اور نہ فعل کی ظاہری صورت پر حد عدل سے نکلنے میں عمل کریں۔ بلکہ وجہ یہ ہے جب ہم اقسام فعل میں کسی ایک قسم کی حقیقت کو پہچاننے کا ارادہ کریں جس کی وجہ سے حکمت ہم سے پوشیدہ ہے وہ یہ ہے کہ ہم اس دلیل کی طرف رجوع کریں جو اس

کے فاعل کی حکمت پر دلالت کرتی ہو اور ہم اس برہان کا قصد کریں جو اس فعل کے حادث ہونے کا حال ہم کو پہنچوا دے پس جبکہ مجموعی طور پر ہم نے اس کے لئے واجب قرار دے دیا کہ وہ حکمت و درستی اور جو کچھ اس فعل میں بھلائی اور ہدایت ہے کے سوا کوئی کام نہیں کرتا ہے تو ہم پر لازم ہوگیا کہ اس قضیہ سے اس کے تمام افعال کو عمومیت دیدیں خواہ ہم اس کے اسباب و علل سے ناواقف ہوں یا ہم ان کو جانتے ہوں کیونکہ عقلوں میں ایک فعل کی نوع میں دوسری نوع کے اندر اسباب و علل کی کمی نہیں ہوتی اور نہ ایک جنس میں دوسری جنس کے اندر ان کی خصوصیت ہوتی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب ہم کسی باپ کو دیکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس کی حکمت ثابت ہوگئی ہے اور ہمارے لئے برہان سے اس کا عدل صحیح ہے کہ وہ اپنے بیٹے کا ایک ہاتھ کاٹ دیتا ہے یا اس کے کسی عضو کو داغ دیتا ہے اور ہم اس سلسلہ میں نہ سبب کو اور نہ اس علت کو جانتے پہچانتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اس کے ساتھ یہ فعل کررہا ہے۔ تو اس بارے میں وجہ مصلحت سے ہمارے جہل کی وجہ سے یہ جائز نہیں کہ جو کچھ برہان صادق کے جملہ میں ثابت ہوچکا ہے اس کے بارے میں حسن نظر اور اس کے ارادہ خیر سے تو ہم اس کو رد کردیں۔ اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ کے افعال ہیں جو انجام اور ابتداء کا عالم ہے۔ جبکہ جملہ میں دلیل لازم قرار دیدی گئی کہ وہ حکمت کے علاوہ کچھ نہیں ہوگی اور درستگی و صحت کے علاوہ واقع نہیں ہوگی تو ہمارے جہل کی وجہ سے تفصیل کے ساتھ ان کے تمام اسباب و علل کو نہ جاننا جائز نہیں ہوگا کہ ہم نے جس چیز کو جانا ہے اس کے تمام احکام سے واقف ہوں۔ بالخصوص جبکہ ہم نے اشیاء کی علت اور جزئیات کے مفاہیم کے احاطہ کرنے سے قاصر رہنے کو جان لیا ہے یہ اس وقت ہوگا جبکہ ہم ان تمام چیزوں کو پہچاننا چاہیں کہ جن کا اللہ عزوجل کے افعال کے احکام سے عدم علم کی گنجائش و قدرت نہیں رکھتے ہیں۔ لیکن جب ہم ان کے معانی و مفاہیم کا مکمل طور پر جائزہ لینا چاہیں اور ان کے اسباب و علل سے بحث کریں تو جو کچھ شکر الہیٰ کی بدولت جو کچھ اس کی تفصیلات میں سبب حکمت سے ہم کو معرفت کرائی گئی ہے جو ان کے جملہ پر دلالت کرتے ہوں تو ہم عقول کے اندر اس کو معدوم نہ کریں۔ اور دلیل اس پر کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے افعال حکمت ہیں، ان افعال کا ایک دوسرے کے ساتھ مخالف ہونے سے دوری اور ان کا ایک دوسرے سے اختلاف و فرق سے سلامتی اور بعض افعال کا بعض افعال سے تعلق کسی شے کی اپنے مثل کی طرف ضرورت اس شے کا اپنے مثل کی شکل میں جمع ہونا، ہر نوع کا اپنے مشابہ سے متصل ہونا یہاں تک کہ اگر تم گردش افلاک، حرکت شمس و قمر اور گزرگاہ سیارگان کے برخلاف خیال کرو تو یہ سب تباہ و برباد ہوجائیں گے۔ پھر جب اللہ عزوجل کے افعال شرائط عدل پر پورے اتریں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور وہ افعال جوروظلم کے اسباب و علل سے محفوظ رہیں جن کا ہم نے پہلے تذکرہ کیا ہے تو یہ صحیح و درست ہوگا کہ وہ افعال حکمت ہیں اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل سے ظلم کا وقوع نہیں ہوتا اور نہ وہ فعل ظلم کرتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ قدیم، غنی ہے، عالم ہے جاہل نہیں ہے اور ظلم اس کے قبح (برائی) کی وجہ سے جاہل سے وقوع

پذیر ہوتا ہے یا اس کے کرنے کا محتاج ہے کہ فائدہ حاصل کر سکے پس جبکہ اللہ تبارک و تعالیٰ قدیم غنی ہے تو اس پر نفع و نقصان مناسب و روا نہیں حالانکہ وہ جو کچھ ہے اور جو آئندہ ہوگا اس کے حسن قبح کو وہ جانتا ہے تو یہ امر درست ہوا کہ وہ کوئی کام بغیر حکمت کے نہیں کرتا ہے اور سوائے صواب و درستی کے اس سے کوئی فعل سرزد نہیں ہوتا ہے ۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم میں سے جس کی حکمت صحیح ہوتی ہے تو اس سے فعل قبیح سے بے نیازی کے باوجود اور اس کے ترک کرنے پر قدرت رکھنے کے ساتھ اور اس کے قبیح جاننے کے بعد توقع نہیں کی جاسکتی ہے وہ اس کام کو کرے گا اور یہ کہ گناہان کبیرہ کے ارتکاب پر وہ مذمت کا مستحق ہوگا پھر وہ امور قبیح سے خوف نہیں کھائے گا اور یہ بات واضح ہے اور تمام شکر وسپاس اللہ کے لئے ہے ۔

(۱۳) ہم سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عمرو بن عثمان خزاز سے، انہوں نے عمرو بن شمر سے، انہوں نے جابر بن یزید جعفی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی باقر علیہما السلام سے عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ خدا ہم کچھ بچوں کو مردہ پیدا ہوتے، کچھ کو نامکمل ساقط ہوتے، کچھ کو اندھا یا گونگا یا بہرا پیدا ہوتے دیکھتے ہیں اور ان ہی بچوں میں سے کسی کو زمین پر گرتے ہی موت آجاتی ہے اور ان میں سے کچھ بالغ ہونے تک زندہ رہتے ہیں اور ان میں سے کچھ زیادہ عمر پاتے ہیں اور وہ بوڑھے ہوجاتے ہیں تو یہ کس طرح اور اس کی وجہ کیا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے امور میں ان سے زیادہ تدبیر کا حقدار ہے کیونکہ وہ ان کا خالق و مالک ہے پس اس نے جس کو لمبی زندگی سے روکا تو اس نے اس چیز سے روکا جو اس کے لئے نہیں ہے اور جس کو اس نے زیادہ عمر عطا کی تو اس نے اس کو وہ کچھ عطا کردیا جو اس کا نہیں تھا۔ اس نے مخلوق کو جو کچھ دیا تو وہ فضل و مہربانی کرنے والا ہے اور جس کے بارے میں روکا تو وہ عدل ہے ۔ جو وہ کرتا ہے اس کے بارے میں اس سے سوال نہیں کیا جاسکتا اور مخلوق سے باز پرس کی جائے گی ۔ جابر کہنے لگا کہ میں نے فرزند رسولؐ سے عرض کیا کہ اللہ سے اس فعل کے بارے میں کیوں نہیں سوال کیا جائے گا؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ اس لئے کہ اس کا فعل حکمت اور صواب کے علاوہ نہیں ہوتا ۔ وہ متکبر الجبار اور واحد القہار ہے پس جس کے دل میں قضاء الہیٰ کے بارے میں کوئی تنگی پائی جائے تو وہ کافر ہے اور جس نے اس کے افعال میں سے ذرا بھی انکار کیا تو اس نے کفر کیا جھٹلایا ۔

(نوٹ) ایک دوسرے نسخہ میں اس تیرہویں حدیث کے بعد مندرجہ ذیل حدیث بھی ہے ۔

ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عبداللہ کوفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے محمد بن ابو بشیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے حسین بن ابو الھیثم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سلیمان بن داؤد نے حفص بن غیاث سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے خیر الجعافر (بہترین جعفروں میں

سے) جعفرؑ بن محمدؑ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے بیان کیا، انہوںؑ نے فرمایا کہ مجھ سے باقر علوم الاولین والآخرین محمدؑ بن علیؑ (امام محمد باقر) علیہ السلام نے بیان کیا، انہوںؑ نے فرمایا کہ مجھ سے سید العابدین علیؑ بن الحسینؑ (امام زین العابدینؑ) نے بیان فرمایا، انہوںؑ نے فرمایا کہ مجھ سے سیدالشہداء حسینؑ بن علیؑ نے بیان فرمایا، انہوںؑ نے فرمایا کہ مجھ سے سید الاوصیاء علی بن ابو طالب علیہم السلام نے فرمایا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک یہودی آیا اور آپؐ سے کہنے لگا کہ اے محمد! آپؐ کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ میں **لا الہ الا اللہ** اور اللہ کا رسول ہونے کی شہادت کی دعوت دیتا ہوں۔ وہ یہودی کہنے لگا کہ اے محمدؐ! آپؐ مجھ کو اس رب کے متعلق بتایئے جس کی وحدانیت ویکتائی کی دعوت دیتے ہیں اور خود کو اس کا رسول سمجھتے ہیں کہ وہ کیسا ہے؟ آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ اے یہودی! میرے رب کو کیفیت کے ذریعہ موصوف نہیں کیا جاسکتا کیونکہ کیفیت مخلوق ہے اور وہ اس کو کیفیت دینے والا ہے۔ یہودی نے کہا کہ پھر وہ کہاں ہے؟ آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ میرے رب کا " این " سے وصف بیان نہیں کیا جاسکتا کیونکہ " این " مخلوق ہے جس کو اس نے " این " کیا ہے۔ اس یہودی نے کہا کہ کیا آپؐ نے اس کو دیکھا ہے؟ آپؐ نے جواب دیا کہ وہ نگاہوں سے نہیں دیکھا جاسکتا اور نہ خیالات سے اس کا ادراک کیا جاسکتا ہے۔ یہودی کہنے لگا کہ آپؐ کس چیز سے جانتے ہیں کہ وہ موجود ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اس کی آیات اور علامتوں سے۔ یہودی نے کہا کہ کیا وہ عرش کو اٹھاتا ہے یا عرش اس کو اٹھائے ہوئے ہے؟ آپؐ نے فرمایا اے یہودی بے شک میرا رب نہ حمال (باربردار) ہے اور نہ اس کا بار اٹھایا گیا ہے۔ وہ کہنے لگا کہ پھر اس سے امور کا اخراج کس طرح ہوتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ مختلف مواقع پر خطاب کے پیدا ہونے کے ذریعے۔ یہودی کہنے لگا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا تمام مخلوق اس کی نہیں ہے؟ آپؐ نے جواب دیا کہ ہاں سب مخلوق اسی کی ہے۔ وہ مرد یہودی کہنے لگا کہ کس بناء پر کچھ لوگوں کو اپنی رسالت کے لئے منتخب وبرگزیدہ کیا؟ آپؐ نے فرمایا کہ ان کا انتخاب ربوبیت الہیٰ کے اقرار میں سبقت لے جانے کی وجہ سے ہوا۔ اس نے کہا کہ تمؐ نے کیسے خیال کیا کہ تم ان رسولوں میں سب سے افضل ہو؟ آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ میں اس لئے افضل ہوں کہ اپنے رب کے اقرار میں سب سے زیادہ سبقت لے گیا ہوں۔ وہ یہودی کہنے لگا کہ آپؐ مجھے اپنے رب کے بارے میں بتایئے کہ کیا وہ زیادہ ظلم کرتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں وہ کہنے لگا کہ کس وجہ سے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ظلم کے قبیح ہونے کے علم اور اس سے بے نیاز ہونے کی وجہ سے۔ اس یہودی نے کہا کہ کیا ظلم کے بارے میں اللہ نے آپؐ پر قرآن میں نازل کیا ہے؟ آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ ہاں اس کا ارشاد گرامی ہے۔ " **وما ربک بظلام للعبید** " (سورۃ حم السجدہ۔ آیت ۴۶) " اور تمہارا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے " اور وہ یہ بھی فرماتا ہے۔ " **ان اللہ لایظلم الناس شیئاً ولکن الناس انفسھم یظلمون** " (سورۃ یونس۔ آیت ۴۴) " بے شک اللہ ذرا بھی لوگوں پر ظلم نہیں کرتا ہے لیکن لوگ خود اپنے آپ پر ظلم

کرتے ہیں " اور وہ یہ بھی فرماتا ہے ۔ " وما الله یرید ظلماً للعالمین " (سورۃ آل عمران ۔ آیت ۱۰۸) " اور اللہ عالمین کے لئے ظلم نہیں چاہتا ہے " اور وہ یہ بھی فرماتا ہے " وما الله یرید ظلماً للعباد " (سورۃ غافر ۔ آیت ۳۱) " اور اللہ بندوں کے لئے ظلم کا ارادہ نہیں کرتا) ۔ یہودی کہنے لگا کہ اے محمدؐ! اگر تمہارا اپنے رب کے بارے میں یہ خیال ہے کہ وہ ظلم نہیں کرتا ہے تو پھر اس نے قوم نوح علیہ السلام کو کس طرح غرق کردیا جبکہ اس میں بچے بھی تھے ؟ تو آپؐ نے اس کو جواب دیا کہ اے یہودی اللہ عزوجل قوم نوح کی عورتوں کے رحموں کو چالیس سال سے بانجھ کر رکھا تھا پھر ان کو غرق کردیا اور غرقابی کے وقت کوئی ان میں بچہ نہیں تھا اور اللہ کسی اولاد کو ان کے والدین کے گناہوں کی پاداش میں ہلاک نہیں کرے گا ۔ اللہ تعالیٰ ظلم و جور سے بہت بلند ہے ۔ یہودی کہنے لگا کہ اگر آپؐ کا رب ظلم نہیں کرتا ہے تو پھر وہ اس شخص کو جس نے گنتی کے چند دنوں میں نافرمانی کی ہے اس کو کس طرح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رکھے گا ؟ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ اس کو اس کی نیت کے مطابق ہمیشہ رکھے گا ۔ تو علم الٰہیٰ میں اس کی نیت یہ ہو کہ اگر وہ دنیا میں فنا ہونے تک باقی رہا تو وہ اللہ عزوجل کی نافرمانی کرے گا تو وہ اس کو اس کی نیت کے مطابق جہنم میں ہمیشہ رکھے گا اور اس کی نیت کے بارے میں اس کے عمل کا شر ہے ۔ اور اسی طرح وہ اس شخص کو جنت میں ہمیشہ رکھے گا جو یہ نیت کرتا ہے کہ اگر دنیا میں وہ جب تک زندہ رہا تو وہ ہمیشہ اللہ کی اطاعت کرے گا ۔ اور اس کی نیت خیر عمل ہے ۔ پس نیتوں کی وجہ سے اہل جنت جنت میں رہیں گے اور دوزخ والے دوزخ میں رہیں گے ۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے

قل کل یعمل علیٰ شا کلته فربکم اعلم بمن ھو اھدیٰ سبیلاً " (سورۃ بنی اسرائیل ۔ آیت ۸۴)

" (اے رسول) تم کہہ دو ہر ایک کام کرتا ہے اپنے طریقہ سے سو تیرا رب خوب جانتا ہے کس نے ہدایت کا راستہ پالیا یہودی کہنے لگا کہ اے محمدؐ! میں نے تورات میں دیکھا ہے کہ اللہ عزوجل کا کوئی نبی نہیں ہوتا ہے مگر اس کا ایک وصی اس کی امت میں سے ہوتا ہے تو پھر آپؐ کا وصی کون ہے ؟ آپؐ نے فرمایا ۔ اے یہودی میرے وصی علی ابن ابو طالب علیہ السلام ہیں ، ان کا نام توراۃ میں " الیا " اور انجیل " حیدار " ہے اور وہ میری امت میں سب سے زیادہ افضل اور میرے رب کے متعلق سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے ۔ اور یہ مجھ سے وہی منزلت رکھتا ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور یہ کہ وہ سید الاوصیاء ہے جس طرح میں سیدالانبیاء ہوں ۔ تو یہودی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور یہ کہ علی ابن ابو طالبؑ آپؐ کے صحیح وصی ہیں ۔ خدا کی قسم میں نے توارت میں میرے مسائل کے بارے میں آپؐ نے جو فرمایا ہے وہی پایا ہے ۔ اور میں نے اس میں آپؐ کی اور آپؐ کے وصیؑ کی صفت و تعریف دیکھی ہے کہ وہ مظلوم ہے اور شہادت جن کی حتمی (یقینی) ہے اور یہ کہ وہ آپؐ کے دونوں نواسوں اور بیٹوں شبر اور شبیر کے باپ ہیں جو اہل جنت کے سردار ہیں ۔

باب (۶۲) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ وہ کام کرتا ہے جو ان کے لئے سب سے زیادہ درست ہوتا ہے

(۱) مجھے ابوالحسین طاہر بن محمد بن یونس بن حیوہ (حیرہ اور خیوہ) فقیہہ نے بلخ میں بتایا، اس نے کہا کہ ہم سے محمد بن عثمان ہروی نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے ابو محمد حسن بن حسین بن مہاجر نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے ہشام بن خالد نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے حسن بن یحییٰ احتینی نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے صدقہ بن عبداللہ نے اس ہشام سے اس نے انس سے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، انہوں نے جبرئیل سے بیان کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے میرے ولی کی توہین کی اس نے مجھ سے جنگ و جدل کا آغاز کیا اور مجھے کسی شے کے بارے میں اپنے کام میں تردد نہیں ہوا جتنا مجھے تردد کسی مومن کے قبض روح میں ہوا۔ جو موت کو ناگوار سمجھتا ہے اور میں اس کی برائی کو ناپسند کرتا ہوں اور اس سے بچنے کا کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ اور میرا کوئی بندہ مجھ سے اتنا قریب نہیں ہوا جتنا کہ وہ جس نے میرے عائد کردہ فرائض کو ادا کیا اور جو میرے لئے نوافل پڑھتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگوں اور جب میں اس کو چاہنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان، آنکھ، ہاتھ اور مددگار بن جاتا ہوں، اگر وہ دعا کرتا ہے تو میں اس کو قبول کرتا ہوں اور اگر مجھے سوال کرتا ہے تو میں اس کو عطا کرتا ہوں۔ اور میرے مومن بندوں میں سے کچھ عبادت کے باب میں چاہتے ہیں تو میں ان کو اس سے روک دیتا ہوں کہ کہیں ان میں غرور و فخر داخل نہیں ہوجائے پھر وہ ان کو تباہ و برباد کردے۔ اور میرے کچھ مومن بندے ایسے ہیں کہ جن کا ایمان فقر سے صالح رہ سکتا ہے اور اگر میں ان کو غنی و مالدار کردوں تو وہ اس کو تباہ و برباد کردیں۔ اور میرے کچھ مومن بندے ایسے ہیں کہ جن کا ایمان بغیر تونگری کے درست نہیں رہ سکتا۔ اگر میں ان کو فقیر و محتاج کردوں تو وہ اس کو تباہ و برباد کردیں گے۔ اور میرے کچھ بندے ایسے ہیں جن کا ایمان بیماری کی وجہ سے درست رہ سکتا ہے تو اگر میں اس کے جسم کو صحت و تندرستی دیدوں تو وہ اس ایمان کو ضائع و برباد کردیں گے، اور میرے کچھ بندے ایسے ہیں جن کے ایمان صحت و تندرستی کی وجہ سے درست ہیں تو اگر میں ان کو بیمار کردوں تو ان کا ایمان برباد ہوجائے گا۔ میں اپنے بندوں کے دلوں کی حالت کا علم رکھتے ہوئے تدبیر کرتا ہوں کیونکہ میں علیم خبیر ہوں۔

(۲) ہم سے ابو احمد حسن بن عبداللہ بن سعید عسکری نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن محمد بن عبدالکریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عبدالرحمن برقی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عمرو بن ابو سلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے علی ابو عمر صنعانی سے پڑھا، انہوں نے علاء بن عبدالرحمن سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابو ہریرہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے پریشان

بال والے غبار آلود دو پرانے کپڑوں میں دروازہ پر بطور سائل کھڑے ہیں اگر وہ اللہ پر قسم رکھے تو وہ فوری طور پر اس کو دے گا۔

(۳) ہم سے میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی ابن ابراہیم بن ہاشم نے اپنے والد سے انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے عبداللہ بن سنان سے، انہوں نے محمد بن منکدر سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ عون بن عبداللہ بن مسعود بیمار ہوئے تو میں ان کی عیادت کے لئے آیا تو وہ کہنے لگے کہ کیا میں تم کو عبداللہ بن مسعود کی ایک حدیث بیان نہ کردوں میں نے کہا ہاں فرمایئے۔ انہوں نے کہا کہ عبداللہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ مسکرانے لگے تو میں نے انؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ کیا بات ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے مومن اور اس کا بیماری پر غم کرنے پر تعجب ہوتا ہے اور اگر اس کو علم ہوجائے کہ بیماری کا کیا ثواب ہے تو وہ ہمیشہ بیمار رہنا پسند کرے گا تااینکہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرے۔

(۴) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے یعقوب بن یزید سے، انہوں نے محمد بن ابو عمیر سے، انہوں نے ہشام بن سالم سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک قوم کسی نبی کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ آپ اپنے رب سے دعا فرمایئے کہ وہ ہم سے موت کو اٹھالے تو اس نبی نے ان کے لئے دعا فرمائی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سے موت اٹھالی۔ اور ان کی اتنی کثرت ہوگئی کہ گھر تنگ پڑگئے اور نسل میں اضافہ ہوتا رہا۔ اور آدمی صبح ہوتے ہی ضرورت محسوس کرتا تھا کہ وہ اپنے ماں باپ دادا اور دادا کے دادا کو کھانا کھلائے اور ان کو راضی رکھے اور ان کی دیکھ بھال کرے۔ تو وہ طلب معاش سے غافل ہوگئے پھر وہ نبی کے پاس آکر کہنے لگا کہ آپ اپنے رب سے دعا مانگیں کہ وہ ہم کو ہماری موت لوٹا دے کہ جس پر ہم تھے۔ پھر اس نبی نے اللہ عزوجل سے سوال کیا تو ان کو ان کی موت کی طرف پلٹا دیا۔

(۵) ہم سے علی بن احمد بن عبداللہ بن احمد بن ابوعبداللہ برقی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے میرے والد نے اپنے دادا احمد بن ابوعبداللہ سے، انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے، انہوں نے علی بن عقبہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے سلیمان بن خالد سے، انہوں نے ابوعبداللہ صادقؑ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے دادا علیہم السلام سے بیان کیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح ہنسے کہ آپؐ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں پھر آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم مجھ سے دریافت نہیں کرو گے کہ میں کس وجہ سے ہنسا؟ اس نے عرض کیا کہ ہاں یارسول اللہؐ فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے اس مرد مسلمان پر تعجب ہے کہ کوئی حکم اللہ عزوجل کی طرف سے ایسا نہیں ہے جو آخرکار اس کے لئے بہتر نہ ہو۔

(۶) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن حسین سعدآبادی

نے احمد بن محمد بن خالد سے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابو قتادہ قمی سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن یحییٰ نے ابان الاحمر سے، انہوں نے صادق جعفر بن محمد (امام جعفر صادق) علیہما السلام سے بیان کیا کہ انہوںؑ نے فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس نے میرے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کسی بندہ کو اس کی انسانیت و جوانمردی کے مطابق رزق عطا فرمائے اور بے شک وہ آسمان سے بقدر گزارہ مدد نازل کرتا رہا۔ اور وہ صبر کو بلاء و معصیبت کے مطابق نازل کرتا ہے۔

(۷) ہم سے حسین بن احمد بن ادریس رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے میرے والد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے عبدالرحمن بن ابو نجران نے بیان کیا، انہوں نے مفضل بن صالح سے، انہوں نے جابر بن یزید جعفی سے، انہوں نے ابو جعفر محمد بن علی باقر (امام محمد باقر) علیہما السلام سے بیان کیا انہوںؑ نے فرمایا کہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! میں تیرے اس فیصلہ و حکم پر راضی ہوں جو تو نے کیا ہے کہ بوڑھے کو موت دیتا ہے اور بچے (چھوٹی عمر والے) کو باقی رکھتا ہے۔ تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ اے موسیٰؑ! کیا تم مجھ سے اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میں ان کا رازق و کفیل ہوں؟ موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اے میرے رب! میں اس پر راضی ہوں۔ پس تو بہترین وکیل اور بہت اچھا کفیل ہے۔

(۸) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن حسین سعد آبادی نے احمد بن محمد بن خالد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے، انہوں نے محمد بن ابو حمزہ سے، انہوں نے علی بن حسن (یا علی بن حسین یا علی بن السری) سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل نے مومنین کے رزق اس طرح قرار دیئے ہیں کہ وہ گمان بھی نہیں کر سکتے اور یہ اس وجہ سے کہ جب کوئی بندہ اپنے رزق کی وجہ کو نہیں سمجھتا ہے تو وہ اس کی دعا زیادہ کرتا ہے۔

(۹) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن اسمعیل برکی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جعفر بن سلیمان بن ایوب خزاز نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن فضل ہاشمی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے عرض کیا کہ کس سبب کی بناء پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارواح کو بدنوں میں رکھ دیا جبکہ وہ ملکوت اعلیٰ میں بلند مقام پر تھیں؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو علم تھا کہ ارواح کو اپنے شرف و علو میں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے گا تو اللہ عزوجل کے بغیر ان کی اکثریت دعوائے ربوبیت میں جھگڑا کریں گی۔ تو اس نے ان کو اپنی قدرت سے ان بدنوں میں رکھ دیا جو ابتداء تقدیر میں دانائی و رحمت کی بناء پر مقرر کر دیئے تھے۔ اور ایک روح کو دوسری روح کا محتاج بنا دیا۔ اور بعض روحوں کا بعض روحوں سے تعلق جوڑ دیا۔ اور

بعض روحوں کو بعض روحوں سے درجات کے اعتبار سے بلند کر دیا اور کچھ روحوں کو دوسری روحوں سے بے نیاز کر دیا۔ اور ان کی طرف اپنے رسول بھیجے اور ان پر اپنی حجتوں کو خوشخبری اور ڈرانے والا قرار دیا۔ جو ان کو معبود کے لئے تواضع اور بندگی میں مشغولیت کا حکم دینے میں ان مختلف اقسام سے جن کو ان کی عبادت کے لئے کہا گیا ہے۔ اور ان کے لئے جلد یا بدیر سزائیں مقرر کیں اور جلد یا بدیر ان کے لئے اچھے اعمال پر ثواب مقرر کئے تاکہ وہ ان کو نیکی کی طرف راغب کرے اور شر کے بارے میں بے رغبتی پیدا کرے۔ اور یہ کہ ان کو طلب معاش و حصول منافع میں راہنمائی کرے۔ تو وہ اس سے جان لیں کہ وہ پروردہ ہیں اور ایسے بندہ ہیں جو پیدا کردہ ہیں اور وہ اس کی عبادت پر متوجہ (ضامن) ہوں پھر وہ اس کی وجہ سے ابدی نعمتوں اور ہمیشہ کی جنت کے مستحق ہو جائیں۔ اور ان خواہشوں سے بے خوف رہیں کہ جن پر ان کا کوئی حق نہیں ہے۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ اے ابن الفضل بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے اپنے نفسوں کے لئے حسن نظر و دانائی رکھتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ لوگ اپنے غیر کے مقابلہ میں بلندی کے شائق ہیں یہاں تک کہ ان میں سے کچھ لوگ دعوائے ربوبیت کی خواہش کرتے ہیں ان ہی میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو بغیر حق نبوت کے نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور ان ہی میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو بغیر حق کے امامت کا دعویٰ کرتے ہیں باوجودیکہ وہ اپنے اندر نقص، عجز، صفت، حقارت، حاجت اور فقر و بار بار مصائب و آلام کا آنا، ان پر موت کا غالب آنا اور ان سب کا مغلوب ہونا نہیں دیکھتے ہو۔ اے ابن الفضل بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے زیادہ سے زیادہ اچھا کرتا ہے اور لوگوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا۔ مگر لوگ اپنے اوپر خود ظلم کرتے ہیں۔

(۱۰) ہم سے محمد بن احمد شیبانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عمران نخعی نے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے بیان کیا، انہوں نے علی بن سالم سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابو بصیر سے، انہوں نے ابو عبداللہ جعفر صادق (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے آنجنابؑ سے اس ارشاد الٰہی کے بارے میں دریافت کیا " **ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذالک خلقھم** " (سورہ ھود۔ ۱۱۸-۱۱۹) " اور وہ ہمیشہ آپس میں اختلاف رکھیں گے مگر جس پر تمہارا پروردگار رحم فرمائے اور اسی وجہ سے اس نے ان کو پیدا کیا"۔ آپؑ نے فرمایا کہ لوگوں کو خلق کیا تاکہ وہ افعال کریں جو اس کی رحمت کے مستوجب ہوں پھر وہ ان پر رحم کرے گا۔

(۱۱) ہم سے محمد بن قاسم استرآبادی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یوسف بن محمد بن زیاد اور علی بن محمد بن سیار نے ان دونوں نے پنے اپنے والدوں سے، انہوں نے حسن بن علی سے، انہوں نے اپنے والد علی بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد محمد بن علی سے، انہوں نے اپنے والد علی بن موسیٰ الرضا سے، انہوں نے اپنے والد موسیٰ بن جعفر سے، انہوں نے اپنے والد جعفر بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد محمد بن علی سے، انہوں نے اپنے والد علی بن الحسین

علیہم السلام سے ارشاد الہیٰ کے بارے میں فرمایا " **الذی جعل لکم الارض فراشاً** " (البقرۃ ـ ۲۲) ۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا " کہ اللہ نے زمین کو مخلوقات کی طبقوں کے مطابق مناسب تمہارے اجسام کے موافق بنایا ۔ ان کو شدید گرمی اور حرارت والا نہیں بنایا کہ جو تم کو جلا دے اور نہ انتہائی ٹھنڈک والا بنایا کہ تم کو منجمد کردے ۔ اور نہ اتنی زبردست خوشبو رکھی جو تمہاری کھوپڑیوں (دماغوں) میں درد پیدا کردے ۔ اور نہ اس کو شدید فتنوں والی بنایا کہ وہ تم کو ہلاک کردے اور نہ اتنا زیادہ نرم بنایا جیسے کہ پانی کہ وہ تم کو غرق کردے ۔ اور نہ اتنا سخت بنایا کہ تم حرکت ، مکانات و عمارات بنائے اور تمہارے مردوں کی قبر بنانے میں مانع ہو ۔ بلکہ اللہ عزوجل نے اس میں ایسی مضبوطی و پائیداری رکھی ہے کہ جس سے تم فائدہ حاصل کرتے ہو اور مضبوطی کے ساتھ چپٹے رہتے ہو اور اسی پر تمہارے بدن اور تمہاری عمارات قائم رہتی ہیں ۔ اور اس میں تمہاری سعی و حرکت اور قبروں اور دیگر بہت سے فوائد کو رکھا ۔ اسی وجہ سے زمین کو تمہارے لئے (فرش) بچھونا قرار دیا ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے " **والسماء بناء** " " اور آسمان کو چھت بنائی " فرمایا یعنی تمہارے اوپر محفوظ چھت بنائی جس میں سورج ، چاند اور ستارے تمہارے فوائد کے لئے گردش کرتے ہیں ۔ پھر اس نے **انزل من السماء ماء** " اتارا آسمان سے پانی " فرمایا کہ جس سے یہ مراد ہے کہ اس نے بلندی سے بارش برسائی تاکہ وہ پہاڑوں کی چوٹیوں ، زمین کے ٹیلوں ، تمہاری بلند زمینوں اور پست زمینوں تک پہنچ جائے ۔ پھر اس بارش کو متفرق طریقہ سے برسایا ، کبھی پھوار کی شکل میں ، کبھی موٹی بوندوں کی ساتھ ، کبھی موسلا دھار بارش کی طرح اور کبھی شبنم کی نمی کی طرح ۔ تاکہ وہ تمہاری زمینوں میں اس کو جذب کردے ۔ اور اس نے اس بارش کو زمین کے ایک ٹکڑے پر نازل نہیں کیا کہ جس سے تمہاری زمین تمہارے درخت تمہاری کھیتیاں اور تمہارے پھل تباہ و برباد ہوجائیں ۔ پھر خداوندعالم نے فرمایا " **فاخرج به من الثمرات رزقاً لکم فلا تجعلوا الله اندا** " (سورۃ بقرہ آیت ۲۲) " پھر نکالے اس سے میوے تمہارے کھانے کے لئے سو نہ ٹھہراؤ کسی کو اللہ کے مقابل " یعنی اللہ کے مشابہ اور مثل ان بتوں کو مت بناؤ جو عقل نہیں رکھتے اور نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ کسی شے پر قدرت رکھتے ہیں " **وانتم تعلمون** " (سورۃ بقر ـ آیت ۲۲) " اور تم کو علم ہے " کہ وہ ان جلیل نعمتوں پر قدرت نہیں رکھتے جو تم کو تمہارے رب نے تم پر انعام فرمائی ہیں ۔

(۱۲) ہم سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے ، انہوں نے حسن بن محبوب سے ، انہوں نے داؤد بن کثیر رقی سے ، انہوں نے ابوعبیدہ حذاء سے ، انہوں نے ابوجعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے بیان کیا ، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے مومن بندوں میں سے کچھ لوگ میری عبادت میں بہت زیادہ کوشش کرتے ہیں پھر وہ نیند سے اور آرام وہ تکیہ سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور راتوں میں نماز تہجد پڑھتے ہیں اور خود کو وہ میری عبادت میں تعب و تکان میں ڈالتے ہیں پھر

میں ایک یا دو راتوں کو اس کا لحاظ کرتے ہوئے بیداری کے لئے دراز کردیتا ہوں، اور اس پر رحم کرتے ہوئے۔ پھر وہ سوجاتا ہے یہاں تک کہ صبح ہوجاتی ہے اور وہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور وہ خود کو برا بھلا کہتا ہے اور اگر میں اس بندہ کے اور میری عبادت سے جو وہ چاہتا ہے کہ درمیان سے جگہ چھوڑ دوں تو اس سے اس کے اندر فخر خود بینی پیدا ہوجائے گی ۔ یہ فخر و تکبر اس کے اعمال کے لئے فتنہ بن جائے گا اور اس کا نفس اس حد تک راضی ہوجائے گا کہ وہ گمان کرنے لگے گا کہ وہ عبادت گزاروں سے فوقیت لے گیا ہے اور وہ اپنی عبادت میں حد تقصیر (کوتاہی) سے گزر گیا ہے تب وہ مجھ سے اس کی وجہ سے دور ہوجاتا ہے حالانکہ وہ یہ خیال خام رکھتا ہے کہ مجھ سے قربت حاصل کررہا ہے۔

(۱۳) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے ابراہیم بن ہاشم سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے مالک بن عطیہ سے، انہوں نے داؤد بن فرقد سے، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آپؑ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو وحی کی گئی تھیں ان میں سے یہ بھی تھی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) میں نے اپنے عبد مومن سے محبوب تر کوئی مخلوق پیدا نہیں کی اور میں اس کی بہتری کے لئے اس کو آزمائش میں ڈالتا ہوں اور اس کو اس کی بہتری کے لئے بلا اور برائی سے بچاتا ہوں ۔ اور میں اس چیز سے زیادہ واقف و عالم ہوں جو میرے بندہ کے معاملہ کے لئے زیادہ بہتر ہے ۔ تو اسے میری آزمائش پر صبر کرنا چاہیئے اور میری نعمتوں کا شکر ادا کرنا ضروری ہے اور میرے فیصلہ پر راضی ہونا چاہیئے تو میں اس کو اپنے صدیقین میں لکھ دوں گا جب وہ میری رضا پر عمل کرے گا اور میرے حکم کی اطاعت کرے گا۔

باب (۶۳) امر و نہی اور وعد و وعید

(۱) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے احمد بن ابوعبداللہ برقی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے، انہوں نے منصور بن حازم سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں کو حکم دیا گیا ہے اور نہی بھی کی گئی ہے ۔ اور جس کو کوئی عذر ہو تو اللہ اس کی معذرت قبول کرتا ہے ۔

(۲) ہم سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے عبدالرحمن بن ابونجران سے، انہوں نے ہشام بن سالم سے، انہوں نے حبیب سجستانی سے، انہوں نے ابوجعفر باقر (امام محمد باقر) علیہما السلام سے بیان کیا ۔ انہوں نے فرمایا کہ توریت میں لکھا ہوا ہے کہ اے موسیٰ! میں نے تم کو پیدا کیا اور برگزیدہ کیا اور تم کو قوت بخشی اور میں نے تم کو اپنی اطاعت کا حکم دیا اور میں نے تم کو اپنی نافرمانی سے روکا تو اگر تم میری اطاعت کروگے تو میں اپنی اطاعت پر تمہاری مدد کروں گا اور اگر تم

نے نافرمانی کی تو میں اپنی معصیت کرنے پر تمہاری مدد نہیں کروں گا۔ اے موسیٰ! میری اطاعت کرنے پر یہ میرا احسان ہے اور میری معصیت کرنے پر تم پر میری طرف سے حجت ہے۔

(۳) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے محمد بن حسین بن ابو خطاب اور احمد بن ابوعبداللہ برقی سے بیان کیا، انہوں نے علی بن محمد قاسانی سے، انہوں نے اس شخص سے جس نے اس کا ذکر کیا، انہوں نے عبداللہ بن قاسم جعفری سے، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) سے، انہوں نے اپنے پدران گرامی علیہم السلام سے بیان کیا، انہوںؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے جس سے کسی عمل پر ثواب کا وعدہ فرمایا وہ اس کو اس کے لئے پورا کرتا ہے اور جس شخص کے عمل پر سزا کی دھمکی دیتا ہے تو اس میں اس کو اختیار ہے۔

(۴) ہم سے ابو علی حسین بن احمد بیہقی نے نیشاپور میں سن تین سو باون (۳۵۲) میں بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو محمد بن یحییٰ صولی نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ذکوان (عبداللہ بن احمد) نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابراہیم بن عباس کو کہتے ہوئے سنا کہ ہم مجلس امام رضاؑ میں حاضر تھے کہ گناہان کبیرہ اور معتزلہ کے قول کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی کہ وہ بخشے نہیں جائیں گے۔ تو رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ معتزلہ کے کہنے کے برخلاف قرآن نازل ہوا ہے اللہ عزوجل نے فرمایا " **وان ربک لذو مغفرۃ للناس علیٰ ظلمھم** " (الرعد۔۶) " بیشک تمہارا رب لوگوں کے ظلم پر مغفرت کرنے والا ہے۔" یہ حدیث کافی طویل ہے، ضرورت کے مطابق اس سے اخذ کی گئی ہے۔

(۵) ہم سے احمد بن محمد بن صیثم عجلی اور احمد بن حسن قطان اور محمد بن احمد سنانی اور حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام مکتب اور عبداللہ بن محمد صائغ اور علی بن عبداللہ وراق رضی اللہ عنھم نے بیان کیا، ان سب نے کہا کہ ہم سے ابو عباس احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے بکر بن عبداللہ بن حبیب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے تمیم بن بہلول نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو معاویہ نے اعمش سے، انہوں نے جعفر بن محمد (امام جعفر صادق) علیہما السلام سے بیان کیا، آنجنابؑ نے فرمایا کہ دین کے قوانین میں سے جن کے بارے میں بیان کیا ہے کہ بے شک اللہ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا ہے مگر اس کی طاقت کے مطابق۔ اور نہ کسی نفس کو اس کی قوت سے بڑھ کر تکلیف دیتا ہے۔ اور بندوں کے افعال تقدیر کی خلقت پر مخلوق کئے گئے ہیں۔ (یعنی وہ ارادہ کرکے سرزد ہوتے ہیں) نہ کہ خلق تکوینی کے ساتھ (یعنی بندہ کے ارادہ کو جن کے عدم سے وجود میں لانے کا ارادہ نہیں کرسکتے) اور اللہ ہر شے کا خالق ہے اور ہم نہیں کہتے ہیں کہ جبر ہے اور نہ تفویض (اختیار کو سپرد کرنے والا گروہ) سے اور اللہ عزوجل بیمار سے بری (برائیوں اور گناہوں سے مبرا) کا مواخذہ نہیں کرتا ہے۔ اور نہ اللہ عزوجل بچوں پر والدین کے

گناہوں کی وجہ سے عذاب کرتا ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی کتاب محکم میں فرمایا ہے " ولا تزر وازرة وزر اخری (انعام ۔ ۱۶۵، الاسراء ۔ ۱۵، فاطر ۔ ۱۸، والزمر ۔ ۷) " اور کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ۔" اور یہ بھی ارشاد الہیٰ ہے " وان لیس للانسان الا ما سعیٰ " (النجم ۔ ۳۹) " اور یہ کہ انسان کے لئے کچھ نہیں ہے مگر جتنی اس نے کوشش کی ۔" اور اللہ عزوجل کے لئے عفو و فضل ہے اور وہ ظلم نہیں کرتا ہے اور اللہ عزوجل اپنے بندوں پر ایسی اطاعت فرض نہیں کرتا ہے جس کو وہ جانتا ہو کہ وہ ان بندوں کو بہکا دے گی اور گمراہ کردے گی ۔ اور نہ وہ اپنے بندوں میں سے اپنی رسالت کے لئے اور برگزیدہ کرنے کے لئے ان لوگوں کو منتخب کرتا ہے جن کو وہ جانتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ کفر کریں گے اور اس کے علاوہ وہ شیطان کی پرستش کریں گے ۔ اور سوائے معصوم کے وہ اپنی مخلوق پر کسی کو حجت نہیں ٹھہراتا ہے ۔ حدیث تو طویل ہے ۔ ہم نے ضرورت کے مطابق اس میں سے کچھ لے لیا ہے اور میں نے اس کو اپنی کتاب خصال میں مکمل حدیث تحریر کی ہے ۔

(۶) ہم سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے اپنے والد سے بیان کیا، انہوں نے محمد بن ابو عمیر سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے موسیٰ بن جعفر (امام موسیٰ کاظم) علیہما السلام سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ سوائے کافروں، منکروں، گمراہوں اور مشرکوں کے کسی کو ہمیشہ جہنم میں نہیں رکھے گا ۔ اور جو مومنین گناہان کبیرہ سے اجتناب کریں گے تو ان کے گناہان صغیرہ کے بارے میں باز پرس نہیں کی جائے گی ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے " ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنه نکفر عنکم سیاتکم وند خلکم مدخلا کریما " (النسا ۔ ۳۱) " اگر تم گناہان کبیرہ سے اجتناب کرو جن سے تم کو روکا گیا ہے تو ہم تمہاری برائیوں سے درگزر کریں گے اور تم کو بہت عزت والی جگہ پر پہنچا دیں گے ۔" تو میں نے انؑ سے عرض کیا کہ فرزند رسولؐ پھر گناہگاروں میں سے کس کی شفاعت ضروری ہوگی ؟ آپؑ نے فرمایا کہ میرے والد نے اپنے آباء سے اور علی علیہم السلام سے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ وہ فرما رہے تھے کہ میری شفاعت میری امت کے گناہان کبیرہ کرنے والوں کے لئے ہے ۔ لیکن جو ان میں سے اچھائیاں کرنے والے ہیں تو ان کے لئے کوئی باز پرس نہیں ہے ۔ ابن ابو عمیر نے عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ گناہان کبیرہ کرنے والوں کی شفاعت کس طرح ہو سکتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " ولا یشفعون الا لمن ارتضیٰ وھم من خشیته مشفقون " (الانبیاء ۔ ۲۸) " اور یہ لوگ سفارش نہیں کرتے مگر جس سے خدا راضی ہو اور وہ اس کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں ۔" اور جو گناہان کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے وہ مرتضیٰ (پسندیدہ) نہیں ہوتا ۔ پھر فرمایا اے ابو احمد! کوئی مومن نہیں جو کسی گناہ کا ارتکاب کرے مگر اس کو برا سمجھے اور اس پر نادم ہو ۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے " ندامت کے لئے توبہ کافی ہے ۔" آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی نیکی پر خوش ہو اور اپنی برائی کو برا سمجھے تو وہ مومن ہے پس جو

کوئی ارتکاب گناہ پر نادم نہ ہو تو وہ مومن نہیں ہے اور اس کے لئے شفاعت نہیں ہے اور وہ ظالم ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ جس کا ذکر بلند ہے فرماتا ہے " ماللظالمین من حمیم ولا شفیع یطاع " (المومن ۔ ۱۸) " اس وقت نہ تو ظالموں کا سچا دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا جس کی بات مان لی جائے ۔" تو میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ ! وہ شخص کسی طرح مومن نہیں ہوسکتا جس نے ارتکاب گناہ پر ندامت کا اظہار نہیں کیا ؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ جو شخص گناہان کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے اور اس کو علم ہے کہ وہ عن قریب اس پر عتاب کیا جائے گا مگر وہ شرمندگی و ندامت محسوس کرے اور جب وہ نادم ہو تو وہ تائب ہو اور وہ شفاعت کا مستحق ہوگا ۔ اور جب وہ اس پر نادم نہیں ہوگا تو وہ اس پر مصر (جما ہوا) ہوگا اور مصر کی مغفرت نہیں ہے کیونکہ وہ ارتکاب گناہ کی سزا کی وجہ پر یقین نہیں رکھتا ہے اور اگر وہ یقین رکھتا تو وہ نادم ہوتا ۔ اور نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ " استغفار کے ساتھ کوئی کبیرہ نہیں ہے اور نہ کوئی صغیرہ اصرار کے ساتھ ہے ۔" اور لیکن اللہ عزوجل کے اس ارشاد " ولا یشفعون الا لمن ارتضیٰ " کے بارے میں تو وہ شفاعت نہیں کریں گے مگر اس شخص کی کہ جس کے دین کو اللہ پسند کرے ۔ اور دین نیکیوں اور برائیوں پر جزاء کا اقرار ہے ۔ پھر اللہ جس کے دین سے راضی ہے تو وہ گناہوں کے ارتکاب پر نادم ہوگا اس وجہ سے کہ وہ قیامت میں اس کے اچھے انجام سے واقف و عارف ہے ۔

(۷) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن حسین سعد آبادی نے احمد بن ابو عبداللہ برقی سے ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے محمد بن ابو عمیر سے ، انہوں نے حمزہ بن حمران سے ، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا ، آنجنابؑ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی نیکی کا ارادہ کیا لیکن اس پر عمل نہیں کیا تو اس کے لئے ایک نیکی لکھ دی جائے گی ۔ اور اگر اس نے اس پر عمل کیا تو اس جیسی دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی ۔ اور اللہ جس کے لئے چاہے سات سو تک اضافہ فرمائے گا ۔ اور جس شخص نے کسی برائی کا ارادہ کیا پھر اس پر عمل نہیں کیا تو اس کے خلاف کچھ نہیں لکھا جائے گا تاآینکہ وہ اس پر عمل کرے ۔ پھر اگر اس نے برائی کا کام نہیں کیا تو اس کے لئے ایک نیکی بہ سبب ترک فعل لکھ دی جائے گی ۔ اور اگر وہ اس برائی پر عمل کرے گا تو اس کو نو گھنٹوں کی مہلت دی جائے گی تو اگر وہ توبہ کرلے اور اس پر نادم ہو تو اس کے خلاف کچھ نہیں لکھا جائے گا اور اگر اس نے توبہ نہیں کی اور نہ اس پر نادم ہوا تو اس کے خلاف ایک برائی لکھی جائے گی ۔

(۸) ہم سے محمد بن محمد بن غالب شافعی نے بیان کیا ، اس نے کہا کہ ہم کو ابو محمد مجاہد بن اعین بن داؤد نے خبر دی انہوں نے کہا کہ ہم کو عیسیٰ بن احمد عسقلانی نے خبر دی ، اس نے کہا کہ ہم کو نضر بن شمیل نے خبر دی ، اس نے کہا کہ ہم کو اسرافیل (یا اسرائیل) نے خبر دی ، اس نے کہا کہ ہم کو ثویر نے خبر دی ، اس نے اپنے والد سے خبر دی کہ علی علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن میں کوئی آیت مجھ کو محبوب ترین ارشاد الہیٰ کے علاوہ نہیں ہے " ان اللہ لایغفر

ان یشرک به . ویغفر مادون ذالک لمن یشاء " (النسا ۴۸ ۔ ۱۱۶) بے شک اللہ نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس شخص کو چاہے بخش دے گا ۔

(۹) ہم سے ابونصر محمد بن احمد بن تمیم سرخسی نے سرخس میں بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابولبید محمد بن ادریس شامی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے اسحاق بن اسرائیل نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر نے عبدالعزیز سے ، انہوں نے زید بن وصب سے ، انہوں نے ابوذر رحمہ اللہ سے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ میں ایک رات کو باہر نکلا تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہا جا رہے تھے اور کوئی شخص آنحضرتؐ کے ساتھ نہیں تھا تو میں نے خیال کیا کہ آپ کو گوارا نہیں کہ کوئی شخص آپؐ کے ساتھ چلے ابوذر کہنے لگے کہ میں چاند کے سایہ میں چلنے لگا تو آپؐ متوجہ ہوئے پھر آپؐ نے مجھ کو دیکھ لیا اور فرمایا کہ کون ہے ؟ تو میں نے عرض کیا کہ ابوذر ہوں مجھے اللہ نے آپؐ پر قربان کرنے کے لئے کہا ہے ۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابوذر آؤ ۔ ابوذر نے کہا کہ میں کچھ دیر تک آپؐ کے ساتھ چلتا رہا تو آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن مالدار لوگ ہی سب سے زیادہ محتاج و فقیر ہوں گے سوائے اس کے جس کو اللہ خیر عطا فرمائے ۔ پھر اس سے اس کے دائیں بائیں ، آگے پیچھے خوشبو مہکے گی اور وہ اس میں عمل خیر کرے گا ۔ ابوذر نے کہا کہ میں پھر کچھ دیر تک آپؐ کے ساتھ چلتا رہا تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ یہاں بیٹھو اور مجھے نرم زمین پر بٹھا دیا جس کے گرد پتھر تھے ، پھر مجھ سے فرمایا کہ بیٹھو تاآینکہ میں تمہارے پاس واپس آؤں پھر آپؐ تاریکی میں چلے گئے کہ میں آپؐ کو نہیں دیکھ سکتا تھا اور آپؐ میری نظر سے پوشیدہ ہوگئے اور پھر آپؐ کا وہاں قیام طویل ہوگیا ۔ اس کے بعد میں نے آپؐ کی آواز سنی کہ آپؐ فرما رہے تھے " اگرچہ اس نے زنا کیا اور چوری کی ۔ " ابوذر نے کہا کہ جب آپؐ تشریف لائے تو مجھ سے صبر نہ ہوسکا میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبیؐ مجھے اللہ آپؐ پر قربان کرے ، آپؐ اس تاریکی میں کس سے گفتگو فرما رہے تھے ؟ کیونکہ میں نے کسی کو جواب دیتے ہوئے نہیں سنا ۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ جبرئیل تھے جو اس تاریک جگہ میں کہہ رہے تھے کہ آپؐ اپنی امت کو خوشخبری دیجئے کہ جو شخص مرجائے اس حالت میں کہ وہ اللہ کے ساتھ ذرا بھی کسی کو شریک نہ کرے تو وہ جنت میں جائے گا ۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے جبرئیل سے کہا اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو ۔ جبرئیل نے کہا ہاں اگرچہ اس نے شراب بھی پی ہو ۔

کتاب ہذا کے مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ توبہ کی موافقت کرے تاکہ وہ جنت میں داخل ہو ۔

(۱۰) ہم سے میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے اپنے والد سے بیان کیا ، انہوں نے محمد بن ابو عمیر سے انہوں نے معاذ جوہری سے ، انہوں نے صادق جعفر بن محمدؑ سے ، انہوں نے اپنے آباء کرام صلوات اللہ علیہم السلام سے ، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ، انہوںؐ نے جبرئیل علیہ السلام

سے بیان کیا کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا کہ جس نے کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ کیا اور اس کو علم نہ ہوا کہ میں اس کی وجہ سے اس پر عذاب نازل کروں گا یا میں اس سے درگزر کروں گا میں اس گناہ کی وجہ سے کبھی نہیں بخشوں گا اور جس کسی نے چھوٹا یا بڑا گناہ کیا اور اس کو معلوم ہے کہ مجھے حق ہے کہ میں اس پر عذاب نازل کروں اور یہ کہ میں اس کو معاف کردوں تو میں اس سے درگزر کروں گا۔

باب (۶۴) تعریف، بیان، حجت اور ہدایت

(۱) ہم سے میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے محمد بن ابو عمیر سے بیان کیا، انہوں نے محمد بن حکم سے بیان کیا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے عرض کیا کہ معرفت کس کا عمل ہے؟ تو آنجنابؑ نے فرمایا کہ یہ اللہ عزوجل کا عمل ہے اس میں بندوں کا کوئی عمل نہیں۔

(۲) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن حسن بن ابان نے بیان کیا، انہوں نے حسین بن سعید سے، انہوں نے ابن ابو عمیر سے، انہوں نے جمیل بن دراج سے، انہوں نے ابن طیار سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے روایت کی کہ آنجنابؑ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے جو کچھ انسانوں کو دیا ہے اور جو ان کو پہنچایا ہے اس کے ذریعہ لوگوں پر حجت قرار دیا ہے۔

(۳) ہم سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے اپنے چچا محمد بن ابوالقاسم سے بیان کیا، انہوں نے احمد بن ابو عبداللہ سے، انہوں نے ابن فضال سے، انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے، انہوں نے حمزہ بن طیار سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے لوگوں پر حجت قائم کی ہے اس چیز کے ذریعہ جو اس نے اس کو عطا کیا ہے اور ان کو پہنچایا ہے۔ (نمبر ۲۔۳ دونوں حدیثیں متن میں متحد ہیں اور اس کے بعد والی سند میں)

(۴) بیان کیا ہم سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے اپنے چچا محمد بن ابوالقاسم سے، انہوں نے احمد بن عبداللہ سے، انہوں نے ابن فضال سے، انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے، انہوں نے حمزہ بن طیار سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اس ارشاد الٰہی کے بارے میں دریافت کیا " **وما کان الله لیضل قوماً بعد اذهدهم حتیٰ یبین لهم مایتقون** " (التوبہ ـ ۱۱۵) " اور اس کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی قوم کو ان کی ہدایت کے بعد گمراہ کردے یہاں تک کہ وہ ان کے لئے بیان کردے کہ جس سے وہ بچیں۔" آپؑ نے فرمایا کہ اللہ جب تک ان لوگوں کو یہ پہنچا دے کہ وہ کس چیز سے راضی اور کس چیز سے ناراض ہوتا ہے۔ حمزہ بن طیار نے اس قول الٰہیٰ کے

بارے میں دریافت کیا " **فالھمھا فجو رھا وتقوھا** " (الشمس ۔ ۸) " پھر اس نفس کو اس کی بدکاریوں اور پرہیزگاری کو بتادیا ۔" آنجنابؑ نے فرمایا کہ اس نفس کے لئے جو لینا اور چھوڑ دینا تھا اللہ نے بیان کردیا ۔ حمزہ بن طیار نے کہا کہ اللہ کا ارشاد ہے " **انا ھدینہ السبیل اما شاکراً واما کفوراً** " (الدھر ۔ ۳) " بیشک ہم نے اس کو راستہ دکھا دیا ۔ اب وہ شکر گزار ہو یا ناشکرا ۔" تو آپؑ نے فرمایا کہ ہم نے اس کو بتا دیا کہ کس کو پکڑ لے اور کس کو چھوڑے ۔ اور اس ارشاد الہیٰ کے بارے میں دریافت کیا " **واما ثمود فھدینا ھم فاستحبوا العمیٰ علی الھدیٰ** " (فصلت ۔ آیت ۱۷) " اور لیکن ثمود کو ہم نے ان کو صحیح راستہ دکھایا تو انہوں نے ہدایت پر گمراہی کو پسند کیا ۔" آپؑ نے فرمایا کہ ہم نے ان کو پہچنوایا تو انہوں نے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دی اور وہ جانتے پہچانتے تھے ۔

(۵) ہم سے احمد بن علی بن ابراہیم بن ہاشم رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے محمد بن عیسیٰ سے ، انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے ، انہوں نے ابن بکیر سے ، انہوں نے ابو حمزہ بن محمد سے ، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ میں نے آنجنابؑ سے اس ارشاد الہیٰ کے بارے میں دریافت کیا " **وھدینہ النجدین** " (البلد ۔ ۱۰) ہم نے دونوں راستے دکھادیئے ۔" تو آپؑ نے فرمایا کہ خیر اور شر کا راستہ ۔

(۶) ہم سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ سے ، انہوں نے موسیٰ بن جعفر بغدادی سے ، انہوں نے عبیداللہ دہقان سے ، انہوں نے درست سے ، انہوں نے اس شخص سے اس کی روایت کی ، اس نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے کہ آنجنابؑ نے فرمایا کہ چھ اشیاء ایسی ہیں کہ جن میں بندوں کا کوئی عمل دخل نہیں ۔ معرفت ، جہل ، رضا ، غضب ، نیند اور بیداری ۔

(۷) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے محمد بن حسین سے بیان کیا ، انہوں نے ابو شعیب محاملی سے ، انہوں نے درست بن ابو منصور سے ، انہوں نے برید بن معاویہ عجلی سے ، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ کی اپنی مخلوق پر یہ شان نہیں ہے کہ وہ اس کو پہچانے قبل اس کے کہ وہ ان کو پہچنوائے اور مخلوق کا حق ہے کہ وہ اس کو اپنی معرفت کرائے اور اللہ کا مخلوق پر حق ہے کہ جب وہ ان کو اپنی معرفت کرا دے تو وہ اس کو قبول کریں ۔

(۸) ہم سے میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے بیان کیا ، انہوں نے حجال سے انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے ، انہوں نے عبدالاعلیٰ بن اعین سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا کہ جو کسی چیز کو نہیں پہچانتا ہے کیا اس کے اوپر کچھ ذمہ داری ہے ؟ آپؑ نے فرمایا " نہیں " ۔

(۹) ہم سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار رضی اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے احمد بن محمد

بن عیسیٰ سے ، انہوں نے ابن فضال سے ، انہوں نے داؤد بن فرقد سے ، انہوں نے ابوالحسن زکریا بن یحییٰ سے ، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا آپؑ نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے علم کو بندوں سے نہیں چھپایا کیونکہ وہ ان کے بارے میں ذاتی طور پر واضح کیا گیا ہے۔

(۴) ہم سے علی بن عبداللہ بن احمد بن ابوعبداللہ برقی رحمہ اللہ نے بیان کیا انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے اپنے دادا احمد بن ابوعبداللہ سے ، انہوں نے علی بن حکم سے ، انہوں نے ابان احمر سے ، انہوں نے حمزہ بن طیار سے ، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آنجنابؑ نے مجھ سے فرمایا کہ لکھو پھر آپؑ نے لکھوایا کہ بیشک ہمارا یہ کہنا ہے کہ اللہ عزوجل نے جو کچھ بندوں کو دیا ہے اور جو معرفت کرائی ہے اس پر وہ حجت رکھتا ہے پھر اس نے ان کی طرف رسول بھیجا اور ان کی طرف کتاب نازل فرمائی جس میں امرونہی کی گئی۔ اس سے نماز ، روزہ کا حکم دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز سے غافل کرکے اس نے سلادیا پھر اس نے فرمایا کہ میں نے تمؐ کو سلایا اور میں ہی تمؐ کو بیدار کررہا ہوں۔ جاکر نماز پڑھو تاکہ وہ جان لیں کہ جب ان کو یہ مصیبت لاحق ہوگی تو وہ کس طرح عمل کریں گے۔ وہ نہیں ہوتا جیسا کہ وہ کہتے ہیں جب وہ نماز سے غافل ہوجاتے ہیں تو وہ ہلاک ہوجاتے ہیں۔ اور اسی طرح روزے ہیں ، میں ہی تم کو مرض میں مبتلا کرتا ہوں اور میں ہی تم کو صحت بخشتا ہوں پس جب میں تم کو شفا بخشدوں تو تم ان کو پورا کرو۔ اس کے بعد ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ اسی طرح جب تم تمام اشیاء کی طرف نظر ڈالو گے تو تم کسی چیز میں تنگی و شک نہیں پاؤ گے اور کسی ایک چیز کو بھی ایسا نہ پاؤ گے جس میں اللہ کی حجت اور اس کی مشیت نہ ہو۔ اور میں یہ نہیں کہتا کہ انہوں نے جو چاہا کرلیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ بیشک اللہ ہی ہدایت کرتا ہے اور وہی گمراہ کرتا ہے اور فرمایا کہ بندوں کو ان کی طاقت کے مطابق حکم دیا گیا ہے اور لوگوں کو ہر شے کے بارے میں حکم دیا گیا ہے تو وہ اس کے لئے سعی کرتے ہیں۔ اور جن اشیاء کے لئے وہ کوشش نہیں کرتے تو وہ ان سے الگ کردی جاتی ہے مگر اکثر لوگوں میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ " **لیس علی الضعفاء ولا علی المرضیٰ ولا علی الذین لایجدون ماینفقون حرج اذانصحو اللہ ورسولہ ماعلی المحسنین من سبیل واللہ غفور رحیم ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملھم** (التوبہ ۔ ۹۱ ۔ ۹۲)

" کہ ضعیفوں ، بیماروں اور خرچ نہ کرنے والوں (غریب و نادار) کے لئے کوئی قصور و گناہ نہیں ہے جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی خیرخواہی کریں (اللہ ان سے ذمہ داری کو ختم کردے گا) نیکی کرنے والوں پر کسی قسم کی سبیل و راہ نہیں ہے اور اللہ بخشنے والا ، رحم کرنے والا ہے اور نہ ان لوگوں پر الزام ہے جو تمہارے پاس آئے کہ تم ان کو سواری مہیا کردو۔" تو ان سے اس ذمہ داری کو بہ سبب اس کے کہ وہ کچھ نہیں پاتے ہیں۔

مصنف کتاب ہذا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ ہدایت دیتا ہے اور گمراہ کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ

مومنین کو قیامت میں جنت کی طرف ہدایت فرمائے گا اور روز قیامت ظالموں کو جنت سے گمراہ کردے گا اس لئے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا " ان الذین امنوا وعملوا الصالحات یهدیهم ربهم بایما نهم تجری من تحتهم الانهار فی جنت انعیم " (یونس ۔ ۹) " یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے عمل صالح کئے ان کو ان کا پروردگار ان کے ایمان کی ہدایت ان کی صحیح منزل کی طرف ہدایت کرے گا کہ نعمتوں کے باغات کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی ۔" اور اللہ عزوجل نے یہ بھی فرمایا " ویضل الله الظالمین " (ابراہیم ۔ ۲۷) " اور اللہ ظالموں کو گمراہی میں چھوڑ دے گا ۔"

(۱۱) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے ابراہیم بن ہاشم سے بیان کیا، انہوں نے اسمعیل بن مرار سے، انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے، انہوں نے حماد سے، انہوں نے عبدالاعلیٰ سے بیان کیا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے عرض کیا کہ خداوندعالم آپ کو نیکی عطا کرے کیا لوگوں کے لئے ایسا ذریعہ (حروف یا اوزار) بنایا ہے کہ جس کے ذریعہ وہ معرفت حاصل کرسکیں ؟ تو آپ نے فرمایا نہیں ۔ میں نے عرض کیا کہ کیا لوگوں کو معرفت کی تکلیف دی گئی ہے ؟ آپ نے فرمایا نہیں اللہ پر واضح بیان ضروری ہے " لایکلف نفساً الا وسعها " اللہ انسان کو اس کی طاقت کے مطابق تکلیف دیتا ہے اور کسی کو تکلیف نہیں دیتا ہے مگر جو اس نے اس کو دیا ہے ۔ وہ کہنے لگا کہ میں اس ارشاد الہیٰ " وما کان الله لیضل قوماً بعد اذهدهم حتیٰ یبین لهم مایتقون " (التوبہ ۔ ۱۱۵) " اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی قوم کو گمراہ کردے جبکہ ان کو منزل مقصود کی ہدایت کردی ہے تاآنکہ ان کے لئے واضح کردیا گیا اس چیز سے جس سے وہ پرہیز کریں ۔ آپ نے فرمایا کہ یہاں تک کہ وہ جس سے راضی و ناراض ہوتا ہے ان کو پہنچوادے ۔

(۱۲) اور ان ہی اسناد سے یونس بن عبدالرحمن نے ، انہوں نے سعدان سے کہ جس نے حدیث کی سند کو ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام تک پہنچایا کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے کسی بندہ کو کسی نعمت سے نہیں نوازا مگر اللہ عزوجل کی طرف سے اس نعمت کی وجہ سے حجت کو اس بندہ پر لازم قرار دیا ۔ پس جس شخص پر اللہ نے احسان کیا تو اس کو قوی بنادیا تو اس کی حجت اس پر قائم ہے جس کا اس نے اس کو مکلف بنایا ہے اور اس کو برداشت کرنا ہے جو اس سے پست ہے جو اس سے زیادہ کمزور ہے اور اس نے جس پر احسان کیا پھر اس کو اس پر فراخی عطا کرتا ہے تو اس کی حجت اس کا مال ہے ۔ اس پر واجب ہے کہ فقراء کی اپنے عطیات سے دیکھ بھال کرے ۔ اور وہ شخص جس پر اللہ نے احسان کیا پھر اس کو نسبی طور پر شریف بنایا (خاندانی طور پر شرافت بخشی) صورت کے اعتبار سے حسن و جمال بخشا تو اس پر اس کی حجت یہ ہے کہ وہ اس پر اللہ کا شکر و سپاس ادا کرے اور کسی دوسرے پر ظلم نہ کرے پھر وہ اپنے شرف و جمال کی بناء پر ضعیفوں کے حقوق ادا کرنے سے خود کو روک نہ دے ۔

(۱۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا ہم سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے احمد بن محمد سے ، انہوں نے ابن فضال سے ، انہوں نے علی بن عقبہ سے ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا کہ تم اپنا کام اللہ کے لئے کرو اور اس کو لوگوں کے واسطے نہ کرو کیونکہ جو اللہ کے لئے ہے تو وہ اللہ ہی کا ہے اور جو لوگوں کے لئے ہے وہ اللہ تک نہیں پہنچتا ہے اور تم لوگوں سے اپنے دین کے بارے میں جھگڑا نہ کرو کیونکہ مخاصمت دل کو بیمار کرنے والی ہے ۔ اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا " **انک لاتھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء** " (القصص ۔ ۵۶) " تم جس کو چاہتے ہو منزل مقصود تک نہیں پہنچا سکتے ہو لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے " اور اس نے یہ بھی کہا " **افانت تکرہ الناس حتیٰ یکونوا مومنین** " (یونس ۔ ۹۹) " کیا تم لوگوں کو مجبور کرتے ہو کہ وہ مومن ہو جائیں " تم لوگوں کو چھوڑو کیونکہ انہوں نے لوگوں سے لیا ہے اور بے شک تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیا ہے ۔ میں نے اپنے پدرگرامی علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل جب کسی بندہ کے لئے فیصلہ کرتا ہے کہ وہ اس کام کو کرے تو اس کو پرندہ کے آشیانہ کی طرف پرواز کرنے سے زیادہ سرعت دکھانی چاہئیے ۔

(۱۴) ہم سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے اپنے والد سے ، انہوں نے ابن ابو عمیر سے ، انہوں نے محمد بن حمران سے ، انہوں نے سلیمان بن خالد سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کے لئے خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک نورانی نکتہ پیدا کردیتا ہے اور اس کے قلب کے کان کھول دیتا ہے اور اس پر ایک فرشتہ کو موکل بنا دیتا ہے جو اس کو راہ راست دکھاتا ہے ۔ اور جب وہ کسی بندہ کے ساتھ برائی کرنا چاہتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ پیدا کردیتا ہے اور اس کے قلب کے کانوں کو بند کردیتا ہے اور اس پر شیطان کو مقرر کردیتا ہے جو اس کو گمراہ کرتا ہے ۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی " **فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقاً حرجاً کانما یصعد فی السماء** " (الانعام ۔ ۱۲۶) " تو اللہ جس کو راہ راست دکھانا چاہتا ہے تو وہ اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جس کو گمراہ حال میں چھوڑنا چاہتا ہے تو اس کے سینہ کو تنگ گناہ آلود کردیتا ہے کہ گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے ۔"

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل بندہ سے ارتکاب گناہ ہر برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اس کے قلب پر مہر اور اس پر شیطان کو وکیل بنا دے جو اس کو گمراہ کرتا رہے ۔ اور وہ یہ کام نہیں کرتا ہے مگر استحقاق کے ساتھ ۔ اور کبھی اللہ عزوجل اپنے بندہ پر فرشتہ کو وکیل بنا دیتا ہے جو اس کو راہ راست کی طرف ہدایت کرتا ہے جو استحقاق یا مہربانی کے طور پر ہوتا ہے اور جس کو چاہتا ہے وہ اپنی رحمت سے مخصوص کرلیتا ہے ۔ اللہ

تعالیٰ کا ارشاد ہے " ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض له شیطاناً فهو له قرین " (الزخرف ۳۶) " اور جو شخص خدا کے ذکر سے باز رہا تو ہم اس کے لئے ایک شیطان کو مقرر کردیتے ہیں تو وہی اس کا ہمنشین ہے ۔"

(۱۵) ہم سے عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو احمد بن فضل بن مغیرہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے منصور بن عبداللہ بن براہیم اصبہانی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو شعیب محاملی نے عبداللہ بن مسکان سے بیان کیا، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آپؑ سے معرفت کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ کیا وہ اکتساب کردہ ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ نہیں، پھر انؑ سے عرض کیا گیا کہ کیا وہ اللہ کا احسان اور اس کی عطا ہے؟ آپؑ نے جواب دیا کہ ہاں معرفت میں بندوں کا کوئی عمل نہیں اور ان کے لئے اعمال کا فائدہ حاصل کرنا ہے ۔ اور آنجنابؑ نے فرمایا کہ بندوں کے افعال تقدیری نہ کہ تکوینی خلق پر پیدا کئے گئے ہیں اور اس سے مراد و مفہوم یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیشہ ان کے ہونے سے قبل ان کی مقداروں سے واقف و دانا تھا ۔

(۱۶) ہم سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس نیشاپوری عطار رضی اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری نے حمدان بن سلیمان سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت رضا (امام علی رضا) علیہ السلام کو خط میں لکھا جس میں یہ سوال دریافت کیا کہ بندوں کے افعال کیا مخلوق ہیں یا غیر مخلوق ہیں؟ تو آنجنابؑ نے تحریر فرمایا کہ بندوں کے افعال علم الہیٰ میں بندگان خدا کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل مقرر ہیں ۔

(۱۷) ہم سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے قاسم بن محمد اصبہانی سے بیان کیا، انہوں نے سلیمان بن داؤد منقری سے، انہوں نے حفص بن غیاث نخعی قاضی سے بیان کیا کہ انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا اس نے اس کو بے نیاز کردیا جس کا اس کو علم نہیں ۔

باب (۶۵) امام علی رضا علیہ السلام کا مختلف مذاہب والوں ، اصحاب مقالات ، جاثلیق ، راس الجالوت اور ستارہ پرستوں پر بذاکبر اور عمران صابئی سے توحید کے بارے میں مامون رشید کے دربار میں مناظرہ

(۱) ہم سے ابو محمد جعفر بن علی بن احمد فقیہ قمی سے پھر ایلاقی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابو محمد حسن بن محمد بن علی بن صدقہ قمی نے خبردی ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو عمر اور محمد بن عمر بن عبدالعزیز انصاری کجی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جس نے حسن بن محمد نوفلی ہاشمی سے سنا ، اس نے کہا کہ جب علی بن موسیٰ الرضا (امام علی رضا) علیہما السلام مامون (رشید) کے پاس تشریف لائے تو اس نے فضل بن سہل کو حکم دیا کہ وہ آپؑ کے لئے اصحاب مقالات جیسے جاثلیق ، راس الجالوت ، رؤساء صابئین ، ہربذ الاکبر ، اصحاب زر دہشت اور قسطاس رومی اور متکلمین کو جمع کرے تاکہ وہ آپؑ کی اور ان کی گفتگو سنے ۔ اس کے بعد فضل بن سہل نے ان سب کو بلایا پھر اس نے مامون (رشید) کو ان کی آمد کی اطلاع دی تو اس نے اپنے سامنے لانے کا حکم دیا تو فضل نے ایسا ہی کیا تو مامون (رشید) نے ان کو خوش آمدید کہا ۔ پھر ان سے کہا کہ میں نے آپ حضرات کو بھلائی اور خیر کے لئے بلایا ہے ۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ سب لوگ میرے چچا زاد بھائی سے جو میرے پاس مدینہ سے آئے ہیں ۔ مناظرہ کریں ۔ پھر جب صبح ہوجائے تو میرے پاس چلے آئیں اور کوئی شخص آپ میں سے پیچھے نہ رہنے پائے ۔ تو انہوں نے کہا کہ اے امیرالمومنین بسروچشم ۔ ان شاء اللہ صبح سویرے آئیں گے ۔

حسن بن محمد نوفلی نے کہا کہ ہم ابوالحسن رضا (امام علی رضا) علیہ السلام سے گفتگو کر رہے تھے کہ خادم یاسر جو آپ کے کاموں کا نگراں تھا آیا اور ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرے آقا و سردار ! امیرالمومنین نے آپ کو سلام کہلوایا ہے اور یہ کہا ہے کہ آپؑ کا بھائی آپؑ پر قربان ہو کہ میرے پاس اصحاب و مقالات ، مختلف مذاہب والے اور مختلف ملتوں کے متکلمین آئے ہیں تو اگر آپؑ ان سے گفتگو کرنا پسند فرمائیں تو علی الصباح تشریف لانے میں آپؑ کا کیا خیال ہے ؟ اور اگر آپؑ ان سے گفتگو کرنے کو ناپسند فرمائیں تو آپؑ زحمت نہ فرمائیں ۔ اور اگر آپؑ پسند فرمائیں کہ ہم آپؑ کی طرف آجائیں تو ہمارے لئے آسان ہوگا ۔ تو ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام نے جواب دیا کہ تم مامون (رشید) کو سلام پہنچا دو اور اس سے کہو کہ مجھے تمہارے ارادہ کا علم ہے اور میں ان شاء اللہ علی الصباح تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا ۔

حسن بن محمد نوفلی کا کہنا ہے کہ جب یاسر چلا گیا تو آپؑ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر مجھ سے فرمایا کہ اے نوفلی !

تم عراقی ہو اور اہل عراق کی تیز فہمی و حسن تفکر کمال کو پہنچی ہوئی ہے تو تمہارے خیال میں تمہارے ابن عم کا ہمارے خلاف اہل شرک اور اصحاب مقالات کو جمع کرنے کا کیا مقصد ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ میں آپؑ پر قربان ہوجاؤں وہ آزمائش و امتحان چاہتا ہے اور جو کچھ آپؑ کے پاس ہے اس کو پہچاننا چاہتا ہے اور اس نے غیر مضبوط بنیادوں پر عمارت کھڑی کی ہے۔ قسم بخدا اس نے کتنی بری بنیاد رکھی۔ تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اس بارے میں اس کی بنیاد کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ بدعت و کلام والے حضرات علماء کے خلاف ہیں اور یہ اس طرح ہے کہ عالم غیر منکر (وہ قول و فعل جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہو) کا انکار نہیں کرتا ہے اور اصحاب مقالات، متکلمین اور مشرکین منکرین و بہتان لگانے والے ہیں۔ اگر آپؑ ان کے خلاف یہ دلیل دیں گے کہ اللہ ایک ہے تو وہ کہیں گے کہ اس کی وحدانیت صحیح ہے اور اگر آپؑ یہ فرمائیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو وہ کہیں گے کہ آپؑ انؐ کی رسالت کو ثابت کریں پھر وہ آدمی کو مبہوت کردیتے ہیں اور وہ اپنی دلیل کو ان پر باطل کردیتا ہے اور وہ لوگ اس کو مغالطہ میں ہتلا کردیتے ہیں تاآنکہ وہ اپنے قول و نظریہ کو ترک کردیتا ہے۔ میں آپؑ کے قربان جاؤں آپؑ ان سے بچیں اور چوکنا رہیں۔ نوفلی نے کہا کہ آپؑ نے مسکرا کر فرمایا کہ اے نوفلی! کیا تمہیں اس امر کا خوف ہے کہ وہ میری دلیل کو کاٹ دیں گے؟ میں نے عرض کیا خدا کی قسم نہیں میں نے کبھی آپؑ کے خلاف خوف نہیں کیا اور مجھے امید ہے کہ اللہ ان شاء اللہ آپؑ کو ان پر کامیاب کرے گا۔ تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اے نوفلی! کیا تم جاننا چاہتے ہو کہ مامون (رشید) کب شرمندہ و نادم ہوگا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا کہ جب وہ میری دلیل اہل تورات پر ان کی تورات سے اور اہل انجیل پر ان کی انجیل سے، اہل زبور پر ان کی زبور سے، صابئین پر ان کی عبرانیت سے، ہرابذہ پر ان کی فارسیت سے، اہل روم پر ان کی رومیت سے اور اصحاب مقالات پر ان کی لغات سے سنے گا پھر جب میں ہر طرح کی حجت کو قطع کردوں گا اور اس کی دلیل باطل ہوجائے گی اور وہ اپنے اعتقاد کو ترک کردے گا اور میرے قول کی طرف رجوع کرے گا تو مامون (رشید) کو معلوم ہوجائے گا کہ جس موقع کی فکر میں وہ تھا تو وہ اس کا حقدار نہیں تھا تب اس کو اس وقت شرمندگی ہوگی "لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم"

پس جب صبح ہوئی تو فضل بن سہل نے آکر کہا کہ میں آپؑ کے قربان جاؤں آپؑ کے ابن عم آپؑ کا انتظار کررہے ہیں اور سب لوگ آگئے ہیں تو آپؑ کا چلنے کے بارے میں کیا خیال ہے۔ تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ فضل تم چلو میں ان شاء اللہ تمہاری طرف آرہا ہوں پھر آپؑ نے وضو کیا اور ستو کا شربت پیا اور ہم کو بھی پلایا اس کے بعد ہم بھی آپؑ کے ساتھ چل کر مامون (رشید) تک پہنچے تو دربار اہل دربار سے بھرا ہوا تھا اور محمد بن جعفر طالبین وہاشمی حضرات کے ہمراہ تھے۔ پہرہ دار موجود تھے۔ پس جب امام رضا علیہ السلام تشریف لائے تو مامون (رشید)، محمد بن جعفر اور تمام بنی ہاشم نے کھڑے ہو کر آپؑ کا استقبال کیا اور تمام لوگ کھڑے رہے اور امام رضا علیہ السلام مامون (رشید)

کے ساتھ تشریف فرما ہوگئے یہاں تک کہ ان کو بیٹھنے کے لئے کہا گیا تو وہ بیٹھ گئے ۔ مامون (رشید) آپ سے گفتگو کرتا رہا ۔

پھر وہ جاثلیق کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ اے جاثلیق یہ میرے ابن عم علی بن موسیٰ بن جعفر (امام علی رضا) علیہ السلام ہیں اور ہمارے نبیؐ کی بیٹی فاطمہؑ اور علیؑ بن ابو طالب کی اولاد ہیں ۔ میں چاہتا ہوں کہ تم آنجنابؑ سے گفتگو کرو ، ان سے حجت کرو اور ان سے انصاف کرو ، جاثلیق کہنے لگا اے امیرالمومنین میں اس شخص سے کس طرح بحث کر سکتا ہوں جو مجھے اس کتاب سے جس کا میں منکر ہوں اور اس نبی سے جس پر میں ایمان نہیں رکھتا ہوں ، حجت لائے ۔ تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اے نصرانی ! اگر میں تمہاری انجیل سے تم پر حجت پیش کروں تو کیا تم اس کا اقرار کرلو گے ؟ جاثلیق نے کہا کہ کیا میں دفاع کی قدرت رکھتا ہوں جس کے بارے میں انجیل نے واضح طور پر بیان کیا ہو ؟ ہاں قسم بخدا میں اپنی ناک رگڑ کر (ذلیل ہو کر) اس کا اقرار کروں گا تو امام رضا علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ تم جو چاہو سوال کرو پھر اس کا جواب سمجھو ۔ جاثلیق نے کہا کہ آپؑ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور کتاب کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کیا ان دونوں میں سے کچھ کاانکار کرتے ہیں ؟ امام رضا علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ میں حضرت عیسیٰ کی نبوت ، ان کی کتاب اور اس کے ذریعہ اپنی امت کو خوشخبری دی ، اس کا اقرار کرنے والا ہوں اور اسی کتاب کے ذریعہ حواریوں کا اقرار کرتا ہوں اور عیسیٰ کی نبوت کا وہ انکاری ہے جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ، ان کی کتاب کا اقرار نہیں کیا اور اس کی خوش خبری اپنی امت کو نہیں دی ۔ جاثلیق نے کہا کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ آپؑ احکام دو عادل گواہوں کی موجودگی میں طے کرتے ہیں ؟ آپؑ نے فرمایا ہاں ۔ اس نے کہا کہ اپنی ملت کے بجائے دو گواہ محمدؐ کی نبوت پر لاؤ جس سے عیسائیت انکار نہ کرسکے ۔ اور آپؑ بھی اسی طرح ہماری ملت کے علاوہ دوسروں کے متعلق دریافت فرمائیں ۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم پیشگی ہی مجھ سے عیسیٰ بن مریم مسیح کے بارے میں عدل کو قبول نہیں کررہے ہو ؟ جاثلیق نے کہا کہ یہ عدل کون سا ہے ؟ اس کا نام مجھے بتایئے ۔ آپؑ نے فرمایا کہ یوحنا دیلمی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے ؟ وہ کہنے لگا کہ آفرین ہو آفرین ۔ آپؑ نے مسیح کے محبوب ترین شخص کا تذکرہ فرمایا آپؑ نے فرمایا کہ میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ کیا انجیل میں واضح طور پر کہا ہے کہ یوحنا نے کہا کہ مسیح نے مجھ کو دین محمدؐ عربی کی اطلاع دی اور مجھ کو بشارت دی کہ وہؐ ان کے بعد ہوں گے تو میں نے حواریوں کو یہ خوشخبری سنائی تو وہ اس پر ایمان لائے ۔ جاثلیق نے کہا کہ یوحنا نے مسیح سے اس کو بیان کیا ہے اور ایک آدمی ، اس کے اہل بیت اور وصی کی بشارت دی ہے اور یہ بیان نہیں کیا کہ وہ کب ہوگا اور نہ ہماری قوم کو نام بتائے کہ ہم ان کو پہچان سکیں ۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر ہم اس شخص کو لیکر آئیں جو انجیل پڑھتا ہے پھر وہ محمدؐ اس کے اہل بیت اور اس کی امت کے بارے میں انجیل سے بتائے تو کیا تم اس پر ایمان لاؤ گے ؟ وہ کہنے لگا یقیناً درست طور پر امام رضا علیہ السلام نے قسطاس

رومی سے فرمایا کہ تم نے انجیل کے سفر ثالث کو کس طرح یاد کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے یاد نہیں ہے۔ اس کے بعد آپؑ نے راس الجالوت کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کیا تم نے انجیل پڑھی ہے؟ اس نے کہا میری زندگی کی قسم ہاں۔ آپؑ نے فرمایا کہ (انجیل کے) سفر ثالث کو یاد کرو کہ اگر اس میں محمدؐ اہل بیتؑ اور انؑ کی امت کا تذکرہ ہے تو میری گواہی دو اور اگر اس میں ذکر نہ ہو تو میری طرف سے گواہی نہ دینا۔ پھر آپؑ نے سفر ثالث کو پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ جب آپؑ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکرہ پر پہنچے تو ٹھہر گئے اس کے بعد فرمایا کہ اے نصرانی! میں مسیح کے حق کے واسطے تم سے یہ دریافت کرتا ہوں کہ کیا تم کو علم ہے کہ میں انجیل کا عالم ہوں؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں مجھے معلوم ہے۔ پھر آپؑ نے محمدؐ اہل بیت اور ان کی امت کے تذکرہ کی تلاوت فرمائی پھر آپؑ نے فرمایا کہ اے نصرانی! تم اس مسیح ابن مریم کے اس قول کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اگر تم نے انجیل کی اس بات کو جھٹلایا تو تم نے عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام کی تکذیب کی اور جب تم اس ذکر سے انکار کرو گے تو تمہارا قتل لازمی ہوگا کیونکہ تم نے اپنے رب، اپنے نبی اور اپنی کتاب کا انکار کیا۔ جاثلیق نے کہا کہ میں اس کا انکار نہیں کرتا ہوں جو مجھ پر انجیل میں واضح ہوا ہے۔ اور میں اس کا اقراری ہوں۔ اس کے بعد امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے اقرار پر گواہی دو۔

پھر آپؑ نے جاثلیق سے فرمایا کہ جو کچھ تم پر ظاہر ہوا ہے۔ اس کے بارے میں دریافت کرو۔ جاثلیق نے کہا کہ آپؑ مجھے حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے حواریوں کے بارے میں بتلایئے کہ ان کی تعداد کتنی ہے؟ اور انجیل کے عالموں میں سے کتنے ہیں؟ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ تم واقفیت رکھنے والے کے پہنچے۔ حواری عیسیٰ علیہ السلام کی تعداد بارہ تھی ان میں سب سے زیادہ افضل اور عالم الوقا تھا (موجودہ انجیل میں لوقا ہے) مگر عیسائی علماء تین تھے۔ یوحنا اکبر آج کا یوحنا قرقیسیا کا اور یوحنا دیلمی زجان کا۔ اور اسی کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اہل بیت کا اور ان کی امت کا تذکرہ تھا اور وہ وہی شخص تھا جس نے قوم عیسیٰؑ اور بنی اسرائیل کو خوشخبری پہنچائی تھی۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ اے نصرانی! خدا کی قسم ہم اس عیسیٰؑ پر ایمان لائے ہوئے ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور ہم تمہارے عیسیٰ پر ان کی کمزوری اور صوم و صلوۃ کی کمی کا الزام لگاتے ہیں۔ جاثلیق نے کہا کہ واللہ آپؑ نے اپنے علم کو تباہ کر دیا اور اپنے معاملہ کو کمزور کر لیا۔ میرے خیال میں آپؑ مسلمانوں میں سب سے زیادہ عالم ہیں امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ کس طرح؟ جاثلیق نے کہا کہ آپؑ کے اس قول سے کہ تمہارا عیسیٰؑ ضعیف تھا۔ روزہ نماز میں کمی کرتا تھا۔ کیونکہ انہوں نے کسی دن ناشتہ نہیں کیا (یعنی روزہ رکھا) اور نہ کبھی کسی رات سوئے اور انہوں نے زندگی بھر روزے رکھے اور رات میں قیام کیا۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ کس ذات کے لئے روزہ رکھتے اور نماز پڑھتے تھے؟ نوفلی نے کہا کہ جاثلیق خاموش ہوگیا اور گفتگو ختم کر دی۔

امام رضا علیہ السلام نے اس عیسائی سے کہا کہ میں تم سے ایک مسئلہ دریافت کرتا ہوں اس نے کہا کہ آپؑ

دریافت کریں اگر مجھے اس کا علم ہوگا تو میں آپؑ کو جواب دوں گا۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں انکار کیا کہ وہ اللہ کی اجازت سے مردوں کو زندہ کردیتے تھے۔ جاثلیق نے کہا کہ میں نے اس وجہ سے انکار کیا ہے کہ جو شخص مردوں کو زندہ کرے اور پیدائشی نابیناؤں کو بینا کرے اور مرض برص سے شفا بخشے تو وہ رب ہے جو عبادت کا مستحق ہے امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ لیسع نبیؑ نے حضرت عیسیٰؑ کی طرح کام کیا۔ وہ پانی پر چلتے تھے، مردوں کو زندہ کرتے تھے اور اندھوں اور برص زدہ لوگوں کو شفا بخشتے تھے مگر ان کی امت نے ان کو رب نہیں ٹھہرایا اور نہ کسی نے سوائے اللہ عزوجل کے ان کی عبادت کی۔ اور حزقیلؑ نبی نے بھی حضرت عیسیٰؑ کی طرح کام کیا۔ انہوں نے پینتیس ہزار (۳۵۰۰۰) آدمیوں کو ان کی موت کے ساٹھ (۶۰) سال بعد زندہ کردیا۔ پھر آپؑ نے راس الجالوت کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کیا تم تورات میں بنی اسرائیل کے جوانوں کے بارے میں تذکرہ پاتے ہو؟ جن کو بخت نصر نے بنی اسرائیل میں سے قیدی بنایا تھا جبکہ اس نے بیت المقدس پر حملہ کیا پھر وہ ان کو ساتھ لے کر بابل کی طرف واپس ہوا۔ پھر اللہ نے حزقیل کو بابل کی طرف بھیج کر زندہ کیا۔ یہ تذکرہ تورات میں ہے۔ تم میں سے جو کافر ہوگا وہی اس کو رد کرے گا۔ راس الجالوت نے کہا کہ ہم نے اس کے بارے میں سنا اور ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا اے یہودی تورات کے اس سفر سے کچھ حاصل کرو۔ پھر آپؑ نے تورات کی آیتیں پڑھیں۔ اس یہودی نے تسلیم کیا اور آپؑ کی قراءت پر جھومنے لگا اور تعجب کرنے لگا پھر وہ یہودی نصرانی سے کہنے لگا کہ کیا وہ لوگ حضرت عیسیٰؑ سے پہلے تھے یا حضرت عیسیٰؑ ان سے پہلے تھے؟ عیسائی کہنے لگا کہ وہ لوگ انؑ سے پہلے تھے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور انؐ سے سوال کیا کہ وہ ان کے مردوں کو زندہ کردیں۔ تو آپؐ نے ان لوگوں کے ساتھ علی بن ابو طالب علیہ السلام کو بھیجا اور آپؑ سے فرمایا کہ صحرائی قبرستان کی طرف جاکر اس قبیلہ کے نام لے کر جو ان سے پوچھنا چاہتے ہیں بلند آواز سے پکارو کہ اے فلاں فلاں تم سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتا ہے کہ اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑے ہو۔ تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے سروں سے مٹی جھاڑ رہے تھے تو قریش نے بڑھ کر ان کے امور کے بارے میں پوچھنا شروع کیا۔ پھر انہوں نے بتایا کہ محمدؐ نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ ہماری تمنا تھی کہ اگر ہم ان کو پاتے تو ان پر ایمان لاتے۔ اور انہوں نے نابینا مبروص اور دیوانوں (پاگل) کو شفا دی۔ آنجنابؐ نے جانوروں، پرندوں، جنوں اور شیطانوں سے کلام کیا اور ہم نے آنجنابؐ کو اللہ کے علاوہ رب نہیں بنایا اور نہ ہم نے کسی کے لئے ان کے فضل کا انکار کیا تو تم نے جب عیسیٰؑ کو رب بنالیا تو پھر یہ بھی تمہارے لئے مناسب و روا ہوگا کہ لیسع اور حزقیل کو بھی رب بنالو اس لئے کہ ان دونوں نے بھی وہی کیا جو عیسیٰؑ نے مردوں کو زندہ کرنے کے لئے کیا۔ اور اس کے علاوہ بنی اسرائیل کے لوگ اپنے شہروں سے طاعون سے ڈر کر بھاگ گئے اور وہ موت سے ڈر کر بھاگنے والے ہزاروں کی تعداد میں تھے تو اللہ نے ان کو ایک ہی گھڑی میں مار دیا

پھر اس بستی والوں نے چھتیں ڈال کر ایک احاطہ کھینچ دیا پھر یہ لوگ وہیں پڑے رہے ان کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوگئیں اور بوسیدہ ہوگئے۔ تو ادھر سے انبیاء بنی اسرائیل میں سے ایک نبی کا گزر ہوا تو اس نے ان مردوں پر حیرت و تعجب کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نبی پر وحی فرمائی کہ کیا تم پسند کرو گے کہ میں تمہارے لئے ان کو زندہ کردوں پھر تم ان کو ڈراؤ؟ اس نبی نے عرض کیا کہ اے پروردگار، ہاں۔ تو اللہ نے پھر وحی فرمائی کہ ان کو آواز دو۔ اس نبی نے کہا اے بوسیدہ ہڈیو! تم اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑے ہو تو وہ سب کے سب زندہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ جو مٹی کو اپنے سروں سے جھاڑ رہے تھے پھر ابراہیم خلیل اللہ نے جب پرندوں کو لیکر ٹکڑے ٹکڑے کردیا پھر ہر پہاڑ پر تھوڑا تھوڑا رکھوا دیا اس کے بعد انہوں نے ان کو آواز دی تو وہ تیز رفتاری کے ساتھ آگئے۔ پھر موسیٰ بن عمران اور ان کے ستر ساتھی جن کو انہوں نے منتخب کیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ پہاڑ تک چلیں تو انہوں نے کہا تھا کہ تمؑ نے اللہ کو دیکھا ہے تو اس کو ہمیں بھی دکھاؤ۔ انہوںؑ نے ان لوگوں سے کہا کہ میں نے اللہ کو نہیں دیکھا ہے تو وہ کہنے لگے کہ ہم تم پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ اللہ کو واضح طور پر نہ دیکھ لیں۔ تو ان کو بجلی نے اپنی گرفت میں لے لیا اور سب کے سب جل گئے اور تنہا موسیٰ باقی رہے گئے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا۔ اے میرے پروردگار! میں نے بنی اسرائیل میں سے ستر آدمیوں کا انتخاب کیا تھا اور ان کو لیکر آیا تھا اب میں تنہا واپس لوٹوں گا اور میری قوم کس طرح میری تصدیق کرے گی جو میں ان کو واقعہ بیان کروں گا۔ اور تو ان کو پہلے سے ہلاک کرسکتا تھا کیا تو ہم کو ہلاک کردے گا اس وجہ سے جو ہمارے بیوقوف لوگوں نے کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ زندہ کردیا اور جتنی باتوں کا میں نے تم سے ذکر کیا ہے تم اس کے رد کی قدرت نہیں رکھتے کیونکہ تورات، انجیل، زبور اور قرآن میں اس کا تذکرہ ہے اگر ان سب نے مردوں کو زندہ نابیناؤں کو بینا، مبروصوں کو اچھا اور پاگلوں کو شفایاب کیا ہے تو وہ اللہ کے علاوہ رب بنائے جاتے پھر تو تم ان سب کو رب بنالو۔ اے نصرانی تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ جاثلیق نے جواب دیا کہ آپؑ کا فرمانا بجا ہے۔ لا الہ الا اللہ۔

پھر آپؑ راس الجالوت سے مخاطب ہوئے کہ اے یہودی! میرے کلام کی تصدیق کرو۔ میں تم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کردہ دس نشانیوں کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہوں کہ کیا تم تورات میں محمدؐ اور ان کی امت کی خبر لکھی ہوئی پاتے ہو کہ جب آخری امت اونٹ کے سوار (محمدؐ) کے پیروؤں کی آئے گی وہ پروردگار کی نئی تسبیح اپنے پرانے یہودی گرجاؤں میں بہت عمدہ طریقہ سے کریں گے پھر بنی اسرائیل ان کی طرف سے اور ان کے ملک کی طرف سے فارغ کردیا تاکہ ان کے دل مطمئن ہوجائیں۔ ان کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں جن سے وہ زمین کے اطراف میں کافر امتوں سے انتقام لے رہے تھے۔ کیا اس طرح تورات میں لکھا ہوا ہے؟ راس الجالوت نے جواب دیا کہ ہاں ہم اس کو اسی طرح پاتے ہیں۔ پھر آپؑ نے جاثلیق سے فرمایا کہ اے عیسائی شعیا کی کتاب کا تم کو کتنا علم ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے اس کے ایک ایک حرف کا علم ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے ان دونوں سے فرمایا کہ کیا تم دونوں کو اس کے

اس کلام کا علم ہے کہ اے میری قوم! میں نے گدھے کے سوار (عیسیٰ) کو نور کے لباس میں اور اونٹ کے سوار (محمدؐ) کو چاند کی روشنی کی طرح دیکھا؟ تو ان دونوں نے کہا کہ یہ شعیا نے کہا ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اے نصرانی کیا تم حضرت عیسیٰ کے اس قول کو انجیل کے اندر پاتے ہو کہ میں اپنے اور تمہارے رب کی طرف جانے والا ہوں اور فارقلیط (یا۔ باقلیط) آنے والا ہے جو حق کے ساتھ میری گواہی دے گا جس طرح کہ میں نے اس کے لئے گواہی دی ہے اور وہی تمہارے لئے ہر شے کی تفسیر کرے گا۔ اور وہ وہی شخص ہے جو امتوں کی برائیوں کو ظاہر کرے گا اور وہ وہی شخص ہوگا جو کفر کی بنیادوں کو توڑ دے گا؟ جاثلیق نے جواب دیا کہ آپ نے جو کچھ انجیل کے بارے میں فرمایا ہے اس کا ہم کو اقرار ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے جاثلیق! کیا انجیل میں یہ بات ثابت ہے؟ اس نے جواب دیا۔ ہاں۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اے جاثلیق! کیا تم انجیل اول کے بارے میں بتاؤ گے جبکہ تم نے اس کو گم کر دیا تھا۔ تم نے اس کو کس کے پاس سے پایا اور کس نے تمہارے لئے موجودہ انجیل کو وضع کیا؟ اس نے آپ سے عرض کیا کہ ہم سے انجیل ایک دن کے لئے گم ہو گئی تھی پھر ہم نے اس کو تر و تازہ نرم پایا پھر اس کو ہمارے لئے یوحنا اور متی نے نکالا تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کو انجیل کے راز اور اس کے علماء کے بارے میں کتنی کم معلومات ہیں اگر تمہارے خیال کے مطابق وہی ہو تو پھر تم نے انجیل میں کس لئے اختلاف کیا بلکہ اس انجیل میں اختلاف ہوا جو آج تمہارے پاس ہے اگر وہ زمانہ اول کے مطابق ہوتی تو تم اس میں اختلاف نہ کرتے۔ لیکن میں تم کو اس کے علم کے فائدہ کے لئے بیان کرتا ہوں۔ جان لو کہ جو انجیل اول گم کر دی گئی تو عیسائی اپنے علماء کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام قتل کر دیئے گئے اور ہم نے انجیل کو گم کر دیا اور آپ لوگ علماء ہیں تو آپ کے پاس کیا ہے؟ تو انہوں نے لوگوں کو جواب دیا کہ الوقا اور مرقابوس ہیں۔ یقیناً انجیل ہمارے دلوں میں ہے۔ ہم ہر اتوار کو ایک حصہ انجیل کا بیان کریں گے تم کو غمگین ہونا نہیں چاہیئے اور اپنے گرجاؤں کو خالی نہ چھوڑو پھر ہم ہر اتوار کو انجیل کا ایک ایک حصہ عنقریب تمہارے سامنے تلاوت کریں گے یہاں تک کہ ہم انجیل کو مکمل طور پر جمع کر لیں گے۔ پھر الوقا، مرقابوس، یوحنا، اور متی نے بیٹھ کر اس موجودہ انجیل کو گھڑ لیا بعد اس کے کہ تم نے انجیل اول کو گم کر دیا تھا۔ اور یہ چاروں افراد پہلے شاگردوں کے شاگرد تھے۔ کیا تم کو اس کا علم ہے؟ جاثلیق نے کہا کہ مجھے اس کا علم نہیں تھا۔ اب مجھے اس کا علم ہوا ہے اور مجھ پر آپ کی انجیل کے فضیلت علم کا اظہار ہوا ہے، اور میں نے وہ باتیں آپ سے سنیں جن کی حقیقت آپ نے پایا ہے۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ حق ہیں پھر میں نے بہت زیادہ سمجھ بوجھ چاہی۔

پھر امام رضا علیہ السلام نے اس سے کہا کہ تمہارے خیال میں ان لوگوں کی گواہی کیسی ہے؟ اس نے کہا جائز ہے یہ لوگ انجیل کے عالم ہیں اور جن ساری باتوں کی انہوں نے شہادت دی وہ حق ہیں۔ امام رضا علیہ السلام اور

مامون (رشید) حاضر (موجود) اہل بیت اور ان کے علاوہ لوگوں سے کہا کہ وہ اس پر گواہی دیں ۔ ان سب نے کہا کہ ہم گواہ ہیں پھر آپؑ نے جاثلیق سے بیٹے اور ماں (عیسیٰؑ اور مریمؑ) کا واسطہ دے کر فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ متی نے کہا کہ مسیحؑ جو ابن داؤد بن ابراہیم بن اسحاق بن یعقوب بن یہود ابن حضرون ہیں ۔ اور مرقابوس نے کہا کہ عیسیٰ ابن مریم **کلمتہ اللہ** ہیں جو آدمی کے جسم میں حلول کر گیا اور پھر وہ **کلمتہ اللہ** انسان بن گیا ۔ اور الوقا نے کہا کہ عیسیٰ بن مریم اور ان کی والدہ گوشت وخون کے دو انسان تھے پھر ان دونوں میں روح القدس داخل ہوگئے ۔ پھر تم اپنے آپ پر عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت سے کہو گے اے حواریوں کے گروہ میں حق بات تم سے کہہ رہا ہوں کہ کوئی آسمان تک نہیں پہنچ سکتا مگر وہ جو اس سے نازل ہو ۔ مگر اونٹ کا سوار جو خاتم الانبیاء ہے آسمان پر پہنچ سکتا ہے اور نازل ہوسکتا ہے تو تم اس قول کے بارے میں کیا کہتے ہو ؟ جاثلیق نے جواب دیا کہ یہ حضرت عیسیٰ کا قول ہے جس کا ہم انکار نہیں کرسکتے ۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر تمہارا الوقا ، مرقابوس ، اور متی کی عیسیٰ پر شہادت کے بارے میں اور انہوں نے جس کی طرف ان کی نسبت دی ہے کے بارے میں کیا خیال ہے ؟ جاثلیق نے جواب میں کہا کہ انہوں نے عیسیٰ پر جھوٹ کہا ۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اے گروہ کیا ایسا نہیں ہے کہ تم نے ان کی تعریف کی ہے اور گواہی دی ہے کہ وہ انجیل کے عالم ہیں اور ان کا کہنا درست اور حق ہے ؟ جاثلیق نے کہا کہ اے مسلمانوں کے سب سے بڑے عالم (امام رضا علیہ السلام) آپؑ مجھے ان حضرات کے بارے میں دریافت کرنے سے معاف فرمائیں ۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم نے معاف کردیا ۔ اے نصرانی ! تم جو چاہو پوچھ لو ۔ جاثلیق نے کہا کہ میرے علاوہ کوئی دوسرا شخص آپ سے سوال کرے ۔ مسیحؑ کے حق کی قسم میرے خیال میں علماء مسلمین میں آپؑ جیسا کوئی نہیں ہے ۔ اس کے بعد امام رضا علیہ السلام راس الجالوت کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا کہ تم سوال کرو گے یا میں تم سے سوال کروں ؟ وہ کہنے لگا کہ میں آپؑ سے دریافت کروں گا اور میں آپؑ سے کوئی دلیل قبول نہیں کروں گا ۔ مگر وہ تورات یا انجیل یا داؤد کی زبور یا ابراہیم وموسیٰ کے صحیفوں میں سے ہو ۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میری کوئی دلیل نہ مانتا مگر جس کے بارے میں تورات موسیٰ بن عمران کی زبان سے اور انجیل عیسیٰ بن مریم کی زبان سے اور زبورؑ کی زبان سے بیان کرے ۔ تو راس الجالوت نے کہا کہ آپؑ محمدؐ کی نبوت کو کہاں سے کیسے ثابت کریں گے ؟ امام رضا علیہ السلام نے جواب دیا کہ موسیٰ بن عمران اور عیسیٰ بن مریم اور داؤدؑ زمین پر اللہ کے خلیفہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کی گواہی دی ۔ راس الجالوت نے آپؑ سے کہا کہ موسیٰ بن عمران کے قول کو ثابت کیجئے ۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اے یہودی ! کیا تم کو معلوم ہے کہ موسیٰ نے بنی اسرائیل کو وصیت کی ۔ ان سے کہا کہ عنقریب تمہارے پاس ایک نبی آئے گا وہ تمہارے بھائیوں میں سے ہوگا تو تم اس کی تصدیق کرنا اور اس کی بات کو قبول کرنا ۔ تو کیا تم کو معلوم ہے کہ نبی اسرائیل کے بھائی سوائے اولاد اسمٰعیلؑ کے کوئی نہیں ہیں اور کیا تم کو اسرائیل کو قرابت اسمٰعیل

سے اور وہ رشتہ داری جو ان دونوں کے درمیان حضرت ابراہیمؑ کی طرف سے ہے معلوم ہے؟ تو راس الجالوت نے جواب دیا کہ یہ موسیٰ کا ارشاد ہے جس کو ہم رد نہیں کرسکتے۔ پھر امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے کوئی نبی سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آیا؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ یہ تمہارے نزدیک صحیح ہو؟ اس نے کہا ہاں مگر میں چاہتا ہوں کہ آپؑ اس کی تصحیح تورات سے فرمائیں۔ تو امام رضا علیہ السلام نے اس سے ارشاد فرمایا کہ کیا تم انکار کرسکتے ہو اس بات سے کہ تورات تم سے کہہ رہی ہے کہ نور طور سیناء کے پہاڑ سے آیا۔ اور اس نے ہم کو جبل ساعیر سے روشنی دی اور اس نے جبل فاران سے ہم پر ظاہر کیا؟ راس الجالوت نے کہا کہ میں ان کلمات کو جانتا ہوں لیکن ان کلمات کی تفسیر معلوم نہیں ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم کو اس کے بارے میں آگاہ کروں گا۔ لیکن تورات کا قول کہ " نور طور سیناء کے پہاڑ سے آیا " تو یہ اللہ تعالیٰ کی وہ وحی ہے جس کو اس نے موسیٰ علیہ السلام پر طور سیناء کے پہاڑ پر نازل فرمائی اور اس کا یہ قول کہ " اس نے ہم کو جبل ساعیر سے روشنی دی۔" تو یہ وہ پہاڑ ہے کہ جس پر اللہ عزوجل نے عیسیٰ بن مریم پر وحی نازل کی اور وہ اس پہاڑ پر تھے اور اس کا یہ قول کہ اس نے جبل فاران سے ہم پر ظاہر کیا۔ تو یہ پہاڑ مکہ کے پہاڑوں میں سے ایک ہے جن کے درمیان ایک دن کی مسافت (فاصلہ) ہے۔ اور شعیا نبی کے بارے میں تم اور تمہارے ساتھی کہتے ہیں تورات میں کہا کہ میں نے دو سواروں کو دیکھا جنہوں نے ہمارے لئے زمین روشن کردی۔ ان میں سے ایک گدھے پر سوار ہے اور دوسرا اونٹ کا سوار ہے۔ تو گدھے کا سوار کون ہے اور اونٹ کا سوار کون ہے؟ راس الجالوت نے کہا کہ میں ان دونوں سے واقف نہیں ہوں؟ آپؑ ہی مجھے ان دونوں سے آگاہ فرمایئے۔ آپؑ نے فرمایا کہ گدھے کے سوار عیسیٰ بن مریم ہیں لیکن اونٹ کے سوار تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ کیا تم اس سے تورات میں انکار کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا نہیں میں اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ پھر اس کے بعد امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم حیقوق (حبقوق) نبی کو جانتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں میں ان کو جانتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا کہ تمہاری کتاب بھی کہتی ہے کہ حیقوقؑ نبی نے فرمایا کہ اللہ نے ان کی وجہ سے جبل فاران سے لایا اور سموات احمدؐ اور اس کی امت کی تسبیح سے گونجنے لگے۔ وہ اپنے سواروں کو سمندروں میں حملہ آور کرے گا جس طرح وہ خشکی میں حملہ آور ہوں گے۔ وہ ایک نئی کتاب بیت المقدس کی تباہی کے بعد لائے گا کتاب سے مراد قرآن ہے۔ کیا تم جانتے ہو اور اس پر ایمان لاتے ہو؟ راس الجالوت نے جواب دیا کہ یہ حیقوق علیہ السلام نے کہا ہے اور ہم ان کے قول کا انکار نہیں کرتے ہیں۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ داؤدؑ نے زبور میں کہا اور تم اس کو پڑھتے ہو کہ اے اللہ! سنت کے قائم کرنے والے کو بعد فترت (دو نبیوں کے درمیان کا زمانہ) مبعوث فرما۔ تو کیا تم زمانہ فترت کے بعد سوائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی نبی کو جانتے پہچانتے ہو؟ راس الجالوت نے کہا کہ یہ داؤد کا قول ہے جس کو ہم جانتے ہیں اور اس کا

انکار نہیں کرتے ہیں مگر اس سے مراد عیسیٰ اور ان کے ایام زندگی ہیں جو فترت ہیں۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ تم جاہل ہو یقیناً عیسیٰ نے سنت کی مخالفت نہیں کی وہ تو تورات کے موافق تھے یہاں تک کہ اللہ نے ان کو اٹھالیا اور انجیل میں لکھا ہے کہ ابن برہ جانے والا ہے اور فارقلیط اس کے بعد آنے والا ہے جو گناہوں کے بوجھ کو ہلکا کرے گا اور تمہارے لئے ہر شے کی تفسیر کرے گا اور وہ میری شہادت دے گا۔ جیسی کہ میں نے کی اس کی شہادت دی ہے میں تمہارے لئے نظیریں و شبہات لیکر آیا وہ تاویل لے کر آئے گا۔ کیا تم انجیل میں اس پر ایمان لائے؟ اس نے جواب دیا کہ "ہاں" ہم اس کا انکار نہیں کرتے ہیں۔

اس کے بعد امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اے راس الجالوت! میں تمہارے نبی موسیٰ بن عمران کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا۔ دریافت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ موسیٰ کی نبوت کے ثابت ہونے کی کیا دلیل ہے؟ یہودی نے جواب دیا کہ وہ اس چیز کو لے کر آیا جو اس سے پہلے انبیاء نہیں لائے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ کس طرح کی؟ اس نے جواب دیا جیسے سمندر میں شگاف ڈالنا، عصا کا دوڑتا ہوا سانپ بن جانا، پتھر پر چوٹ مارنا جس سے چشمے پھوٹ پڑیں، تحقیق کرنے والوں کے لئے ید بیضا کا نکالنا اور ایسی علامتیں کہ مخلوق خدا جن پر قدرت نہیں رکھتی۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے درست کہا۔ جب ان کی نبوت کی دلیل یہ ہے کہ وہ اس چیز کو لے کر آئے جو مخلوق خدا اس جیسی چیز کی قدرت نہیں رکھتی تو کیا ایسا نہیں ہے کہ جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے پھر وہ ایسی چیز لے کر آئے کہ مخلوق خدا اس پر قدرت نہ رکھتی ہو تو تم پر اس کی تصدیق واجب ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں اس لئے کہ موسیٰ کا اپنے رب کے سامنے رتبہ اور اس سے قربت میں کوئی ہم مثل نہیں تھا۔ اور ہم پر اس شخص کے دعویٰ نبوت پر اقرار لازم نہیں ہے تاآنکہ وہ علامتیں اور نشانیاں لائے جو موسیٰ لے کر آئے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر تم نے موسیٰ علیہ السلام سے پہلے انبیاء کا کس طرح اقرار کیا جبکہ انہوں نے نہ سمندر کو شگافتہ کیا، نہ پتھر سے بارہ چشمے نکالے، نہ انہوں نے اپنے ہاتھوں کو روشن و سفید بنا کر نکالا جس طرح سے حضرت موسیٰ نے نکالا تھا اور نہ انہوں نے عصاء کو تبدیل کر کے دوڑتا ہوا اژدھا بنایا؟ آپ سے یہودی کہنے لگا کہ میں نے آپ کو بتایا ہے کہ جب وہ ان نشانیوں میں سے جس پر مخلوق خدا کی قدرت نہیں تھی اپنے دعوے نبوت کے ساتھ آئے اور اگر وہ لاتے جو موسیٰ لیکر نہیں آئے یا موسیٰ جو لیکر آئے تھے اس کے علاوہ لاتے تو ان کی تصدیق واجب ہوتی۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اے راس الجالوت کونسی چیز مانع ہے جو تم عیسیٰ بن مریم کا اقرار نہیں کرتے جبکہ وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے، نابینا و مبروص کو شفا بخشتے تھے اور مٹی سے پرندوں جیسی شکل وصورت بناتے تھے پھر ان میں پھونک مارتے تو اللہ کی اجازت سے وہ اڑ جاتے؟ راس الجالوت نے جواب دیا کہ انہوں نے ایسا کیا لیکن ہم نے اس کو نہیں دیکھا۔ امام رضا علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ کیا موسیٰ جو آیتیں لے کر آئے ان کا تم نے مشاہدہ کیا؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ موسیٰ کے معتبر اصحاب نے اس کو بتایا

ہے کہ انہوںؑ نے ایسا کیا؟ اس نے جواب دیا کہ ۔ہاں ۔آپؑ نے فرمایا کہ اسی طرح تم تک اخبار متواترہ پہنچیں کہ جو عیسیٰؑ ابن مریم نے کیا تو پھر تم نے موسیٰؑ کی کس طرح تصدیق کی اور تم نے عیسیٰؑ کی تصدیق نہیں کی، تو اس سے جواب نہ بن سکا ۔امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا ہی معاملہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے اور اس کا ہے جو وہ لے کر آئے اور ہر نبی کا معاملہ ہے جس کو اللہ نے مبعوث فرمایا اور ان کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ مفلس تھے، چرواہے تھے، مزدور تھے ۔انہوں نے لکھنا نہیں سیکھا اور نہ کسی استاد کی شاگردی اختیار کی ۔اس کے باوجود وہ قرآن لے کر آئے جس میں انبیاء کے قصے اور ان کی اطلاعات کا ایک ایک حرف اور گزرے ہوئے لوگوں کے حالات اور جو لوگ قیامت تک باقی رہیں گے موجود ہیں ۔پھر وہؑ ان کے رازوں کو اور ان کے گھریلو اعمال کی خبر دیتے ہیں ۔اور وہ بہت سی نشانیاں لے کر آئے جن کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا ۔راس الجالوت نے کہا کہ ہمارے نزدیک نہ عیسیٰؑ کی خبر اور نہ محمدؐ کی خبر صحیح ہے ۔اور ہمارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم ان دونوں کا اقرار کریں جو صحیح نہیں ہے ۔امام رضا علیہ السلام نے فرمایا تو وہ گواہ (اس سے مراد شعیاء حیقوق اور داوٗد علیہم السلام ہیں) جس نے عیسیٰؑ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت وہ جھوٹی شہادت تھی؟ تو وہ جواب نہ دے سکا۔

اس کے بعد آپؑ نے ہربذ اکبر کو سامنے آنے کے لئے کہا پھر اس سے فرمایا کہ تم مجھ کو زردہشت (یازردشت) کے بارے میں بتاؤ جس کو تم نبی خیال کرتے ہو اس کی نبوت پر تمہاری کیا دلیل ہے ۔اس نے کہا کہ وہ ہمارے لئے وہ لے کر آیا جو اس سے پہلے کوئی نہیں لایا ۔ہم نے اس کو نہیں بلکہ ہمارے اسلاف سے ہم تک خبریں پہنچیں کہ اس نے ہمارے مسائل کو حل کیا جو کسی نے حل نہیں کئے تو ہم نے اس کی پیروی کی ۔امام رضا علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے کہ تم تک خبریں پہنچیں پھر تم نے اس کی پیروی کی؟ ہربذ نے جواب دیا کہ آپؑ نے فرمایا کہ اسی طرح تمام پہلی امتوں تک خبریں پہنچیں ان چیزوں کی جو تمام انبیاء لائے اور جو موسیٰؑ و عیسیٰؑ اور محمد صلوات اللہ علیہم لے کر آئے تو پھر ان کا اقرار نہ کرنے پر تمہارا کیا عذر و بہانہ ہے جبکہ تم نے زردہشت کا اقرار اخبار متواترہ سے کیا ہے کہ وہ ایسی چیز لایا جو دوسرا نہیں لایا؟ تو ہربذ نے اپنی جگہ چھوڑ دی یعنی خاموش ہوگیا۔

پھر اس کے بعد امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اے گروہ! اگر تم میں سے کوئی شخص اسلام کا مخالف ہے اور سوال کرنا چاہتا ہے تو بغیر شرمائے ہوئے سوال کرے ۔تو عمران صابیؔ اٹھ کھڑا ہوا جو متکلمین میں ایک تھا وہ کہنے لگا کہ اے سب لوگوں میں عالم! اگر آپؑ نے خود سے سوال کرنے کی دعوت نہ دی ہوتی تو میں آپؑ کے سامنے مسائل کو پیش نہ کرتا ۔میں نے کوفہ، بصرہ، شام اور جزیرہ پہنچ کر متکلمین سے ملاقات کی لیکن کسی ایک شخص نے بھی جو وحدانیت پر قائم ہو مجھ پر ثابت کرسکے ۔(یا معلومات فراہم کرسکے) کیا آپؑ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ آپؑ سے سوال کروں؟ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اس گروہ میں عمران صابیؔ ہے تو وہ تم ہو ۔اس نے کہا میں وہی ہوں ۔آپؑ نے فرمایا کہ اے عمران

تم پر عدل و انصاف لازم ہے اور لغو گفتگو و ناانصافی ہے باز رہنا ۔ وہ کہنے لگا خدا کی قسم اے میرے سردار میں صرف چاہتا ہوں کہ آپؑ میرے لئے ثابت فرمایئے جس سے میں متعلق تو میں اس سے آگے نہیں بڑھوں گا ۔ آپؑ نے فرمایا کہ جس کے بارے میں تم پر ظاہر ہوا ہے سوال کرو ۔ تو اس پر لوگوں کا گھیرا تنگ ہوگیا اور وہ ایک دوسرے سے مل گئے ۔ عمران صابیؒ نے کہا کہ پہلا ہونے والا کس چیز سے خلق ہوا ۔ آپؑ نے جواب دیا کہ تم نے سوال کیا تو سمجھو ۔ لیکن اللہ واحد ہمیشہ سے واحد ہے اس کے ساتھ کوئی شے حدوعرض والی نہیں ہے اور وہ ہمیشہ ایسا ہی رہے گا ، پھر اس نے مخلوق کو جو ہر کے ساتھ قائم رہنے والی اشیاء اور مختلف حدوں کے ساتھ پیدا کیا نہ اس کو کسی چیز میں قائم اور دائم رکھا اور نہ کسی شے میں اس کو محدود کیا اور نہ کسی شے پر مقابلہ کیا اور نہ اس کے لئے کوئی تمثیل بیان کی ۔ پھر اس تخلیق کے بعد خالص و نخالص مختلف و متحد رنگ و ذائقہ اور کھانے کی خواہش رکھی ۔ نہ تو اس کو اس کی حاجت تھی اور نہ اس سے منزلت کی فضیلت حاصل کرنی تھی کہ جس کو وہ اس کے ذریعے پہنچتا ۔ اور نہ اس نے اپنی ذات کے لئے خلق کردہ میں زیادتی و کمی کو دیکھا ۔ اے عمران ! اس پر غور کرو ۔ اس نے کہا خدا کی قسم ہاں ۔ اے میرے سردار ! آپؑ نے فرمایا کہ عمران اچھی طرح جان لو کہ اگر وہ کسی ضرورت و حاجت کی بناء پر خلق کرتا تو وہ خلق نہ کرتا مگر اس کو جو اس کی حاجت پر اس کی مدد کرسکے البتہ یہ مناسب ہوتا کہ وہ مخلوق کو دوچند پیدا کردیتا اس لئے کہ جتنے مددگار زیادہ ہوں گے ان کا مالک زیادہ قوی ہوتا ہے ۔ اے عمران ! حاجت اس کا بندوبست نہیں کرتی کیونکہ مخلوق کی کوئی چیز اس نے پیدا نہیں کی مگر اس میں کوئی دوسری احتیاج پیدا کردی اس وجہ سے میں کہتا ہوں کہ اس نے مخلوق کو کسی احتیاج کی بناء پر خلق نہیں کیا بلکہ مخلوق کی حاجتوں کو ایک دوسرے کی طرف منتقل کیا اور ایک دوسرے کو بغیر کسی حاجت کے فضیلت دی اور نہ کسی کو سزا کے طور پر جو ذلیل ہو ۔ تو اس وجہ سے اس نے خلق کیا ۔

عمران نے کہا اے میرے سردار کیا کائن (خالق) بذات خود معلوم ہوتا ہے ؟ امام رضا علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ سوائے اس کے نہیں کہ کسی شے کی معلومات اس شے کی مخالف کی نفی ہوتی ہے اور وہ شے بذات خود موجود ہو جس کی اس کے بارے میں نفی کی گئی ہے ۔ یہاں کوئی شے اس کی مخالف نہیں ہے کہ جو اس شے کی نفی کی طرف حاجت اس سے تجدید علم کے ساتھ اس کو دعوت دیتی ہو ۔ عمران کیا تمہاری سمجھ میں بات آگئی ؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں ۔ اب آپؑ مجھے بتایئے کہ اللہ کو کون سی شے کا علم کیا ضمیر (صورت و ذہن) کے ساتھ ہوا یا اس کے بغیر ہوا ؟ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تمہاری رائے میں جب ضمیر (صورت ذہنی) کے ذریعہ علم ہو کیا تم کوئی چارہ کار پاتے ہو کہ اس ضمیر (صورت و ذہنی) کے لئے کوئی حد مقرر ہو کہ جس کی طرف معرفت منتہی ہو ؟ عمران نے جواب دیا کہ اس کے لئے ضروری ہے ۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ ضمیر کیا ہے ؟ تو اس نے گفتگو کو جاری نہ رکھا اور جواب نہ دے سکا ۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی فکر کی بات نہیں اگر میں نے ضمیر کے نفس کے بارے میں سوال کیا

تو کیا تم اس کو دوسری ضمیر اور صورت و ذہن کے ساتھ پہچانتے (جانتے) ہو؟ پھر آپؑ نے فرمایا کہ اے عمران! تم نے اپنے قول اور دعوے کو بگاڑ کے رکھ دیا۔ کیا یہ مناسب نہیں کہ تم کو معلوم ہو کہ واحد کا ضمیر کے ساتھ وصف بیان نہیں کیا جاسکتا اور اس کے لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ فعل و عمل اور تخلیق کے اعتبار سے زیادہ ہے اور نہ مخلوق حضرات کے مذاہب اور تجزیہ کی طرح اس کے بارے میں مذاہب اور تجزیہ کا وہم و گمان کیا جاسکتا ہے۔ تو تم اس پر سوچ بچار کرو اور اپنے علم کی درستی کی بنیاد رکھو۔ عمران نے کہا کہ اے میرے سردار کیا آپؑ مجھے اس واحد کے حدود خلق سے آگاہ نہیں فرمائیں گے کہ وہ کیا ہیں اور اس کے معنی کیا ہیں اور کتنے قسم کے پیدا ہوتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا کہ جب تم نے سوال کیا ہے تو سمجھو اس کے حدود خلق چھ (۶) طرح کے ہیں ملموس (چھوا ہوا) موزون، منظور الیہ (جس کی طرف دیکھا جائے) اور وہ جس کا وزن نہ ہو اور وہ روح ہے اور اسی میں سے منظور الیہ ہے اس کا نہ وزن ہے نہ لمس ہے، نہ حس ہے، نہ رنگ ہے اور نہ مزہ ہے۔ اور تقدیر، اعراض (جو قائم بالذات نہ ہو)، صورتیں اور چوڑائی و لمبائی ہیں اور ان ہی میں سے عمل اور وہ حرکات ہیں جو اشیاء کو بناتی ہیں اور ان کی علامت بنتی ہیں اور ان کو ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کرتی ہیں اور ان میں زیادتی و کمی کرتی ہیں۔ لیکن اعمال و حرکات تو اس سے وہ اشیاء چلتی ہیں کیونکہ ان اشیاء کے لئے کوئی مقررہ وقت اتنا نہیں ہے جس کی وہ محتاج ہیں۔ پھر جب وہ کسی شے سے فارغ ہوجاتا ہے تو حرکت جاری ہوجاتی ہے اور اثر باقی رہتا ہے۔ اور اسی طرح وہ گفتگو جاری رہتی ہے جو قرار پاتی ہے اور اس کا اثر باقی رہتا ہے۔

آپؑ سے عمران نے عرض کیا کہ اے میرے سردار! کیا آپؑ مجھے بتائیں گے کہ خالق جب کہ واحد ہے جس کے علاوہ کوئی دوسری شے نہیں ہے اور نہ کوئی اس کے ساتھ ہے کیا ایسا نہیں ہے کہ وہ مخلوق کی تخلیق کے ذریعہ بدل جائے؟ امام رضا علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ مخلوق کی تخلیق سے بدل نہیں جاتا بلکہ مخلوق اس کے متغیر کرنے سے بدل جاتی ہے۔ عمران نے کہا کہ ہم اس کو کس چیز سے پہچانیں گے؟ آپؑ نے جواب دیا کہ اس کے غیر سے۔ اس نے کہا کہ کونسی چیز اس کی غیر ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ اس کی مشیت، اس کا نام، اس کی صفت اور اس کے مشابہ اشیاء ہیں۔ اور یہ سب اشیاء نوپید، مخلوق سوچ بچار سے کی گئی ہیں۔ عمران نے آپؑ سے عرض کیا کہ پھر وہ کون سی چیز ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ وہ نور ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ آسمان و زمین کی مخلوق کی ہدایت کرنے والا ہے۔ اور تمہارے لئے میرے پاس اس کی توحید کے لئے اس سے زیادہ نہیں ہے۔

عمران نے کہا کہ اے میرے سردار! کیا ایسا نہیں ہے کہ وہ خلقت مخلوق سے قبل خاموش ہو گویا (بولتا) نہ ہو پھر گویا ہوا؟ امام رضا علیہ السلام نے جواب دیا کہ گویائی سے پہلے خاموشی ہوتی ہے اس کی مثال چراغ کی سی ہے کہ اس کے لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ساکت ہے بولتا نہیں ہے۔ اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ چراغ جو ہمارے ساتھ کرنا

چاہتا ہے روشنی دے کیونکہ چراغ کی روشنی اس کا فعل نہیں اور نہ ذمہ دار ہے۔ اور اس کے سوا کوئی شہ اس کی غیر نہیں ہے۔ جب وہ ہمارے لئے روشن ہوا تو ہم نے کہا کہ وہ ہمارے لئے روشن ہوا یہاں تک کہ ہم نے اس سے روشنی حاصل کی تو تم اس سے اپنے امر کو خود پر آشکار کر سکتے ہو۔

عمران نے کہا کہ اے سید و سردار! وہ ذات جو میرے خیال میں ہے یہ ہے کہ کائن (خدا) نے خلقت خلق میں اپنے فعل میں ایک حالت سے تبدیلی کی ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے اپنی بات میں مٹھاس پیدا کی ہے کہ بیشک خدا بہت سی وجوہات میں سے کسی ایک وجہ میں تبدیلی کرتا ہے تاکہ وہ اس سے ذات کو نشانہ پر رکھے جو اس کو تبدیل کرتی ہے۔ اے عمران! کیا تم نے آگ کو اپنی ذات سے تبدیل کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ یا تم نے حرارت کو پایا کہ وہ اپنی ذات کو جلاتی ہے یا تم نے کسی دیکھنے والے کو دیکھا کہ کبھی اس نے بصارت کو دیکھا ہے؟ عمران نے جواب دیا کہ میں نے ایسا نہیں دیکھا۔ کیا آپؑ مجھے نہیں بتائیں گے کہ کیا خدا خلق میں ہے یا خلق اس میں ہے؟ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ اس سے بالاتر ہے۔ نہ وہ خلق میں ہے اور نہ خلق اس میں ہے اللہ اس سے بلند و بالا ہے اور میں بہت جلد تم کو بتاؤں گا کہ جس کے ذریعہ تم اس کو جان سکو گے **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ**۔ اے عمران! تم مجھے بتاؤ کہ آئینہ میں تم ہو یا آئینہ تم میں ہے؟ پس اگر تمہاری دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہ ہو تو تم نے کس طرح سے اپنے نفس پر اس سے استدلال کیا؟ عمران نے جواب دیا کہ اس روشنی سے جو میرے اور اس کے درمیان ہے؟ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم نے اس آئینہ میں اس روشنی سے زیادہ دیکھا ہے اس سے جو تم اپنی آنکھ سے دیکھتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اس کو ہمیں بھی دکھاؤ تو وہ جواب نہ دے سکا۔ تب امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے وہ نور نظر نہیں آیا جس کو تمہارے نفس اور آئینہ کے نفس نے رہنمائی کی ہے بغیر اس کے کہ وہ تم دونوں میں سے کسی ایک میں ہو۔ اور اس کے علاوہ اس کے لئے بہت سی مثالیں ہیں کہ جس کے بارے میں جاہل شخص بات نہیں کر سکتا۔ اور اللہ کے لئے مثل اعلیٰ ہیں۔

اس کے بعد آپؑ نے مامون (رشید) کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ تو عمران کہنے لگا کہ اے میرے سردار! آپؑ میرے مسئلہ کا سلسلہ منقطع نہ فرمایئے کیونکہ میرے دل میں نرمی پیدا ہو گئی ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم نماز پڑھ کر واپس آئیں گے یہ کہہ کر آپؑ بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور مامون (رشید) بھی کھڑا ہو گیا۔ آپؑ نے محل کے اندر نماز پڑھی اور دوسرے لوگوں نے باہر محمد بن جعفر کے پیچھے نماز ادا کی اس کے بعد وہ دونوں چلے۔ امام رضا علیہ السلام جلسہ گاہ کی طرف واپس آئے اور عمران سے پکار کر کہا کہ تم سوال کرو۔ اس نے کہا کہ کیا آپؑ مجھے نہیں بتائیں گے کہ کیا اللہ عزوجل حقیقتاً واحد ہے یا وصف کے ذریعہ واحد ہے؟ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ خالق واحد، کائن، اول ہے، وہ ہمیشہ سے واحد ہے کوئی شے اس کے ساتھ نہیں وہ فرد ہے کوئی دوسرا اس کے ساتھ

نہیں تھی ۔ عمران کہنے لگا کہ پھر ہم کو ان کی پہچان کس طرح ہوگی ؟ امام رضا علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ اس کی وجہ اور اس کا دروازہ (بیان) یہ ہے کہ تم حروف کو یاد کرو ۔ جب تم ان حروف کی ذات کے غیر پر وارد نہیں کرو گے تو تم ان کو ایک ایک کرکے یاد کرو گے تب تم کہو گے اب ت ث ج چ ح خ یہاں تک کہ تم اس کے آخری حروف پر پہنچو گے تو تم ان کے معنی ان کی ذات کے غیر کے لئے نہیں پاؤ گے پھر جب تم نے ان کو جمع کیا اور اس میں سے کچھ حروف جمع کئے اور ان کو اسم و صفت بنایا اس معنی کے لئے جو تمہیں مطلوب ہیں اور اس وجہ سے جو تم نے مراد لئے ہیں وہ اس کے معانی پر دلیل ہیں کہ جن کے ذریعے موصوف کی طرف دعوت دے رہے ہیں کیا تم سمجھ گئے ؟ اس نے جواب دیا کہ ۔ ہاں ۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ تم جان لو کہ وہ غیر موصوف کی صفت نہیں ہوتے ، نہ غیر معنی کے اسم اور نہ غیر محدود کی حد ہوتے ہیں اور سب صفات و اسماء کمال اور وجود پر دلالت کرتے ہیں نہ احاطہ پر دلالت کرتے ہیں کہ جس طرح تربیع (چوکور) (۱/۴) ، تثلیث (سہ پہلو) (۱/۳) اور تسدیس (شش پہلو) (۱/۶) حدود پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ اللہ عزوجل کی معرفت کا ادراک صفات اور اسماء کے ذریعہ ہوتا ہے اور لمبائی ، چوڑائی ، قلت و کثرت ، لون ، وزن اور ان کی مشابہ چیزوں کی حدبندی سے ادراک نہیں کیا جاسکتا اور اس کے ساتھ ان میں سے کوئی شے حلول نہیں کرسکتی یہاں تک کہ اس کی مخلوق اپنے نفسوں کی معرفت ہے اس کو پہچانے اس ضرورت (یا صورت) کی بناء پر جس کا ہم نے ذکر کیا ہے ۔ لیکن اللہ عزوجل پر اس کی صفات کے ذریعہ دلالت کی جاسکتی ہے اور اس کے اسماء سے ادراک کیا جاسکتا ہے ۔ اور اس پر اس کی خلق سے استدلال کیا جاسکتا ہے یہاں تک کہ اس میں کوئی جستجو کنندہ رویت عینی (آنکھوں سے دیکھنا) استماع اذن (کان سے سننا) نہ لمس یدی (ہاتھ سے چھونا) اور نہ احاطہ قلبی کا محتاج نہیں ہوتا تو اگر اللہ کی صفات اس پر دلالت نہ کریں اور اس کے اسماء اس کی طرف نہ بلائیں اور مخلوق کی تمام جمع کردہ معلومات اس کے معانی کا ادارک نہیں کرسکتے مخلوق کی عبادت اس کے اسماء و صفات کے ذریعہ بغیر اس کے معنی کے ہوتی ہے پھر اگر یہ اس طرح نہ ہو تو معبود یکتا اللہ تعالیٰ کا غیر ہوگا کیونکہ اس کے صفات و اسماء اس کے غیر ہیں ۔ کیا تمہاری سمجھ میں یہ بات آئی ؟ اس نے جواب دیا ۔ ہاں ۔ اے میرے سردار مزید کچھ فرمایئے ۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ تم جاہل اندھوں اور گمراہوں کی باتوں سے بچو جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ آخرت میں حساب اور ثواب و عتاب کے لئے موجود ہوگا اور دنیا میں اطاعت و امید و خوف کے لئے موجود نہیں ہے ۔ اور اگر اللہ عزوجل کے وجود میں کوئی نقص اور ظلم ہے تو وہ آخرت میں کبھی نہیں پایا جائے گا لیکن یہ قوم گمراہ نابینا اور حق سننے سے بہری ہے اور وہ علم نہیں رکھتے ہیں ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " **ومن کان فی هذه اعمیٰ فهو فی الاخرة اعمیٰ واضل سبیلا** " (بنی اسرائیل ۔ آیت ۷۲) " اور جو شخص اس دنیا میں اندھا بنا رہا تو وہ آخرت میں بھی

اندھا رہے گا اور گم کردہ راہ ہوگا ۔" مراد یہ ہے کہ وہ موجودہ حقائق سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہے اور صاحبان عقل جانتے ہیں کہ یہاں پر جو استدلال ہے وہ اس چیز سے نہیں ہو سکتا جو یہاں ہے ۔ اور جس نے اپنی رائے سے اس کا علم حاصل کیا اور جس نے اس کے وجود و ادراک کو اس کے نفس سے بغیر اس کے غیر کے چاہا تو وہ اس علم کے ذریعہ بعد کا اضافہ کرے گا اس لئے کہ اللہ عزوجل نے اس کا علم مخصوص طور پر صاحبان عقل و علم و فہم کو دیا ہے ۔

عمران نے کہا کہ اے میرے سید و سردار! کیا مجھے ابداع (نئی چیز ۔ ایجاد) کے بارے میں مطلع نہیں فرمائیں گے کہ وہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق ہے ؟ امام رضا علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ وہ ساکن مخلوق ہے کہ جس کا سکون سے ادراک نہیں کیا جاتا ہے اور وہ مخلوق اس لحاظ سے ہے کہ وہ نوپید شے ہے اور اللہ ہی وہ ذات ہے کہ جس نے اس کو پیدا کیا پھر وہ اس کی مخلوق ہو گیا ۔ پس وہ اللہ عزوجل ہے اور اس کی مخلوق ہے اور ان دونوں کے درمیان نہ کوئی تیسرا ہے اور نہ ان دونوں کا کوئی غیر تیسرا ہے ۔ پس جو بھی اللہ نے خلق کیا ہے تو اس نے اس مخلوق کو دوبارا نہیں کیا ۔ کبھی مخلوق ساکن ، متحرک ، مختلف ، متحد ، معلوم اور متشابہ ہوتی ہے اور جس پر حد واقع ہو ، وہ اللہ عزوجل کی مخلوق ہے اور تم یہ بھی جان لو کہ ہر وہ چیز جس کو حواس تم کو فائدہ پہنچائیں تو وہ حواس کے ادراک کردہ معنیٰ ہیں اور ہر حاسہ دلالت کرتا ہے اس چیز پر جس کے ادراک میں اس کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور قلبی سوجھ بوجھ ان سب کے لئے ضروری ہے ۔ اور یہ بھی اچھی طرح جان لو کہ واحد وہی ہے جو بغیر تقدیر کے قائم ہے اور نہ حد بندی کے ساتھ ہے ۔ اس نے مخلوق کو تحدید و تقدیر کے ساتھ پیدا کیا ہے اور وہ وہی ہے جس نے تقدیر و مقدر کی دونوں تخلیقوں سے پیدا کیا ۔ پس ان دونوں میں سے ہر ایک میں نہ رنگ ہے نہ مزہ ہے اور نہ وزن ہے پھر ان دونوں میں سے ایک کو دوسرے کا ادراک کرنے والا بنایا اور ان دونوں کو اپنے نفسوں کا ادراک کرنے والا بنایا ۔ اور کسی شے کو تنہا اس کے غیر کے علاوہ قائم بالذات خلق نہیں کیا ۔ اللہ نے اپنی ذات اور اپنے وجود کے اثبات پر دلالت چاہی جو فرد واحد ہے کوئی دوسرا اس کے ساتھ نہیں ہے جس کو وہ قائم کرے اور نہ وہ اس کی مدد کرتا ہے اور نہ اس کو روکتا ہے ۔ اور مخلوق ایک دوسرے کو اللہ کے اذن و مشیت سے روکتے ہیں ۔ لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا جس کی بناء پر وہ سرگردان و متحیر رہے اور انہوں نے ظلمت سے نجات کے لئے ظلمت کا سہارا لیا کہ انہوں نے اللہ کے وصف کو بیان کرنے کے لئے اپنی جیسی صفت سے متصف کیا جس کی وجہ سے وہ حق سے بہت دور ہو گئے اور اگر وہ اللہ کا وصف اس کی صفات سے کرتے اور مخلوقات کا وصف ان کی صفات سے کرتے تو البتہ وہ فہم و یقین کے ساتھ کہتے اور اختلاف نہ کرتے ۔ پس جب انہوں نے اس چیز کو چاہا جس کی وجہ سے وہ حیرت زدہ رہ گئے اور اس وجہ سے کہ وہ ایسے امر کے مرتکب ہوئے جو حق اور صحیح نہیں تھا ۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے ۔

عمران کہنے لگا کہ اے میرے سردار! میں شہادت دیتا ہوں اس کی کہ وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپؑ نے بیان فرمایا ۔

لیکن میرا ایک مسئلہ باقی ہے ۔ آپؑ نے فرمایا کہ جو تم چاہتے ہو دریافت کرو ۔ اس نے عرض کیا کہ میں آپؑ سے حکیم کے بارے میں دریافت کرتا ہوں کہ وہ کس شے میں ہے اور کیا کوئی شے اس کا احاطہ کرتی ہے اور کیا وہ ایک شے سے دوسری شے کی طرف رخ کرتا ہے ۔ یا اس کو کسی شے کی طرف احتیاج ہے ؟ امام رضا علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ عمران ! میں تم کو بتاتا ہوں کہ جس کے بارے میں تم نے سوال کیا ہے اس کو اچھی طرح سمجھو کیونکہ مخلوقات کے مسائل میں سے یہ دقیق ترین مسئلہ پیش آتا ہے اور اس کو نہیں سمجھ سکتا جو عقل سے اختلاف اور علم سے دوری رکھتا ہو اور اس کے سمجھنے سے انصاف پسند صاحبان عقل و فہم عاجز نہیں ہیں ۔ لیکن سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر اس نے جو کچھ خلق کیا وہ کسی حاجت و احتیاج کی بناء پر خلق کیا ہے تو اس کے قائل (کہنے والے) کے لئے یہ مناسب ہوتا کہ وہ یہ کہے کہ وہ خلق کردہ شے کی طرف کسی احتیاج کی بناء پر رخ تبدیل کرتا ہے ۔ مگر اللہ نے کسی شے کو اپنی احتیاج کی وجہ سے خلق نہیں کیا اور ہمیشہ سے ثابت ہے کہ وہ نہ کسی شے میں ہے اور نہ کسی شے پر ہے مگر یہ کہ مخلوق ایک دوسرے سے رکتی (چھنتی) ہے اور ایک دوسرے میں داخل اور ان سے خارج ہوتی ہیں اور اللہ عزوجل اپنی قدرت سے ان تمام باتوں سے روکتا ہے ۔ نہ وہ کسی شے میں داخل ہوتا ہے اور نہ اس سے خارج ہوتا ہے اور نہ اس کو اس کی حفاظت گراں گزرتی ہے اور نہ اس کے روکنے سے وہ عاجز ہے اور مخلوق میں سے ایک بھی یہ نہیں جانتا کہ وہ کس طرح ہوئی سوائے اللہ عزوجل کے اور اس کے رسولوں میں سے ، اس کے رازداروں میں سے اس کے امر کی حفاظت کرنے والوں میں سے اور اس کی شریعت کے قائم کرنے والے حزانوں میں سے جس کو وہ مطلع فرمائے ، جانتے ہے اور اس امر نگاہ سے دیکھنے کی طرح ہے یا اس سے بھی قریب تر ہے ۔ جب وہ کسی چیز کو چاہتا ہے تو وہ اس سے کہتا ہے کن (ہوجا) فیکون (تو وہ ہوجاتی ہے) اس کی مشیت اور ارادہ سے ہوجاتی ہے ۔ اور اس کی مخلوق میں سے کوئی شے دوسری شے کے مقابلہ میں اس سے قریب تر نہیں ہے اور نہ کوئی شے دوسری شے کے مقابلہ میں اس سے بعید تر ہے ۔ اے عمران ! کیا تمہاری سمجھ میں بات آئی ؟ اس نے جواب دیا کہ اے میرے سردار ! ہاں میں سمجھ گیا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وہی ہے جس کا آپؑ نے وصف بیان فرمایا اور جس کی وحدانیت (یکتائی) ثابت کی ہے اور یہ کہ محمدؐ اس کے بندہ ہیں جو ہدایت اور دین حق کے لئے مبعوث ہوئے ہیں ۔ پھر وہ قبلہ کی طرف رخ کرکے سجدہ میں گر گیا اور مسلمان ہوگیا ۔

حسن بن محمد نوفلی نے کہا کہ جب متکلمین نے عمران صابیؑ کی بات پر غور کیا اور اس معاملہ میں آپؑ کی دلیل کو کسی ایک نے قطع نہیں کیا ۔ ان میں سے ایک بھی امام رضا علیہ السلام کے قریب نہیں آیا اور آپؑ سے کسی شے کے بارے میں سوال نہیں کیا اور شام ہوگئی تو مامون (رشید) اور امام رضا علیہ السلام اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے پھر وہ دونوں اندر آگئے اور لوگ واپس چلے گئے ۔ اس وقت میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ تھا کہ مجھے محمد بن جعفر نے بلا بھیجا تو میں ان کے پاس آیا انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے نوفلی ! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارا دوست کیا لے کر آیا ہے

، تمہیں قسم بخدا میرا خیال یہ نہیں ہے کہ علیؑ بن موسیٰؑ نے کبھی اس بارے میں غور کیا ہو (گفتگو میں مشغول ہوئے ہوں) اور ہمیں اس کا بھی علم نہیں کہ وہ مدینہ میں گفتگو کرتے ہوں یا علم کلام والے حضرات انؑ کے پاس آتے ہوں ۔ ہاں حاجی حضرات ان کے پاس آتے ہوں گے اور انؑ سے حلال اور حرام کے بارے میں دریافت کرتے ہوں گے تو وہ ان کے سوالات کا جواب دیدیتے ہوں گے اور وہ اس سے گفتگو کرتے ہوں گے جو اپنی حاجت و ضرورت کے لئے آتے ہوں گے پھر محمد بن جعفر نے کہا کہ اے ابو محمد مجھے ڈر ہے کہ یہ آدمی (مامون) انؑ سے حسد کرے پھر وہ ان کو زہر دیدے یا انؑ کو کسی مصیبت و آزمائش میں ہتلا کردے ۔ تو تم انؑ کو ان باتوں سے رکنے کا مشورہ دو میں نے عرض کیا کہ وہؑ میرے مشورہ کو قبول نہیں فرمائیں گے ۔ اور وہ آدمی (مامون) انؑ کی آزمائش کرنا چاہتا ہے تاکہ اس کو معلوم ہوجائے کہ کیا انؑ کے پاس اپنے آباء کرام علیہم السلام کے علوم میں سے کچھ ہے ۔ اس کے بعد انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ انؑ سے کہو کہ تمہارے چچا کو یہ امر گراں گزرتا ہے اور اس بات کو پسند کرتا ہے کہ آپؑ ان چیزوں سے متفرق عادات کی وجہ سے رک جائیں ۔ جب میں امام رضا علیہ السلام کے گھر پر لوٹ کر آیا تو میں نے آنجنابؑ کو انؑ کے چچا محمد بن جعفر کی باتوں سے آگاہ کیا تو آپؑ مسکرائے پھر فرمایا کہ اللہ میرے چچا کی حفاظت فرمائے مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے اس بات سے کیوں کراہت کی ۔ اے لڑکے یا غلام تم عمران صابیؑ کے پاس جاؤ اور اس کو میرے پاس لے کر آؤ ۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپ کے قربان جاؤں مجھے اس کی جگہ کا علم ہے وہ ہمارے بعض شیعہ بھائیوں کے پاس ہے ۔ آپؑ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے کہ تم اس کے پاس سواری کا جانور لے کر جاؤ ۔ تو میں عمران کی طرف گیا اور اس کو لے کر آیا ۔ تو آپؑ نے اس کو خوش آمدید کہا اور لباس منگوایا اور اس کو بخش دیا اور اس کی مدد فرمائی ۔ اور دس ہزار درہم طلب کئے اور ان کو اسے دیدیا ۔ تو میں نے عرض کیا کہ میں آپؑ کے قربان جاؤں آپؑ نے اپنے دادا امیرالمومنین علیہ السلام کے فعل کی نقل کی ہے تو آپؑ نے فرمایا کہ ہم اس طرح سے اس کو پسند کرتے ہیں ۔ اس کے بعد آپؑ نے شام کے کھانے کی دعوت دی ، مجھے اپنی داہنی جانب بٹھایا اور عمران کو بائیں جانب بٹھایا ۔ جب ہم کھانے سے فارغ ہوگئے تو آپؑ نے عمران سے فرمایا کہ اب تم اپنے ساتھیوں کے پاس واپس جاؤ اور علی الصباح آؤ ۔ ہم تم کو مدینہ کا کھانا کھلائیں گے ۔ اس کے بعد عمران کے پاس وہ متکلمین آئے جو اصحاب مقالات میں سے تھے تو وہ ان کی باتوں کی تردید کرتا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے اس سے اجتناب کیا ۔ اور اس کو مامون نے دس ہزار درہم دیئے اور فضل بن سہل نے بھی اس کو مال و دولت عطا کیا اور اس کا مال لدوا دیا اور امام رضا علیہ السلام کو بلخ کے صدقات کا منتظم بنایا تو انہیں عطیات اور بخششیں ملیں ۔

باب (۶۶) امام علی رضا علیہ السلام کا مامون رشید کے دربار میں سلیمان مروزی متکلم خراسان سے توحید کے بارے میں مناظرہ

(۱) ہم سے ابو محمد جعفر بن علی بن احمد فقیہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابو محمد حسن بن محمد بن علی بن مصدقہ قمی نے آگاہ کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو عمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز انصاری کجی نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جس نے حسن بن محمد نوفلی سے سنا کہ وہ کہتے ہیں کہ جب متکلم خراسان سلیمان مروزی مامون کے دربار میں حاضر ہوا تو وہ اس کے ساتھ عزت و احترام کے ساتھ پیش آیا اور اس سے ملاقات کی۔ اس کے بعد اس نے اس سے کہا کہ میرے ابن عم علی بن موسیٰ حجاز سے میرے پاس آئے ہوئے ہیں اور وہ ان کے اصحاب علم کلام کو پسند کرتے ہیں تو تم پر لازم ہے کہ تم ترویہ کے دن انؑ سے مناظرہ کرنے کے ہماری طرف آؤ۔ تو سلیمان نے کہا کہ اے امیرالمومنین! یہ امر مجھے ناپسند ہے کہ میں انؑ جیسی شخصیت سے آپ کے دربار میں بنی ہاشم کے چند افراد کے سامنے سوال کروں پھر جب وہ مجھ سے گفتگو فرمائیں تو سب لوگوں کے سامنے میری عیب گیری فرمائیں۔ اور ان پر کسی مسئلہ میں انتہا کو پہنچنا مناسب نہیں ہے۔ مامون (رشید) نے کہا کہ میں تمہاری طرف اس لئے متوجہ ہوا تاکہ تمہاری قوت علم کو جان سکوں اور میرا مقصد صرف یہ ہے کہ تم صرف ان کی ایک دلیل کو قطع کردو۔ سلیمان نے کہا کہ اے امیرالمومنین! آپ کے لئے یہی کافی ہے۔ مجھے اور انہیں ایک جگہ جمع کردیجئے اور مجھے اور انہیں چھوڑ دیجئے اور اس کو لازم سمجھئے۔ پھر مامون (رشید) امام رضا علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ اہل مرو میں سے ایک شخص آیا ہے جو خراسان کے اصحاب کلام میں سے ایک شخص ہے۔ اگر آپؑ کے لئے آسان ہو تو ہمارے ساتھ چلیں آپ نے رضا مندی کا اظہار فرمایا۔ تو آپؑ وضو کے لئے اٹھے اور ہم سے فرمایا کہ تم آگے بڑھو۔ عمران صابی ہمارے ساتھ تھا پھر ہم دروازہ تک پہنچے۔ یاسر اور خالد نے میرا ہاتھ پکڑ کر مامون (رشید) کے سامنے پیش کر دیا۔ میں نے سلام کیا تو وہ کہنے لگا کہ میرے بھائی ابوالحسنؑ کہاں ہیں۔ اللہ ان کو باقی رکھے۔ میں نے کہا کہ میں نے انؑ کو تبدیلی لباس کی بناء پر پیچھے چھوڑ دیا ہے اور انہوںؑ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم پہلے چلے جائیں۔ پھر میں نے کہا کہ اے امیرالمومنین! عمران جو آپ کا غلام ہے۔ میرے ساتھ ہے اور وہ دروازہ پر موجود ہے۔ مامون (رشید) نے کہا کہ عمران کون ہے؟ میں نے کہا کہ صابیٔ، جو آپ کے ہاتھوں پر مسلمان ہوا اس نے کہا کہ اس کو لے کر آؤ جب وہ آیا تو مامون (رشید) نے اس کو مرحبا (خوش آمدید) کہا پھر اس سے کہا کہ تم اس وقت تک نہ مرنا جب تک کہ تم بنی ہاشم کے نہ ہو جاؤ۔ اس نے کہا کہ تعریف و شکر اس اللہ کے لئے ہے جس نے اے امیرالمومنین! آپ کی وجہ سے مجھ کو شرف بخشا۔ تو اس سے مامون (رشید) نے کہا اے عمران یہ سلیمان مروزی ہے جو شہر خراسان کا متکلم (ماہر علم کلام) ہے۔ عمران نے کہا کہ اے امیرالمومنین! اس کا گمان ہے کہ

وہ خراسان کے ماہرین غور و فکر میں ایک ہے ۔ اور بداء کا انکار کرتا ہے ۔ مامون (رشید) نے کہا کہ تم اس سے کس وجہ سے مناظرہ نہیں کرتے ہو؟ عمران نے جواب دیا کہ یہ بات اس کی طرف سے ہے کہ امام رضا علیہ السلام تشریف لے آئے پھر فرمایا کہ تم کس سلسلہ میں بات کررہے ہو؟ عمران نے عرض کیا کہ فرزند رسولؐ یہ سلیمان مروزی ہے ۔ سلیمان نے کہا کہ کیا تم ابوالحسنؑ سے اور اس مسئلہ میں ان کی گفتگو سے راضی ہو؟ عمران نے جواب دیا کہ میں ابوالحسنؑ سے بداء کے بارے میں اس حجت و دلیل سے راضی ہوں جو وہ اہل نظر میں سے مجھ جیسے لوگوں کے خلاف حجت پیش کرسکے ۔

مامون (رشید) نے کہا کہ ابوالحسنؑ آپؑ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں جس کے بارے میں وہ دونوں جھگڑ رہے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا کہ اے سلیمان! تم نے بداء سے کسی بناء پر انکار کیا حالانکہ اللہ فرماتا ہے ۔ **اولا یذکر الانسان انا خلقناہ من قبل ولم یک شیئا** (سورہ مریم ۔ آیت ۶۷) "کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ ہم نے اس کو اس سے پہلے پیدا کیا جبکہ وہ کچھ نہ تھا ۔" اور اللہ یہ بھی فرماتا ہے **وھو الذی یبدوا الخلق ثم یعیدہ** (سورہ روم ۔ آیت ۲۷) "اور وہ ذات ہے جو مخلوقات کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہ اس کو دوبارہ پلٹا دیگا ۔" اور وہ یہ بھی فرماتا ہے **بدیع السموات والارض** (البقرہ ۱۱۷ ۔ الانعام ۱۰۱) "وہ آسمان و زمین کو اچھی طرح بنانے والا ہے ۔" پھر فرماتا ہے **یزید فی الخلق مایشاء** " (فاطر ۔ ۱) "وہ جو چاہتا ہے پیدائش میں بڑھا دیتا ہے ۔ اور یہ بھی فرماتا ہے **وبدا خلق الانسان من طین** (السجدہ ۔ ۷) "اور انسان کی پیدائش کی ابتدائی مٹی سے کی ۔ اور اللہ کا ارشاد ہے **وآخرون مرجون لامراللہ اما یعذبھم واما یتوب علیھم** (التوبہ ۔ آیت ۱۰۶) "اور دوسرے لوگ ہیں جو اللہ کے حکم کے امیدوار ہیں یا تو وہ ان کو عذاب میں مبتلا کرے یا ان (کی ندامت کو قبول کرکے) معاف کردے ۔ یہ بھی اس کا ارشاد ہے ۔ **ومایعمر من معمر ولاینقص من عمرہ الافی کتاب** (الفاطر ۔ آیت ۱۱) "اور نہ کسی کی عمر میں زیادتی کرتا ہے اور نہ کسی کی عمر میں کمی کی جاتی ہے مگر وہ کتاب میں ہے ۔ سلیمان نے عرض کیا کہ کیا آپؑ نے اپنے آباء کرام سے کچھ اس بارے میں روایت کی ہے؟ آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ ہاں میں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کے دو قسم کے علم ہیں ایک وہ علم جو مخزون و پوشیدہ ہے جس کا علم اس کے سوا کسی کو نہیں ۔ اسی علم سے بداء ہوتا ہے اور دوسرا علم وہ ہے جس کو اس نے اپنے ملائکہ اور رسولوں کو تعلیم دی ۔ تو اس کے نبی کے اہل بیت کے علماء اس کا علم رکھتے ہیں ۔ سلیمان کہنے لگا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپؑ میرے لئے اس کو کتاب اللہ سے واضح فرمائیں ۔ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتا ہے ۔ **فتول عنھم فما انت بملوم** (الذاریات ۔ آیت ۵۴) "(اے رسول) تو تم ان سے روگردانی کرو پھر تم پر کوئی اعتراض نہیں ۔" اللہ نے ان لوگوں کو ہلاک کرنا چاہا پھر اللہ کے اوپر بداء ہوا تو اس نے فرمایا و **ذکر فان**

الذکری تنفع المومنین (الذاریات ۔آیت ۵۵) "اور تم نصیحت کرو کیونکہ نصیحت مومنوں کو فائدہ پہنچاتی ہے ۔"
سلیمان نے کہا کہ میں آپؑ کے قربان جاؤں مزید فرمایئے امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پدر گرامیؑ نے اپنے آباء و کرام علیہم السلام سے مجھ کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اپنے انبیاء میں سے ایک نبی پر وحی فرمائی کہ تم فلاں بادشاہ کو بتاؤ کہ میں اس کو اس اس طرح سے مارنے (موت دینے) والا ہوں ۔ اس نبی نے آکر اس کو بتایا تو اس بادشاہ نے اس سے دعا کی کہ وہ تخت سلطنت پر بیٹھا ہوا تھا کہ وہ گر پڑا پھر وہ کہنے لگا اے میرے پروردگار! تو مجھ کو اتنی مہلت دیدے کہ میرا بچہ جوان ہوجائے اور میرا کام پورا کرے تو اللہ عزوجل نے اس نبی پر وحی فرمائی کہ تم اس بادشاہ کے پاس جاکر بتاؤ کہ میں نے اس کی موت کو مؤخر کردیا ہے اور اس کی عمر میں پندرہ سال کا اضافہ کردیا ہے ۔ تو وہ نبی کہنے لگے کہ اے میرے رب! تجھے علم ہے کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا ہے ۔ اللہ عزوجل نے اس کی طرف وحی فرمائی کہ تم وہ بندہ ہو کہ جس کو مقرر کیا گیا ہے کہ وہ اس امر کو اس تک پہنچائے ۔ اور اللہ اس سے بازپرس نہیں کرتا ہے جو وہ کرتا ہے ۔

پھر آپؑ نے سلیمان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تمہارے بارے میں میرا گمان یہ ہے کہ اس بارے میں تم نے یہودیوں سے مشابہت پیدا کی ۔ اس نے کہا میں اس امر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور یہودیوں نے کیا کہا ہے ؟ آپؑ نے فرمایا کہ انہوں نے کہا **یداللہ مغلولۃ** (سورۃ المائدہ ۔آیت ۶۴) " اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں ۔" اس سے وہ یہ مراد لیتے ہیں کہ اللہ کاموں سے فارغ ہوگیا ہے پھر وہ کسی شے کو پیدا نہیں کرتا ہے ۔ تو اللہ عزوجل نے فرمایا **غلت ایدیھم ولعنوا بما قالوا** (المائدہ ۔ آیت ۶۴) ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور ان پر ان کے کہنے کی وجہ سے لعنت کی گئی ۔ اور میں نے ایک گروہ کو سنا کہ انہوں نے میرے والد ماجد موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے بداء کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ لوگ بداء کا انکار نہیں کرتے ہیں اور یہ کہ اللہ ایک گروہ کو واقف کرائے تاکہ وہ اس کے امر کے لئے ان سے امید کرسکیں ۔ سلیمان نے کہا کیا آپ مجھے **انا انزلنا فی لیلۃ القدر** کے بارے میں نہیں بتائیں گے کہ وہ کس چیز کے بارے میں نازل کی گئی ؟ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اے سلیمان! اللہ تعالیٰ شب قدر میں ایک سال کے اندر جو ہوتا ہے اس کو مقدر کردیتا ہے خواہ وہ زندگی یا موت یا خیر و شر یا رزق کے بارے (سے متعلق) میں ہو ۔ بس جس کو اس رات میں مقدر کردیا وہ یقینی و واجبی ہے ۔ سلیمان کہنے لگا کہ اب میں سمجھا میں آپؑ کے قربان جاؤں مزید کچھ فرمایئے ۔ آپؑ نے فرمایا کہ اے سلیمان! کچھ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک موقوف ہیں کہ جن میں سے جس کو چاہتا ہے مقدم کردیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مؤخر کردیتا ہے ۔ اے سلیمان! علی علیہ السلام فرماتے تھے کہ علم دو طرح کے ہیں ۔ ایک علم وہ ہے جس کو اللہ نے اپنے ملائکہ اور رسولوں کو سکھایا ۔ پھر جس کا علم اپنے ملائکہ اور رسولوں کو سکھلادیا ہے تو وہ بے شک ہوتا ہے اور نہ وہ خود کو نہ اپنے ملائکہ اور رسولوں کو جھٹلاتا

ہے اور دوسرا وہ علم مخزون ہے جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو مطلع نہیں کیا۔ جس کو چاہتا ہے اس میں سے مقدم کردیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس میں سے موخر کردیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مو کردیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ثابت کردیتا ہے۔ سلیمان نے مامون (رشید) سے کہا کہ اے امیرالمومنینؑ! آج کے بعد میں بداء سے انکار نہیں کروں گا۔ اور ان شاء اللہ اس کی تکذیب نہیں کروں گا۔

مامون (رشید) نے سلیمان سے کہا کہ تم ابوالحسنؑ سے اس امر کے بارے میں دریافت کرو جو تم پر آشکار ہو اور تم پر حسن استماع (غور سے اچھی طرح سننا) اور انصاف لازم ہے۔ سلیمان کہنے لگا کہ اے میرے سردار میں آپؑ سے سوال کرتا ہوں؟ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جو تم پر ظاہر ہوا ہے دریافت کرو۔ اس نے کہا کہ آپؑ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس نے ارادہ کو اسم اور صفت بنایا جیسے حی، سمیع، بصیر اور قدیر کے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے کہا کہ اشیاء پیدا ہوئیں اور مختلف ہوگئیں کیونکہ اس نے چاہا اور ارادہ کیا۔ اور تم نے یہ نہیں کہا کہ وہ پیدا ہوئیں اور مختلف ہوگئیں کیونکہ وہ سمیع بصیر ہے۔ تو یہ اس پر دلیل ہے کہ وہ اشیاء سمیع و بصیر و قدیر کی طرح نہیں ہیں؟ سلیمان نے کہا تو وہ ہمیشہ سے مرید ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ اے سلیمان! اس کا ارادہ کیا اس کا غیر ہوا؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ آپؑ نے فرمایا کہ تم نے اس کے ساتھ اس کا غیر (ایک شے کو جو) ہے ثابت کیا کہ وہ ہمیشہ سے ہے سلیمان نے کہا کہ میں نے ثابت نہیں کیا۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا وہ نوپید ہے (حادث کردہ)؟ سلیمان کہنے لگا کہ نہیں وہ محدث (نوپید) نہیں ہے تو مامون (رشید) نے اس سے چلا کر کہا کہ سلیمان جیسے آدمی کو چاہئیے کہ وہ اپنے عجز کا اظہار کرے یا غلبہ حاصل کرے۔ تم پر انصاف لازم ہے۔ کیا تم کو دکھائی نہیں دے رہا کہ تمہارے آس پاس صاحبان نظر موجود ہیں۔ پھر مامون (رشید) نے کہا کہ اے ابوالحسنؑ اس سے گفتگو فرمائیں کیونکہ وہ خراسان کا عالم علم کلام ہے۔ تو آپؑ نے اس مسئلہ کا اعادہ کیا پھر فرمایا کہ اے سلیمان! وہ محدث (نوپید) ہے کیونکہ جو شے ازلی نہ ہو، وہ محدث ہوتی ہے اور جب وہ محدث نہیں ہوتی تو وہ ازلی و قدیمی ہوتی ہے۔ سلیمان نے کہا کہ اس کا ارادہ اسی سے ہے جس طرح کہ اس کا سننا، اس کا دیکھنا اور اس کا علم اس سے ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا تب اس کا ارادہ کیا اس کا نفس ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ پھر مرید (ارادہ کرنے والا) سمیع اور بصیر جیسا نہیں ہوگا سلیمان نے کہا کہ اس کے نفس نے ارادہ کیا جس طرح کہ اس کے نفس نے سنا اور اس کے نفس نے دیکھا اور اس کے نفس نے جانا۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے نفس نے ارادہ کیا کے کیا معنی ہیں۔ اس نے ارادہ کیا کہ کوئی شے ہوجائے یا اس نے ارادہ کیا کہ وہ زندہ یا سمیع یا بصیر یا قدیر ہو؟ اس نے کہا ہاں۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا یہ سب کچھ اس کے ارادہ سے ہوا؟ سلیمان نے جواب دیا کہ نہیں۔ امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری اس بات کے کہ اس نے ارادہ کیا کہ وہ حی، سمیع، بصیر ہو کے کوئی معنی نہیں ہوئے جب کہ یہ سب اس کے

ارادہ سے نہیں ہوا۔ سلیمان نے کہا کہ ہاں یہ سب اس کے ارادہ سے ہوا۔ تو مامون (رشید) اور موجود حاضرین ہنسنے لگے اور امام رضا علیہ السلام بھی مسکرائے پھر فرمایا کہ اے سلیمان خراسان کے متکلم کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ کیونکہ تمہارے سامنے وہ ایک حالت سے دوسرے حال میں ہوا اور اس سے متغیر ہوگیا۔ اسی بناء پر اللہ عزوجل کا وصف اس کے ذریعہ بیان نہیں کیا جاتا ہے۔ اور گفتگو ختم ہوگئی۔

اس کے بعد امام رضا علیہ السلام نے سلیمان سے فرمایا کہ میں تم سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ وہ کہنے لگا میں آپؑ کے قربان جاؤں دریافت فرمایئے۔ آپؑ نے فرمایا کہ تم اپنے بارے میں اور اپنے ساتھیوں کے بارے میں مجھے بتاؤ کہ وہ علم کلام کی گفتگو ان لوگوں سے کرتے ہیں جو اس کو سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں یا اس کے بارے میں نہ سمجھ بوجھ رکھتے ہیں اور علم بھی نہیں رکھتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ وہ اس کو سمجھتے ہیں اور اچھی طرح علم رکھتے ہیں۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا تو وہ ذات جس کو لوگ جانتے ہیں کہ مرید بغیر ارادہ کے اور مرید ارادہ سے پہلے ہے اور یہ کہ فاعل مفعول سے پہلے ہے تو یہ تمہارے قول کو باطل کرتا ہے۔ بے شک ارادہ اور مرید ایک ہی ہیں۔ اس نے کہا کہ میں آپؑ کے قربان جاؤں یہ امر ایسا نہیں ہے اس پر جو لوگ اچھی طرح جانتے ہیں اور نہ اس پر جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا میرے خیال میں تم نے اس کے علم کے بغیر معرفت کا دعویٰ کیا ہے اور تم نے کہا ہے کہ ارادہ سمع اور بصر کی طرح ہے اس وقت تمہارے نزدیک اس چیز پر جو پہچانی نہیں جاتی اور جو سمجھی نہیں جاتی ایسا ہوگا۔ تو اس سے جواب نہ بن پڑا۔

پھر امام رضا علیہ السلام نے سلیمان سے کہا کہ کیا اللہ عزوجل جنت دوزخ کی تمام چیزوں کا علم رکھتا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ ہاں۔ آپؑ نے فرمایا کہ کیا جس چیز کا علم اللہ عزوجل کو ہے کہ وہ اس سے ہوگی تو وہ ہوجاتی ہے؟ اس نے جواب دیا۔ ہاں۔ آپؑ نے فرمایا کہ جب ایسا ہوگا تو کوئی چیز باقی نہیں رہے گی مگر یہ کہ کیا ان کو زیادہ کرے گا یا وہ ان سے اعراض کرے گا؟ سلیمان نے کہا کہ وہ ان میں اضافہ کرے گا۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں اس کو تمہارے قول میں دیکھتا ہوں کہ جو اس کے علم میں نہ ہو ان کو زیادہ کردیتا ہے کہ وہ ہوجائیں۔ وہ کہنے لگا کہ میں آپؑ کے قربان جاؤں اور مزید کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے نزدیک اس کا علم احاطہ نہیں کرتا ہے جو ان دونوں میں ہوتا ہے جب کہ اس کی غایت جانی نہیں جاتی اور جب ان دونوں (جنت، دوزخ) میں جو کچھ ہوتا ہے اس کا علم اس کا احاطہ نہیں کرتا ہے تو قبل اس کے کہ وہ ہو ان دونوں میں ہونے کا علم نہیں رکھتا۔ اللہ کی ذات اس سے کہیں زیادہ بلند ہے۔ سلیمان نے کہا کہ میں نے یہ کہا کہ وہ اس کو نہیں جانتا ہے کیونکہ اس کی کوئی انتہا نہیں ہے اس لئے کہ اللہ عزوجل نے ان دونوں کا وصف ہمیشہ رہنے سے کیا ہے اور ہم نے اس امر سے کراہت کی کہ ہم ان دونوں کے لئے منقطع ہونے کو قرار دیں۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کا علم اس کے بارے میں ان سے

انقطاع کا سبب نہیں ہے کیونکہ وہ اس کو جانتا ہے پھر ان کو زیادہ کرتا ہے پھر وہ اس کو ان سے جدا نہیں کرتا ہے اور اسی طرح اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں فرمایا **کلما نضجت جلو دھم بدلنا ھم جلوداً غیر ھالیذ وقواالعذاب** (النساء۔ آیت ۵۶) " جب ان کی کھالیں پک جائیں گی تو ہم ان کو دوسری کھالوں میں تبدیل کر دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھتے رہیں ۔" اور اللہ تعالیٰ نے اہل جنت سے فرمایا **عطاء غیر مجذوذ** (ھود۔ آیت ۱۰۸) " یہ وہ عطا ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگی ۔" اور اللہ عزوجل نے فرمایا **وفا کھۃ کثیرۃ لامقطوعۃ ولا ممنوعۃ** (الواقعہ۔ آیت ۳۲۔۳۳) " اور بہت زیادہ میووں میں ہوں گے جو ختم نہیں ہوں گے اور نہ ان سے روکا جائے گا ۔ تو وہ اللہ عزوجل اس کا علم رکھتا ہے اور ان سے زائد کرنے کو قطع نہیں کرے گا ۔ کیا تمہارے خیال میں اہل جنت جو کچھ کھائیں گے پئیں گے کیا ایسا نہیں ہوگا کہ وہ اپنی جگہ چھوڑ دیں گے ؟ اس نے کہا ۔ ہاں ۔ آپؑ نے فرمایا کہ کیا وہ ان سے اس کو قطع کر سکتا ہے اور وہ اس کی جگہ کو پیچھے کر دے ؟ سلیمان نے جواب دیا کہ نہیں ۔ آپؑ نے فرمایا کہ اس طرح ان میں سب کچھ ہوگا جب کہ وہ اپنی جگہ چھوڑ دیں گے تو وہ ان سے قطع کیا ہوا نہ ہوگا ۔ سلیمان نے کہا کہ وہ اس کو ان سے قطع کر دے گا پھر ان کو زیادہ نہیں کرے گا ۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اس وقت جو کچھ ان دونوں میں ہے ظاہر کر دے گا ۔ اور اے سلیمان ! یہ ہمیشگی کا باطل کرنا ہے اور کتاب کے خلاف ہے کیونکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے **لھم مایشاء ون فیھا ولدینا مزید** (ق ۔ آیت ۳۵) ان کے لئے اس (جنت) میں وہی ہوگا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے ۔" اور عزوجل فرمایا ہے **عطاء غیر مجذوذ** (ھود ۔ آیت ۱۰۸) غیر منقطع بخشش ہے ۔ اور عزوجل فرماتا ہے کہ **وماھم منھا بمخرجین** (الحجر ۔ آیت ۴۸) " اور وہ اس (جنت) میں سے نکالے نہیں جائیں گے ۔" عزوجل فرماتا ہے **خالدین فیھا ابداً** (قرآن کے گیارہ مقامات پر) وہ اس (جنت) میں ہمیشہ رہیں گے ۔ اور عزوجل کا ارشاد ہے **وفاکھۃ کثیرۃ لامقطوعۃ ولاممنوعۃ** (الواقعہ ۔ آیت ۳۲۔۳۳) " اور بہت زیادہ میوے ہوں گے جو کبھی نہ ختم ہوں گے اور نہ ان سے روکا جائے گا ۔ تو اس سے جواب نہ بن پڑا ۔

اس کے بعد امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اے سلیمان ! کیا تم مجھے ارادہ کے بارے میں نہیں بتاؤ گے کہ وہ فعل ہے یا غیر فعل ہے ؟ اس نے جواب میں کہا کہ وہ فعل ہے ۔ آپؑ نے فرمایا کہ ارادہ تو محدث (نوپید) ہوا کیونکہ ہر ایک فعل محدث نوپید ہے ۔ وہ کہنے لگا کہ ارادہ فعل نہیں ہے ۔ آپؑ نے فرمایا تو اس کے ساتھ اس کا غیر لم یزل ہے ۔ سلیمان کہنے لگا کہ ارادہ دراصل انشاء ہے ۔ آپؑ نے فرمایا کہ اے سلیمان ! تم نے ضرار اور اس کے ساتھیوں پر ان کے اس قول پر ادعا (دعویٰ) کیا ہے کہ اللہ عزوجل نے جو بھی آسمان یا زمین یا سمندر و خشکی میں کتا ، سور ، بندر ، انسان یا چوپایہ پیدا کئے وہ اللہ عزوجل کا ارادہ ہیں اور یقیناً اللہ عزوجل کا ارادہ زندہ کرتا ہے ، موت دیتا ہے ، چلتا ہے ، کھاتا ہے ، پیتا ہے ، شادی نکاح کرتا ہے بچہ پیدا کرتا ہے ، ظلم کرتا ہے ، برے افعال کرتا ہے ، کفر کرتا ہے جو شرک کرتا ہے لہذا

تم اس (ضرار) کے نظریہ سے برات کا اظہار کرو اور اس سے دوری اختیار کرو اور یہی اس کی (ارادہ کی) حد ہے۔

سلیمان کہنے لگا کہ ارادہ، سمع، بصر اور علم کی طرح ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے دوبار اس طرف رخ کیا ہے۔ تو تم مجھے بتاؤ کہ سمع (سننا)، بصر (دیکھنا) اور علم (جاننا) کیا مصنوع (مخلوق، بنائے ہوئے) ہیں؟ سلیمان نے جواب دیا کہ وہ مصنوع نہیں ہیں۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر تم نے اس کی کس طرح نفی کی ایک مرتبہ تم نے کہا کہ اس نے ارادہ نہیں کیا اور ایک دفعہ تم نے کہا کہ اس نے ارادہ کیا اور وہ مفعول (فعل کردہ) نہیں ہے۔ سلیمان نے کہا کہ یہ تو ہمارے اس قول کی طرح ہے کہ ایک مرتبہ معلوم موجود پر اس کا علم واقع ہو اور کبھی اس کا علم معلوم غیر موجود کی وجہ سے واقع نہیں ہوا۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بات برابر اور ایک جیسی نہیں ہے کیونکہ معلوم کی نفی علم کی نفی نہیں ہے۔ اور مراد کی نفی ارادہ کی نفی اگر ہوتی کیونکہ شے کا جب ارادہ ہی نہیں کیا گیا تو ارادہ بھی نہیں ہوا اور کبھی علم ثابت ہوتا ہے اگرچہ معلوم نہ ہو علم بصر کے مرتبہ کے برابر ہے کہ انسان بصیر ہوتا ہے اگرچہ کوئی مبصر (دیکھا ہوا) نہ ہو اور علم ثابت ہوتا ہے اگرچہ معلوم نہ ہو۔ سلیمان کہنے لگا کہ وہ مصنوع (مخلوق) ہیں۔ آپؑ نے فرمایا تو وہ محدث (نوپید) ہیں سمع اور بصر کی طرح نہیں کیونکہ سمع اور بصر دونوں مصنوع نہیں ہیں اور یہ مصنوعہ ہے۔ سلیمان کہنے لگا کہ یہ اس کی صفات ازلی میں سے ایک صفت ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ پھر تو انسان کو ازلی ہونا چاہیئے کیونکہ اس کی صفت ازلی ہے۔ سلیمان کہنے لگا نہیں اس لئے کہ اس نے یہ نہیں کہا ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اے خراسانی! تمہاری غلطیاں کتنی زیادہ ہیں۔ کیا اشیاء کی تکوین و تخلیق اس کے ارادہ و قول سے نہیں ہے؟ سلیمان نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپؑ نے فرمایا تو پھر جب وہ اس کے ارادہ، اس کی مشیت، اس کے امر اور براہ راست طریقہ سے نہیں ہوا تو وہ اس کو کس طرح خلق کرتا ہے؟ اللہ اس سے کہیں بلند و برتر ہے۔ تو وہ جواب نہیں دے سکا۔

پھر امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم مجھ کو اس ارشاد الہیٰ کے بارے میں آگاہ نہیں کرو گے **واذا اردنا ان نهلک قرية امرنا مترفيها ففسقوا فيها** (بنی اسرائیل۔ آیت ۱۶) " اور ہم کسی آبادی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے سرکش لوگوں کو امیر بنا دیتے ہیں تو وہ اس آبادی میں فسق وفجور کرنے لگتے ہیں۔" اس سے مراد ہے کہ وہ ارادہ کو حادث کرتا ہے؟ اس نے آپؑ سے عرض کیا ہاں۔ آپؑ نے فرمایا کہ جب اس نے ارادہ کو حادث کیا تو تمہارا یہ کہنا کہ ارادہ وہ (خدا) ہے یا اس کی کوئی چیز ہے، باطل ہوا کیونکہ وہ خود کو حادث نہیں کر سکتا اور نہ اس کی حالت میں تغیر ہوتا ہے۔ اللہ اس سے بلند و بالا ہے۔ سلیمان نے کہا کہ اس سے مراد یہ نہیں کہ وہ ارادہ کو حادث کرتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا پھر اس سے کیا مراد ہے؟ اس نے جواب دیا کہ شے کا فعل مراد لیا ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا برا ہو۔ تم اس مسئلہ میں کتنا تردد کرو گے اور میں نے تم کو بتایا ہے کہ ارادہ محدث ہے کیونکہ شے کا

فعل محدث ہے اس نے کہا کہ پھر ارادہ کے کوئی معنی و مفہوم نہیں ۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے نزدیک اس نے اپنا وصف بیان کیا یہاں تک کہ اس کا وصف ارادہ سے کیا جس کے کوئی معنی نہیں ۔ پس جب اس کے کوئی معنی نہیں نہ قدیم نہ جدید (نئے) کے ہیں ۔ تمہارا قول باطل ہوا کہ اللہ ہمیشہ سے مرید ہے ۔ سلیمان نے کہا کہ میں نے یہ مراد لیا ہے کہ اللہ لم یزل کا فعل ہے ۔ آپؑ نے فرمایا کیا تم کو معلوم نہیں کہ جو لم یزل ہوتا ہے وہ ایک سی حالت میں قدیم اور نوپید نہیں ہوتا ؟ تو اس سے جواب نہ بن پڑا ۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اس میں کوئی ہرج نہیں ہے تم اپنے مسئلہ کو پورا کرلو ۔ سلیمان نے عرض کیا کہ میں نے یہ کہا ہے کہ ارادہ اس کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور کیا اس کی صفت نوپید (محدث) ہے یا ازلی ہے ؟ سلیمان نے جواب میں کہا کہ صفت محدث (نوپید) ہے امام رضا علیہ السلام نے فرمایا اللہ اکبر تو ارادہ محدث ہے اور اگر وہ اس کی صفات میں سے ایک صفت ہے تو وہ ازلی ہوا پھر تو اس نے کسی شے کا ارادہ نہیں کیا ۔ امام رضا علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ جو لم یزل ہوتا ہے وہ مفعول نہیں ہوتا ہے ۔ سلیمان کہنے لگا کہ اشیاء ارادہ نہیں ہیں اور نہ کسی شے کا ارادہ کیا ہے امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اے سلیمان ! تم نے بے تکی بات کی ہے کہ اس نے فعل کیا اور خلق کیا اس چیز کو جس کے خلق اور فعل کا اس نے ارادہ نہیں کیا ۔ یہ صفت ہے اس شخص کی جو اپنے فعل کو نہیں جانتا ہے ۔ اللہ کی ذات اس سے بلند و برتر ہے ۔

سلیمان نے کہا کہ اے میرے سردار ! میں نے آپؑ کو بتایا ہے کہ ارادہ سمع ، بصر اور علم کی طرح ہے ۔ مامون (رشید) نے کہا اے سلیمان ! تم پر وائے (ہلاکت) ہو ۔ کتنی مرتبہ اس مسئلہ میں غلطی و تردد کرو گے ۔ اس بات کو یہیں ختم کرو اور اس کے علاوہ مسئلہ کو شروع کرو ۔ جب کہ تم اس کے رد اور انکار کی طاقت نہیں رکھتے ہو ۔ امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے امیرالمومنین اس کو چھوڑیئے اور اس کے مسئلہ کو قطع نہ کیجئے کیونکہ وہ اس مسئلہ کو اپنی حجت بنالے گا ۔ اے سلیمان تم گفتگو جاری رکھو ۔ وہ کہنے لگا کہ میں نے آپؑ کو بتایا ہے کہ ارادہ سمع ، بصر اور علم کی طرح ہے ۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی مضائقہ نہیں تم مجھ کو اس کے معنی بتاؤ کیا اس کے ایک معنی ہیں یا مختلف معانی ہیں ؟ سلیمان نے جواب دیا کہ معنی ایک ہیں ۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تمام ارادات کے معنی ایک ہی ہیں ؟ سلیمان نے جواب دیا ۔ ہاں ۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اس کے معنی ایک ہی ہیں تو ارادہ قیام (کھڑے ہونا) ، ارادہ قعود (بیٹھنا) ، ارادہ حیات ، ارادہ موت جب کہ اس کا ارادہ ایک ہی ہے تو ایک دوسرے سے متقدم نہیں ہوں گے اور نہ ایک دوسرے سے مخالف ہوں گے اور وہ ایک ہی شے ہوں گے ۔ سلیمان کہنے لگا کہ اس کے معنی مختلف ہیں ۔ آپؑ نے فرمایا کہ تم مجھ کو مرید کے بارے میں بتاؤ کہ کیا وہ ارادہ ہے یا اس کا غیر ہے ؟ سلیمان نے جواب دیا کہ وہ ارادہ ہے ۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے نزدیک کیا مرید مختلف ہوتا ہے اگر وہ ارادہ ہو

؟ سلیمان نے جواب دیا کہ اے میرے سردار ! ارادہ مرید نہیں ہے ۔ آپؑ نے فرمایا کہ ارادہ محدث (نو پید) ہے ورنہ پھر اس کے ساتھ اس کا غیر ہے ۔ سمجھو اور اپنے مسئلہ کو آگے بڑھاؤ ۔

سلیمان نے کہا کہ ارادہ اس کے اسماء میں سے ایک اسم ہے ۔ امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ کیا اس نے خود اس نام سے موسوم کیا ؟ سلیمان نے جواب دیا نہیں ۔ اس نے خود یہ نام نہیں رکھا ۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر تو تم کو کوئی حق نہیں کہ اس کا وہ نام رکھو جو اس نے خود نہیں رکھا ۔ اس نے کہا اس نے اپنا وصف بیان کیا کہ وہ مرید ہے ۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کی صفت اس کی ذات نہیں ہے بلکہ وہ مرید ہے کہ وہ ارادہ کی اطلاع دے رہا ہے نہ کہ ارادہ اس کے اسماء میں سے ایک اسم ہے ۔ سلیمان نے کہا کہ اس وجہ سے کہ اس کا ارادہ اس کا علم ہے ۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا اے جاہل نادان ! جب وہ کسی شے کو جانتا تو وہ اس کا ارادہ کرتا ہے ۔ سلیمان نے کہا ذرا ٹھہریئے ۔ آپؑ نے فرمایا کہ جب اس نے اس کا ارادہ نہیں کیا اس کا علم اس کو نہیں ۔ سلیمان نے کہا کہ ذرا توقف فرمایئے ۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے یہ کہاں سے کہا اور اس پر کیا دلیل ہے کہ اس کا ارادہ اس کا علم ہے ؟ اور کبھی وہ جانتا ہے جس کا وہ کبھی ارادہ نہیں کرتا ہے اور یہ عزوجل کا ارشاد ہے **ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک** (بنی اسرائیل ۔ آیت ۸۶) " اور اگر ہم چاہیں تو وہ ہم لے جائیں گے جو تم پر وحی کی ہے ۔" تو اس کو معلوم ہے کہ وہ کس طرح لے جائے گا اور وہ کبھی نہیں لے جائے گا ۔ سلیمان نے کہا اس لئے کہ وہ اس امر سے فارغ ہوگیا ہے اور اس میں وہ کچھ زیادہ نہیں کرنا چاہتا ہے ۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تو یہودیوں کا کہنا ہے تو پھر اللہ عزوجل نے کس طرح فرمایا **ادعونی استجب لکم** (المومن ۔ آیت ۶۰) " تم مجھ سے دعائیں مانگو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا ۔" سلیمان نے کہا کہ اس سے اس نے مراد لیا کہ وہ اس پر قادر ہے ۔ آپؑ نے فرمایا کہ کیا وہ اس چیز میں اعادہ کرے گا جس کو پورا نہیں کیا ہے ۔ پھر کس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا **یزید فی الخلق مایشاء** (فاطر ۔ آیت ۱) " وہ پیدائش میں جو چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے ۔" اور اللہ نے یہ بھی کہا **یمحوا اللہ مایشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب** (سورۃ رعد ۔ آیت ۳۹) اللہ جس کو چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور برقرار رکھتا ہے اور اسی کے پاس ام الکتاب (لوح محفوظ) ہے ۔" اور وہ کام سے فارغ ہوگیا تو اس سے جواب نہ بن پڑا ۔

امام رضا علیہ السلام نے سلیمان سے فرمایا کہ کیا وہ جانتا ہے کہ ایک انسان ہو اور وہ نہیں چاہتا ہے کہ انسان کو کبھی خلق کرے اور انسان آج مرتا ہے اور نہیں چاہتا ہے کہ آج مرے ؟ سلیمان نے جواب دیا کہ ہاں ۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ جانتا ہے کہ وہ ہو جس کے ہونے کا وہ ارادہ کرتا ہے یا وہ جانتا ہے کہ جس کے ہونے کا وہ ارادہ نہیں کرتا ہے وہ ہو ؟ اس نے کہا کہ وہ دونوں ساتھ ساتھ ہوں گے یہ وہ جانتا ہے ۔ امام رضا علیہ السلام نے اس سے ارشاد فرمایا کہ اس وقت وہ علم رکھتا ہے کہ انسان حی (زندہ) ، میت (مردہ) قائم (کھڑا ہوا) ، قاعد (بیٹھا ہوا) ، اعمیٰ

(اندھا)، بصیر (بینا) ایک ہی حالت میں ہو۔ اور یہ امر محال ہے۔ وہ کہنے لگا کہ میں آپؑ کے قربان جاؤں بیشک وہ جانتا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک ہو نہ کہ دوسرا۔ آپؑ نے فرمایا کہ کوئی مضائقہ نہیں۔ ان دونوں میں سے کون سا ہوگا وہ کہ جس کے ہونے کا اس نے ارادہ کیا یا وہ جس کے ہونے کا اس نے ارادہ نہیں کیا۔ سلیمان نے کہا وہ ہوگا جس کا اس نے ارادہ کیا تو امام رضا علیہ السلام مامون (رشید) اور صاحب مقالات مسکرائے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا تم نے غلطی کی اور اپنے قول کو چھوڑ دیا۔ وہ جانتا ہے کہ ایک انسان آج مرے گا اور وہ اس کے آج مرنے کا ارادہ نہیں کرتا ہے اور وہ مخلوقات کو خلق کرتا ہے اور وہ نہیں چاہتا ہے کہ ان کو خلق کرے تو جب تمہاری رائے میں اس نے جس چیز کا ارادہ کیا ہے وہ ہو اس کے لئے علم ہونا جائز نہیں تو پھر وہ علم رکھتا ہے کہ اس نے جس چیز کے ہونے کا ارادہ کیا ہے وہ ہو۔

سلیمان نے کہا کہ میرا کہنا تو یہ ہے کہ ارادہ وہ (ذات الہیٰ) نہیں ہے اور نہ اس کا غیر ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اے نادان! جب تم نے یہ کہا ارادہ اس کی ذات نہیں تو تم نے ارادہ کو اس کا غیر قرار دیا اور جب تم نے کہا کہ ارادہ اس کا غیر نہیں تو تم نے اس کو اس کی ذات ٹہرایا۔ سلیمان کہنے لگا کہ پھر وہ جانتا ہے کہ کس طرح شے کو بنائے؟ آپؑ نے فرمایا۔ ہاں۔ سلیمان نے کہا کہ پھر تو یہ شے کا اثبات ہے (کہ وہ ازل سے اس کے ساتھ ہے) امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے بات بدل دی کیونکہ آدمی کبھی عمارت کو اچھا بناتا ہے اگرچہ نہ بنائے اور درزی کے پیشہ کو اچھا کرتا ہے اور وہ نہ سیئے اور کسی شے کی صنعت کو اچھا کرے اگرچہ اس نے کبھی نہیں بنایا۔ اس کے بعد آپؑ نے سلیمان سے کہا کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ واحد ہے اس کے ساتھ کوئی شے نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ آپؑ نے فرمایا کیا یہ کسی شے کے لئے اثبات ہو سکتا ہے؟ سلیان کہنے لگا کہ وہ نہیں جانتا ہے کہ وہ واحد ہے کوئی شے اس کے ساتھ نہیں ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم کو اس کا علم ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپؑ نے فرمایا پھر تم اس سے زیادہ عالم ہوئے۔ سلیمان کہنے لگا کہ مسئلہ محال ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ تمہارے نزدیک محال ہے۔ بیشک وہ واحد ہے کوئی شے اس کے ساتھ نہیں ہے وہ سمیع، بصیر، حکیم، علیم، قدیر ہے۔ وہ کہنے لگا کہ ہاں۔ آپؑ نے فرمایا کہ پھر اللہ عزوجل نے کس طرح بتایا کہ واحد، حی، سمیع، بصیر، علیم، خبیر ہے اور وہ اس کو نہیں جانتا ہے۔ اور اس نے جو کچھ کہا یہ اس کی تردید و تکذیب ہے۔ اللہ اس سے بلند و بالا ہے۔ پھر امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ کس طرح اس چیز کے بنانے کا ارادہ کرتا ہے۔ جس کو وہ نہیں جانتا ہے اور نہ وہ چیز وہ (اس کی ذات) ہے؟ اور جب کہ صانع جانتا ہی نہیں ہے کہ وہ شے کو کس طرح بنائے قبل اس کے کہ وہ اس کو بنائے۔ پھر تو وہ حیرت زدہ ہوگا۔ اللہ اس سے بلند ہے۔

سلیمان نے کہا کہ ارادہ قدرت ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ عزوجل جس چیز کا ارادہ نہیں کرتا ہے

اس پر ہمیشہ سے قادر ہے اور اس سے لازم ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا **ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک** (بنی اسرائیل ۔ آیت ۸۶) " اور اگر ہم چاہیں تو وہ ہم لے جائیں گے جو تم پر وحی کی ہے ۔ تو اگر ارادہ وہ قدرت بھی ہے تو اس نے ارادہ کیا کہ وہ اس کو اپنی قدرت سے لے جائے تو سلیمان نے بات (گفتگو) ختم کر دی ۔ مامون (رشید) نے اس وقت کہا کہ یہ ہاشمیوں کے سب سے زیادہ (بڑے) عالم ہیں ۔ پھر سب لوگ چلے گئے ۔

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ مامون (رشید) امام رضا علیہ السلام کے خلاف مختلف فرقوں کے متکلین اور گمراہ خواہشات کی بناء پر جو کچھ سنتا تھا اس حرص کی بناء پر کہ وہ امام رضا علیہ السلام کو ان میں سے کسی ایک کے ساتھ حجت سے منقطع کر دے کھینچ کر لاتا تھا اور یہ امر انؑ سے حسد اور انؑ کی منزلت کی وجہ سے تھا ۔ اگر آپؑ جس کسی سے گفتگو فرماتے تو اس سے اپنی فضیلت کا اقرار لے لیتے ۔ اور اس کے خلاف اس پر حجت کو لازم قرار دیتے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا تذکرہ ناپسند کیا ہے مگر یہ کہ اس کا کلمہ بلند کیا جائے اور اس کے نور کو کامل کرلے اور اس کی حجت کی مدد کرے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں وعدہ فرمایا ہے **انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا** (المومن ۔ آیت ۵۱) " بیشک ہم اپنے رسولوں اور صاحبان ایمان کی دنیاوی زندگی میں مدد کریں گے ۔" **الذین امنوا** سے مراد ائمہ ہدیٰ علیہم السلام ، ان کے پیرو اور ان کی معرفت رکھنے والے اور ان سے اخذ کرنے والے ہیں ۔ اور جب تک وہ دنیا میں رہیں گے وہ ان کے مخالفین پر حجت کے ساتھ ان کی مدد کرے گا اور اسی طرح ان کے ساتھ آخرت میں کرے گا اور اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ہے ۔

باب (٦٧) اللہ عزوجل کے کلام، جدال اور رویت (دیکھے جانے) کے بارے میں روکنا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے حسن بن محبوب سے ، انہوں نے علی بن رئاب سے ، انہوں نے ابو بصیر سے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ابو جعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کی مخلوق کے بارے میں گفتگو کرو اور اللہ کے بارے میں گفتگو نہ کرو کیونکہ اللہ کے بارے میں گفتگو حیرت و تحیر میں زیادتی کا سبب ہوتی ہے ۔

(۲) اور انہی اسناد کے ساتھ حسن بن محبوب سے ، ابوایوب خزاز سے ، ابو عبیدہ سے ، ابو جعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہر شے کے بارے میں ایک دوسرے سے کلام کرو اور اللہ کے بارے میں گفتگو نہ کرو ۔

(۳) اور انہی اسناد کے ساتھ حسن بن محبوب نے علی بن رئاب سے ، ضریس کناسی سے ، ابوجعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے کہ انہوںؑ نے فرمایا کہ تم اللہ کی عظمت کے بارے میں جو چاہو ذکر کرو اور اس کی ذات کے بارے میں

ذکر نہ کرو اس لئے کہ تم جو کچھ بھی اس کے بارے میں بیان کرو گے وہ اس سے عظیم تر ہے۔

(۴) اور ان ہی اسناد کے ساتھ حسن بن محبوب سے، علی بن رئاب سے، برید عجلی سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے پھر فرمایا کہ تم کس وجہ سے جمع ہوئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اپنے رب کا ذکر کررہے ہیں اور اس کی عظمت کے بارے میں غور وفکر کررہے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہارا غور وفکر کرنا اس کی عظمت کا ادراک نہیں کرسکتا ہے۔

(۵) اور انہی اسناد کے ساتھ حسن بن محبوب سے، علی بن رئاب سے، فضیل بن یسار سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ اے ابن آدم اگر کوئی پرندہ تمہارے قلب کو کھائے تو وہ سیر نہیں ہوسکے گا اور اگر تمہاری نظر پر ابرہ (ایک بیش قیمت کپڑا) کا ٹکڑا ڈالدیا جائے تو وہ اس کو چھپا دے گا۔ تم ان دونوں (قلب و نظر) سے آسمان و زمین کے ملکوت (مالک) کو پہچاننا چاہتے ہو۔ اگر تم سچے ہو تو یہ سورج جو اللہ کی ایک مخلوق ہے تو اگر تم میں قدرت ہے کہ تمہاری دونوں آنکھوں کو بھلا لگے تو پھر وہی ہوگا جو تم کہتے ہو۔

(۶) اور انہی اسناد کے ساتھ حسن بن محبوب سے، علاء بن رزین سے، محمد بن مسلم سے، ابوجعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے قول کے بارے میں **ومن کان فی هذه اعمی فهو فی الاخرة اعمیٰ واضل سبیلا** (بنی اسرائیل۔ آیت ۷۲) "اور وہ شخص جو اس دنیا میں اندھا ہے تو وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور راستہ سے گمراہ ہے۔" آپؑ نے فرمایا کہ جس شخص کو آسمان و زمین کی خلقت، روز و شب کا اختلاف، آسمان، سورج اور چاند کی گردش اور آیات عجیبہ نے اس پر رہنمائی نہیں کی کہ اس کے پیچھے ایک بہت بڑا امر ہے تو وہ آخرت میں اندھا اور راستہ سے بھٹکا ہوا ہے۔ فرمایا کہ اس نے جس چیز کو خود نہیں دیکھا تو وہ اندھا اور گمراہ ہے۔

(۷) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے حسن بن علی بن فضال سے، ثعلبہ بن میمون سے، حسن صیقل سے، محمد بن مسلم سے، انہوں نے ابوجعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آپؑ نے فرمایا کہ جو عرش کے نیچے ہے اس کے بارے میں گفتگو کرو اور جو عرش کے اوپر ہے اس کے بارے میں بات چیت نہ کرو کیونکہ جس گروہ نے اللہ کے بارے میں گفتگو کی تو وہ حیرت زدہ سرگشتہ رہ گئے یہاں تک کہ وہ آدمی آگے سے پکارا جائے گا تو اس کے پیچھے سے جواب دیا جائے گا۔ اور اس کو اس کی پشت سے پکارا جائے گا تو اس کو اس کے سامنے سے جواب دیا جائے گا۔

(۸) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے علی بن ابراہیم نے اپنے والد سے بیان کیا، انہوں نے ابن ابو عمیر سے، انہوں نے محمد بن یحییٰ خثعمی سے، انہوں نے عبدالرحیم قصیر سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو جعفر (امام

محمد باقر) علیہ السلام سے کچھ توحید کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور فرمایا کہ اللہ جبار کی ذات بلند و بالا ہے۔ بیشک جس نے اس چیز کی طرف مقبولیت اختیار کی جو درست ہے وہ ہلاک ہوا۔

(۹) اور ان ہی اسناد کے ساتھ ابن ابو عمیر سے، عبدالرحمن بن حجاج سے، سلیمان بن خالد سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے اس ارشاد الہیٰ **وان الی ربک المنتھیٰ** (نجم۔ آیت ۴۲) "اور یہ کہ تمہارے رب تک انتہا ہے۔" کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ جب گفتگو اللہ عزوجل تک **منتھیٰ** ہو تو رک جاؤ۔

(۱۰) اور ان ہی اسناد کے ساتھ ابن ابو عمیر سے، ابوایوب خزاز سے، محمد بن مسلم سے، انہوں نے کہا کہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ اے محمد لوگ ہمیشہ ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہوئے اللہ کے بارے میں کلام کرتے رہتے ہیں تو جب تم اس گفتگو کو سنو تو **لا الہ الا اللہ الواحد الذی لیس کمثلہ شی** "کوئی معبود نہیں ہے سوائے اس اللہ واحد کے جس کی مثل کوئی شے نہیں ہے" کہو۔

(۱۱) اور ان ہی اسناد کے ساتھ ابن ابو عمیر سے، محمد بن حمران سے، ابو عبیدہ حذاء سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو جعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام نے فرمایا کہ اے زیاد! تم ان جھگڑوں سے بچو کیونکہ یہ شک جنم دیتے ہیں اور عمل کو بیکار (باطل) کرتے ہیں اور بحث و مباحثہ کرنے والا ہلاک ہوجاتا ہے اور قریب ہے کہ وہ کسی شے کے بارے میں کلام کرے تو وہ بخشا نہ جائے گا کیونکہ ماضی میں جن لوگوں کو علم سونپا گیا تھا، انہوں نے اس کو ترک کردیا۔ اور اس علم کو حاصل کیا جو ان کے لئے کافی ہو۔ یہاں تک کہ ان کی گفتگو اللہ عزوجل تک منتھی ہوئی تو وہ حیران و سرگشتہ رہ گئے تو اگر آدمی سامنے سے پکارا جائے تو وہ اپنے پیچھے سے جواب دیتا ہے اور اس کے پیچھے سے بلایا جاتا ہے تو وہ اپنے سامنے سے جواب دیتا ہے۔

(۱۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے عبداللہ بن مغیر سے بیان کیا، انہوں نے ابوالیسع سے، انہوں نے سلیمان بن خالد سے، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آپؑ نے فرمایا کہ تم سے قبل لوگوں نے اس علم کو ترک کردیا جس کا علم ان کو سپرد کیا گیا تھا اور انہوں نے اس علم کو حاصل کیا جس کا علم ان کے سپرد نہیں کیا گیا تھا تو وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے یہاں تک کہ انہوں نے اس چیز کے بارے میں سوال کیا جو آسمان کے اوپر ہے تو ان کے قلوب حیران رہ گئے۔ ان میں سے کسی کو اس کے سامنے سے پکارا جاتا تو وہ اپنے پیچھے سے جواب دیتا اور پیچھے سے پکارا جاتا تو وہ آگے سے جواب دیتا۔

(۱۳) اور انہی اسناد کے ساتھ ابوالسیع سے، ابوالجارود سے، ابوجعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ کے بارے میں تفکر سے پرہیز کرو کیونکہ اللہ کے بارے میں سوچ بچار کرنے سے سوائے حیرانی و سرگشتگی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ اللہ عزوجل کا ادراک نگاہیں نہیں کر سکتی ہیں اور نہ خبریں اس تک پہنچ سکتی ہیں۔

(۱۴) اور ان ہی اسناد کے ساتھ ابوالسیع سے، سلیمان بن خالد سے، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کے بارے میں سوچ بچار کرنے سے بچو کیونکہ اللہ کے بارے میں غور وفکر حیرانی کی زیادتی کا باعث ہے کیونکہ نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتی ہیں اور نہ اس کا کسی اندازہ و پیمانہ سے وصفت بیان کیا جاسکتا ہے۔

(۱۵) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن خالد نے علی بن نعمان اور صفوان بن یحییٰ سے، انہوں نے فضیل بن عثمان سے، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آپؑ نے فرمایا کہ چند لوگ میرے پاس آئے جن کا تعلق ان لوگوں سے تھا جو ربوبیت کے بارے میں گفتگو کرتے رہتے تھے۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اللہ کی تعظیم کرو اور اس کے بارے میں وہ کچھ نہ کہو جو ہم نہیں کہتے ہیں اس لئے کہ اگر تم نے کہا اور ہم نے کہا تو تم کو بھی مرنا ہے اور ہم کو بھی مرنا ہے پھر اللہ تم کو بھی اٹھائے گا اور ہم کو بھی اٹھائے گا تو اللہ جس طرح چاہے گا تم ہوگے اور ہم ہوں گے

(۱۶) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسن بن محبوب نے عمرو بن ابوالمقدام سے بیان کیا۔ انہوں نے سالم بن ابو حفصہ سے، انہوں نے منذر ثوری سے، انہوں نے محمد بن حنفیہ سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا کہ یہ امت ہرگز ہلاک نہیں ہوگی جب تک کہ وہ اپنے رب کے بارے میں گفتگو کرے۔

(۱۷) اور ان ہی اسناد سے حسن بن محبوب سے، علی بن رئاب سے، ضریس کناسی سے بیان کیا، اس نے کہا کہ ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اللہ کے بارے میں گفتگو کرنے سے پرہیز کرو۔ تم اس کی عظمت کے بارے میں گفتگو کرو اور اس کے بارے میں کلام نہ کرو کیونکہ اللہ کے بارے میں گفتگو گمراہی میں زیادتی کا باعث ہوتی ہے۔

(۱۸) ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوالحسن محمد بن ابوعبداللہ کوفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن سلیمان بن حسن کوفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن محمد بن خالد نے علی بن حسان واسطی سے بیان کیا، انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے، انہوں نے زرارہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم سے پہلے لوگوں نے صفت کے بارے میں بہت زیادہ کہا ہے تو آپؑ کیا فرماتے ہیں؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ انہوں نے مکروفریب کیا ہے،

کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " وان الیٰ ربک المنتھیٰ " (النجم ۔ آیت ۴۲) " اور یہ کہ تیرے رب تک سب کو پہنچتا ہے ۔" تم اس کے بارے میں اس کے علاوہ گفتگو کرو ۔

(۱۹) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے اپنے والد سے بیان کیا ، انہوں نے ابن ابو عمیر سے ، انہوں نے عبداللہ بن بکیر سے ، انہوں نے زرارہ سے ، انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آپؑ نے فرمایا کہ ایک عظیم الشان بادشاہ دربار میں بیٹھ کر رب تبارک و تعالیٰ کے بارے میں بات کرنے لگا تو وہ گم ہوگیا اور ایسا گم ہوا کہ اس کو پتہ ہی نہ چلا کہ وہ کہاں ہے ۔

(۲۰) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عبدالحمید نے علاء بن رزین سے بیان کیا ، انہوں نے محمد بن مسلم سے ، انہوں نے ابوجعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آپؑ نے فرمایا کہ تم اللہ کے بارے میں غور و فکر سے بچو مگر جب تم اللہ کی عظمت کی طرف دیکھنا چاہتے ہو تو اس کی تخلیق کی بڑائی کو دیکھو ۔

(۲۱) میرے والد رضی اللہ نے فرمایا کہ ہم سے احمد بن ادریس نے محمد بن احمد سے بیان کیا ، انہوں نے علی بن سندی سے ، انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے ، انہوں نے حسین بن مختار سے ، انہوں نے ابوبصیر سے ، انہوں نے ابو جعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے بیان کیا کہ میں نے آپؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ جھگڑا (کسی مسئلہ میں گفتگو) دین کو باطل و بے برکت کر دیتا ہے اور عمل کو ختم کر دیتا ہے اور شک پیدا کرتا ہے ۔

(۲۲) اور ان ہی اسناد کے ساتھ ابوبصیر نے کہا کہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ اصحاب کلام ہلاک ہوجائیں گے اور ان سے بچنے والے نجات پائیں گے ۔ یقیناً اس سے پرہیز کرنے والے ہی اچھی صفات والے ہیں ۔

(۲۳) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے عباس بن معروف نے سعدان بن مسلم سے بیان کیا ، انہوں نے ابوبصیر سے انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آپؑ نے فرمایا کہ وہ آدمی آپس میں نزاع نہیں کرتا ہے مگر وہ کہ جس میں پرہیزگاری نہ ہو یا وہ شکی شخص ہو ۔

(۲۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہم سے احمد بن محمد بن علی بن حکم سے بیان کیا ، انہوں نے فضیل سے ، انہوں نے ابو عبیدہ سے انہوں نے ابوجعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابو عبیدہ تم نزاعی گفتگو کرنے والوں اور ہم پر غلط بیان کرنے والوں سے بچو ۔ کیونکہ ان کو جس کے علم کا حکم دیا گیا ہے اس کو چھوڑ دیا ہے اور علم آسمانی کی مشقت برداشت کی ہے

اے ابوعبیدہ! تم لوگوں کی ان کے اخلاق کو وجہ سے مخالفت کرو اور ان کے اعمال کی وجہ سے جدا ہو جاؤ۔ بیشک ہم اپنے بارے میں اس آدمی کو عقلمند شمار نہیں کرتے ہیں جب تک کہ وہ طرز گفتگو کو نہ سمجھے پھر آپؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی **ولتعر فنھم فی لحن القول** (محمد۔ آیت ۳۰) " اور تم ان کو انداز گفتگو سے ضرور پہچان لوگے۔"

(۲۵) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے یعقوب بن یزید نے غفاری سے بیان کیا، انہوں نے جعفر بن ابراہیم سے، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم دیوانہ (جاہل و نا سمجھ) سے بحث و مباحثہ کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ ہر دیوانہ کی بڑاس کی مدت کے گزرنے تک ہے اور جب اس کی مدت گزر جاتی ہے تو اس کو اس کی دیوانگی آگ میں جلا دیتی ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ اس کی خطائیں اور غلطیاں اس کو مشغول و معروف رکھتی ہیں پھر وہ اس کو جلادیتی ہیں۔

(۲۶) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے علی بن بلال کی کتاب میں پڑھا کہ اس نے ایک شخص یعنی ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپؑ کے آباء علیہم السلام سے بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے دین کے بارے میں گفتگو کرنے سے منع فرمایا ہے پھر آپؑ کے دوست متکلمین نے تاویل کی کہ جو دین کے بارے میں اچھی طرح سے کلام نہیں کرسکتا اس کو منع کیا گیا ہے لیکن جو حسن و خوبی کے ساتھ گفتگو کرسکتا ہے اس کو منع نہیں کیا گیا ہے تو جس طرح انہوں نے تاویل کی ہے ایسا ہی ہے یا نہیں؟ تو آپؑ نے تحریری جواب دیا کہ اچھی طرح اور بری طرح گفتگو کرنے والا دین کے بارے میں کلام نہ کرے کیونکہ اس کا نقصان و گناہ اس کے فائدہ سے زیادہ ہے۔

(۲۷) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے احمد بن ادریس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن احمد نے علی بن اسمعیل سے بیان کیا، انہوں نے معلی بن محمد بصری سے، انہوں نے علی بن اسباط سے، انہوں نے جعفر بن سماعہ سے، انہوں نے کسی ایک کے علاوہ سے، انہوں نے زرارہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر (امام محمد باقر) علیہ السلام سے دریافت کیا کہ بندوں پر اللہ کی حجت کیا ہے؟ آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ وہ جو جانتے ہیں وہی کہیں اور جس کا علم نہ ہو تو خاموش رہیں۔

(۲۸) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے محمد بن حسین بن ابوالخطاب سے بیان کیا، انہوں نے ابن فضال سے، انہوں نے علی بن شجرہ سے، انہوں نے ابراہیم بن ابورجاء سے انہوں نے اخی طربال سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ اذیت کو دور کرنا اور شور و غل نہ مچانا یہ دونوں رزق میں زیادتی کا باعث ہوتے ہیں۔

(۲۹) ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسین نے حسن بن محبوب سے نجبیۃ القواس سے، علی بن یقطین سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ابوالحسن (امام علی رضا) علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اپنے ساتھیوں کو حکم دو کہ وہ اپنی زبانوں کو دور رکھیں اور دین میں نزاع کو چھوڑ دیں اور اللہ کی عبادت میں کوشش کریں۔

(۳۰) ہم سے حسین بن احمد بن ادریس رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے بیان کیا، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے موسیٰ بن عمر سے، انہوں نے عباس بن عامر سے، انہوں نے شیخ سے، انہوں نے ابوبصیر سے، انہوں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے بیان کیا کہ آپؑ نے فرمایا کہ کوئی شخص نزاع نہیں کرتا ہے مگر وہ شخص کہ جو شکی ہو یا وہ جو پرہیزگار نہ ہو۔

(۳۱) اور ان ہی اسناد سے، محمد بن احمد سے، احمد بن حسن سے، ابوحفص عمر بن عبدالعزیز سے، کسی ایک شخص سے، ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس جماعت کے علماء متکلمین کی ہر صفت میں سے شر ہی شر ہے۔

(۳۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسین نے محمد بن اسمعیل سے بیان کیا، انہوں نے حضرمی سے، انہوں نے مفضل بن عمر سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا کہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ اے مفضل جس نے اللہ کے بارے میں غوروفکر کیا کہ وہ کیسا ہے وہ ہلاک ہوگیا اور جس نے سرداری چاہی وہ بھی ہلاک ہوا۔

(۳۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ہارون بن مسلم سے بیان کیا، انہوں نے مسعدہ بن صدقہ سے، انہوں نے جعفر بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد علیہ السلام سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے ان لوگوں پر لعنت کی ہے کہ جنہوں نے اپنے دین کو جھگڑا یعنی جدال بنالیا تاکہ حق کو باطل سے ناقابل ثبوت بنادیں۔

(۳۴) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حسن صفار نے فضل بن عامر سے بیان کیا، انہوں نے موسیٰ بن قاسم بجلی سے، انہوں نے محمد بن سعید سے، انہوں نے اسمعیل بن ابوزیاد سے انہوں نے جعفر بن محمد سے، انہوں نے اپنے آباؤ کرامؑ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اعلیٰ جنت، وسط جنت اور ریاض جنت کے گھروں کا سردار اور ضامن ہوں اس شخص کے لئے جس نے چغل خوری ترک کیا اگر وہ سچ بولنے والا ہے۔

(۳۵) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے احمد بن ادریس نے محمد بن احمد سے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ

بن محمد سے ، انہوں نے محمد بن اسمعیل نیشاپوری سے ، انہوں نے عبدالرحمن بن ابوہاشم سے ، انہوں نے کلیب بن معاویہ سے ، انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی شخص نزاع نہیں کرتا ہے مگر وہ جس کے سینہ میں تنگی ہو۔

الحمدللہ کہ کتاب التوحید کا ترجمہ تمام ہوا

سید عطا محمد عابدی

۲۸ ذالحج ۱۴۲۰ ہجری بروز پیر

بمطابق ۶ مارچ ۲۰۰۰ عیسوی

بوقت شام ۷ بجے

بمقام کراچی